خیر الفتاویٰ

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ

و دیگر مفتیان خیر المدارس کے

علمی و تحقیقی فتاویٰ کا منتخب مجموعہ

مرتبہ

مولانا مفتی محمد انور زید مجدہم

مکتبہ امدادیہ

ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان پاکستان

پیشِ لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

افتاء ایک اہم اور نازک ذمہ داری ہے جس کا تعلق انسانیت کی ہدایت اور دنیوی و اخروی فلاح کے ساتھ ہے۔ اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات ماننے والا مسلمان قدم قدم پر اس سے رہنمائی کا محتاج و مامور ہے۔

انسانی زندگی میں عبادات و معاملات اور اعمال و اخلاق کی ہزاروں بلکہ لاکھوں جزئیات ایسی ہیں جن کے اصول و ضوابط اگرچہ کلی طور پر قرآن و حدیث میں بیان کر دیئے گئے ہیں لیکن ان ضوابط کا افراد پر انطباق اور اصول سے جزئیات کا استخراج نہ ہر شخص کا کام ہے اور نہ ہر شخص اس کی صلاحیت، ہمت اور استطاعت رکھتا ہے۔ عہدِ رسالت سے عصرِ حاضر تک ہر دور میں اپنے دور کے لحاظ سے علم و عمل اور دیگر فضائل و صفات میں ممتاز ترین شخصیات اس منصب پر فائز رہیں اور امت کی رہنمائی کے فرضِ عظیم کو کما حقہ ادا کیا۔

مفتی ایک حیثیت سے خدا اور بندے کے درمیان ترجمانی کے فرائض انجام دیتا ہے۔ اس لئے فقہائے اسلام نے اس منصب کے حامل کے لئے عام صاحبِ علم و مقتدا کی نسبت زیادہ کڑی شرائط عائد کی ہیں۔

مفتی نہ صرف اپنے علم و فن میں حاذقانہ بصیرت و صلاحیت کا مالک ہو بلکہ دیانت و عفت، حلم و وقار، تدین و تقویٰ، عقل و فہم، دور اندیشی و بیدار مغزی، بلند نظری و بلند کرداری کے ساتھ عصری تقاضوں کو جاننے اور جانچنے میں بھی معاصرین سے ممتاز و فائق ہو۔ غرضیکہ اسے اپنے زمانہ کے اہلِ علم میں وہی مقام و مرتبہ حاصل ہو جو ایک مجتہد کو اپنے مقلدین و تلامذہ میں حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الہمام رح نے "فتح القدیر" میں "مفتی"

کے لیئے " مجتہد " ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

وقد استقر رأی الاصولیین علی أن المفتی هو المجتهد فاما غیر المجتهد ممن یحفظ اقوال المجتهدین فلیس بمفت اھ

(ردالمحتار : ج ۱ : ص ۶۴)۔

اصولیین کی یہ پختہ رائے ہے کہ مفتی وہی ہے جو مجتہد ہے۔ غیر مجتہد جو صرف مجتہد کے اقوال یاد رکھتا ہے (حقیقی) مفتی نہیں ہے۔

مجتہد کے لئے علوم میں جس تعمّق ، مہارتِ تامہ اور رسوخ کی ضرورت ہے وہ شرائطِ اجتہاد سے ظاہر ہے جو اہلِ علم پر مخفی نہیں۔ ناظرین اسی سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عام تالیفات اور " فتاویٰ " کے مجموعوں میں قدر و قیمت کے لحاظ سے کیا نسبت ہے۔

انسانی ضروریات کے تحت پیش آنے والے مسائل اور ان کے جوابات جو " فتاویٰ " کی شکل میں جلوہ گر ہوئے درحقیقت فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون پر عمل کا حسین ثمرہ ہے۔ جس پر امّت قرنِ اوّل سے قائم چلی آرہی ہے۔ انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں جس جس طرح جدید مسائل پیدا ہوتے چلے گئے فقہائے اسلام اور مفتیانِ عظام قرآن و سنت کی روشنی میں ان کے جوابات دیتے چلے گئے۔ اس راہ میں نہ کوئی جمود آیا نہ کوئی تساہل برتا گیا۔ آج بھی دنیا کی رنگا رنگ بوقلمونیوں اور معاشرت کے عجیب و غریب اور حیران کن مسائل کے باوجود دنیا میں بحمد اللہ ایسے سینکڑوں " دارالافتاء " موجود ہیں جن سے تشنگانِ علوم اپنی سیرابی کا سامان پا سکتے ہیں۔ ہدایت کے لئے جلنے والے ان چراغوں میں ایک روشن وجود " دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان " کا ہے۔ جس سے اب تک لاکھوں افراد زبانی اور تحریری طور پر اپنے مسائل و اشکالات کے جوابات سے آگاہ ہو کر اپنی علمی پیاس بجھا چکے ہیں۔ آج سے چار سال قبل ۱۴۰۷ھ میں اس علمی ذخیرہ سے ایک وقیع انتخاب " خیرالفتاویٰ جلد اوّل " کے نام سے اہلِ علم و نظر سے داد پا چکا ہے۔ اس سلسلہ میں اصحابِ فن نے جن آراء کا اظہار کیا ان کے طویل تذکرہ سے خودستائی کا پہلو مانع نہ ہوتا تو ہم اسے ضرور اپنے محترم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے۔ تاہم تحدیث بالنعمۃ کے طور پر یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ الحمد للہ اس مجموعہ کو نہ صرف عام مسلمانوں نے اپنے لئے نافع اور گرانقدر علمی تحفہ سمجھا اور مختصر مدت میں اس کے دو ایڈیشنوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا بلکہ اصحابِ علم و افتاء نے

بھی اسے علماء دیوبند کے مسلکِ اعتدال کا نمایاں نمونہ قرار دیا۔ اور "فتاویٰ" کے اس مجموعہ کو جامعہ خیرالمدارس کی دیگر تمام تالیفی و تدریسی اور علمی خدمات کے برابر تولا۔

اس سلسلۃ الذہب کی یہ دوسری کڑی "خیرالفتاویٰ جلد دوم" کی شکل میں ناظرین کے سامنے موجود ہے۔ انشاء اللہ العزیز قدر دانوں کے ہاں یہ "نقش ثانی" "نقش اوّل" سے زیادہ قبولیت و محبوبیت حاصل کرے گا۔

یہ مجموعۂ فتاویٰ

جس میں صرف فقہی مسائل ہی نہیں بہت سی احادیث پر سیر حاصل اور اطمینان بخش تشریحات و مباحث بھی آگئی ہیں۔ آٹھ سو سے زائد صفحات پر نو سو چھ (۹۰۶) استفسارات کے علمی و فقہی اور تحقیقی جوابات کا یہ خزینہ عقلی و نقلی دلائل سے مزیّن ہے۔ بعض جوابات اپنی جامعیت و اہمیت کے باعث مستقل تالیف کہلانے کے قابل ہیں۔ ترتیب میں یہ بات ملحوظ رکھی گئی ہے کہ قدیم فتاویٰ جن مسائل سے کسی داعیہ کے نہ ہونے کی وجہ سے معرّا ہیں اس "مجموعۂ فتاویٰ" میں ان پر مفصل بحث کر دی گئی ہے تاکہ تشنگی کا احساس نہ رہے۔ اسی طرح قدیم فتاویٰ میں جن مسائل سے غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان تھا یا بعض مسائل دلائل کی روشنی میں مرجوح یا قابلِ رجوع تھے انہیں سلیس یا راجح دلائل کے مطابق لکھ دیا گیا ہے۔

"خیرالفتاویٰ" کی اس جلد کے تعارف میں جو ضروری باتیں تھیں وہ تو عرض کر دی گئیں باقی اس کی قدر و قیمت اور تحقیق و تدقیق کا صحیح فیصلہ تو اصحابِ علم و فن کی نظر ہی کرے گی کہ وہی حقیقی فیصل ہے۔ اور ویسے بھی

"مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید"

اس دوسری جلد کو منظرِ عام پر لانے کے لئے حسبِ سابق مرتب فتاویٰ حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ مفتی جامعہ خیرالمدارس نے جس غیر معمولی محنت و جانفشانی اور تندہی سے کام کیا ہے۔ اس پر وہ ہم سب کے خصوصی شکریہ کے علاوہ ناظرینِ خیرالفتاویٰ کے شکریہ کے بھی مستحق ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائیں۔

ان کے تمام رفقاء کار بالخصوص مولانا ممتاز احمد قاسمی (فاضل جامعہ ہذا) اور قاری سیف اللہ خالد بھی کلمات و جذباتِ تشکر کے مستحق ہیں جنہوں نے خدمتِ دین کے جذبہ کے ساتھ شبانہ روز

محنت سے اس کام کی تکمیل کی۔

اور یہ تمام محنتیں اور کاوشیں بارآور نہ ہوتیں اگر فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب صاحب مدظلہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا کی رہنمائی، عنایات اور مشاورت ہماری سرپرستی نہ کرتی۔ اس پوری ترتیب میں الممدوح کی توجہات پوری طرح شریکِ کار رہیں۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو تمام مسلمانوں کے لئے نافع اور ذریعۂ عمل بنائیں۔ اور مفتیانِ عظام بالخصوص جدِّ امجد استاذ العلماء عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ کے لئے ذخیرۂ آخرت اور رفع درجات کا ذریعہ بنائیں جن کے قیمتی فتاویٰ سے اس مجموعہ کی افادیت وعلمی حیثیت دوچند ہوئی۔ امید ہے کہ "فتاویٰ" سے منتفع ہونے والے حضرات اپنی مخلصانہ دعاؤں میں اربابِ افتاء، مرتبین اور منتظمین کو فراموش نہ کریں گے۔

راقم السطور

محمد حنیف جالندھری

رئیس جامعہ خیر المدارس ملتان پاکستان

اجمالی فہرست خیر الفتاوی جلد دوم

کتاب الطہارۃ

کتاب الصلوٰۃ

فہرست مضامین "خیر الفتاویٰ" جلد دوم

کتاب الطہارۃ

مایتعلق بالوضوء والغسل

مایتعلق بالآبارِ والحیاض

(کنوئیں اور تالاب کے مسائل)

فَصْلٌ فِي التَّيَمُّمِ

المسح علی الخفین والجوربین والجبائر

مایتعلق بالحیض والنفاس والاستحاضۃ

مایتعلق بتطہیر الانجاس

فصل فی الاستنجاء

کتاب الصلوٰۃ

مایتعلق بمواقیت الصلوٰۃ

مایتعلق بالاذان والاقامة

مایتعلق بصفۃ الصلوٰۃ

مایتعلق بالقراءۃ وزلۃ القاری

مایتعلق بالامامۃ والجماعۃ

ما جاء فی المسبوق

ما یفسد الصلوٰۃ و ما یکرہ فیہا

مایتعلق بالسنن والنوافل

فصل فی الوتر

فصل فی التراویح

خیرُ المصابیح فی عددِ التراویح

ما يتعلق بقضاء الفوائت

مایتعلق بسجود السہو

مایتعلق بسجود التلاوۃ

مایتعلق بصلوۃ المسافر

مایتعلق باحکام المسجد

کتاب الطہارۃ

مایتعلق بالوضوء والغسل

کیا بے وضو نماز پڑھنا کفر ہے؟

ہمارے خطیب صاحب نے جمعہ کے دن مسئلہ بیان کیا کہ جو عورتیں ناخن پالش لگاتی ہیں ان کا وضوء صحیح نہیں لہٰذا اگر وہ ایسے وضو سے نماز پڑھیں گی تو وہ کافر ہوجائیں گی کیوں کہ فقہاء کرام رح نے فرمایا ہے کہ بے وضو نماز پڑھنا کفر ہے۔ تو کیا خطیب صاحب کا یہ مسئلہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب یہ درست ہے کہ اگر ناخن پالش لگی ہوئی ہو اور نیچے پانی نہ پہنچے تو وضو نہیں ہوگا اور ایسے وضو سے نماز بھی نہیں ہوگی۔ البتہ ان پر کفر کا حکم لگانا درست نہیں۔ کیوں کہ بے وضو نماز پڑھنا اس وقت کفر ہے جب کہ بطورِ استخفاف ایسا کرے۔

وبهذا ظهر ان تعمد الصلوة بلا طهر غير مكفر فليحفظ وقد مرّ اھ (درمختار) (قوله وقد مرّ) اى فى اول كتاب الطهارة وقدمنا هناك عن الحلية البحث فى هذه العلة و ان علة الاكفار انما هى الاستخفاف۔ اھ (شامية ج ۱، ص ۱۸۵)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

معذور وضوء کرانے کیلئے ملازم رکھ سکتا ہو تو رکھنا ضروری ہے

۱۲ سال کے لڑکے کا کمر سے نیچے کا حصہ بالکل بے حس ہے۔ لیٹا ہوا خود اٹھ کر بیٹھ نہیں سکتا اور کمزور بھی اس قدر ہے کہ ایک پانی کا گلاس خود اٹھا کر چارپائی سے نہیں پی سکتا۔ پاخانہ، پیشاب بھی دوسرا آدمی اس کو کراتا ہے۔ وہ قریب البلوغ ہے اور خوب سمجھ دار ہے اس پر نماز کا کیا حکم ہے؟ کپڑا بالکل پاک نہیں رکھتا۔ وضوء بھی نہیں کر سکتا۔ بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ دوسرے آدمی کے بغیر وہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ کیا وہ ایسے ہی بغیر وضوء نماز پڑھ لے یا اسے وضوء کرانا ضروری ہے۔

المستفتی: محمد نفیس الرحمٰن ۷۷، ۵، آر ساہیوال

الجواب اس لڑکے پر بعد از بلوغ نماز فرض ہوگی گھر کے لوگوں میں سے کوئی آدمی اس کا وضوء کرا دیا کرے۔ اگر اس لڑکے کی ملک میں کوئی مال یا جائیداد ہو تو وضوء کرانے کے لئے ایک تنخواہ دار آدمی مقرر کر دیا جائے یعنی خادم کا انتظام کر دیا جائے۔ اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہو سکتی ہوں تو یہ لڑکا تیمم کر کے نماز ادا کر لیا کرے۔ اصل یہ کہ نماز کے وقت کوئی وضوء کرانے والا ہو تو وضوء کرانا ضروری ہے ورنہ تیمم کر کے نماز ادا کرنا جائز ہوگا۔

وان وجد غیرہ ممن لو استعان بہ اعانہ ولو زوجتہ فظاھر المذھب انہ لا یتیمم ایضا بلا خلاف۔ (شامی: ج ۱: ص ۲۱۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفی عنہ نائب مفتی
محمد عبداللہ عفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان	خیر المدارس ملتان: ۱۵/۱/۱۳۸۱ھ

ناخن پالش کی حالت میں وضوء کا حکم

ہمارے ملک میں اکثر مستورات ناخن پالش استعمال کرتی ہیں کیا اس کے ناخنوں پر لگے ہونے کی حالت میں وضوء ہو جائے گا یا نہیں؟ اور اسی حالت میں غسل کرنے سے جنابت رفع ہو جائے گی یا نہیں؟

عبدالرشید لاہور

الجواب اگر یہ پالش اتنی موٹی ہو کہ اس کے نیچے پانی سرایت نہ کرے تو اس صورت میں نہ وضوء صحیح ہوگا اور نہ ہی غسل جنابت صحیح ہوگا۔

بخلاف نحو عجین اھ (درمختار) (قولہ بخلاف نحو عجین) ای کعلک وشمع وقشر سمک وخبز ممضوغ متلبد اھ (شامی ج ۱ ص ۱۴۳)

ولابد من زوال ما یمنع وصول الماء للجسد کشمع و عجین۔

(مراقی الفلاح، ص ۵۵)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ریح قُبُل ناقض وضو نہیں ریح قُبُل میں جب اتنا وقت بھی نہ ملے کہ وضوء کرکے ۲ دو فرض ہو سکیں اس کو سلسِ بول پر قیاس کرنا کیسا ہے؟

الجواب ریح اور سلسِ بول کا ایک ہی حکم ہے درمختار میں ہے۔

وصاحب عذر (من بہ سلسل بول) لا یمکنہ امساکہ او استطلاق بطن او انفلات ریح او استحاضۃ الخ)۔ (ج ۱ ص ۲۲۳ درمختار علی الشامیۃ)۔

یہ حکم ریحِ دبر کا ہے جو کہ عام حالات میں تو ناقض وضوء ہے معذور شرعی کیلئے ناقض وضوء نہیں۔ ریح قبل ناقض وضوء نہیں۔ لیکن جس عورت کا پیشاب و پاخانہ کا راستہ ایک ہوگیا ہو اسے احتیاطاً وضو کر لینے کا حکم ہے۔ مراقی میں ہے۔

(ماخرج من السبیلین الا ریح القبل فی الاصح)...... فینقض ریح المفضاۃ احتیاطا۔ (ص ۴۷)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۷ : ۳ : ۱۴۰۶ھ

نائب مفتی

بدبودار پانی سے وضو کا حکم ایک مسجد میں سرکاری پائپ آتا ہے۔ کبھی کبھی اس پانی سے بدبو آنے لگتی ہے اندیشہ یہ ہے کہ وہ پائپ کہیں سے پھٹا ہوا ہے

گندا اور ناپاک پانی اس میں شامل ہوتا ہے۔ کیا اس بدبودار پانی سے وضوء کر سکتے ہیں ؟

الجواب: اس بدبودار پانی سے وضوء نہ کریں۔

وینجس الماء القلیل بموت مائی معاش بری مولد و بتغیرا حداو صافہ من لون اوطعم اوریح ینجس الکثیر ولوجاریا اجماعا اھ (درمختار علی الشامیة: ج ۱ : ص ۱۷۱)۔

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ: ۲۷ : ۲ : ۱۴۰۷ھ

کان اور ناک میں جہاں زیور پہنتے ہیں اس سوراخ میں پانی پہنچانے کا حکم

جہاں تک میں نے دینی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور مجھے جو بات سمجھ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ غسل ضروری میں عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ناک کے سوراخ میں جہاں وہ تیلی لونگ اور کانوں کے سوراخوں میں جہاں وہ کانٹے وغیرہ جیسے زیور پہنتی ہے ان سوراخوں کے اندر پانی کو نہ پہنچانے تو غسل کے فرائض پورے نہیں ہوں گے۔ پھر خاص کر تیلی کے سوراخ یعنی ناک میں پانی کا پہنچانا تو مشکل بھی ہے۔ چونکہ وہ تو اندر باہر سے چپکی ہوتی ہے اسے ہلایا بھی نہیں جاسکتا چونکہ گنجائش باقی نہیں ہوتی پچھلے دنوں جب غسل کے فرائض اور شرائط پہ بات ہوئی تو ایک دوست نے جو تبوک میں رہتا ہے یہ کہہ کر شک میں ڈال دیا کہ مذہب اسلام اتنا سخت اور پیچیدہ مشکل نہیں ہے جتنا کہ تم لوگوں نے بنا دیا ہے جواباً کتاب وسنت کی رو سے فتوے ارشاد فرمائیں کہ ہم دونوں میں سے کون صحیح ہے۔ اور پھر اسلام کی احتیاط سے کون کون سے زیور موزوں و موافق ہوسکتے ہیں تاکہ کسی لحاظ سے غسل ناقص نہ رہے ؟

الجواب: اگر زیور پہنا ہوا ہے اور تنگ ہے تو اسے ہلانا ضروری ہے تاکہ پانی پہنچ جائے اگر پہنا ہوا نہ ہو تو سوراخ کے اوپر پانی بہانے سے از خود پانی اندر چلا جائے تو بھی فرض ادا ہو گیا ورنہ پانی پہنچائیں البتہ کسی تنکے وغیرہ کے ذریعے سے پہنچانے کا تکلف نہ کریں اور اسے تنگی کہنا جہالت ہے بسا اوقات انہی جگہوں پہ میل کچیل جمع ہو کر سخت پھوڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے لہٰذا طبی تقاضا بھی یہی ہے کہ ان جگہوں کو صاف رکھا جائے۔

رجب تحريك القرط و الخاتم الضيقين ولو لم يكن فترط فدخل الماء الثقب عند مروره اجزاه والا ادخله ولا يتكلف فى ادخال شئ سوى الماء من خشب ونحوه كذا فى البحر الرائق - (هنديه : ج ۱ ، ص ۱۴) - فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲/۴/۱۴۰۸ھ

معذور کا وضوء کب تک رہتا ہے

ایک آدمی جس کا ریح کے خارج ہونے سے وضوء پانچ منٹ بھی نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات تو مکمل وضوکا وقفہ بھی نہیں ملتا۔ اسے ریح تنگ کرتی ہے۔

۱ : کیا وہ اسی حالت میں وضوء کرے ؟

۲ : وہ وضوء تہجد اور صبح کی نماز کے لئے کافی ہوگا یا صبح کی نماز کے لئے جدید وضو کرے ؟

۳ : اگر صبح کو وضوء کیا نماز کے بعد تلاوت و ذکر میں مصروف رہا یا کسی دنیاوی کام میں کیا اشراق کے لئے دونوں صورتوں میں جدید وضو کرنا ہوگا یا وہی صبح کی نماز والا وضوء کافی ہوگا ؟

۴ : نماز کے لئے وضوء کیا ، نماز کے بعد دیگر عبادت بھی اس وضوء سے کرسکتا ہے ؟ مثلاً وظائف وغیرہ ۔

الجواب اگر ریح اتنی دیر بھی نہیں رکتی کہ وضوء کرکے دو یا چار رکعت فرض ادا کرلے تو یہ شخص شرعاً معذور بن جاتا ہے ۔ فرض نماز کے وقت کے اختتام پر یہ شخص بے وضو ہوگا۔ وقت کے اندر فرض ، نفل ، تلاوت اور دیگر جملہ وظائف کرسکتا ہے۔

ويبطل الوضوء عند خروج وقت المفروضة بالحدث السابق۔

(هنديه : ج ۱ ، ص ۴۱)۔

ائمہ کے اختلاف کے پیش نظر بہتر یہ ہے کہ تہجد کے وضوء سے فجر کی نماز نہ پڑھے اگرچہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رح کے نزدیک تہجد کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھنے کی اجازت ہے ۔

لو توضأ المعذور لصلوة العيد له أن يصلى الظهر به عند ابى حنيفة رح ومحمد رح وهو الصحيح لانها بمنزلة صلوة الضحى ـ

(هندیہ ج ۱ ص ۲)۔

فجر کے وضوء سے اشراق کی نماز نہ پڑھے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۹/۵/۱۴۰۷ھ

پاؤں دھوتے وقت تلووں کو دیکھنا ضروری نہیں

کیا پاؤں دھوتے وقت تلووں کو دیکھنا بھی ضروری ہے ؟ بغیر دیکھے کیسے علم ہوگا ؟ کبھی پاؤں کو ایسی چیز بھی لگ جاتی ہے جس کی وجہ سے پانی پاؤں تک نہیں پہنچتا ۔

حافظ عباس سیوانی رائیونڈ

الجواب عام حالات میں چونکہ تلوے کو ایسی چیز لگی ہوئی نہیں ہوتی ۔ کیونکہ جوتے کے ذریعے حفاظت ہوتی رہتی ہے اس لئے ہر وضوء میں تلووں کو دیکھنا واجب نہ ہوگا ۔ و علیہ العمل ۔ البتہ ایسا شخص جو جوتا نہیں پہنتا اور ایسی جگہ کام کرتا ہے جہاں ایسی چیز تلوے کو لگ جاتی ہے تو اس کے لئے احتیاط دیکھ لینے میں ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۷ ; ۷ ; ۱۳۸۲ھ

شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضوء نہیں ٹوٹے گا

زید نے بکر سے کہا کہ وضوء کرنے کے بعد ذکر کو ہاتھ لگانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے ۔ زید نے کئی حدیثوں کا بھی حوالہ دیا ہے ۔ لہذا شرع محمدی میں اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ٹھوس ثبوت دیں ؟

محمد یوسف خانیوال

الجواب شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا ۔ البتہ ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے ۔ اور جن احادیث میں مس ذکر سے وضوء کرنے کا حکم آتا ہے ان کی مراد بھی ہاتھوں کا دھونا ہے وضوء متعارف نہیں ۔ کیونکہ دوسری حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آدمی کے بارے میں دریافت کیا گیا (جس نے وضوء کرنے کے بعد شرم گاہ کو ہاتھ لگایا ہو) تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھل ھو الا بضعۃ منک شرم گاہ بھی

دوسرے اعضاء کی طرح ایک عضو ہے جب دوسرے اعضاء کو ہاتھ لگانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا تو شرم گاہ کو بھی ہاتھ لگانے سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔ (شامی ؛ ج ۱ ، ص ۱۳۶) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

وضوء میں پاؤں بائیں ہاتھ سے دھوئے جائیں

وضوء میں دونوں پاؤں یا ایک پاؤں داہنے ہاتھ سے دھونا جائز ہے یا نہیں ؟

محمد شفیع کالی موری حیدر آباد

الجواب بائیں ہاتھ سے پاؤں دھونا آداب وضوء سے لکھا ہے لہٰذا دائیں ہاتھ سے پاؤں دھونا خلافِ ادب ہے ۔ درمختار میں آدابِ وضوء میں لکھتے ہیں ۔

و غسل رجلیه بیساره اھ (درمختار علی الشامیة ؛ ج ۱ ؛ ص ۱۲۱)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ؛ خیر محمد عفا اللہ عنہ — بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

بُرش استعمال کرنے کا حکم

مروجہ بالوں کا برش استعمال کرنے سے سنتِ سواک ادا ہو جائے گی یا نہیں ؟

الجواب اگر اتفاقاً لکڑی کی مسواک نہ ہو تو برش سے دانت صاف کر لیے جائیں۔ اصل سنت لکڑی کی مسواک ہے بلا ضرورت برش سنتِ مسواک کے قائم مقام نہ ہو گا ۔ اور اگر برش خنزیر کے بالوں کا ہو تو استعمال قطعاً حرام ہے۔ مشکوک ہو تو بھی ترک اولیٰ ہے ۔ (امداد المفتین ؛ ج ۱ ؛ ص ۱۹۳)۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ ؛ ۲۲ ؛ ۱۱ ؛ ۱۳۹۹ھ

برہنہ وضوء کرنے سے بھی وضوء ہو جاتا ہے

اگر برہنہ ہو کر غسل کیا جائے تو غسل ہو جاتا ہے یا نہیں ؟ اور اگر اسی حالت میں وضوء بھی کر

لیا جائے تو وضوء ہوجائے گا یا نہیں ؟ ۔ محمد شفیع از غانگڑھ

الجواب مذکورہ صورت میں غسل درست ہے ایسے ہی وضوء بھی درست ہے اب نماز پڑھنے کے لئے دوبارہ وضوء کرنا ضروری نہیں ۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یتوضأ بعد الغسل اھ (ترمذی شریف ج ۱) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ : ۲۹ / ۱۱ / ۱۳۹۹ ھ

دوران وضوء بار بار شک کرنے والا کیسے کرے

گذارش ہے کہ بندہ تجخیر کا مریض ہے جب وضوء کرنے بیٹھتا ہوں تو ہوا نیچے کو یعنی خارج ہونے کی جگہ پر عموماً اور اکثر آجاتی ہے جیسے اب نکلی ۔کئی دفعہ وضوء کرتا ہوں ۔ مثلاً ہاتھ دھونے کے بعد شک پڑجاتا ہے کہ کہیں ہوا خارج نہ ہوگئی ہو ۔ پھر دوبارہ ہاتھ دھونے شروع کرتا ہوں ۔کبھی منہ تک پہنچنے کے بعد شک پڑجاتا ہے ۔کبھی ایک پاؤں باقی ہوتا ہے کہ پھر نئے سرے سے وضوء کرتا ہوں ۔

غرض تجخیر کا مرض بھی ہے اور کوئی چیز شک بھی ڈال دیتی ہے ۔ یہی حالت نماز میں پیش آتی ہے ۔ کبھی اس طرف دھیان جاتا ہے کہ ہوا خارج نہ ہوگئی ہو ۔ جب اکیلا نماز پڑھتا ہوں تو کوئی چیز کبھی دل میں یہ شک ڈال دیتی ہے کہ " سبحانک اللہ " نہیں پڑھی گئی ۔ کبھی یہ شک پڑجاتا ہے کہ " الحمد للہ " نہیں پڑھی گئی ۔ غرض طرح طرح اور موڑ موڑ پر شک پڑجاتی ہے ۔ شرعاً ایسے مریض کو کیا کرنا چاہئے وضاحت سے ارشاد فرمائیں ۔

الجواب وشك فی بعض وضوئه وهو اوّل ما عرض له غسل ذلك الموضع وان كثر شكه لا يلتفت اليه وكذا لو شك انه كبر للافتتاح وهو فی الصلوٰة ۔ او احدث او مسح رأسه ام لا فان كان اول ما عرض استقبل وان كثر يمضی ۔

(مراقی علی هامش الطحطاوی ص۲۶)

مقعد کے قریب محض ریح کے جمع ہو جانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ اس کے نکلنے کا یقین نہ ہو۔ محض شک کی بناء پر تجدید ہرگز نہ کریں اس سے مرض بڑھے گا۔
نماز میں بھی اگر کسی سورۃ وغیرہ کے چھوٹنے کا خیال آوے تو اس کی طرف التفات نہ کریں جو سورۃ پہلے سے پڑھ رہے ہوں اسی کو پڑھ کر نماز پوری کر لیں ایسے خیالات کو شیطانی وسوسہ سمجھئے۔ اسی طرح خروج ریح کا جب تک یقین نہ ہو محض شک کی بناء پر نماز نہ توڑیں۔ ایسے شک اور وسوسہ کا علاج یہی ہے کہ اس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ دفع کرنے کا بھی ارادہ نہ کریں کیونکہ اس سے یہ زیادہ چمٹے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

وضوء کے بعد کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھے اور انگلی اٹھائے

وضوء کے بعد کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے انگلی شہادت کو آسمان کی طرف اٹھانا کیسا ہے؟

الجواب: شامی جلد اول، ص ۱۱۹۔ میں آسمان کی طرف دیکھنے کا ذکر ہے انگلی اٹھانے کا نہیں۔ وان یقول بعد فراغه الی قوله ناظرا الی السماء۔ (شامی ج ۱ صلا۱۱۹)

البتہ طحطاوی میں علامہ غزنوی رحمہ سے منقول ہے کہ انگلی کا اشارہ کرے۔ ذکر الغزنوی انه یشیر بسبابته حین النظر الی السماء۔ (ص ۴۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان
۱۴۰۷/۹/۱۴ھ

مسواک ہر نیند کے بعد مستحب ہے رات کو سوئے ہوں یا دن کو

سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنے کا ثواب صرف رات کو سو کر اٹھنے پر ملے گا یا کسی بھی وقت سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنے پر بھی وہی ثواب ملے گا؟

الجواب نیند سے اٹھنے کے بعد مسواک کرنا مستحب ہے۔ حضرات فقہاء نے نیند کو مطلق رکھا ہے جو بظاہر عام معلوم ہوتا ہے کہ خواہ دن کے وقت ہو یا رات کے وقت۔ مراقی میں ہے۔

ویستحب لتغیر الفم والقیام من النوم ۔ (ص ۳۷)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیرالمدارس ملتان

۱۸ : ۱۲ : ۱۴۰۹ھ

داڑھی کے غسل و خلال کے بارے میں قول فیصل

خلال یا غسل لحیہ کا حکم شرعی کیا ہے۔ پہلے تو یہ سنا یا پڑھا تھا کہ داڑھی گھنی ہو تو صرف خلال مسنون ہے ورنہ جہاں سے چہرہ کی کھال نظر آئے اس کا دھونا فرض ہے۔ دریافت کرنے پر ایک سابق مفتی دیوبند نے اس کا طریقہ اس طرح دکھا کر سمجھایا تھا کہ چہرہ دھوتے ہوئے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں نیچے کی جانب سے داڑھی میں داخل کر کے خلال کیا جائے۔

پھر ایک عالم مدرس نے بتایا کہ ایک چلو میں پانی لے کر نیچے سے داخل کیا جائے۔ اور بعض لوگوں نے غسل لحیہ کو ضروری کہا۔

پھر ایک بڑے عالم نے کہا کہ امام اعظم رح کے اس بارے میں آٹھ قول منقول ہیں اور کنز میں گھنی داڑھی کا خلال اور غیر گھنی کا غسل جو لکھا ہے یہ تسامح ہے بلکہ بہر صورت غسل لحیہ ہی ضروری ہے بحرالرائق میں یہی کہا گیا ہے۔

ان مختلف جوابات سے تردّد واقع ہو گیا۔ مہربانی فرما کر تشفی بخش جواب دیں۔

الجواب ۱ :۔ لحیہ کثّہ کا دھونا فرض ہے لیکن یہ سارے بالوں کے بارے میں نہیں۔ بلکہ یہ صرف شعر غیر مسترسل کے متعلق ہے۔ صاحب بحر مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں۔

وھذا کلہ فی غیر المسترسل واما المسترسل فلا یجب غسلہ

ولا مسحه لكن ذكر فی منیة المصلی انه سنة ۔

(بحر الرائق : ج ۱ ، ص ۱۶)

۲ : جو داڑھی کچھ گھنی اور کچھ خفیفہ ہو اس کا حکم یہ معلوم ہوتا ہے کہ گنتہ کے نیچے کا دھونا فرض نہیں اور خفیفہ والے حصے کے نیچے کا دھونا فرض ہے کیونکہ سقوطِ غسل کی علت جزم الاستتار بالشعر ہے ۔

کما فی الدر المختار والشامیة ۔ وفی البرهان یجب غسل بشرة لم یسترها الشعر اھ وفی الشامیة تحته اما المستورة فساقط غسلها للحرج ۔ (ج ۱ ، ص ۹۴) ۔

الحاصل لحیہ گنتہ کے بارے میں صحیح اور مفتی بہ یہی قول ہے کہ اس کے ظاہر کا دھونا فرض ہے اور باطن و داخل کا خلال سنت ہے ۔ کما فی المعتبرات ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفر لہ رئیس الافتاء

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۸/۱۰/۱۳۸۲ھ

مسواک کے ساتھ کلی کرنے کا طریقہ اور تین بار پانی لینے کا مطلب

مسواک میں جو ہر بار پانی لینا ہے اس سے کیا مراد ہے آیا مسواک کو دھونے کے لئے ہر بار نیا پانی لینا مراد ہے یا ایک بار مسواک کر کے پھر پانی لے کر کلی کرنا مراد ہے ؟ اور کلی کس طرح مسنون ہے ؟ آیا تین بار مسواک کر کے بعد میں تین بار کلی کرے یا ہر بار مسواک کرنے کے بعد کلی کرے ۔ اس طرح تین بار کلی کرنے کی سنت کو پورا کرے ۔ یا ہر بار مسواک کے ساتھ کلی کرنے کے علاوہ آخر میں مسواک سے فارغ ہو کر پھر تین بار اور کلی کرے ۔ ان تینوں صورتوں میں سے کون سی صورت مسنون ہے ؟

حافظ رحمت اللہ مدرسہ رائیونڈ ۔

الجواب ہر بار نیا پانی لینے سے مراد یہ ہے کہ ہر بار مسواک کرنے کے بعد اسے دھوئے اور نئے پانی سے تر کرے (بمیاہ ثلثة) بان یبلّه فی کل مرة اھ (شامی : ج ۱ ، ص ۱۰۶) ۔ تین دفعہ اس طرح مسواک کرنے کے بعد تین دفعہ کلی کرے ۔

کما یظهر من هذه العبارة دهل یدخل اصبعه فی فمه وانفه الاولٰی

نعم قهستانی (درمختار) ظاهره ولو تسوك لاحتمال ان يتخلل من اجزاء السواك شئ اھ (شامی، ج ۱، ص ۱۰۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۲۸ : ۵ : ۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

مریضۂ سیلان کے متعلق چند مسائل

۱ : مجھے لیکوریا (سیلان الرحم) کی بیماری ہے جس کی وجہ سے بار بار وضو ٹوٹ جاتا ہے تو ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟

ب : اگر میں بیٹھ کر نماز ادا کروں تو پانی کم خارج ہوتا ہے یا بعض وقت ہوتا ہی نہیں۔ کیا میں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتی ہوں؟

ج : اگر میں کوئی دہشت کی آواز سنوں تو زیادہ اخراج ہوتا ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی ڈراؤنا خواب دیکھوں تو خواب میں رطوبت خارج ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر خواب میں اخراج ہو جائے خواہ کسی نفسانی خواہش کے تحت نہ بھی ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

د : نیز میں نے پڑھا ہے کہ ایسا ویسا خواب نہ بھی دیکھا ہو اگر سو کر اٹھیں تو رطوبت موجود ہونے پر غسل کر لیا جائے۔ مبادا وہ منی ہو۔ عورتوں میں کچھ پانی موجود ہوتا ہے۔ خاص کر میرے اندر بیماری کی شکایت ہے کیا میں ہر روز غسل کروں؟

۲ : بعض صورتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اجازت دی ہے کہ بیمار یا معذور نماز کے آخری وقت میں وضو کر کے اس وقت کی اور اگلے وقت کی نماز دونوں ایک ہی وضو سے پڑھ سکتا ہے۔ ایسی رعایت کن مریضوں کے لئے ہے۔ نیز معذور کے لئے حکم ہے کہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرے جب تک اس نماز کا وقت رہے گا وضو نہیں ٹوٹے گا۔

۳ : کسی کی صبح کی نماز قضاء ہو گئی اب اس قضاء کو پڑھے بغیر ظہر کی نماز ادا کرتا ہے تو یہ نماز ہوئی یا نہ۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر وہ صبح کی نماز دوسرے دن کی صبح کے ساتھ پڑھ لی جائے تو ٹھیک ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر بغیر کسی عذر کے چاروں نمازیں پڑھ لے اور پھر دوسرے

دن صبح کے وقت قضا پڑھی تو ان چاروں نمازوں کو لوٹانا چاہئے کیا یہ درست ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر چھ نمازیں بغیر قضا شدہ کے پڑھے تو صرف قضاء پڑھے باقیوں کو نہ لوٹائے کیا یہ بھی درست ہے؟ ۔ ایک خاتون از سیالکوٹ ۔

الجواب

ا : اس رطوبت کے نکلنے سے احتیاطاً وضو کر لینا چاہئے ۔

ب : اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے سے رطوبت خارج نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا ضروری ہے

كذا في الشامية وكذا لو سال عند القيام يصلي قاعداً ۔ (ج ۱-ص ۲۲۵)۔

ج د : جب یہ یقین ہو کہ یہ رطوبت وہی ہے جو جاگتے میں بھی بوجہ بیماری خارج ہوتی رہتی ہے تو ایسی صورت میں غسل واجب نہیں ہوگا ۔ جس مسئلہ کا سوال میں ذکر ہے وہ غیر مریض کے بارے میں ہے ۔

۲ : معذور ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ نماز کے پورے وقت میں اسے اتنا وقت نہ مل سکے کہ با وضوء ہو کر نماز کے فرض ادا کر لے ۔ ایسا شخص معذور رہے گا ۔ یہ نماز کے وقت میں وضو کر کے نمازِ فرض وغیرہ پڑھ سکتا ہے اسی عذر (مثلاً سیلانِ رطوبت) سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس نماز کا وقت ختم ہونے ہی وضو ٹوٹ جائے گا ۔ آئندہ نماز کے لئے دوسرا وضوء کرنا ہوگا ۔ مگر جو شخص بیٹھ کر خالی از عذر ہونے کی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے وہ معذور نہیں ۔

كما في الشامية والدر المختار : ج ۱ ص ۲۸۳ - وخرج بورده عن أن يكون صاحب عذر ۔

۳ : قضاء شدہ نماز یاد آنے پر فوراً (سوائے اوقاتِ مکروہہ کے) پڑھ لینا ضروری ہے یاد ہوتے ہوئے اگر وقتیہ کو ادا کیا جائے تو نمازِ وقتیہ کی ادا صحیح نہ ہوگی اس کا اعادہ واجب ہے ۔ یہ صاحبِ ترتیب کے لئے ہے ۔ اگر قضاء یاد نہ ہونے کی صورت میں وقتیہ پڑھ لی تو وقتیہ کی ادا صحیح ہو گئی ۔ قضاء کی ادائیگی کو مؤخر نہ کرنے ۔ چھ نمازوں کی قضاء کا مسئلہ کسی محرم رشتہ دار کے ذریعہ محقق عالم سے زبانی دریافت کر لیا جائے ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی ۔ ۸	۱	۱۳۸۲ھ

احلیل کے اندر روئی کا تر ہونا ناقضِ وضو نہیں

ایک آدمی پیشاب کا مریض ہونے کی وجہ سے سوراخ ذکر میں روئی رکھتا ہے اگر روئی اندر غائب کرلی جائے کہ خارج میں نشان باقی نہ رہے اور اندر ہی اندر مرطوب ہو جائے لیکن رطوبت سوراخ سے باہر نہ آئے تو وضو ٹوٹتا یا نہیں ؟

الجواب احلیل کے اندر روئی بالکل غائب کر دینے کی صورت میں جب رطوبت باہر نہیں نکلی یا مرطوب روئی کو باہر نہیں نکالا گیا تب تک وضو نہیں ٹوٹتا۔ ہاں اگر مرطوب روئی باہر نکلی یا نکالی گئی تو اس وقت سے وضو ٹوٹا ہوا سمجھا جائے گا۔ فتاویٰ قاضی خان ج ۱، ص ۱۸ میں ہے۔

اذا ادخل فی احلیلہ قطنۃ وغیبھا ثم خرجت او اخرجھا نقض الوضوء اھ۔

اور اگر احلیل میں روئی کو بالکل غائب نہیں کیا بلکہ ایک طرف داخل اور ایک طرف ظاہر رہی تو طرف داخل کے تر ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک کہ طرف ظاہر پر تری نمودار نہ ہو جائے فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

واذا خاف الرجل خروج البول فحشی احلیلہ بقطنۃ ولولا القطنۃ لخرج منہ البول فلا بأس بہ ولاینتقض وضوئہ حتی یظھر البول علی القطنۃ وان ابتل الطرف الداخل من القطنۃ فکذلک مالم یبتل الطرف الظاھر منھا۔ اھ۔ (ج ۱، ص ۱۸) فقط واللہ اعلم

احقر خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس ملتان
۲۸، ۱، ۱۳۶۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالرحمن عفی لہٗ
مدرس خیر المدارس ملتان

صرف عمامہ پر مسح درست نہیں

"بلوغ المرام" میں لکھا ہے کہ مسح علی العمامۃ جائز ہے۔ عبارت یہ ہے " مسح بناصیتہ وعلی العمامۃ

وعلی الخفین اھ اس کے متعلق جواب ارشاد فرمائیں۔

حافظ عبدالجبار مدرسہ دار الھدیٰ خانیوال

الجواب عدم جواز نص قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ وامسحوا برؤسکم الآیۃ اور ظاہر ہے کہ مسح علی العمامۃ، مسح علی الرأس نہیں۔

احادیث مسح علی العمامۃ مختلف طرق سے مروی ہیں مسلم شریف میں حضرت مغیرہ رضؓ سے مروی ہے۔ ومسح بناصیتہ وعلی العمامۃ اھ اور بعض روایات میں صرف عمامہ کا ذکر ہے۔ لہٰذا نص قرآنی اور احادیث صحیحہ دالۃ بر وجوب مسح رأس کو مدنظر رکھتے ہوئے احادیث جواز کا صحیح محمل متعین کیا جائے گا۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے ربع رأس پر مسح فرمایا جو مقدار ناصیہ کے تقریباً برابر ہے۔ لیکن عمامہ سر سے اتار کر رکھا نہیں۔ باقی سر پر عمامہ کے اوپر سے ہاتھ پھیر لیا جس کو راوی نے کبھی مکمل نقل کرتے ہوئے "مسح بناصیتہ وعلی العمامۃ" ذکر کیا۔ اور کبھی صرف عمامہ ذکر کر دیا۔

الحاصل مسح ربع رأس پر کیا گیا تھا۔ عمامہ پر مسح ادائے فرض کے لئے نہ تھا۔ علاوہ ازیں علامہ ابن عبدالبر مالکی رحؒ نے مسح علی العمامۃ کی تمام روایات کو معلول قرار دیا ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	۲۳ / ۱ / ۱۳۹۶ھ

اگر شرعاً معذور ثابت ہو جائے تو ایک ہی وقت میں ایک ہی وضو کرنا پڑے گا

اگر پیشاب کے بعد قطرات کی بیماری ہو تو ایک ہی استنجا کرنا پڑے گا یا قطرات آنے کے بعد دوبارہ استنجا کرنا پڑے گا؟ اور یہ قطرات اگر شلوار پر پڑ جائیں تو ان کا دھونا ضروری ہے یا ویسے ہی نماز ادا ہو جائے گی؟ ایسے ہی ریاح کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

۲: اگر کوئی امام کے متعلق برائی بیان کرتا ہے اور عیب پر نظر رکھتے ہوئے اس کے متعلق باتیں کرتا ہے تو کیا ایسے شخص کی نماز اس امام کے پیچھے ہو جائے گی؟

۳ : اگر کوئی کسی کے سامنے کسی کی غیبت کرے اور سننے والا اسے روکنے پر قادر نہ ہو اور مجبوراً سن لیتا ہو تو کیا وہ بھی گناہگار ہوگا ؟

الجواب شرعاً معذور وہ شخص ہے جسے پورے وقت میں عذر سے خالی اتنا وقت بھی مہیا نہ ہو کہ جس میں وضو کرکے صرف فرض ادا کرسکے ۔ اگر طہارت حاصل کرنیکے بعد فرض کیمقدار وقت مل جاتا ہے تو وہ شخص معذور نہیں ۔ اسے خروج قطرہ یا خروج ریح کی صورت میں وضو کا اعادہ کرنا ہوگا ۔ بدن یا کپڑے کے جس حصے پر نجاست لگی ہو اس کا ازالہ بھی ضروری ہے ۔ نیز اگر اکیلا بدون جماعت بغیر عذر نماز ادا کرسکتا ہے تو جماعت چھوڑ دے ۔ بلکہ اگر بیٹھ کر یا اشارہ سے ادا کرنے سے عذر سے بچاؤ ہوسکتا ہے تو ویسے ہی ادا کرے ۔

قال فی الدرالمختار یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلوتہ مومیا ۔ (شامیہ ص ۲۸۳ ج ۱)۔

البتہ جو شخص مذکورہ بالا تعریف کے مطابق معذور ہو جائے اس کے لئے عذر کی موجودگی میں نماز ادا کرنا صحیح ہے ۔ نماز شروع کرنے سے قبل بدن اور کپڑے سے نجاست دھو لینی چاہئے ۔

۲ : امام کی برائی بیان کرنا اچھا نہیں ، نماز ہو جاتی ہے ۔

۳ : غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں مجرم ہیں ۔ البتہ اگر زبان سے روکنے پر قدرت نہ ہو اپنی بے عزتی اور ضرر کا اندیشہ ہو ، تو دل سے بُرا جاننے کی صورت میں غیبت کے گناہ سے مامون ہونے کی امید ہے ۔ انشاء اللہ گناہگار نہ ہوگا ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی جامعہ ہذا

سلسل البول والے کے وضوء اور کپڑے کی طہارت کا مسئلہ

بندہ بالکل چھوٹی عمر سے سلسل البول کی بیماری میں مبتلا ہے اب عمر پچیس سال ہے آرام بالکل ہی نہیں ۔ بعض اوقات میں قطرات ٹھہر جاتے ہیں ۔ بعض اوقات میں قطرات مسلسل جاری رہتے ہیں ۔

حتیٰ کہ وضو بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ نماز پڑھ سکوں ۔ مثلاً صبح صادق سے عام طور پر جو قطرات شروع ہوتے ہیں تو سورج نکل آتا ہے نماز بعد میں قضاء کرتا ہوں الخ

دوسری عرض یہ ہے کہ فقیر آدمی ہوں دو تہ بند رکھتا ہوں ایک تہ بند ہر وقت باندھتا ہوں جو کہ پلید رہتی ہے اور دوسرا نماز کے وقت باندھتا ہوں مگر وہ بھی نماز کی حالت میں بول سے نجس ہو جاتی ہے تو کیا اس حالت میں جب کہ کپڑا نجس ہو نماز لوٹانی پڑے گی ؟

الجواب جسے نماز کے ابتدائی وقت سے قطرات شروع ہوئے اور آخری وقت تک اتنی دیر کے لئے بھی نہیں رکے کہ وضو کرکے فرض نماز ادا کر سکے تو یہ شخص شرعاً معذور ہے کہ اس کا وضوء ایک دفعہ کر لینے سے وقت کے اندر قطرات کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا ۔ وضوء کرکے نماز پڑھ لے ۔ اگرچہ دوران وضوء یا نماز قطرات ٹپکتے رہیں نماز ہو جائے گی ۔ دوسرے وقت آنے پر پھر تازہ وضوء کرکے نماز پڑھ لے ۔ اگر کپڑا اتنی دیر بھی پاک نہیں رہتا کہ فرض ادا کر سکے تو بغیر دھوئے نماز ہو جائے گی ورنہ دھونا ضروری ہو گا جب کہ قدرِ درہم کو پہنچ جائے ۔

کما فی الدر المختار ، ج ۱ ، ص ۲۸۲ ،

وان سال علی ثوبہ فوق الدرھم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ تنجس قبل الفراغ منہا ای الصلوۃ والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ھو المختار للفتوی ۔ اھ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
نائب مفتی خیر المدارس ملتان	خیر محمد عفرلہ ۲۶ / ۲ / ۱۳۸۵ھ

معذورین کیلئے مختصر ترین نماز

بندہ پیٹ کی تکلیف کا دائمی مریض ہے ریاح خارج ہوتی رہتی ہیں اگر وضوء کے بعد ریاح کو اتنی دیر روک لیا جائے کہ نماز مکمل پڑھی جا سکے تو پیٹ میں تکلیف پیدا ہو کر دل کی طرف آجاتی ہے ۔ اگر ریاح کو نہ روکا جائے تو کئی دفعہ وضوء ٹوٹ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے نماز دھرانی پڑتی ہے ۔ یہ صورت سخت پریشان کن ہے ۔ شرعی لحاظ سے بندہ معذور ہے یا نہیں ؟

محمد فاروق ملتان

الجواب وضوء کر کے اگر صرف نماز کی فرض رکعتیں بغیر وضو ٹوٹے پڑھ سکتے ہوں تو آپ شرعاً معذور نہیں ہوں گے۔ گو اس دوران ریاح کو معمولی طور پر روکنا بھی پڑے یہ فرض رکعتیں بھی اس طرح سے پڑھیں کہ صرف نماز کے فرض و واجبات ادا ہو جائیں گو سنن و مستحبات رہ جائیں اس طرح یہ رکعتیں مزید مختصر ہو جائیں گی۔

مثلاً قیام میں صرف سورۃ فاتحہ اور سورۃ کوثر یا اخلاص۔ رکوع اور سجود میں ایک ایک دفعہ تسبیح اور التحیات کے بعد اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد مختصر درود اور اَللّٰھُمَّ اغفرلی دعا رکافی ہے تیسری اور چوتھی رکعت کے قیام میں صرف تین تین مرتبہ سُبْحَانَ اللہ کو سورۃ فاتحہ نہ پڑھیں۔ امید ہے کہ اس طرح سے آپ با وضو نماز پڑھ سکیں گے۔ اگر اس میں بھی دشواری ہو تو تفصیل لکھ کر دوبارہ جواب حاصل کر لیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۴/۸/۱۳۸۸ھ

بار بار پیشاب آتا ہو تو وضو کیسے کرے

میری عمر تہتر (۷۳) برس ہے بار بار پیشاب آتا ہے صبح کو ایک ڈیڑھ گلاس پانی دوا کے طور پر پیتا ہوں ظاہر ہے کہ پیشاب بار بار آئے گا۔ اگر پانی نہیں پیتا تو جوڑوں میں درد ہونے کا امکان ہے۔ کئی سال سے یہ تکلیف ہے اب کھانسنے پر یا کسی ایسی جگہ پر گزرنے سے جو کہ سڑک کی سطح سے نیچے ہو تو پیشاب کا قطرہ نکل جاتا ہے۔ رات کو سوتا ہوں تو شبہ رہتا ہے کہ شاید کوئی قطرہ نکل گیا ہو۔ رات کو کئی مرتبہ اٹھتا ہوں اس خیال سے کہ قطرہ نکل گیا ہو تو پاک کر لوں۔ عرصہ کئی سال سے صبح سویرے نچلا دھڑ اپنا اچھی طرح سے دھو کر پاک کرتا ہوں، پھر وضو کرتا ہوں، پھر نماز پڑھتا ہوں اور پھر نوافل و وظائف کے لیے کئی بار وضو کرتا ہوں اور پیشاب بھی رک رک کر آتا ہے۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس بیماری کی وجہ سے اور پیشاب بار بار کرنے کی وجہ سے وضو کرنا ضروری ہے یا نہ؟

الجواب بہتر یہ ہے کہ آپ لنگوٹ باندھ لیا کریں اس سے قطرہ سوراخ ذکر سے باہر نہیں آئے گا۔ اگر کسی وقت آ بھی جائے تو صرف کپڑا بدل لینا کافی ہو گا۔ استنجاء کر کے وضوء کر لیں۔ نچلا دھڑ پورا دھونے کی ضرورت نہیں۔ بار بار وضوء کرنے کی صورت میں دقت ہو تو جلدی جلدی

بھی کر سکتے ہیں لیکن فرائض وضوء کا ہر حال میں اہتمام رہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۶ : ۶ : ۱۴۰۶ھ

خروج الدودة من الدبر ینقض الوضوء

میں نے جب سے بواسیر کا اپریشن کرایا ہے کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ پاخانہ میں جو سفید رنگ کے کیڑے ہوتے ہیں ان کی وجہ سے حالتِ نماز میں مقعد میں خارش سی محسوس ہوتی ہے مگر وہ کیڑا مقعد سے بالکل باہر نہیں آتا جب تک کہ میں خود نہ کھجلاؤں۔ ہاں حالتِ نماز میں مجھے اتنا ضرور محسوس ہوتا ہے کہ کیڑا خروج کرتا ہے اگرچہ بالکل باہر نہیں آتا۔ ایسی حالت میں وضوء ٹوٹ جاتا ہے؟ اور کیا نماز باقی رہتی ہے یا نہیں؟

۲ : یوں بھی سمجھیں کہ پیٹ کے اندر سے تو نکلتا ہے مگر بالکل باہر نہیں آتا اگرچہ مجھے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اب خروج کرتا ہے۔

محمد سلیمان ، نواں شہر ملتان

الجواب جب مقعد کے سوراخ سے کیڑا باہر نکل آئے تو وضوء ٹوٹ جائے گا اور نماز نہ ہوگی اور سوراخ سے باہر نکلنے سے پہلے اندر اندر پھرنے سے نماز فاسد نہ ہوگی اور نہ ہی وضوء ٹوٹے گا۔

وینقضہ خروج نجس منہ الخ الی قولہ وخروج غیر نجس مثل ریح أو دودۃ أو حصاۃ من دبر۔

(تنویر الابصار مع الدر المختار علی الشامیۃ ج۱ ص ۱۳۴ تا ۱۳۶)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴ / ۵ / ۱۴۰۱ھ

گلے کا مسح بدعت ہے

بعض لوگ گردن کا مسح کرتے ہوئے حلقوم یعنی گلے کا بھی مسح کرتے ہیں۔ آیا شرعاً یہ صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب گردن کا مسح مستحب ہے مگر حلقوم کا بدعت ہے یہ نہ کیا جائے۔

" والثانی مسح الرقبة وهو بظهر اليدين واما مسح الحلقوم فبدعة اھ كذا فی البحر الرائق ۔ (عالمگیری ج ۱، ص ۷)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا۔

پاؤں پر داد چنبل ہونے کی وجہ سے وضوء ساقط نہیں ہوگا!

ایک امام مسجد کے پاؤں پر داد چنبل ہے۔ جس کی وجہ سے تقریباً چار ماہ سے وضوء نہیں کر رہا ہے اور تیمم سے امامت کرا رہا ہے۔ اور تیمم بھی مسجد کی سیمنٹ سے پلستر شدہ دیوار سے کر لیتا ہے۔ کیا وہ درست کر رہا ہے۔ مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں ؟

سائل اللہ رکھا بستی شریف پورہ

الجواب پاؤں پر داد چنبل ہونے کی وجہ سے وضوء ساقط نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں تیمم جائز نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا تھا کہ پانی نقصان دیتا ہو تو پاؤں پر مسح کر لیا جاتا۔ لہٰذا جتنی نمازیں مذکور امام کے پیچھے اس تیمم کی حالت میں ادا کی گئی ہیں ان کو دوبارہ ادا کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

۱۵ : ۵ : ۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

غسل فرض میں ناف میں انگلی ڈالنے کا حکم

غسل کرتے وقت ناف میں انگلی ڈالنا فرض غسل میں ضروری ہوگا یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب فرض غسل میں ناف کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ انگلی پھیر لی جائے تاکہ پانی پہنچنے کا یقین ہو جائے۔

" ويجب ايصال الماء الى داخل السرة وينبغى ان يدخل اصبعه

فیہا للمبالغۃ کذا فی محیط السرخسی اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۷)۔

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

وضوء اور تیمم دونوں ممکن نہ ہوں تو نماز کیسے پڑھی جائے

حالیہ دردناک واقعہ میں جب ہائی جیکر نے پاکستان کا جہاز اغوا کرلیا تھا تو ان پندرہ دنوں میں نمازیں کیسے ادا کی جا سکتی تھیں؟

سائل محمد انور، مسلم کمرشل بنک منگلا کالونی ۔ جہلم

الجواب اگر وضوء اور تیمم دونوں ممکن نہیں اور کھڑے ہو کر رکوع اور سجدہ کر سکتا ہے تو اس وقت ایسے ہی نماز پڑھ لے اور اگر قیام کی بھی اجازت نہ ہو تو اشارہ سے نماز پڑھ لے ۔ بعد میں ان تمام نمازوں کی قضاء کی جائے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۷ ر ۵ ر ۱۴۰۱ ھ

قرآن مجید کے صفحہ میں جو جگہ خالی ہو اسے بھی بے وضو نہیں چھو سکتے

الف : ہم قرآن مجید پڑھتے ہیں اگر ہوا خارج ہو جائے تو ورق الٹنے کے لئے تنکا استعمال کرتے ہیں ۔

ب : یا پھر جو سفید جگہ ہوتی ہے جہاں پر لفظ لکھے ہوئے نہیں ہوتے معمولی سی انگلی لگا کر ورق الٹتے ہیں یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ تو قرآن نہیں ہے ۔ آیا یہ عمل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل قاری محفوظ احمد ، حال مقیم راولپنڈی ۔

الجواب ورق پلٹنے کے لئے تنکا وغیرہ استعمال کر سکتے ہیں ۔ صفحہ کی جس جگہ پر آیات وغیرہ نہ لکھی ہوں اسے بھی بے وضو نہیں چھو سکتے ۔

الف : (قولہ وحل قلبہ بعود) ای تقلیب اوراق المصحف بعود ونحوہ

لعدم المس علیہ اھ (شامی ج ۱ ص ۱۲۱) -

ب: فلا یجوز مس الجلد وموضع البیاض منه وقال بعضهم یجوز وهذا اقرب الی القیاس والمنع اقرب الی التعظیم کما فی البحر ای والصحیح المنع کما نذکره اھ (شامی ج ۱ ص ۲۷۰) -

(۲): والصحیح منع مس حواشی المصحف والبیاض الذی لاکتابة علیه کذا فی التبیین اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۰) -

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا - ۲۴/۱۲/۱۴۰۱ھ

دوران وضوء سر کا مسح یاد نہ رہا تو دوران نماز داڑھی کی تری سے مسح کر سکتا ہے یا نہیں

اگر کوئی آدمی فرائض وضوء میں سے ایک فرض یعنی مسح رأس کو بھول جائے پھر اس کو نماز کے ضمن میں یاد آجائے کہ میں نے مسح نہیں کیا تھا تو کیا وہ اپنی داڑھی کی تری سے نماز کے اندر ہی مسح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو اشکال یہ ہے کہ اس کی نماز کا بعض حصہ با وضوء اور بعض بے وضوء گزرا تو یہ بناء صحیح علی الفاسد ہوئی۔ یہ درست نہیں۔

شق ثانی یعنی اگر نماز کے اندر مسح نہیں کر سکتا تو ان مندرجہ ذیل آثار کا صحیح محمل کیا ہے؟

۱: عن ابی بکر بن عیاش عن مغیرہ عن ابراهیم قال اذا نسی ان یمسح رأسه وفی لحیته بلل فذکر وهو فی الصلوة فان کان فی لحیته بلل فلیمسح رأسه -

۲: عن حفص ابن غیاث عن عبد المالك عن عطاء قال اذا نسی مسح رأسه فوجد فی لحیته بللا اجزأه ان یمسح به رأسه -

۳: عن ابی علیه عن یونس عن الحسن فی قوله فی الرجل یذکر فی الصلوة انه لم یمسح رأسه وفی لحیته بلل قال یمسح رأسه من بلل لحیته -

۴ ۔ يزيد ابن هارون عن حماد بن سلمة عن قتادة عن فلاس فيما يعلم حماد عن علی قال اذا توضاء الرجل فنسي ان يمسح برأسه فوجد في لحيته بلا اخذ من لحيته فمسح رأسه

فهذه الاٰثار ماثورة في مصنف ابن ابي شيبه ص۱۷

ان آثار کا صحیح محمل بیان فرما کر اجرِ عظیم حاصل کریں۔

محمد انور کلیم لائلپوری

متعلم دورۂ حدیث خیرالمدارس ملتان

الجواب اثر ثانی و رابع میں تذکر فی الصلوۃ کی تصریح نہیں بلکہ مطلق تذکر ہے پس مفید نہیں۔ اور اوّل و ثالث میں یہ تصریح نہیں کہ ایسی صورت میں سابقہ نماز بھی درست ہو گی پس اشکال نہیں۔ ممکن ہے کہ مقصود یہ بتلانا ہو کہ اس صورت میں سارے وضو کا اعادہ نہیں بلکہ صرف مسح رأس کافی ہو جائے گا۔ اور اگر یہ تصریح مل جائے کہ صورت مذکورہ میں یہ ائمہ صحت صلوۃِ سابقہ کے قائل ہیں تو اس میں تنگی نہیں۔ مسئلہ اجتہادی ہے۔ طہارت شرطِ نماز ہے۔ شروط کے لئے تقدم لازم نہیں جیسا کہ صوم نیت متاخرہ من الشروع سے بھی درست ہے بلکہ امام صاحب رح تو آخر نماز کے بارے میں بھی جواز وصحت تاخیرِ نیت کے قائل ہوئے ہیں یعنی اگر کسی نمازی نے تکبیرِ تحریمہ کے بعد نیت کرلی تو نماز درست ہو جائے گی۔ (بحر ج ۱ ص ۲۹۱)۔

بندہ عبدالستار عفی عنہ

تیسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نسیان کی وجہ سے متروک مسح کو متوثر اور مضر نہ سمجھا گیا ہو۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے رفع الله على أمتي ثلثا و ذكر منها الخطاء والنسيان۔ یعنی تذکر سے قبل وضو کو بدیں وجہ درست تسلیم کیا گیا ہو کہ ترکِ مسح ناسیًا ہوا ہے اور نسیان معاف ہے۔ بنص حدیث وجہ ہے کہ حدیثِ مذکور کی بناء پر امام شافعی رح نماز میں کلام ناسیًا کو مفسد نہیں مانتے اور روزہ میں افطار ناسیًا کا مضر نہ ہونا تو اجماعی مسئلہ ہے۔ پس کوئی اشکال نہیں۔

چوتھی توجیہ بھی محتمل ہے کہ مسحِ مذکور سے مراد مسح زائد علی القدر المفروض یعنی (مسح سنت ہو) پہلے وضوء میں مسح قدرِ مفروض جس کی ادنیٰ مقدار امام شافعی رح کے نزدیک تین بال ہیں ہو چکا۔

پس اشکال نہیں ۔ فقط ۔ عبدالستار ۔

پانچویں توجیہہ یہ بھی محتمل ہے کہ اکثر اوقات شیطان نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ تو نے مسح نہیں کیا۔ ایسی صورت میں دفع وسوسہ کے لئے داڑھی کی تری سے ہاتھ گیلا کرکے سر پہ پھیر لے ۔ اب یہ مسح دفع وسوسہ کے لئے ہوا نہ کہ تجدید وضو یا اصلاح وضو کے لئے ۔ فلا یرد علیہ الاشکال ۔

الاجوبۃ صحیحۃ

محمد عبداللہ غفر اللہ لہ مفتی خیر المدارس ملتان

۲۴ / ۴ / ۱۳۸۰ھ

عورتوں کیلئے بھی مسواک کرنا سنت ہے

۱ : بوقت وضو عورت کے لئے مسواک کرنا سنت ہے یا نہیں ؟

۲ : ان کے لئے بھی ایک بالشت سنت ہے یا نہیں ؟

۳ : عورتوں کی خاص ایک مسواک ہوتی ہے اس سے سنت ادا ہو جائے گی یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب عورتوں کے لئے بھی مسواک سنت ہے اگر سخت لکڑی سے تکلیف ہو تو دنداسہ استعمال کرلیں اس سے بھی سنت ادا ہو جائے گی ۔

ومنها السواك وينبغي ان يكون السواك من اشجار مرة لانه يطيب نكهة الفم ويشد الاسنان ويقوى المعدة وليكن رطبا في غلظ الخنصر وطول الشبر ولا يقوم الاصبع مقام الخشبة فان لم توجد الخشبة فنح يقوم الاصبع من يمينه مقام الخشبة كذا في المحيط والظهيريه والعلك يقوم مقامه للمرأة اھ (عالمگیری ج ۱ : ص ۷)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ، ملتان

وضوء کے ہر ہر عضو کی دعاء

جناب حضرت مفتی صاحب زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا کہ وضوء کرتے وقت سارے وضوء کے دوران کچھ دعائیں پڑھتے رہتے تھے مجھے بھی شوق ہے براہِ کرم وہ دعائیں لکھ دیں؟
محمد اقبال از ساہیوال

الجواب

عالمگیری : ج ۱ ، ص ۵ - میں آداب وضوء میں لکھا ہے کہ ہر ہر عضو کو دھوتے وقت بِسْمِ اللہ پڑھی جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ

کلی کرتے ہوئے یہ دعاء پڑھے:
۱ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت یہ پڑھیں:
۲ اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَۃَ النَّارِ۔

چہرہ دھوتے وقت یہ پڑھیں۔
۳ اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ۔

دایاں بازو دھوتے وقت یہ پڑھیں۔
۴ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔

بایاں بازو دھوتے وقت یہ پڑھیں۔
۵ اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ۔

سر کا مسح کرتے وقت یہ پڑھیں۔
۶ اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ۔

کانوں کا مسح کرتے ہوئے یہ پڑھیں۔
۷ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ۔

گردن کا مسح کرتے ہوئے یہ پڑھیں۔
۸ اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ۔

—— دایاں پاؤں دھوتے وقت یہ پڑھیں۔

۹ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ ۔

—— بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ پڑھیں۔

۱۰ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّ سَعْیِیْ مَشْکُوْرًا وَّتِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ ۔

اور پھر ہر عضو کو دھونے کے بعد درود شریف بھی پڑھیں۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰ / ۵ / ۱۴۰۹ھ

ادعیہ مذکورہ کا ترجمہ

۱ : اے اللہ تلاوت قرآن اور اپنے ذکر و شکر کرنے کی توفیق عطا فرما۔

۲ : اے اللہ ! جنت کی خوشبو نصیب فرما اور دوزخ کی بدبو سے بچا۔

۳ : اے اللہ ! میرا چہرہ اس دن چمک دار بنا جس دن کہ کچھ چہرے سفید اور کچھ سیاہ ہونگے۔

۴ : اے اللہ ! مجھے میرا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں عطا فرمانا اور مجھ سے ہلکا پھلکا حساب فرمانا۔

۵ : اے اللہ ! مجھے میرا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں نہ دینا اور نہ پشت کے پیچھے سے۔

۶ : اے اللہ ! مجھے اس دن اپنے عرش کے سائے میں لے لینا جس دن کہ آپ کے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

۷ : اے اللہ ! مجھے ان لوگوں سے بنا جو اچھی سنی ہوئی بات پر عمل بھی کرتے ہیں۔

۸ : اے اللہ ! میری گردن کو آگ سے آزاد فرما۔

۹ : اے اللہ ! مجھے پل صراط پر ثابت قدم رکھنا جس دن کہ بہت سے قدم پھسل جائیں گے۔

۱۰ : اے اللہ ! میرے گناہوں کو بخش دے میری کوشش کو قبول فرما اور میری تجارت کو خسارے سے بچا۔

جونکیں لگوانے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں

بعض اوقات ورم کی جگہ پر اطباء جونک لگوانے کا مشورہ دیتے ہیں تو اگر وضوء کی حالت میں جونکیں لگوائی جائیں تو وضوء باقی رہے گا یا نہیں ؟

الجواب: اگر جونک بڑی ہو اور اتنا خون چوس لے کہ وہ دم سائل کے حکم میں ہو تو وضوء ٹوٹ جائے گا ۔

وکذا ینقضه علقة مصت عضوا وامتلأت من الدم اھ (درمختار) (قوله وامتلأت) کذا فی الخانیة وقال لانها لو شقت یخرج منها دم سائل اھ والظاهر ان الامتلاء غیر قید لان العبرة للسیلان کما افادہ اھ (شامیة : ج۱، ص ۱۲۹) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ، ملتان

نمازِ جنازہ کیلئے کئے گئے وضو سے دیگر فرائض ادا کرنا

نمازِ جنازہ یا تلاوت وغیرہ کے لئے وضوء کیا جائے تو اس سے فرض نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب: وضوء طہارت مطلقہ ہے جب ایک دفعہ وضوء کر لیا تو طہارت حاصل ہو گئی ۔ اب جب تک یہ وضوء نہ ٹوٹے اس سے جو عبادت چاہیں ادا کر سکتے ہیں ۔ لہٰذا جنازہ کے لئے کئے ہوئے وضوء سے فرائض وغیرہ ادا کرنا بلا کراہت درست ہے ۔

عالمگیری میں ہے کہ اگر جنازہ کے لئے تیمم کیا جائے تو اس سے فرائض ادا ہو سکتے ہیں ۔ تو جنازہ کے لئے کئے گئے وضوء سے بدرجہ اولیٰ فرض ادا کر سکتے ہیں ۔

لو تیمم لصلوة الجنازة او لسجدة التلاوة اجزاہ ان یصلی به المکتوبة بلا خلاف کذا فی المحیط اھ (عالمگیری : ج۱، ص ۱۳) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ، ملتان

حقہ یا سگریٹ پینے سے وضوء ٹوٹنے کا حکم

حقہ وسگریٹ پینے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں ؟ بدبو کی وجہ سے اگر کراہت ہو تو کلی کرنے سے یہ نقصان ختم ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

سائل محمد نواز حال مقیم شادمان لاہور

الجواب وضوء کرنے کے بعد جب تک کوئی نجاست وغیرہ خارج نہ ہو وضوء نہیں ٹوٹتا۔ لہذا حقہ وسگریٹ پینے سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ ان کا بلاضرورت پینا مکروہ ہے اور نماز سے پہلے منہ سے بدبو کو زائل کرنا ضروری ہے۔

ان الطهارة ترتفع بضدها وهى النجاسة القائمة بالخارج لان الضد هو المؤثر فى رفع ضده اھ (شامی: ج ۱: ص ۱۴۴)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان

ہاتھ اور پاؤں دھوتے وقت ابتداء کہاں سے کریں؟

وضو میں جب ہاتھوں یا پاؤں پر پانی ڈالا جائے تو کس حصہ سے ابتداء کی جائے ؟

المستفتی حافظ مقبول احمد قادر آباد فارم ضلع ساہیوال

الجواب دونوں کی انگلیوں سے ابتداء کی جائے۔

ومن السنن البداية من رؤس الاصابع فى اليدين والرجلين كذا فى فتح القدير۔ اھ (عالمگیری، جلد ۱، ص ۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳/۳/۱۴۱۱ھ

خون زخم کی جگہ پر ہی رہے تو ناقضِ وضو نہیں

ایک زخم گول سا ہے درمیان میں معمولی سا سوراخ ہے جس سے خون وغیرہ نکل کر اس گول دائرہ میں جمع ہو جاتا ہے لیکن اس گول دائرے سے باہر نہیں بہتا۔ یعنی اگرچہ سوراخ سے تو بہہ پڑا ہے لیکن زخم والی جگہ سے آگے نہیں نکلتا۔ کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

عبدالمجید ؛ مدرسہ عربی رائیونڈ

الجواب الدم السائل علی الجراحۃ اذا لم یتجاوز قال بعضہم ھو طاھر الخ وھو الاظھر الخ ومقتضاہ انہ غیر ناقض الخ (شامی ج ۱ ص ۹۵)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

خروجِ مسّہ بواسیر ناقضِ وضو ہے

ایک آدمی خونی بواسیر کا مریض ہے، نماز میں مسّہ جائے مقعد سے باہر نکلا مگر اس کے ساتھ خون وغیرہ کچھ نہیں نکلا پھر مسّہ خود بخود گم ہو گیا۔ کیا وضو ٹوٹ گیا یا نہیں؟

الجواب اگر یہ معذورین کے حکم میں نہیں ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

لعموم وینقض الوضوء کل ما خرج من السبیلین اھ

عالمگیری میں ہے۔

وذکر الشیخ شمس الائمۃ الحلوانیؒ ان بنفس خروج الدبر ینتقض وضوءہ اھ (ج ۱ : ص ۵) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۸ : ۴ : ۱۳۹۶ھ

ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کب کرے

ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کب کرنا مسنون ہے؟ گٹے تک ہاتھ دھونے کے بعد یا پورے ہاتھ دھونے کے بعد؟

الجواب: عربی کتب میں تصریح نہیں ملی بہشتی زیور سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے ہاتھوں کو دھوتے وقت خلال کرے ۔ واللہ تعالےٰ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ : ۱۳۸۴/۵/۲۴ھ

داڑھی کے خلال کے بارے میں متعدد اہم مسائل

۱ : وضو میں داڑھی کا خلال تین بار سنت ہے یا ایک بار ؟

۲ : صرف ٹھوڑی کے نیچے خلال کرنا ہے یا دائیں بائیں بھی ؟

۳ : دائیں بائیں ہو تو کس طرح کرے ؟ ہتھیلی کی جانب کس طرف رہے ؟

۴ : تیمم میں خلال کرنا ضروری ہے یا نہیں ؟ کس طرح اور کتنی بار سنت ہے ؟

۵ : گھنی داڑھی میں صرف اوپر ہی کے حد چہرہ کے اندر والے بالوں پہ پانی بہانا فرض ہے یا اندرونی بالوں کو جو کہ جڑ سے اوپر ہوں دھونا فرض ہے ؟

حافظ رحمت علی خان : مدرسہ عربیہ رائیونڈ : لاہور ۔

الجواب: ۱ : ایک بار ۔ وھو ظاھر لسکوتھم عن بیان التکرار فی موضعہ ۔

۲ : وتخلیل اللحیۃ ھو تفریق شعرھا من اسفل الی فوق ۔

(بحر ، شامیۃ ، ج ۱ ، ص ۸۲)

اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوری داڑھی کا مع جانبین کے خلال ہونا چاہیئے کیونکہ داڑھی میں جانبین کے بال بھی داخل ہیں ورنہ داڑھی کے کچھ حصہ کا خلال لازم آئے گا ۔ صاحب بحر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں ۔

وظاھر کلامھم ان المراد باللحیۃ الشعر النابت علی الخدین من عذار وعارض والذقن . (بحر ، ج ۱ ، ص ۱۶) . ویجوز ان یکون حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشعرا الی خلاف ذلک ولفظہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضّاء اخذ کفا من ماء تحت حنکہ فخلّل بہ لحیتہ (الحدیث) (شامیۃ ج ۱ ، ص ۱۰۹)

۳ : پانی کا چلو لے کر داڑھی کے بالوں میں پہنچائے اس وقت ہتھیلی گردن کی جانب ہوگی پھر بوقت خلال ہتھیلی کی پشت گردن کی جانب کرکے خلال کرے۔ کما فی الطحطاوی شرح المراقی : ص ۳۹ ۔

۴ : تیمم میں خلال کرنا نظر سے نہیں گزرا بس صرف بالوں کے اوپر ہاتھ پھیرے۔

وفی الحلیۃ یمسح من وجہہ ظاہر البشرۃ و ظاہر الشعر علی الصحیح اھ (عالمگیری : ج ۱ : ص ۱۴) ۔

۵ : گھنی داڑھی میں چہرے کے اندر والے بالوں پر پانی بہانے سے فرض ادا ہو جائے گا گو جڑوں کے قریب تک پانی نہ پہنچے کیونکہ داخل شعر اللحیۃ محلِّ فرض نہیں۔

قال فی المراقی و ابو حنیفۃ ومحمد یفضلانہ لعدم المواظبۃ ولانہ لکمال الفرض وداخلہا لیس محلاً لہ ومثلہ فی الہدایۃ ۔ (مراقی ص ۳۹)

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۱ / ۵ / ۸۲ ۱۳ ھ

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

گھڑی سختی سے باندھی ہوئی ہو تو وضو میں ہلانا ضروری ہے

اگر گھڑی ہاتھ پر اس قدر سختی سے باندھی جائے کہ اپنی جگہ سے نہ ہلے تو اس صورت میں وضو کرلے۔ سے وضو ہوگا یا نہیں ؟

الجواب : گھڑی کے نیچے والے حصۂ جسم پر پانی نہ پہنچے تو وضو نہیں ہوگا۔

ولو کان خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا اھ

(درمختار علی الشامیۃ : ج ۱ ، ص ۱۴۳)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس
۲۰ / ۳ / ۱۴۰۱ ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

جسم پر کوئی تصویر گدی ہوئی ہو تو غسل کا حکم

آج کل سوئی وغیرہ سے اپنے جسم پر کوئی شکل یا کوئی تحریر کرتا ہے تو آیا اس سے غسل ہو جائے گا یا نہیں ؟

الجواب جسم گوندھنے والے اور گوندوانے والے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ۔

(ابوداؤد، ج ۲، ص ۵۷۴)۔

یہ فعل اگرچہ حرام ہے لیکن غسل سے مانع نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ ہذا ۲۳ ر ۲ ر ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
محمد انور عفا اللہ عنہ

برہنہ غسل کر رہا ہو تو "بسم اللہ" زبان سے نہ پڑھے

جیسے وضو کے شروع میں تسمیہ سنت ہے ایسے ہی غسل کے شروع میں بھی ہے۔ تو کیا جب برہنہ غسل کر رہا ہو اس وقت "بسم اللہ" پڑھ سکتا ہے ؟

عبد الحمید ممتاز آباد ملتان

الجواب برہنہ غسل کرنے کی صورت میں زبان سے "بسم اللہ" نہ پڑھے۔ عالمگیری میں ہے۔

ولا یسمی فی حال الانکشاف ولا فی محل النجاسۃ ھکذا فی فتح القدیر اھ (عالمگیری، ج ۱، ص ۳)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۲ ر ۲ ر ۱۴۰۱ھ

جانور کے ساتھ وطی کی تو بدوں انزال غسل واجب نہ ہوگا

ایک شخص نے جانور کے ساتھ وطی کی ہے۔ کیا اس پر غسل فرض ہے یا نہیں ؟ وضاحت سے جواب ارشاد فرمائیں۔

الجواب اگر انزال ہوگیا ہے تو غسل فرض ہے وگرنہ نہیں۔

والایلاج فی البھیمۃ والمیتۃ والصغیرۃ التی لا یجامع مثلھا لا یوجب الغسل بدون الانزال اھ۔

(عالمگیری ج ۱ ص ۸)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ ۲۵ / ۵ / ۱۳۶۹ھ

صغیرہ غیر مشتہاۃ کے ساتھ جماع سے غسل واجب نہ ہوگا تاوقتیکہ انزال نہ ہو

بہشتی زیور، ص ۸۶۵ - میں لکھا ہے کہ اگر مرد کسی کمسن لڑکی سے جماع کرے تو غسل واجب نہیں ہوگا تاوقتیکہ انزال نہ ہو۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ جب کہ دخول حشفہ سے غسل واجب ہوجاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو ؟

الجواب درمختار میں یہ مسئلہ ایسے ہی لکھا ہے گویا کہ یہ وطی بہیمہ یا وطی میتہ کے مشابہ ہے۔ صرف ایلاج سے غسل نہیں بلکہ انزال سے غسل فرض ہوگا کیونکہ محل میں شہوت کاملہ موجود نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ رئیس الافتاء ۲۱/ ۸/ ۱۳۹۵ھ

غسل میں پانی سونگھ کر ناک میں چڑھانے کا حکم

"فتاویٰ افریقہ" مصنفہ : احمد رضا خان بریلوی : صفحہ ۳۱ - پر تحریر ہے کہ غسل کا دوسرا فرض ناک کے دونتھنوں میں پورے نرم بانسے تک پانی پہنچانا ہے۔ مگر اس کے لئے پانی سونگھ کر چڑھانا

درکار ہے جیسے وہ قطعاً نہیں کرتے (غیر مسلم) بلکہ آج لاکھوں جاہل مسلمان اس سے غافل ہیں جس کے سبب ان کا غسل نادرست اور نمازیں باطل ہیں۔ حوالہ "محیط" کا دیا ہے۔

پانی سونگھ کر چڑھانا کیسے ہوتا ہے؟ روزے میں خطرہ ہے اور یہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اگر انگلی تر کر کے بانسے تک لے گئے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب ناک میں پانی ڈالنے اور تر انگلی کو جس سے پانی ٹپک رہا ہو ناک کے اندر لیجانے سے بھی غسل ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۳۹۵/۱۰/۲۷ھ

غسل میں کلی کرنا یاد نہ رہا تو جب یاد آئے کرلے

ایک شخص نے غسل جنابت کیا لیکن دوران غسل کلی کرنا بھول گیا غسل کے بعد اس کو یاد آیا۔ اب آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں فرمائیں کہ آیا اس کا غسل ہوا یا نہیں؟

الجواب جس وقت بھی یاد آجائے کلی کرلے دوبارہ غسل کرنے کی حاجت نہیں۔

ولو ترکہا ای المضمضة ناسیا فصلی ثم تذکر یتمضمض ویعید ما صلی۔ (منیة المصلی، ص۴۸)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی خیر المدارس ملتان ۱۱/۱۱/۱۴۰۷ھ

بدون غسل کے دوسری بار مجامعت کا حکم

بدون غسل بار دیگر مباشرت جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اسے حرام کہتے ہیں؟

الجواب مستحب یہی ہے کہ معاودت سے پہلے غسل کر لیا جائے۔ لیکن اگر غسل کے بغیر بھی چلا جائے تو جائز ہے اسے حرام کہنا درست نہیں۔

والذی ورد انہ صلی اللہ علیہ وسلم دار علی نسائہ فی غسل

واحد و ورد انه طاف على نسائه واغتسل عندهذه و عندهذه-اھ (شامی ج ۱ ص ۱۶۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ ۹ ؍ ۴ ؍ ۱۴۰۸ھ

اذا التقی الختانان فقد وجب الغسل

۱ : عضوِ تناسل عورت کے اندامِ نہانی میں داخل کرنے سے جب کہ انزال سے پہلے علیحدگی اختیار کرلی جائے۔

۲ : عضوِ تناسل کسی مرد کی دبر میں داخل کرنے سے جب کہ انزال سے قبل علیحدگی اختیار کرلی جائے

۳ : عضوِ تناسل کسی جانور کے پیشاب کے راستہ میں داخل کرنے سے جب کہ انزال سے قبل علیحدگی اختیار کرلی جائے۔

۴ : عضوِ تناسل کسی مردہ جانور کے پیشاب کے راستہ میں داخل کرنے سے جب کہ انزال سے قبل علیحدگی ہوجائے۔ کیا حکم ہے؟

الجواب ۱ : ۲ : ہر دو صورت میں غسل واجب ہوگا۔ " وکذا الایلاج فی احد السبیلین من الرجل والمرءة اذا توارت الحشفة انزل اولم ینزل وجب الغسل على الفاعل والمفعول اھ (منیہ ص ۱۴)۔

۳ : ۴ : غسل واجب نہیں ہوگا۔ ولا عند وطئ بهيمة أو ميتة الى قوله بلا انزال اھ (شامی ج ۱ ص ۱۵۲)۔

فقط واللہ اعلم : محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۔ ۱۱ ؍ ۹ ؍ ۱۴۰۲ھ۔

غسل فرض میں تاخیر کرسکتے ہیں یا نہیں

اگر غسل فرض ہوجائے تو فوراً غسل کرنا ضروری ہے یا کچھ تاخیر بھی کرسکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب اصل تو یہی ہے کہ جس قدر جلد طہارت حاصل کر لی جائے بہتر ہے معہذا اگر نماز کے وقت تک تاخیر ہو جائے تو گناہ نہ ہوگا۔

" الجنب إذا اخر الاغتسال الی وقت الصلوۃ لا یأثم کذا فی المحیط۔
(عالمگیری ج ۱ ص ۹) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

منی اپنے مقر سے شہوت کے ساتھ جدا ہو تو جب بھی خارج ہو گی غسل واجب ہو جائے گا

ایک شخص وطی فی الدبر کرے لیکن انزال نہ ہو ۔ یا نابالغہ سے زنا کرے ۔ یا مشت زنی کرے لیکن انزال نہ ہو ۔ یا وہ کسی طرح منی خارج ہونے سے روک لے بذریعہ ممسک دوا یا امساک کے ذریعہ یا رگ دبا کر ۔ تو ان تینوں صورتوں میں اس پر غسل واجب ہوگا یا نہیں ؟ کیونکہ محل زنا نہیں اور انزال بھی نہیں ہوا ۔ آیا دخول سے یا ہاتھ لگا لینے سے (مشت زنی) سے غسل واجب ہوگا ؟ اگر کچھ دیر کے بعد اس شخص کو پیشاب کے دوران سفید رطوبت آئے تو ان تینوں صورتوں میں سے کس میں غسل واجب ہوگا ؟ یا اسے جریان سمجھا جائے گا ۔ یا تین چار گھنٹے کے بعد پیشاب میں رطوبت آئے ؟

الجواب ۱ ۔ دخول کے بعد غسل واجب ہو جائے گا انزال ہو یا نہ ہو ۔

۲ ۔ اگر عورت اتنی کمسن ہو کہ اس کے ساتھ جماع کرنے میں خاص حصے اور مشترک حصے مل جانے کا خوف ہو تو تا وقتیکہ انزال نہ ہو غسل فرض نہ ہوگا ۔ مشت زنی میں غسل کے لئے انزال ضروری ہے ۔

۳ ۔ اگر اس سعی مذموم میں منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو گئی مگر کسی وجہ سے خروج سے رکاوٹ پیدا کر لی تو یہ منی جب خارج ہو گی غسل فرض ہو جائے گا ۔ وتعتبر الشهوة عند انفصاله عن مكانه لا عند خروجه من رأس الاحليل اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۸) ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح : بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

محمد انور عفا اللہ عنہ

غسل میں مصنوعی دانت نکالنے کا حکم

جب آدمی کے دانت ٹوٹ جاتے ہیں تو وہ نئے دانت بنواتا ہے۔ جن کو منہ سے نکالا بھی جا سکتا ہے۔ تو کیا غسل کرتے وقت ان دانتوں کو نکالنا ضروری ہے یا کہ منہ میں ہوتے ہوئے بھی غسل ہو جائے گا۔ اگر غسل کرتے وقت ان کو اتارا جائے تو دانتوں کے کھلا ہونے کا خطرہ ہے جس سے بعد میں دقت اور تکلیف ہوتی ہے کہ وہ منہ میں جم کر قائم نہیں رہتے۔ کیا اس عذر کی وجہ سے ان کے منہ میں رہنے کی صورت میں غسل کر سکتا ہے؟ واضح طور پر تفصیل سے بیان کریں۔ بینوا توجروا۔

الجواب بہتر اور احوط یہی ہے کہ ان کو اتار کر غسل کیا جائے۔ اگر ایسے بھی غسل کر لے گا تو بھی صحیح ہو جائے گا۔ کذا فی فتاویٰ دارالعلوم ج ۱، ص ۱۴۳)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

زخموں کی وجہ سے نہانا ممکن نہ ہو تو کیا کریں

بندہ موٹر سائیکل پر جا رہا تھا کہ اتفاقاً ایکسیڈنٹ ہو گیا جس سے جسم کے کافی حصہ پر خراشیں ہو گئیں اور کچھ زخم ہو گئے۔ خراشوں اور زخموں پر ہر وقت دوا چھڑکتے رہتے ہیں۔ اسی دوران اگر مجھ پر غسل واجب ہو جائے تو کیسے غسل کروں؟ واضح رہے کہ زخم والی جگہ پر پانی لگنا سخت نقصان دے گا۔

عبدالوحید لوہڑ گیٹ ملتان

الجواب اگر زخمی حصہ کو بچا کر باقی کو دھو سکتے ہوں تو غسل کر لیں اور اگر غسل کی صورت میں زخمی حصہ پر پانی پہنچنا ناگزیر ہو تو غسل نہ کریں تیمم کر لیں۔

تیمم لوکان اکثرہ ای اکثر اعضاء الوضوء عددا وفی الغسل مساحۃ مجروحا او بہ جدری اعتبارا للاکثر و بعکسہ یغسل الصحیح ویمسح الجریح۔ (درمختار)۔

(قوله وبعکسه) وهو ما لو کان اکثر الاعضاء صحیحا یغسل الخ لکن اذا کان یمکنه غسل الصحیح بدون اصابة الجریح والا تیمم (حلیة) فلو کانت الجراحة بظهره مثلا و اذا صب الماء سال علیها یکون ما فوقها فی حکمها فیضم الیها کما بحثه الشرنبلالی فی الامداد و قال ولم اره وما ذکرناه صریح فیه۔ (شامی ج ۱: ص ۲۳۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۲۸ / ۱۲ / ۱۴۰۱ھ

غسل کا مسنون طریقہ

ایک مسئلہ قابلِ دریافت ہے وہ یہ کہ غسلِ جنابت کا مکمل طریقہ کیا ہے اور جو کچھ پڑھنا ہوتا ہے وہ بھی تحریر فرما دیں؟

الجواب پہلے استنجاء کیا جائے۔ پھر جسم کے کسی حصہ پر اگر نجاست لگی ہو تو اسے صاف کیا جائے۔ پھر وضوء کیا جائے۔ اگر پانی نہیں نکلتا اور پاؤں میں جمع ہوتا ہے تو پھر پاؤں آخر میں دھوئے ورنہ مکمل وضوء کرلے۔ اس کے بعد پورے بدن پر پانی اس ترتیب سے بہائے کہ پہلے سر پہ، پھر داہنے کندھے پر، پھر بائیں کندھے پر، پھر سارے جسم پر۔ غسل کے تین فرض ہیں۔ کلی کرنا، ناک کے نرم حصے سے سخت حصے تک پانی پہنچانا، سارے بدن پہ پانی بہانا۔[1] غسل کے لئے کپڑے کھولنے سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھ لے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	جامعہ خیر المدارس، ملتان

۶ / ۴ / ۱۴۰۶ھ

---

[1] وسننه کسنن الوضوء البداءة بغسل یدیه و فرجه وان لم یکن به خبث وخبث بدنه ان کان ثم یتوضأ ثم یفیض الماء علی کل بدنه ثلاثا بادئا بمنکبه الایمن ثم الایسر ثم برأسه ثم علی بقیة بدنه مع دلکه ندبا وقیل یثنی

بالرأس وقيل يبدأ بالرأس وهو الاصح وظاهر الرواية و الاحاديث ۔ اھ ۔ (تنویر مع الدر علی ھامش الشامیۃ ج ۱ ص ۱۱۵)۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاوی

جنبی کے کھانے پینے کا حکم

زید کو سفر میں احتلام ہوگیا۔ اب وہ رشتہ داروں کو شرم کی وجہ سے بتا بھی نہ سکا اور اسی حالت میں کھاتا پیتا رہا۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر ہاتھ دھو کر کلی کرکے کھایا پیا ہے تو بلا کراہت جائز ہے۔ اور ہاتھ منہ دھوئے بغیر کھانا پینا مکروہ تنزیہی ہے۔

کمافی الشامیۃ (ج ۱ ص ۱۶۳)۔ ولا اکلہ وشربہ بعد غسل یدوفم (درمختار) اما قبلہ فلا ینبغی لانہ یصیر شاربا للماء المستعمل وھو مکروہ تنزیہا ویدہ لا تخلو عن النجاسۃ فینبغی غسلھا ثم یأکل ۔ اھ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح ۲۲ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۳/۳۸۴ھ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

برہنہ غسل کررہے ہوں تو استقبال قبلہ نہ کریں

برہنہ ہوکر غسل کرنے کی صورت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب برہنہ ہوکر غسل کرنے کی صورت میں قبلہ رو ہونے سے بچیں۔

وسننہ کسنن الوضوء سوی الترتیب وآدابہ کآدابہ سوی استقبال القبلۃ لانہ یکون غالبا مع کشف عورۃ ۔ اھ (درمختار)۔

(قولہ مع کشف عورۃ) فلو کان متزرًا فلا بأس بہ ۔ اھ

(شامی ج ۱ ص ۱۱۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۲/۲/۱۴۰۹ھ

زخم کے اوپر جمے ہوئے خون کا حکم

۱:۔ اس خیال سے کہ درہم سے زیادہ خون، پیپ اور زخم کا نجس پانی مانع صلوۃ ہے۔ یا اس خیال سے کہ ان نجاسات کو زخم سے دور نہ کیا جائے تو یہ نفس زخم کے دھونے سے مانع ہوگا۔ جس کا دھونا فرض تھا۔ کیا ان دو خیالوں کی وجہ سے درہم سے زائد صرف زخم کے اوپر والی جمی ہوئی نجاست کا چھڑانا واجب ہوگا یا نہ؟

۲: زخم پر پانی مضر تو نہیں لیکن دوائی کی جمی ہوئی تہہ کو اگر مل کر چھڑاتے ہیں تو زخم کے بہہ پڑنے کا ڈر ہے۔ ورنہ اصل زخم نہیں دھلے گا۔ کیا جب کہ زخم پر پٹی نہ ہو تو جمی ہوئی دوائی کی تہہ قائم مقام زخم کے دھلنے کے نہ ہوگی؟

حافظ سلیمان میواتی، عربی مدرسہ، رائے ونڈ، لاہور

الجواب

۱: جب تک خون، پیپ وغیرہ زخم سے بہہ کر جسم پر نہیں آتا اس وقت تک اس کو نجس نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ معدن میں ہے۔ پس ایسے خون وغیرہ کا زخم سے ازالہ کرنا ضروری نہیں۔ ہدایہ میں ہے۔" ما لا یکون حدثا لا یکون نجسا" (ص ۱) اور اگر زخم اس حالت میں ہے کہ موجودہ خون وغیرہ دور کرنے کے بعد نیچے سے تندرست جسم ظاہر ہوگا یا اس کے قریب، تو ایسی صورت میں اس کا چھڑانا ضروری ہونا چاہئے۔

۲:۔ صورتِ مسئولہ میں جب کہ زخم کے بہنے کا اندیشہ ہو تو سفوف کی تہہ کا زائل کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ یہ بھی ضرر میں داخل ہے۔ دوسری صورت میں اگر زخم بالکل ٹھیک ہوگیا ہے اور تہہ مذکورہ کے ازالہ سے زخم پر کوئی اثر نہیں پڑیگا تو اسے اکھیڑ دینا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی

۲۶-۱۲-۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

کھڑے ہوکر وضوء کرنے کا حکم

کیا نلکے وغیرہ پر کھڑے ہوکر وضوء کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب وضوء کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اونچی جگہ پر قبلہ رو بیٹھ کر وضوء کیا جائے ۔ فآداب الوضوء الجلوس فی مکان مرتفع تحرزا عن الغسالۃ و استقبال القبلۃ ۔ اھ (مراقی الفلاح ، ص ۴۲) ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳/۹/۱۴۰۹ھ

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

جس کے دانت نہ ہوں اس کے لئے مسواک کا حکم

اگر کسی کے دانت نہ ہوں تو کیا مسوڑھوں پر مسواک کرنا سنت ہے یا نہیں ؟

الجواب "مراقی" میں ہے کہ ۔ وفضلہ یحصل ولو کان الاستیاک بالاصبع او خرقۃ خشنۃ عند فقدہ ای السواک او فقد اسنانہ اوضرر بفمہ ۔ الخ (ص ۳۸) ۔

اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ دانت نہ ہونے کی صورت میں فضیلت مسواک انگلی سے حاصل ہو جاتی ہے مسواک کا استعمال سنت نہیں رہتا ۔ درمختار میں ہے ۔

" ویستاک عرضا لا طولا " اس پر علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

لانہ یجرح لحم الاسنان ۔ (شامیۃ ج ۱ ، ص ۷۸) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

جنبیہ دودھ پلا سکتی ہے

جنبی عورت بچے کو دودھ پلا سکتی ہے یا نہیں ؟ بلا عذر یا عذر میں کوئی فرق ہے یا نہیں ؟ غلام اکبر چانڈیہ ڈی جی خان ۔

الجواب: جائز ہے پلاسکتی ہے۔ وفیہ جواز مصافحۃ الجنب واتفقوا علی طہارۃ عرق الجنب والحائض۔ اھ (حاشیہ مشکوۃ ، ص ۴۹ ، ج ۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ ۲۱/ ۳/ ۱۳۹۵ھ

جنبی کا پسینہ پاک ہے

جنبی کا پسینہ پاک ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

المستفتی ، خالد محمود جہلم

الجواب: جنبی کا پسینہ پاک ہے۔ لان المسلم طاھر ومن لوازم طہارتہ طہارۃ عرقہ۔ اھ (بخاری ج ۱ ، ص ۴۲۔ حاشیہ ۱۲)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مسواک مسنون کے فوائد کی تفصیل

علماء کرام سے سنا ہے کہ مسواک کرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور اس کے فوائد کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ اس کے ستر فائدے ہیں۔ اور جب شمار کرتے ہیں تو دو چار فوائد ہی بیان کرتے ہیں آگے کچھ نہیں فرماتے۔ دوسرے فوائد کیا کیا ہیں۔

اسی طرح بعض کتب میں بھی جب مسواک کے فوائد کا بیان آتا ہے تو وہاں پر بھی چند ہی فوائد بیان کرتے ہیں۔ تو عرض یہ ہے کہ اگر پورے ستر فوائد جو کہ بیان کئے جاتے ہیں کہیں ثابت ہوں تو باحوالہ پورے کے پورے ہی تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی قاری سیف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب: بلاشبہ مسواک میں بہت ہی فوائد ہیں۔ عارف باللہ حضرت شیخ احمد زاہد رحمہ اللہ نے ان پر مستقل ایک تصنیف لکھی ہے۔ جس کا نام " تحفۃ السالک فی فضائل السواک " ہے۔ علامہ سید احمد طحطاوی رحمہ اللہ نے ان میں سے تقریباً ساٹھ حاشیہ

مراقی الفلاح میں نقل کئے ہیں جن میں سے خاص خاص یہ ہیں۔

۱ : مسواک کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔

۲ : اس پر ہمیشگی کرنے سے غنا، اور رزق میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

۳ : منہ خوشبودار ہو جاتا ہے۔

۴ : بلغم کی زیادتی کو فائدہ مند ہے۔

۵ : اس سے دانت مضبوط ہوتے ہیں۔

۶ : بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔

۷ : قوّت فصاحت بڑھتی ہے۔

۸ : اس کی مداومت بوقت وفات شہادتین یاد دلاتی ہے۔

۹ : لحد میں وحشت دور کرتی ہے۔

۱۰ : اعمال کے ثواب کو بڑھاتی ہے۔

پوری تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے "طحطاوی" ص ۳۸۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲ر۳ر۱۴۱۱ھ

کان سے نکلنے والی پیپ ناقض وضو ہے

کان بہنے سے کان کے اندر سے جو سفید پیپ نکلتی ہے اس سے وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب اگر کان سے سفید پیپ باہر کو آجائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا[1]۔

فقط واللہ اعلم ، بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

[1] واذا خرج من اذنه قيح او صديد ينظر ان خرج بدون الوجع لا ينتقض وضوءه وان خرج مع الوجع ينتقض وضوءه لانه اذا خرج مع الوجع فالظاهر انه من الجرح۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۲)۔

فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

جنبی آدمی دُعائیں وغیرہ پڑھ سکتا ہے

جنبی آدمی درود شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اذان کا جواب دے سکتا ہے یا نہیں؟ کوئی اور عربی کی دعاء پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر پڑھ لے تو اسے گناہ تو نہیں ہوگا؟

الجواب سوال میں ذکر کی گئی تمام چیزیں پڑھ سکتا ہے۔ عربی دعائیں قرآنی ہوں تو ان کو بہ نیتِ تلاوت نہ پڑھے بلکہ بہ نیتِ دعاء پڑھے۔

ویجیب من سمع الاذان ولو جنبا۔ اھ (در مختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۲۹۲)

ویحرم قراءۃ اٰیۃ من القراٰن الا بقصد الذکر اذا اشتملت علیہ لا علی حکم او خبر۔ (مراقی الفلاح)۔

(قولہ الا بقصد الذکر) ای او الثناء او الدعاء ان اشتملت علیہ فلا بأس بہ فی اصح الروایات قال فی العیون ولو انہ قرأ الفاتحۃ علی سبیل الدعاء او شیئا من الاٰیات التی فیہا معنی الدعاء ولم یرد بہ القراٰن فلا بأس بہ واختارہ الحلوانی وذکر فی غایۃ البیان انہ المختار کما فی البحر و النہر۔ اھ (طحطاوی، ص ۷۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۲۵ / ۱۴۰۰ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

پانی تھوڑا ہو تو میت اور جنبی میں سے کس پر صرف کیا جائے

دو مرد اور ایک عورت ایک ایسی جگہ پر محبوس ہیں جہاں پانی مفقود ہے۔ ان کے پاس صرف اس قدر پانی ہے کہ ایک آدمی غسل کر سکتا ہے۔ عورت حیض سے پاک ہوئی۔ مرد جنبی۔ پھر دو مردوں میں سے ایک مر جاتا ہے۔ اب یہ پانی کس پر صرف کیا جائے؟ میت پر، جنبی پر، یا حائضہ پر؟

حافظ محمد افضل اوکاڑہ

الجواب الجنب اولی بمباح من حائض او محدث ومیت ولو لاحدهم فهو اولی ولو مشترکا ینبغی صرفه للمیت۔ اھ (در مختار علی الشامی ج ۱ ص ۱۸۶)۔

اگر یہ پانی کسی کا مملوک ہے تو وہی استعمال کرے۔ سب کا مشترک ہے تو میت پر صرف کیا جائے۔ اور اگر مباح ہے تو جنبی اولیٰ ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳/۲/۱۳۹۶ھ

وضوء اور غسل میں کتنا پانی استعمال کیا جائے

وضوء اور غسل کے لئے پانی کی کوئی مقدار مقرر ہے کہ اس سے زائد یا کم استعمال نہ کیا جائے؟

الجواب اس بات پر اجماع ہے کہ وضوء اور غسل کے لئے پانی کی کوئی خاص مقدار مقرر نہیں جس سے کم یا زیادہ استعمال کرنا درست نہ ہو۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ضرورت سے زائد استعمال نہ کیا جائے۔ اور مقدارِ مسنون سے کم بھی نہ ہو۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا معمول یہ منقول ہے کہ آپ غسل ایک صاع پانی سے کرتے تھے اور وضوء میں ایک مد پانی استعمال فرماتے تھے۔ مروجہ اوزان کے مطابق مد کا وزن ۶۸ تولہ ۳ ماشہ ہے۔ اور "صاع" کا ۲۷۰ تولہ ہے۔

واعلم انه نقل غير واحد الاجماع على عدم التقدير فى ماء الوضوء والغسل بل هو بقدر الكفاية لاختلاف طباع الناس وعن عائشة رضى الله عنها جرت السنة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الغسل من الجنابة صاع ثمانية أرطال وفى الوضوء رطلان وهما مد فالمد ربع الصاع ۔اھ (طحطاوی ص ۴۵) فقط والله اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۱/۳/۱۴۱۱ھ

ما یتعلق بالآبار والحیاض

(کنوئیں اور تالاب کے مسائل)

کنوئیں سے بدبو آنے لگے تو پاک ہے یا ناپاک؟

۱: ایک کنوئیں کے اندر اوپر سے کوّے نے گوشت کا ایک ٹکڑا کہیں سے لاکر گرا دیا ہے۔ اس گوشت کے بارے میں کچھ علم نہیں کہ کس قسم کا تھا۔ یہ مذبوح کا بھی ہوسکتا ہے اور مردار کا بھی ہوسکتا ہے۔ اس واقعہ کو کافی عرصہ ہوا ہے۔

۲: ابھی ابھی پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا ہے کہ ایک کنوئیں سے بدبو آنے سے پتہ چلا کہ اس میں گوشت کی ایک ہڈی جس میں کچھ گوشت بھی تھا گر چکی تھی اور اب بدبو آنے لگی ہے اس ہڈی کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

۳: کیا مذبوحہ کا پاک اور حلال گوشت تعفن کی وجہ سے نجس ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی دوسرے ماکولات مثل حلوہ، ساگ وغیرہ کیا تعفن کی وجہ سے یہی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں؟

الجواب (۱، ۲) حدیث پاک ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا وضوء الا من صوت او ریح۔ قال ابو عیسٰی ھذا حدیث حسن صحیح۔ وقال ابن المبارک اذا شک فی الحدث فانہ لا یجب علیہ الوضوء حتی یستیقن استیقانا یقدر ان یحلف علیہ۔ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۲۹)۔

اس حدیث سے فقہاء کرامؒ نے ایک قاعدہ مستنبط کیا ہے الیقین لا یزول بالشک۔ لہذا جب تک وقوع نجاست کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک کنواں نجس نہیں ہوگا۔ اور تغیر با حد اوصاف ثلاثہ سے مراد مطلق تغیر نہیں بلکہ تغیر بالنجاست ہے۔ بو آنا نجاست یا نجس ہونے

کی دلیل نہیں کما سیاتی ۔

۴ ۔ مذبوحہ کا پاک اور حلال گوشت تعفن کی وجہ سے نجس نہیں ہوتا ۔ یوں ہی دوسرے ماکولات اور پھر بعض متعفنہ چیزوں کا کھانا حرام ہوجاتا ہے ایذار کی وجہ سے نہ کہ نجس ہونے کی وجہ سے ۔ کما فی الطحطاوی ،ص ۲۲ ۔

قال فی النہایۃ الاستحالۃ الی فساد لا توجب نجاسۃ فان سائر الاطعمۃ تفسد بطول المکث ولا تنجس اھ لکن یحرم الاکل فی ھذہ الحالۃ للایذاء لا للنجاسۃ کاللحم اذا انتن یحرم اکلہ ولا یصیر نجسا بخلاف السمن واللبن و الدھن و الزیت اذا انتن لایحرم وکذ الاشربۃ لا تحرم بالتغیر کذا فی البحر ۔ (طحطاوی ص ۲۲)۔

فقط واللہ اعلم

چڑیا کنوئیں میں گر کر لاپتہ ہوجائے تو کنواں کیسے پاک کیا جائے

ایک کنوئیں میں تین چڑیاں گر کر گم ہوگئی ہیں باوجود تلاش کرنے کے ان کا نام و نشان نہیں ملتا ۔ تو شریعت مطہرہ میں اس کنوئیں کو کس طرح پاک کیا جائے ؟

عبدالصمد جھنڈیر امام مسجد

الجواب اگر چڑیا کنوئیں میں مرنے کے بعد لاپتہ ہوگئی ہیں تو عندالشریعت کنوئیں کو چڑیوں کے گل گارا ہونے تک معطل رکھا جائے ۔ شریعت مطہرہ کی رو سے اس کی مقدار شش ماہ بھی ہے ۔ بعد میعاد مذکور کے کنواں پاک کرنے سے پاک ہوگا ۔

در جواہر گفتہ مکعب کودکے افتاد وشے یا بند اگر پاک است پاک نہ ۔ واگر پلید است وبعد نزح تمامی آب ادرا نیا بند مضر نہ ۔ عصفورے افتاد واخراج او متعذر است تا درمیان آبست پاک نشود وطریق آن است کہ چاہ را معطل سازند تا دانند کہ گل شدہ باشد وبعضے تقدیر بشش ماہ کردہ اند فقط فتاوی برہنہ مصنفہ فاضل اجل شیخ نصیرالدین ملیانی ۔

حررہٗ : محمد اسحاق کوٹلی حصنہ ڈیرہ شجاع آباد

۲۷ محرم ۱۳۷۷ھ ، مطابق ۲۴ اگست ۱۹۵۷ء

الجواب صحیح : اخراجِ نجاست کے بعد نزحِ ماء کا اعتبار ہے۔ کذا فی العینی وینزح ماء البئر بعد اخراجها منها من ای نوع کان من النجاسة۔

محمد واصل عفی عنہ

الجواب صحیح والمجیب مصیب ، بندہ عبدالعزیز عفی عنہ مہتمم عزیز العلوم شجاع آباد۔

الجواب صحیح : لیکن یہ اس وقت ہے کہ یہ محقق ہو کہ چڑیاں کنوئیں میں گر چکی ہیں اور نکلی نہیں تو واضح بات یہ ہے کہ اس صورت میں میتِ نجسہ کے موجود ہوتے ہوئے پانی قطعاً پاک نہیں ہو سکتا۔ البتہ جب اتنا عرصہ گزر جائے کہ ان چڑیوں کا گوشت وپوست مٹی ہو جائے اور حقیقت میں انقلاب آ جائے تو پھر موجودہ پانی نکال دیا جائے اور کنوئیں کو استعمال کر لیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

محمود عفا اللہ عنہ
مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ / ۱ / ۱۳۷۷ھ

کنوئیں میں جوتا گر جائے تو کیسے پاک کیا جائے

ایک کنواں جس کا پیندا بہت گہرا ہے۔ ایک دس سالہ لڑکے کے کہنے کے مطابق اس میں جوتا گر گیا ہے جو کہ کئی بار کوشش کرنے سے نہیں ملا اور غوطہ زن بھی جواب دے چکے ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں جب تک جوتے کے نجس ہونے کا علم نہ ہو اصولاً تو کنواں ناپاک نہیں ہوا لیکن احتیاطاً ۲۰ تا ۳۰ ڈول نکال دیں تو بہتر ہے۔ قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانهم قالوا فی البقرة ونحوه یخرج حیاً لا یجب نزح شیٔ وان کان الظاهر اشتمال بولها علی افخاذها لکن یحتمل طهارتها بان سقطت عقیب دخولها ماء کثیراً مع ان الاصل الطهارة۔ (البحر الرائق ، ص۱۲۶)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ ۵ / ۴ / ۱۴۰۱ھ

خنزیر کنوئیں میں گر کر گل سڑ کر تہ نشین ہو جائے تو کنواں کیسے پاک کیا جائے

ایک کنواں جس میں خنزیر گر کر مر گیا، اور گل کر تہ نشین ہو چکا ہے۔ اس کا پینڈا بہت گہرا ہے مالکان بہت غریب ہیں۔ نیا کنواں تیار کرانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب اگر وہ گل سڑ کر مٹی گارا بن گیا ہو تو اب ایک دفعہ کنوئیں کا سارا پانی نکال دیں اس سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

عن الجواهر لو وقع عصفور فيها فعجزوا عن اخراجه فما دام فيها فنجسة فتترك مدة يعلم انه استحال وصار حماة اھ (شامی ج ۱ ص ۱۹۶)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۵ / ۴ / ۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

کنوئیں سے پانچ فٹ دور نلکا کنوئیں کی پلیدی سے متاثر ہوگا یا نہیں

ایک ناپاک کنوئیں کے قریب پانچ فٹ کے فاصلے پر ایک نلکا ہے جس کی گہرائی تیس فٹ سے زیادہ ہے آیا اس کنوئیں کے ناپاک ہو جانے سے نلکا ناپاک ہوا یا نہیں؟

الجواب اگر کنوئیں کے پانی کا اثر رنگ، بو، مزہ، نلکے میں ظاہر ہو جاتا ہے تو نلکا ناپاک ہو جائے گا۔ ورنہ ناپاک نہ ہوگا۔ (کمافی الشامية ج ۱ ص ۲۰۰)۔

تحت قول الدر المختار فی مقدار البعد المانع الی قوله قال الحلوانی المعتبر الطعم او اللون او الريح فان لم يتغير جاز والا لا وفی الخلاصة والخانية والتعويل عليه اھ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۶ / ۳ / ۱۳۷۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

کنوئیں سے خنزیر زندہ نکل آئے تو بھی سارا پانی نکالا جائے

ایک کنوئیں میں خنزیر گر پڑا، اور جب نکالا گیا تو زندہ تھا۔ تو اس کنوئیں کا پانی کس طریقے سے پاک کیا جائے؟ اگر مرجاتا تو کیا حکم تھا؟ بعض کہتے ہیں کہ دو۲۰۰سو ڈول نکال دیئے جائیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مذکورہ کنوئیں کو مٹی ڈال کر بند کر دیا جائے۔ اسی طرح دیگر طریقے بھی بتلاتے ہیں۔

الجواب خنزیر گرنے کے بعد زندہ نکال لیا جائے یا مرجائے، دونوں صورتوں میں کنوئیں کا سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

قوله وليس بنجس العين اى بخلاف الخنزير وكذا الكلب على القول الآخر فانه ينجس البئر مطلقا۔

(شامی ج ۱ : ص ۱۹۶)۔

اب اگر پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے سارا پانی نہیں نکالا جا سکتا تو اندازے سے پانی نکالا جائے اور اندازے کی یہ صورت ہے کہ پہلے کنوئیں کا پانی ماپ لیا جائے اور اس کے بعد کنوئیں سے جلدی جلدی پانی نکالا جائے، تھوڑی دیر نکال کر پھر پانی ماپا جائے تو جتنا کم ہو جائے اس حساب سے اتنے ہی ڈول نکال دیئے جائیں۔ مثلاً کسی کنوئیں کا پانی پانچ ہاتھ تھا تو جلدی جلدی کچھ دیر پانی نکالنے سے ایک ہاتھ ٹوٹ گیا باقی چار ہاتھ باقی رہ گیا تو جتنے ڈول ایک ہاتھ پانی کے نکلے ہیں اسی حساب سے چار ہاتھوں کے ڈول نکالے جائیں۔ اور اگر یہ دونوں صورتیں مشکل ہوں یعنی نہ کنواں خالی ہوتا ہو نہ اس کا پانی کچھ نکالنے سے ٹوٹتا ہو تو پھر اتنے ڈول نکالے جائیں کہ دو عادل آدمی کہہ دیں کہ اب سارا پانی نکل گیا ہوگا تو یہ کنواں پاک ہو جائے گا۔

كذا فى الدر المختار وان تعذر نزح كلها لكونها معينا فبقدر ما فيها وقت ابتداء النزح قاله الحلبي يؤخذ ذلك بقول رجلين عدلين لهما بصارة بالماء به يفتى اھ

(شامی، ج ۱ : ص ۱۹۸)۔

دو۲۰۰سو ڈول پر علی الاطلاق فتوے دینا ٹھیک نہیں۔

(کمافی فتاوی امدادیہ، ج ۱ ص ۳۸)

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہٗ : ۲۶/۵/۱۳۷۶ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

کنوئیں میں آدمی گر کر مر جائے تو سارا پانی نکالنا ضروری ہے

علمائے ربانی کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ کنوئیں میں آدمی گر کر مر گیا، تو اس کی پاکیزگی کے لئے کیا کرنا چاہئے۔

الجواب کنواں ناپاک ہو گیا اس کا تمام پانی نکالنا ضروری ہے۔ کما فی الهداية ج ۱ ص ۲۷

وان ماتت فيها شاة او ادمي او كلب نزح جميع ما فيها من الماء لان ابن عباس وابن الزبير افتيا بنزح الماء كله حين مات زنجي في بئر زمزم۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲۵/۷/۱۳۸۴ھ

پلید کنوئیں کے قریب لگے ہوئے نلکے کا حکم

ایک کنواں اٹھائیس ۲۸ فٹ گہرا تھا۔ جس میں انیس ۱۹ فٹ خالی اور آٹھ ۸ فٹ پانی تھا اس کنوئیں میں ایک بچی گر کر مر گئی۔ کنوئیں کا پانی استعمال کرنے سے بند کر دیا گیا۔ اس کنوئیں سے چودہ فٹ کے فاصلے پر بہتر ۷۲ فٹ کی گہرائی پر ایک نل نصب کیا گیا ہے۔ اب صورت یہ ہے کہ اس کنوئیں میں گندا پانی گرتا رہتا ہے۔ اور چودہ فٹ کے فاصلے پر نل ہے کیا اس کا پانی استعمال کر سکتے ہیں۔ جب کہ پانی کا مزہ، بو، رنگ صحیح ہے۔

الجواب نل کے پانی کا مزہ، بو، رنگ صحیح اور درست ہے تو پھر نل کا پانی پاک اور طاہر ہے۔ فکر نہ کریں۔ کما فی الشامية ج ۱ ص ۲۰۰۔ اختلف في

فی مقدار البعد المانع من وصول نجاسة البالوعة الی البئر الی قولہ و قال الحلوانی المعتبر الطعم او اللون او الریح فان لم یتغیر جاز والا لا۔ وفی الخلاصة والخانیة والتعویل علیه وصححه فی المحیط۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ، بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ | محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی

کنوئیں سے مردہ چوزہ نکلا تو کب سے پلید سمجھا جائے

ایک کنوئیں میں سے مردہ چوزہ نکلا۔ وقوع کا کوئی علم نہیں۔ اب اس سے جو کھانا پکایا گیا ہے یا پک رہا ہے ابھی تک تیار نہیں ہوا ہے۔ اس کے کھانے کا کیا حکم ہے؟ حلال ہے یا حرام فقراء و اغنیاء کے لئے مساوی ہے یا فرق ہے؟

الجواب جو پانی اس مردہ چوزے کے نکلنے اور دیکھنے سے پہلے چاہ سے نکالا گیا ہے وہ پاک ہے۔ اس سے جو کھانا وغیرہ پکایا گیا ہے وہ بھی پاک و حلال ہے بعد دیکھنے مردہ چوزہ کے کنواں ناپاک تصور ہوگا۔ اس کو نکالنے کے بعد دیکھا جائے۔ اگر پھولا پھٹا نہ ہو تو ساٹھ ڈول نکالے جائیں یہ مستحب ہے۔ اور چالیس ڈول نکالنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے۔

ویحکم بنجاستها الی قوله وقالا من وقت العلم فلا یلزمهم شیئ قبله قیل وبه یفتی۔ (درمختار علی الشامیة ج۱ ط۱۹۱)۔

اور اگر پھولا پھٹا تھا تو تمام پانی نکالنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح | بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۶/۵/۱۳۹۲ھ | نائب مفتی خیرالمدارس ملتان

کنواں پلید ہو جائے تو ساتھ والا کنواں پلید نہیں ہوگا

وفی شرح الوقایة انما قدرنا شرح النقایة ج ۱ ؛ ص ۱۷۔

الغدير بعشر في عشر بناء على قوله صلى الله عليه وسلم ومن حفر فله حريمها اربعون ذراعا فيكون له حريمها من كل جانب عشرة ذراع ففهم من منع غير صاحب البئر عن حفر بئر في العشر لانجذاب الماء اى ما يحفره من عدم منعه عن الحفر فيما وراء ذالك لعدم انجذاب الماء اليه -

اس سے معلوم ہے کہ دوسرا کنواں یا کوئی نلکا دس ہاتھ کے اندر لگایا جائے تو جب ان میں سے کوئی پلید ہوگا تو دوسرا بھی پلید ہو جائے گا۔ ایسے ہی اگر کنواں پلید ہوگا تو نلکا بھی جو کہ دس ہاتھ کے اندر اندر ہے پلید ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ مسئلہ بیئر بالوعۃ سے ماخوذ کیا جاتا ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ ایک کنوئیں کے پلید ہونے سے دس ہاتھ کے اندر واقع نلکا اور کنواں بھی پلید ہو جائیں گے۔

میاں سعید احمد کھگہ قصبہ مسٹرل ملتان

الجواب صاحب شرح وقایہ نے جو استدلال من حفر بئرا سے کیا ہے، اس کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تین چار قوی اعتراض کئے ہیں اور استدلال کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جب یہ استدلال ضعیف ہوا، تو زمین کی تہ میں کنوئیں کی نجاست اور طہارت کا دس ہاتھ کے اندر اندر واقع نلکا تک سرایت کرنا بھی ضعیف ہوا۔ اس لئے یہ استدلال معتبر نہیں۔

اگر کنواں نجس ہو جائے تو ساتھ والا کنواں جو دس ہاتھ کے اندر واقع ہے نجس نہیں ہوگا۔ جب تک حضرات فقہاء، کسی جزئیہ میں قول بالنجاست کی تصریح نہ کریں۔ نجاست کا حکم لگانا معتبر نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۱۷ رجب ۱۳۷۰ھ

کنوئیں سے پھولا ہوا چوہا نکلا تو کب سے ناپاک سمجھا جائے

ہماری مسجد کے کنوئیں میں سے کبھی کبھی بدبو آتی ہے۔ ایک مرتبہ کنواں بند کر دیا گیا۔ پھر

کافی عرصہ کے بعد اس کا پانی چالو کیا گیا۔ تو کئی دن بدبو آتی رہی اچھی طرح دیکھ کر اطمینان کر لیا گیا کہ کوئی نجاست نہ تھی۔ اب حال ہی میں یہ واقعہ ہوا کہ پانی میں سے بدبو آئی اور ذائقہ متغیر ہو گیا۔ ہم نے سمجھا کہ یہ بات حسب معمول ہے۔ اس کے بعد میں خود اس پانی سے وضوء کرتا رہا۔ نہ مجھے بدبو آئی نہ کسی نے بدبو کی شکایت کی۔ لیکن پانچ سات روز کے بعد کنوئیں میں سے پھولا ہوا چوہا برآمد ہوا۔ درمیانی وقفہ پانچ چھ دن کا تھا یا سات آٹھ یوم کا، کچھ یاد نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ گزشتہ ایام کی نمازیں قضاء کی جائیں یا نہ ؟ اگر کی جائیں تو کتنے یوم کی۔ اس بدبو کو جو چند روز پہلے آئی تھی اس چوہے کی وجہ سے سمجھا جائے یا نہ ؟ پھر یہ دقت ہے کہ مسجد کی صفیں اور قالین جو بہت موٹے موٹے ہیں۔ اور سردی کا لباس کوٹ اور چوغے کیسے پاک کئے جائیں ؟

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ کنوئیں کو اس وقت سے ناپاک سمجھا جائے گا جب سے چوہا دیکھا گیا۔ اور سابقہ نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ کیا یہاں اس فتوے پر عمل کی گنجائش ہے ؟

الجواب نمازوں کے معاملہ میں احتیاط کرلیں تو بہتر ہے۔ اور دیگر اشیاء کے بارے میں فتویٰ صاحبین رح کے قول پر ہی ہوگا کہ وقت علم سے اس کو ناپاک سمجھیں گے۔

قال فی البحر وکان الصباغی یفتی بقول ابی حنیفۃؒ فیما یتعلق بالصلوۃ وبقولھما فیما سواہ کذا فی معراج الدرایۃ وفی غایۃ البیان وما قالہ ابوحنیفۃؒ احتیاط فی امر العبادۃ وما قالاہ عمل بالیقین ورفق بالناس وفی تصحیح الشیخ قاسمؒ وفی فتاوی العتابی المختار قولھما۔

(بحر ج ۱ ص ۱۲۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۰/ ۷/ ۱۴۰۷ھ

بڑے تالاب میں کتا گر جائے تو پلید نہیں ہوگا

ایک شخص نے ایک کتے کو زہر ملا دی۔ وہ کتا بھاگتا ہوا ایک تالاب میں گر گیا جس کی لمبائی چھ کنال ایک سو بتیس مرلہ ہے۔ چوڑائی پندرہ مرلہ ہے۔ گہرائی آٹھ فٹ ہے۔ جس میں پانی پانچ فٹ تھا۔ وہ کتا اس میں داخل ہوا۔ اور نزدیک ہی دو لڑکے کھڑے تھے جب لڑکوں نے کتے کو تالاب میں دیکھا تو دوڑے لیکن کتا تالاب میں مرگیا۔ جلدی فوراً لڑکوں نے کتے کو نکال لیا جب کہ وہ کتا بالکل کنارے کے ساتھ مرگیا تھا۔ وہ پانی کے اندر ڈوب گیا تھا۔ دلائل کے ساتھ وضاحت سے لکھیں کیونکہ پانی کافی دور ہے کم از کم پانچ فرلانگ ہے۔ چاروں طرف سے۔

الجواب مذکورہ تالاب ماء کثیر ہے لہذا صورت مسئولہ میں تالاب ناپاک نہ ہوگا۔ کیوں کہ فوراً نکال دینے کی وجہ سے اوصاف ماء پر اثر انداز نہیں ہوا۔ ہندیہ میں ہے۔

الماء الراکد اذا کان کثیرا فهو بمنزلة الجاری لایتنجس جمیعه بوقوع النجاسة فی طرف منه الا ان یتغیر لونه او طعمه او ریحه وعلی هذا اتفق العلماء وبه اخذ عامة المشائخ۔ (ج ۱ ص ۱۸)۔ فقط واللہ اعلم

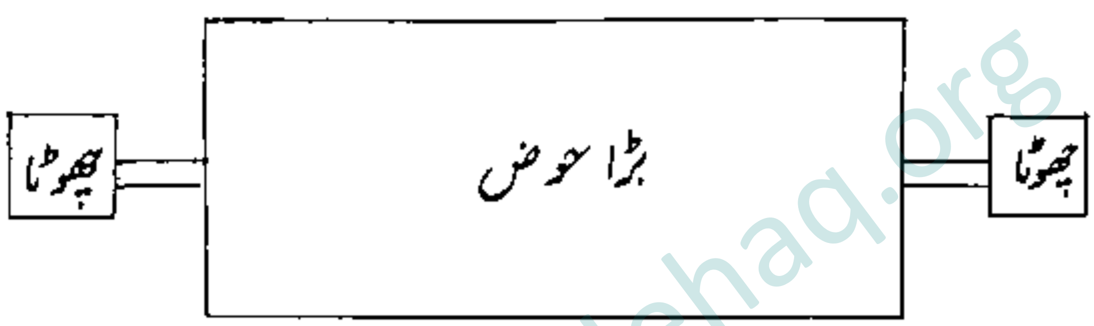
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۳۰/۲/۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

بڑے حوض کے ساتھ متصل چھوٹا حوض کیسے پاک کیا جائے

ہمارے چک نمبر ۱۱۴/پی۔ میں ایک بڑا حوض ہے جو ہر چہار طرف سے نمبری گز سے بیس بیس گز ہے۔ اور اس کی شمالی اور جنوبی جانب بھی ایک ایک چھوٹا حوض ہے جو نمبری گز سے تقریباً ڈیڑھ گز ہر چہار طرف سے ہے۔ بڑے حوض سے چھوٹے حوضوں میں ایک سوراخ

سے پانی آتا ہے۔ اور چھوٹے حوضوں میں سے ہی پانی نکالا جاتا ہے۔ اور بڑا حوض اور چھوٹے حوضوں کے قعر برابر ہیں۔ گویا جس درجہ کا پانی بڑے حوض میں ہوگا اسی درجہ کا پانی چھوٹے حوض میں ہوگا۔ اگر بڑے حوض سے ختم ہو جائے تو چھوٹے حوضوں میں بھی ختم ہو جائے گا۔ نیز چھوٹے حوض بڑے حوض کی دیوار کے ساتھ متصل نہیں ہیں بلکہ ایک حوض تقریباً ڈیڑھ گز نمبری کے فاصلے پر اور دوسرا تقریباً ایک گز نمبری کے فاصلے پر ہے۔ اور یہ فاصلہ سطح زمین کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ بڑے حوض کی دیواریں ایسی ترچھی ہیں کہ قعر سے فاصلہ کم و بیش پونا گز زیادہ ہو جاتا ہے۔ حوضوں کی شکل یہ ہے۔



ایسے حوضوں کے متعلق دو باتیں قابلِ دریافت ہیں۔

۱: ایک یہ کہ کیا بڑے حوض اور چھوٹے حوض کا حکم پاکی اور پلیدی میں ایک ہوگا یا یہ تین پانی سمجھے جائیں گے اور حکم بھی مختلف ہوگا؟

۲: دوسری یہ کہ اگر چھوٹے حوضوں کا حکم بڑے حوض سے مختلف ہو اور ان میں کوئی پلیدی گر جائے اور سوراخ بند کر کے سارا پانی نہ نکالا جائے بلکہ ویسے ہی پانی نکالا جاتا رہے اور جتنا پانی پلید شدہ حوض میں ہے اس سے کئی گنا زیادہ پانی نکل گیا ہو تو ایسے طور پر یہ حوض پاک ہو جائے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد یونس رحیم یار خان

الجواب

صورتِ مسئولہ میں جب کہ دو چھوٹے حوض بڑے حوض سے متصل نہیں ہیں بلکہ ایک ایک گز یا زیادہ فاصلہ پر واقع ہیں اور ان میں پانی بڑے حوض سے بذریعہ سوراخ آتا ہے تو یہ تینوں حوض الگ الگ پانی ہیں۔ اور ان کا حکم بوجہ چھوٹے بڑے ہونے کے جدا ہوگا۔ یعنی بڑا حوض وقوعِ نجاست سے نجس نہیں ہوگا۔

لکون الماء فیہ کثیرا الا ان یغلب النجاسۃ علی الماء

بان تغير احد اوصاف الماء في الحوض الكبير بوقوع النجاسة ينجس ماء الحوض الكبير وينجس ماء الحوض الصغير ایضا ولا عکس ۔

اور چھوٹے حوض بوجہ ماءِ قلیل ہونے کے وقوعِ نجاست سے نجس ہو جائیں گے ۔ ان چھوٹے حوضوں کی نجاست بڑے حوض میں مؤثر نہ ہوگی ۔

۲ : چھوٹے حوضوں کی طہارت کا طریق جب کہ ان میں نجاست واقع ہو جاتی ، یہ ہے کہ سوراخ بند کر کے ان کا تمام پانی نکال لیا جائے ۔ یا بڑے حوض سے اتنا پانی چھوڑا جائے کہ پانی چھوٹے حوضوں کی دیواروں سے اوپر ہو کر باہر کو بہہ پڑے ۔ تو پاک ہو جائیں گے ۔

اور یہ جو آپ نے تحریر کیا ہے کہ نیچے کے سوراخ بند کئے بغیر لوگوں نے اتنا پانی نکالا کہ کئی امثال پانی خارج ہو گیا ، یہ صورت تطہیر کی کنوؤں میں منقول ہے اور حوضوں کی تطہیر میں یہ صورت دیکھی تو نہیں لیکن فقہاء رح کی عبارتیں کنوؤں اور حوضوں کی تطہیر میں توسیع پر دلالت کرتی ہیں ۔

ففی الفتاوی الشامیة ، ج ۱ ص ۱۷۵ - نقلا عن شرح المنیة المعلوم من قواعد ائمتنا التسهیل فی مواضع الضرورة والبلوی العامة کما فی مسئلة آبار الفلوات ونحوها الخ قوله ان المشقة تجلب التیسیر ومن انه اذا ضاق الامر اتسع ۔

پس ان حوضوں کو جب کہ وقوعِ نجاست پر زمانۂ مدید گزر چکا ہے اور کئی امثال پانی نکل چکا ہے پاک کہیں گے ۔ آئندہ احتیاط کی جائے ۔ اور طریق مذکور سے پاک کیا جائے ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۔ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ

کنواں پاک کرنے کے تین طریقے

ہمارے علاقہ میں بعض کنوئیں چشمہ دار ہوتے ہیں۔ جتنا پانی نکالیں اتنا پانی اور نکل آتا ہے۔ پورا پانی نکالنے کی صورت میں سخت مشکل پیش آتی ہے امید قوی ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مشکل کو حل فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

سائل مطیع الرسول۔ بلوچستان

الجواب ایسے کنوؤں کا بھی یہی حکم ہے کہ پلید ہونے کی صورت میں ان کا سارا پانی نکالا جائے پانی کی کل مقدار کا اندازہ لگانے کی فقہاء نے تین صورتیں تحریر فرمائی ہیں۔

۱ : جو لوگ کنوؤں کے معاملہ میں تجربہ و مہارت رکھتے ہوں ان میں سے دو عادل آدمیوں کو دکھا کر ان سے معلوم کرلیں کہ اس کنوئیں میں کتنا پانی ہے۔ جتنا وہ کہیں اتنا پانی نکال دیں۔

۲ : کنوئیں میں موجود پانی کی گہرائی اور کنوئیں کے طول وعرض کا حساب کر کے اس کے برابر اتنا ہی گڑھا کھود لیں اور پانی نکال کر اس میں ڈالتے جائیں جب گڑھا بھر جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا۔

۳ : کنوئیں میں موجود کل پانی کی پیمائش کریں پھر اس میں سے مثلاً سو ڈول نکال کر پھر پیمائش کریں اور دیکھیں کہ کتنا پانی کم ہوا ہے۔ اس حساب سے پورا پانی نکال دیں۔ مثلاً اگر وہ پانی دس فٹ ہو اور سو ڈول نکالنے سے پانچ فٹ کم ہو گیا تو سو ڈول اور نکال دیں کنواں پاک ہو جائے گا۔

وان كانت البئر معينا لا يمكن نزحها الا بعسر وحرج عظيم اخرجوا مقدار ما كان فيها من الماء وقت ابتداء النزح ثم ان المشائخ اختلفوا كيف يقدر ما كان فيها اذ ذالك قال بعضهم تحفر حفيرة مثل عمق الماء وطوله و عرضه و دتجصص فينزح الماء حتى تملأ الحفيرة و قال بعضهم يرسل فيها قصبة ويجعل لمبلغ الماء علامة ثم ينزح منها عشر دلاء مثلاً ثم تعاد القصبة فينظركم نقص فينزح لكل قدر منها

عشر دلاء وهذان القولان مرویان عن ابی یوسف ؒ وعن ابی حنیفۃ ؒ ینزح حتی یغلبھم الماء وقال بعضھم وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ ؒ ایضا یحکم ذوا عدل من اھل البصارۃ بالماء فینزح منھا بحکمھما فان قالا ان ما فیھا ذلک الوقت الف دلو مثلا نزح ذلک قال صاحب الھدایہ وھذا ای الاخذ بقول العدلین اشبہ بالفقہ قال فی الکافی انہ الاصح اذ الرجوع الی أھل البصیرۃ اصل فی کثیر من الصور کما فی المحکمین و الشاھدین وتقویم المتلف قال اللہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون - - - - - - - - - - - وروی عن محمد ؒ انہ قال ینزح منھا مائتا دلو الی ثلاثمائۃ دلو وانما اجاب بذلک بناء علی کثرۃ الماء فی ابار بغداد کذا فی المبسوط والمروی عن ابی حنیفۃ ؒ انہ اذا نزح منھا مائۃ دلو یکفی وھو بناء علی ابار الکوفۃ لقلۃ الماء فیھا کذا فی الکفایۃ فعلی ھذا لا ینبغی الفتوی بالمائتین و نحوھا مطلقا بل ینظر الی غالب ابار البلد وھو الایسر علی الناس والاول وھو اعتبار مقدار الماء فی کل بئر علی حدۃ احوط ۔ (کبیری : ص ۱۶۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مرغی کنوئیں میں گرنے کے بعد زندہ نکال لی گئی تو کنوئیں کا حکم

ایک کنوئیں میں مرغی گر گئی پھر زندہ نکل آئی یا نکال لی گئی ہو تو پانی کے کتنے ڈول نکالنے ضروری ہیں۔ بینوا توجروا ۔

سائل ممتاز الحسن نیو ملتان

الجواب اگر مرغی کھلی نہ پھرتی ہو بلکہ مرغی خانہ میں بند رہتی ہو، جسم پر کوئی ظاہری نجاست بھی نہ لگی ہو تو کنواں ناپاک نہیں ہوا۔ البتہ دل کو مطمئن کرنے کے لئے بیس ڈول نکال دینا مستحب ہے۔

لو وقعت الشاة وخرجت حية ينزح عشرون دلوا لتسكين القلب لا للتطهير حتى لو لم ينزح وتوضأ جاز وكذا الحمار والبغل لو خرج حيا ولم يصب فمه الماء وكذا ما يؤكل لحمه من الابل والبقر والغنم والطيور والدجاجة المحبوسة۔

(شامی ؛ ج۱ ؛ ص ۱۵۶)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۶/۱۰/۱۴۱۰ھ

مرغی کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک ہو جائے گا

اگر مرغی کی بیٹ کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا یا پاک ہی رہے گا اگر ناپاک ہو جائیگا تو پاکی کی کیا صورت ہے؟

سائل مولوی عبد الرحیم ؛ لیہ

الجواب مرغی کی بیٹ کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ پاک کرنے کے لئے سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

وان وقع خرء الحمام او العصفور فى البير لم يفسد ماءها لانه طاهر وهذا مذهبنا خلافا للشافعى رح كما تقدم وان وقع خرء الدجاج افسده لانه نجس وليس فيه ضرورة لامكان الاحتراز۔

(غنية المستملى ؛ ص ۱۶۰)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

کنوئیں میں پاک جھاڑو گر جائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا

ہم نے اپنے گھر میں ایک چھوٹا سا کنواں بنایا ہوا ہے جس کو کھوئی کہتے ہیں ۔ اکثر اوقات اس پر تختے پڑے رہتے ہیں ۔ کسی وقت ضرورت کے تحت تختہ ہٹایا گیا تو ایک بچے نے گھر میں استعمال ہونے والا جھاڑو اس میں پھینک دیا جھاڑو پاک تھا جو کہ کمروں وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں ۔ وہ جھاڑو بیت الخلاء وغیرہ میں استعمال نہیں کرتے ۔ تو کیا وہ کنواں ناپاک ہو گیا ؟ اگر ناپاک ہو گیا تو اس کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے ؟

مولوی محمد اسماعیل علی واہ میلسی

الجواب اگر وہ جھاڑو پاک تھا تو پاک چیز گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا ۔ حسب معمول اس کنوئیں کا پانی استعمال کرتے رہیں ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۷ / ۹ / ۱۴۰۶ھ

مینڈک کنوئیں میں گر کر مر جائے تو کنوئیں کا حکم

کنوؤں کے اندر عام طور پر جو مینڈک پانی میں پیدا ہوتے ہیں اور پلتے ہیں تو ان کے مرجانے سے شرعاً کنواں ناپاک ہو جاتا ہے یا پاک ہی رہتا ہے ۔ اگر ناپاک ہو جاتا ہے تو یہ تنگی ہے ۔ حالانکہ علماء سے سنا ہے کہ شریعت میں آسانی ہی آسانی ہے ۔ نیز یہ بھی واضح کریں کہ کسی مینڈک کے مر جانے سے کنواں ناپاک ہوتا ہے یا نہیں ؟

سائل عبدالمجید متعلم جامعہ ہذا آف وہاڑی

الجواب خشکی کا مینڈک اگر اتنا بڑا ہو کہ اس میں بہنے والا خون ہو تو اس کے کنوئیں میں گر کر مر جانے سے کنواں پلید ہو جائے گا ۔ پانی کے مینڈک کے پانی میں مرجانے سے پانی پلید نہیں ہوتا ۔

ویجوز رفع الحدث بما ذکر وان مات فیه غیر دموی کزنبور وما ئی مولد ۔ اھ (تنویر علی الشامی، ص ۱۳۵)۔

ولو کلب الماء وخنزیرہ کسمك وسرطان وضفدع الا بریا له دم سائل وھو مالا سترۃ له بین اصابعه فیفسد فی الاصح کحیة بریة ان لها دم والا لا ۔ (در مختار)۔ (قوله والا لا) ای وان لم یکن للضفدع البریة والحیة البریة دم سائل فلا یفسد۔ (شامیة ج۱ ص۱۳۶)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۷/۹/۱۴۰۴ھ

جراثیم کش ادویہ ڈالنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا

ہمارے ہاں سال میں ایک دو دفعہ سرکاری طور پر جراثیم مارنے کے لئے کوئی دوا کنوؤں میں ڈالی جاتی ہے اس دواء کی وجہ سے پانی کا رنگ بھی بدل جاتا ہے۔ تو کیا وہ پانی پاک ہے۔ اس سے وضوء اور غسل وغیرہ درست ہے یا نہیں ؟

الجواب حب تک اس دواء کا نجس ہونا معلوم نہ ہو کنوئیں کو پاک سمجھا جائے۔ " لان الاصل فی الاشیاء الطهارة اور تغیّر اوصاف" سے پانی اس وقت نجس ہوتا ہے جب کہ وہ تغیر کسی شئی نجس سے ہو۔ درمختار میں ہے۔

" او (ای اوینجس) لو تغیر بطول مکث فلو علم نتنه بنجاسة لم یجز ولو شك فالاصل الطهارة الخ وکذا یجوز بماء خالطه طاهر جامد مطلقا۔ اھ (درمختار)۔

(قوله مطلقا) ای سواء کان المخالط من جنس الارض کالتراب او یقصد بخلطه التنظیف کالاشنان والصابون او یکون شیئا اخر کالزعفران اھ ۔ (شامیة ج ۱ ص۱۳۷)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ، ۷ ، ۳ ، ۱۴۰۱ھ

جتنے ڈول پانی نکالنا ضروری ہو وقفہ سے بھی نکال سکتے ہیں

ہمارا ایک کنواں ہے جس سے ساٹھ ڈول نکالنے تھے تو چالیس نکالنے کے بعد تھوڑی دیر وقفہ کیا اس کے بعد بقیہ ڈول نکالے۔ تو کنواں پاک ہو گیا یا نہیں ؟

سائل صوفی طالب حسین ضیاء

جامع مسجد صحابہ کرامؓ ، پیپلز کالونی ملتان

الجواب :- کنواں پاک ہو گیا جتنا پانی نکالنا ضروری ہو اس کا ایک ہی دفعہ لگاتار نکالنا ضروری نہیں۔ وقفہ وقفہ سے نکالیں تو بھی کنواں پاک ہو جائے گا۔

لما ولو نزح بعضه ثم زاد في الغد نزح قدر الباقي في الصحيح خلاصة اھ (درمختار)۔

(قوله خلاصة) ومثله في الخانية وهو مبني على انه لا يشترط التوالي وهو المختار كما في البحر والقهستاني۔ اھ (شامية ج ۱ ص ۱۵۶)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ، ۲۳/۴/۱۴۰۷ھ

سانپ کنوئیں میں مر جائے تو کنواں پاک رہے گا یا نہیں

اگر سانپ کنوئیں میں گر کر مر جائے تو کنواں پاک رہتا ہے یا ناپاک ہو جاتا ہے اگر اس مسئلہ میں تفصیل ہو تو واضح فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

سائل: نصیر بخش محلہ رسول پورہ میلسی

الجواب اگر سانپ خشکی کا ہو اور اتنا بڑا ہو کہ اس میں خون ہو تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ اور پانی کا سانپ پانی کو پلید نہیں کرتا۔

"اما الحية البرية التي لا تعيش في الماء اذا ماتت في الماء فانها تفسده۔ اھ (کبیری ص ۱۶۴)۔ ویجوز رفع الحدث بما ذکر وان مات فیه غیر دموی کزنبور ومائی مولد اھ (تنویر)۔ ولو کلب الماء وخنزیره کسمك وسرطان وضفدع الا بریا له دم سائل وهو مالا سترۃ له بین اصابعه فیفسد فی الاصح کحیة بریة ان لها دم والا لا۔ اھ (درمختار)۔ (قوله والا لا) ای وان لم یکن للضفدع البریة والحیة البریة دم سائل فلا یفسد۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۱۳۶)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۷ / ۹ / ۱۴۰۴ھ

چھپکلی کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں؟

بعض دفعہ کنوئیں میں چھپکلی گر کر مر جاتی ہے تو شرعاً کنواں کیسے پاک ہوگا۔ نیز یہ بھی واضح کریں کہ پھولنے پھٹنے میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ بینوا بالدلیل توجروا عند الرب الجلیل۔

سائل: ممتاز احمد قاسمی

حال مقیم جامع مسجد مدنی محلہ عارف پورہ ملتان

الجواب چھپکلی اگر اتنی بڑی ہو کہ اس کے اندر خون ہو تو کنواں پلید ہو گیا۔ بیس سے تیس ڈول تک پانی نکال دیں اور اگر پھول پھٹ گئی ہو تو سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

وکذا الوزغة اذا کانت کبیرة ای بحیث یکون لها دم فانها

تفسد الماء لما تقدم في الضفدع البري والحية البرية اھ

(کبیری ، ص ۱۶۴)۔

واذا وقع في البئر سام ابرص ومات ینزح منها عشرون دلوا في ظاهر الروایة اھ (عالمگیری ، ج ۱ : ص ۲۰)۔

اور اگر چھپکلی چھوٹی ہو تو بھی پھٹنے کی صورت میں اس کنوئیں کا پانی پینا مکروہ ہے۔

" وذکر الاسبیجابي في شرحه مایعیش في الماء مما لا یؤکل لحمه اذا مات في الماء وتفتت فانه یکره شرب الماء وهو مروي عن محمد لاختلاط الاجزاء المحرم اکلها بالماء فربما ابتلعت بشربه مع انها حرام ومایحتمل فیه تناول الحرام یکره تناوله و یجب التحرز عنه لانه رعی حول الحمٰی اھ (کبیری ، ص ۱۶۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ، ۱۴ / ۳ / ۱۳۹۸ھ

کتا گرنے کے چار سال بعد کنوئیں کے پانی کا حکم

اگر کنوئیں میں کتا گر پڑے۔ کتا گرنے کے بعد چار سال تک کنواں بے آباد پڑا رہے۔ اس مدت کے بعد اس کا پانی کھیتی وغیرہ کو ایک سال تک لگاتے رہیں اور کنواں کے اندر داخل ہو کر کتے کی تلاش بھی کی گئی لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ اور کنوئیں کی کھدائی وغیرہ کر کے مٹی نہیں نکالی گئی اور پانی بھی اس قدر ہے کہ اس کا نکالنا اہل علاقہ کو بہت مشکل ہے۔ مندرجہ بالا صورت میں کنوئیں کے پانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب ففي القهستاني عن الجواهر لو وقع عصفور فيها فعجزوا عن اخراجه فما دام فيها فنجسة فتترك مدة يعلم انه استحال وصار حمأة وقيل مدة ستة اشهر۔

(شامی ج ۱ : ص ۱۹۶)

جزئیہ ہذا سے معلوم ہوا کہ یہ کنواں اب پاک ہو چکا ہے لہذا اس کے پانی کو استعمال کرنا درست ہے کوئی شبہ نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفرلہٗ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۳/۴/۱۳۸۱ھ

غیر مسلم کے پانی لینے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا

ہمارا ایک کنواں مشترک ہے مسلمانوں اور عیسائیوں میں۔ عیسائی بھی پانی نکالتے ہیں تو شرعاً یہ کنواں پاک سمجھا جائے گا یا ناپاک؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد اویس ٹبہ سلطان

الجواب: غیر مسلم کے پانی نکالنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا تاوقتیکہ یہ علم نہ ہو کہ ان کے نکالنے سے کسی قسم کی نجاست کنوئیں میں پڑتی ہے۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ : ۹/۱۲/۱۴۰۲ھ

چالیس مربع فٹ کا تالاب نجاست گرنے سے پلید نہیں ہوگا

ایک تالاب کی لمبائی چالیس مربع فٹ ہے اور گہرائی سولہ فٹ ہے تالاب میں پہلے پانی موجود تھا بعد میں بارش ہونے کی وجہ سے کھیتوں کا پانی تالاب میں پڑ گیا۔ دوسرے دن تالاب کا وارہ تھا وہ پانی بھی تالاب میں پڑ گیا لیکن تالاب کے پانی کی رنگت و بو و ذائقہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ تو کیا یہ پانی پاک ہے؟

الجواب: مذکورہ تالاب کا پانی پاک ہے اسے ضروریات کے لئے استعمال کرنا درست ہے۔ وکذا یجوز براکد کثیر کذالک ای وقع فیہ

نجس لم یبر اثرہ اھ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۱۴۶)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۰ر ۸ر ۱۳۹۸ھ

مینگنیاں کنوئیں میں گر جائیں تو ناپاک ہوگا یا نہیں

اگر کنوئیں میں اونٹ یا بکری کی مینگنیاں یا گائے بھینس کا گوبر، یا گھوڑے، خچر اور گدھے کی لید گر پڑے تو کیا حکم ہے۔ اور تھوڑی یا بہت خشک یا تر ٹوٹی ہوئی یا ثابت میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اور کنوئیں کے جنگل یا شہر میں ہونے کا کچھ فرق ہے یا نہیں؟ کتے یا بلی وغیرہ جانور یا حلال جانوروں میں اگر کوئی بغیر ذبح کئے مرجائے اور ان کی ہڈی یا سینگ وغیرہ پر گوشت نہ ہو اور تری بھی نہ ہو تو کنوئیں میں گر جانے سے پانی نجس ہوگا یا نہیں۔

اگر مستعمل پانی پاک پانی میں پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب تھوڑی مینگنیوں کے گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ ہاں اگر زیادہ مینگنیاں کنوئیں میں گر جائیں تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ جب کہ دیکھنے والا بھی ان مینگنیوں کو سمجھے کہ زیادہ ہیں۔ اور کوئی ڈول ایک دو مینگنیوں سے خالی نہ آئے۔ اور کنوئیں کا جنگل یا شہر میں ہونا اور مینگنی کا ٹوٹا ہوا ہونا یا سالم ہونا سب برابر ہیں[1]۔ باقی کتے یا بلی کے مرجانے سے کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا۔ اور صاف ہڈی جس پر دسومت (چکنائی) وغیرہ نہ ہو اس کے گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

اگر مستعمل پانی نصف یا زیادہ ہو تو اس سے وضو ٹھیک نہیں۔ اگر نصف سے کم ہو تو اس سے وضوء ہو سکتا ہے

فقط واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفر لہٗ

بندہ اصغر علی عفر لہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

(؎ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

لہ ولا نزح فی بول فارۃ فی الاصح فیض ولا بخرء حمام وعصفور وکذا سباع طیر فی الاصح لتعذر صونہا عنہ ولا بتقاطر بول کوئس ابر و غبار نجس للعفو عنہما و ببعرتی ابل و غنم اھ (درمختار)۔

قال فی الفیض فلا ینجس الا اذا کان کثیرا سواء کان رطبا او یابسا صحیحا او منکسرا ولا فرق بین ان یکون للبئر حاجز کالمدن او لا کالفلوات ھو الصحیح ۔ اھ (شامی ج۱ ص۲۰۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۱۰/۱۴۱۰ھ

پرندوں کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا

س حرام پرندوں کی بیٹ اگر کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔
سائل محمد سلیمان اختر کہروڑ پکا۔

الجواب پرندوں کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ حلال گوشت والے ہوں یا حرام گوشت والے۔ کیوں کہ ان سے کنوؤں کو بچانا بہت مشکل ہے۔

لہ وان وقع خرء الحمام او العصفور فی البیر لم یفسد ماءھا لانہ طاھر وھذا مذھبنا خلافا للشافعی رح کما تقدم وان وقع خرء الدجاج افسدہ لانہ نجس ولیس فیہ ضرورۃ لامکان الاحتراز وکذا خرء البط والاوز الاھلی بخلاف البری الطیار فان فیہ ضرورۃ لانہ یذرق من الھواء وکذا خرء الخفاش وبولہ لا یفسدہ للضرورۃ وکذا ذرق مالا یؤکل لحمہ من الطیور فانہ طاھر عندھما فی روایۃ خلافا لمحمد وھو یناقض

قوله فيما تقدم وقال محمدؒ كلاهما طاهر يعني بول ما يؤكل وخرء ما لا يؤكل من الطيور لكن الذي هنا هو الصحيح وقال بعضهم روى عن ابي حنيفةؒ وابي يوسفؒ ان ذرق سباع الطير نجس نجاسة مخففة لا يفسد الثوب الا اذا فحش و يفسد الماء وان قل كسائر النجاسات الخفيفة فان حكمها يخالف الغليظة في الثياب دون الماء ولا يفسد الماء الكثير مالم يغيره كسائر النجاسات ويفسد الا والى وان قل لا مكان صونها عنه ولا يفسد ماء البير لتعذر صونها عنه اھ (غنیۃ المستملی ص۱۵۹)

فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۳ / ۴ / ۱۴۱۰ھ

جس کنوئیں سے جانور پانی پیتے ہوں وہ معمولی گوبر لید سے پلید نہ ہوگا

ہمارے ہاں گاؤں سے متصل ایک کنواں ہے جس کے آس پاس کافی درخت ہیں۔ لوگ اپنے مویشی ان درختوں کے نیچے باندھتے ہیں اور اس کنوئیں سے پانی پلاتے ہیں۔ پانی پلانے کے دوران کبھی گوبر یا لید وغیرہ کنوئیں میں گر جاتی ہے تو وہ کنواں پاک ہے یا ناپاک ؟

حافظ عبد الشکور

اشرف شاہ تحصیل میلسی

الجواب جس کنوئیں سے جانوروں کو پانی پلانے کا معمول ہو اور وہاں گوبر ولید سے حفاظت ممکن نہ ہو تو گوبر اور لید کی قلیل مقدار گرنے سے وہ کنواں ناپاک نہ ہوگا اور جہاں حفاظت ممکن ہو جیسے اندرون آبادی کے کنوئیں تو وہاں قلیل مقدار بھی معاف نہیں۔ اور قلت وکثرت کا فرق مبتلیٰ بہ کی صوابدید پر ہے۔

واذا وقعت بعرة او بعرتان في البئر من بعر الابل او الغنم لم يتنجس البئر استحسانا والقياس ان يتنجس لوقوع

النجاسة فی الماء القليل وجه الاستحسان ان آبار الفلوات ليس لها رؤس حاجزة و تبعر المواشی حولها فتلقی الريح بعض ذلك فجعل القليل عفوا للضرورة ولا ضرورة فی الكثير كذا فی الهداية و فيه اشارة الی ان حكم آبار الامصار خلاف ذلك

وفی الرطبة والمنكسرة اليابسة اختلاف بين المشائخ بعضهم افتی فيهما بالتنجس لشيوع النجاسة فی الماء للرطوبة وللرخاوة فی المنكسر بخلاف الصحيح اليابس وبعضهم سوی ای بين الرطب و اليابس و المنكسر والصحيح واختاره فی الهداية وفی الكافی قال لا فرق بين الرطب واليابس والصحيح والمنكسر والروث والخثی والبعر لان الضرورة تشتمل الكل۔ انتهی۔ والارواث بمنزلة المنكسرة لتخلخلها ورخاوتها وكذا الاخثاء واكثر المشائخ علی انه لا تطلق التسوية فی كل موضع بل تعتبر فيه الضرورة العامة والبلوی ان كان فيه ضرورة يتعذر الاحتراز عنه ووقع الحرج فی الحكم بالنجاسة كآبار الفلوات الغير المحفوظة الكثيرة الطارق والاستعمال لا يحكم بالنجاسة للضرورة وان كان الاحتراز غير متعذر كآبار البيوت والاماكن المحفوظة القليلة الطارق والاستعمال فهی بمنزلة الاناء لا يعفی فيه القليل و هذا الذی ينبغی ان يعتمد عليه فان الجميع يستدلون بالضرورة فينظر الی ما هی فيه ۔ (كبيری ، ص۱۵۸)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۔ ۳/ ۱۲/ ۱۴۰۷ھ

ہر کنوئیں کو پاک کرنے کیلئے دوسو سے تین سو ڈول نکالنے کا حکم صحیح نہیں

اگر کنوئیں میں کتا گر جائے اور زندہ نکل آئے تو تین سو ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہوگا یا نہ اور تین سو ڈول نکالنا سارا پانی نکالنے کے مساوی ہوگا یا نہیں ؟

الجواب: جن جانوروں کے کنوئیں میں گر جانے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اور پاک کرنے کے وقت سارا پانی نکالنا پڑتا ہے۔ منجملہ ان میں سے ایک کتا بھی ہے جیسا کہ مجمع الانہر جلد اوّل صفحہ ۴۴ پہ مذکور ہے۔

وكله بنحو كلب او شاة أو آدمي او انتفاخ الحيوان الدموى او تفسخه ولو صغيرا لانتشار البلة فى أجزاء الماء اه

اور اگر کتا کنوئیں سے زندہ بھی نکال لیا جائے اور اس کتے کے منہ کو پانی پہنچ جائے تو بھی کنوئیں سے سارا پانی نکالنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ اسی کتاب کے صفحۂ مذکورہ پہ مرقوم ہے۔

وموت الكلب ليس بشرط حتى لو انغمس واخرج ينزح جميع الماء وكذا كل ما سؤره نجس او مشكوك الخ

پس ثابت ہوا کہ کنوئیں میں کتا گرنے سے اور زندہ نکال لینے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اور سارا پانی نکالنے کا حکم ہے بشرطیکہ کتے کا منہ سارا پانی میں ڈوب گیا ہو۔ اور تین سو ڈول نکالنے سے نہ تو کنواں پاک ہوتا ہے اور نہ ہی یہ سارا پانی نکالنے کے قائم مقام ہوتا ہے دوسو سے تین سو ڈول نکالنا یہ امام محمد رح کا قول ہے۔ اور یہ حکم بغداد کے کنوؤں کے لئے مختص ہے نہ کہ تمام ملک کے کنوؤں کے لئے یہ فتویٰ ہے۔

جیسا کہ کتب فقہ میں اور خاص کر مجمع الانہر، جلد ا ص ۳۵ پہ مسطور ہے۔

ويفتى بنزح مائتى دلو الى ثلثمائة وهو مروى عن محمدؒ كانه بنى قوله على ما شاهد فى بلدة بغداد فان آبارها لا تزيد على ثلثمائة دلو۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ امام محمد رح کا مقصود اصلی یہی تھا کہ کنوؤں سے سارا پانی نکالا جائے۔ لیکن عدد مخصوص ڈول نکالنے کے عنوان سے حکم فرماتے تھے۔ علماء متاخرین نے امام محمد رح کی اس

روایت کو ایسر علی الناس فرمایا ہے لیکن اس وقت جب کہ مبتلیٰ بہ گاؤں کے اکثر کنوؤں میں تین سو ڈول سے زائد پانی نہ ہو۔ پھر تمام کنوؤں میں ایک ہی حکم جاری کرنا اس میں لوگوں کے لیئے آسانی ہے۔ اگر اس گاؤں کے اکثر کنوؤں کا پانی ملاحظہ کر لیا گیا ہے کہ ان میں کتنا پانی ہے تو پھر علی الاطلاق عددِ مخصوص پر فتویٰ دینا اس مقام میں درست ہے۔ جیسا کہ کتبِ فقہ میں اور خاص کر "کبیری مع الصغیری ۱۶۲" پر ہے۔

وروی عن محمد انه قال ينزح منها مائتا دلو الی ثلثمائة دلو وانما اجاب بذلك بناء علی كثرة الماء في آبار بغداد كذا في المبسوط والمروی عن ابی حنيفة رح انه اذا نزح منها مائة دلو يكفي وهو بناء علی آبار الكوفة لقلة الماء فيها كذا في الكفاية وعلی هذا لا ينبغي الفتوی بالمائتين ونحوها مطلقا بل ينظر الی غالب آبار البلد وهو الايسر علی الناس والاول وهو اعتبار مقدار الماء في كل بئر علی حدة احوط - اھ

اس روایت سے ثابت ہوا کہ مطلقاً ہر مقام کے کنوؤں میں جہاں سارا پانی نکالنے کا حکم ہے عددِ مخصوص ڈول نکالنے کا فتویٰ دینا درست نہیں۔ جو صاحب ہر ایک جگہ اور ہر ایک کنوئیں میں جہاں سارا پانی نکالنے کا حکم ہو۔ وہاں پر دو سو ڈول سے تین سو ڈول پانی نکالنے کا حکم علی الاطلاق دیتے ہیں اور عددِ مخصوص ڈول نکالنے کو سارا پانی نکالنے کے قائم مقام سمجھتے ہیں ان پر یہ لازم اور ضروری ہے کہ امام محمد رح کی جانب سے یہ روایت پیش کریں کہ جہاں امام محمد رح نے بغداد کے علاوہ کسی اور جگہ کے کنوئیں سے عددِ مخصوص ڈول کے نکالنے کا حکم فرمایا ہو۔ اور دوسری بات ان صاحبوں پر یہ ضروری ہے کہ امام محمد صاحب رح سے ایسی روایت پیش کریں جس میں انھوں نے یہ حکم مطلقاً فرمایا ہو کہ جو کنواں ناپاک ہوا اور سارا پانی نکالنا پڑے تو وہاں عددِ مخصوص ڈول نکال لینے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ اگر امام صاحب رح کی جانب سے اس طرح کی روایت پیش نہ کر سکیں تو پھر مطلقاً ہر ایک کنوئیں میں فتوائے مذکور دینا ہرگز جائز نہ ہوگا - هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين - فقط واللہ اعلم -

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فصل فی التیمم

سخت سردی کی وجہ سے تیمم کا حکم

ایک مرد اپنی زوجہ سے ہمبستری کرتا ہے یا اس کو احتلام ہوجاتا ہے سردی بھی سخت ہے وہ مسافر بھی ہے، پانی گرم میسر نہیں ہے۔ وہ آدمی ساٹھ سال سے کچھ زائد عمر کا ہے۔ کیا وہ بغیر غسل تیمم کرکے نماز تہجد اور نماز فجر کی امامت کراسکتا ہے یا نہیں؟ کیوں کہ دوسرا آدمی نماز پڑھانے والا نہیں ہے۔ اس کا تجربہ ہے کہ اگر غسل کرے تو اس کو دردِ شقیقہ اور اعضاء میں درد ہو جاتا ہے۔ لہذا وہ نماز وغیرہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور وضوء کرنے والوں کی اقتداء اس کے پیچھے جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب جوازِ تیمم کے لئے پانی کے استعمال سے عاجز ہونا شرط ہے۔ خواہ وہ اس وجہ سے ہو کہ پانی مفقود ہے یا پانی کے استعمال سے مرض کی زیادتی اور امتداد کا خوف ہو یا سردی کی وجہ سے ہلاکت اور بیماری کا اندیشہ ہو۔ نیز گرم پانی میسر نہ ہو۔ پس اگر ان امور میں سے کوئی امر ہو تو تیمم جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ وضوء کرنے والے کی اقتداء تیمم کرنے والے کے پیچھے درست ہے۔

وصح اقتداء متوضئ بمتيمم اھ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۵۵۰)۔

شہروں میں چونکہ گرم پانی اور لحاف وغیرہ مل سکتے ہیں لہذا تیمم نہ کرے کیونکہ اس کا جواز انتہائی ضرورت کے وقت ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس
ملتان

۲۸ / ۶ / ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

دوسرے سے تیمم کرانے کا حکم

میں لاہور سے واپس آرہا تھا کہ اتفاقاً حادثہ پیش آگیا۔ دایاں بازو ٹوٹ گیا بایاں بازو صحیح ہے۔ اب میں تیمم کرتے ہوئے بائیں ہاتھ سے چہرے اور دائیں ہاتھ کا مسح کرلیتا ہوں مگر بائیں ہاتھ کا مسح نہیں کرسکتا۔ تو کیا بائیں ہاتھ کا مسح کسی دوسرے شخص سے کراسکتا ہوں؟

قاری نورالحق قریشی ملتان

الجواب بائیں بازو پرکسی دوسرے سے مسح کراسکتے ہیں۔

واذا لم يقدر المريض على الوضوء والتيمم وليس عنده من يوضئه و ييممه فانه لا يصلي عندهما قال الشيخ الامام محمد بن الفضل رايت في الجامع الصغير للكرخي ان مقطوع اليدين و الرجلين اذا كان بوجهه جراحة يصلي بغير طهارة ولا يتيمم ولا يعيد وهذا هو الاصح ۔ (عالمگیری: ج ۱، ص ۳۱)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

نمک پر تیمم کرنے کا حکم

اگر نمک کا بڑا ڈھیلا رکھا ہوا ہو تو اس پر تیمم کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب سمندری نمک کے ڈھیلے پر نہیں کرسکتے، پہاڑی نمک پر تیمم کرسکتے ہیں۔

ولو تيمم بالملح نظر ان كان مائيا اي كان ماء فجمد لا يجوز لانه ليس من أجزاء الارض وان كان جبليا أي معدنيا وهو ما استحال ملحا من اجزاء الارض يجوز به التيمم لانه من جنس الارض الخ وقال قاضيخان واختلفوا في الجبلي و الصحيح هو الجواز۔ اھ (كبيرى، ص ٦٧) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	۲۲/۶/۱۴۰۹ھ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

فالج کے مریض کو پانی نقصان دے تو تیمّم کر سکتا ہے

ہمارے والد صاحب کو فالج ہو گیا ہے۔ سردی کا موسم ہے۔ حکیم حنیف اللہ صاحب نے کہا ہے کہ جسم کو پانی بالکل نہ لگنے دیں۔ تو وہ تیمم کر کے نماز ادا کریں یا ایسے ہی پڑھتے رہیں؟

الجواب: اگر حکیم صاحب نے کہا ہے کہ وضوء کرنا مضر ہے تو تیمم کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

ولو کان یجد الماء الا انه مریض یخاف ان استعمل الماء اشتد مرضه او ابطأ برؤه یتیمم الخ (الی قوله) ویعرف ذلک الخوف اما بغلبة الظن عن امارة او تجربة او اخبار طبیب حاذق مسلم غیر ظاهر الفسق کذا فی شرح منیة المصلی اھ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

قیدی کو پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر اسکا اعادہ کرے

بکر جیل میں قید ہے۔ جیل کا دستور ہے کہ پانچ بجے کے بعد قیدیوں کو کوٹھڑیوں میں بند کر دیتے ہیں اور وہ مغرب، عشاء اور فجر اندر ہی پڑھتے ہیں کبھی کبھی رات کو پانی نہیں ہوتا۔ تو کیا بکر تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے؟ اور پھر اس نماز کا اعادہ بھی کرے یا نہ کرے؟

محمد شفیع کالی موری حیدرآباد

الجواب: ایسی صورت میں وضوء کے لئے پانی بھر کے رکھ لیا کریں۔ اگر کبھی ایسا نہ ہو سکے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لیں مگر بعد میں اس نماز کا اعادہ کریں۔

والمحبوس فی السجن یصلی بالتیمم و یعید بالوضوء لان العجز انما تحقق بصنع العباد و صنع العباد لا یؤثر فی اسقاط حق اللہ تعالی۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۵)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

تیمّم کے چند اہم مسائل

۱ :۔ تیمم کے لئے پاک پتھر پر ہاتھ مار کر چہرے پر پھیرا۔ ہاتھ چہرے سے الگ کر لیا۔ کچھ جگہ مسح ہونے سے رہ گئی۔ دوبارہ اسی الگ شدہ ہاتھ سے ان جگہوں پر مسح کرے یا دوبارہ انگلیوں وغیرہ کو پتھر پر مار کر پھر ان جگہوں پر مسح کرے اس خیال سے کہ ہاتھ چہرے پر پھر گیا اور الگ کر دیا تو یہ ہاتھ مستعمل ہوگیا۔ کیا یہ صحیح ہے ؟

۲ : دوسری ضرب جو مارے گا اس میں بوقت خلال انگلیوں کے جو حصے دوسری انگلیوں کے اندر کے حصہ کا مسح کرتے ہیں۔ یعنی مسح کرنے والی انگلیوں کی کروٹیں وہ خود ہی پتھر پر مَس نہ ہونے کی وجہ سے غیر ماسح ہیں۔ پھر بوقت خلال یہ انگلیوں کے پتھر سے نہ لگے ہوئے حصے ایک دوسرے کا مسح کیسے کر سکتے ہیں۔ پھر تیمم کیسے درست ہوگا ؟ جب کہ مسئلہ ہے کہ بال برابر جگہ اگر رہ جائے تو تیمم نہ ہوگا۔ ؟

۳ : ہاتھوں کا مسح کرتے وقت ناخنوں کے بالکل قریب والے پورے ناخنوں کے کونوں والے حصے ہتھیلی کے بالکل بیچ والے حصے وغیرہ پر نہ تو بوقت مسح ہاتھ اور نہ یہ پتھر سے مَس ہوتے ہیں ان کا مسح کیسے کریں ؟

۴ : "مفتاح الجنۃ" میں لکھا ہے کہ اگر انگلیوں کے درمیان غبار نہ پہنچا تو تیسری بار ہاتھ مار کر پھر انگلیوں کا خلال کرے۔ کیا یہ تیسری ضرب صحیح ہے ؟

۵ : جس طرح وضو میں اگر داڑھی کی جلد نظر آتی یا بالوں میں سے جلد جھلکتی ہو تو نیچے پانی پہنچانا فرض ہے کیا اسی طرح تیمم میں بھی انگلیاں ڈال کر نیچے جلد کو رگڑنا فرض ہوگا ؟

حافظ محمد ابراہیم ، مدرسہ عربی رائیونڈ

الجواب

۱ :۔ قال فی الفتح ھذا یفید تصور استعماله و ھو مقصور علی صورۃ واحدۃ و ھو ان یمسح الذراعین بالضربۃ التی مسح بھا

وجهه لاغیر۔ (طحطاوی، ص ۶۵)۔

فتح القدیر کے حوالۂ بالا سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورتِ مسئولہ میں ہاتھ مستعمل نہیں ہوں گے بدون ضربِ جدید کے رہی ہوئی جگہ کا مسح کرے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ بدون ہاتھ اٹھائے اچھی طرح سے مسح کرے کہ کوئی جگہ بدوں اس کے نہ رہ جائے۔

۲ : وفی الدر المختار مع الشامی بمطهر من جنس الارض وان لم یکن علیه نقع ای غبار فلولم یدخل اصابعه لم یحتج الی ضربة ثالثة للتخلل ای بل یخلل من غیر ضربة۔ (ج۱، ص۱۶۷)۔

عبارتِ ہذا سے ظاہر ہے کہ تخلیلِ اصابع کے جواز کے لئے ان میں غبار کا داخل ہونا یا مٹی سے مس کئے ہوئے ہونا ضروری نہیں۔ پس ایسی صورت میں اگر پورے ہاتھ کا مسح اچھی طرح سے کرلیا گیا ہے اور انگلیوں کا خلال بھی کرلیا گیا ہو تو تیمم درست ہو جائے گا۔ گو ان میں غبار داخل نہ ہوا ہو۔ ایک بال برابر جگہ کا بغیر مسح کئے رہ جانا مضر ہے۔ غبار پہنچے بغیر رہ جانا قادح نہیں۔ پس شبہ نہ کیا جائے۔

۳ : ان جگہوں پر ذرا خیال سے ہاتھ پھیرلے زیادہ تکلف میں نہ پڑے۔

۴ : مفتاح الجنۃ میں ضربۂ ثالثہ کا حکم امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت کی بنا پر ہے۔ کما فی الدر المختار، ج۱، ص ۱۶۷۔ ظاہر مذہب وہی ہے جو جواب نمبر ۲ میں مذکور ہے۔

۵ : وفی الحلیة یمسح من وجهه ظاهر البشرة وظاهر الشعر علی الصحیح (عالمگیری، ج۱، ص۱۴)۔

عبارتِ ہذا کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی کے بالوں پر مسح کرلے اتنا کافی ہے۔ لحیۂ خفیفہ کا الگ حکم نظر سے نہیں گزرا۔ البتہ علامہ طحطاوی رہ نے شرح مراقی میں اس صورت کا الگ تذکرہ فرمایا ہے لیکن حکم نہیں بتایا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس
ملتان ۲۲/ ۱۲/ ۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

ایک ہی جگہ سے بار بار تیمم کرنا درست ہے

والد صاحب بہت زیادہ عمر رسیدہ ہیں وضو کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ایک بڑا سا مٹی کا ڈھیلا ان کے پاس رکھا ہوا ہے جس پر وہ بار بار بوقتِ نماز تیمم کرتے رہتے ہیں۔ کیا بار بار اس ایک ہی ڈھیلے پر تیمم کرنا جائز ہے یا اسے بدلنا چاہیئے؟ بینوا توجروا۔

العبد سیف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب ایک ہی ڈھیلے پر بار بار تیمم کرنا درست ہے۔ واذا تیمم مرارا من موضع واحد جاز کذا فی التاتارخانیة اھ (عالمگیری ج۱ ص۲۶)۔

فقط واللہ تعالیٰ أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۲۶/۷/۱۳۹۸ھ

پکی اینٹ پر تیمم کا حکم

کیا پکی اینٹ جو بھٹہ میں پکی ہوئی ہو اس پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ محمد رفیق ٹھیکیدار لاہور

الجواب جائز ہے۔ واما التیمم بالآجر فعند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ یجوز مطلقا دق اولا لانه من أجزاء الارض وان شوی وتصلب بمنزلة النورة - (کبیری، ص۷۵)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد أنور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ تعالیٰ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۵/۵/۱۴۰۸ھ

انگوٹھی پہنی ہوئی ہو تو تیمم میں اس کو ہلانے کا حکم

تیمم میں تمام جگہوں پر ہاتھ کا پھیرنا ضروری ہے تو اگر انگوٹھی پہنی ہوئی ہو تو اس کے اوپر ہاتھ پھیر لینا کافی ہے یا اس کے نیچے والی جگہ پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے؟

الجواب انگوٹھی کو ہلا کر اس کے نیچے والی جگہ پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔

والظاهر ان ما تحت الخاتم الواسع ان اصابه الغبار لا يلزم تحريكه والا لزم كالتخليل المذكور۔ اھ (شامية ۱ج۱ ص۱۷۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳/۷/۱۴۰۸ھ

تیمم میں نیت کس طرح کی جائے

جب تبلیغی جماعت کیساتھ جاتے ہیں تو مسائل کے مذاکرہ میں بتاتے ہیں کہ تیمم میں نیت کرنا فرض ہے تو اس سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ مطلب ہے کہ نیت کرے کہ میں تیمم کر رہا ہوں یا کچھ اور؟

الجواب تیمم میں نیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیت کرے کہ میں یہ تیمم نماز پڑھنے کے لئے کر رہا ہوں۔ یا طہارت حاصل کرنے کے لئے کر رہا ہوں۔ یا حدث کو زائل کرنے کے لئے کر رہا ہوں۔ صرف تیمم برائے تیمم نیت کافی نہیں۔

وفی البحر وشرطها ان ينوى عبادة مقصودة الخ او الطهارة او استباحة الصلوة او رفع الحدث او الجنابة فلا تكفى نية التيمم على المذهب۔ اھ (شامی ۱ج۱: ص ۱۸۱) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۷/۷/۱۴۰۹ھ

راکھ پر تیمم کرنے کا حکم

گوبر کی راکھ پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ جب کہ سنا ہے کہ راکھ پاک ہوتی ہے۔ محمد طیب طاہر، نقشبند کالونی ملتان

الجواب راکھ پاک ہے۔

السرقین اذا احرق حتی صار رمادا فعند محمد یحکم بطہارتہ وعلیہا الفتوی اھ (عالمگیری ، ج۱ ، ص۴۳)۔

مگر اس پر تیمم اس لئے جائز نہیں کیونکہ یہ جنس ارض سے نہیں۔

کل ما یحترق فیصیر رمادا کالحطب والحشیش ونحوہما او ما ینطبع ویلین کالحدید والصفر والنحاس والزجاج وعین الذہب والفضۃ ونحوہما فلیس من جنس الارض ...... الی قولہ ولا یجوز بالرماد والعنبر اھ (عالمگیری ج۱-ص۲۶)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

پانی ایک میل دور ہو تو تیمم جائز ہے

پانی ایک میل دور ہو تو تیمم جائز ہے اس سے میل شرعی مراد ہے یا میل انگریزی ۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ ان دونوں کی مسافت میں کیا فرق ہے ؟ سائل : محمد طیب : طیب جنرل سٹور کالا منڈی ملتان شہر

الجواب اس میل سے مراد میل شرعی ہے جو چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے ۔ انگریزی میل ایکہزار ۱۷۶۰ سات سو ساٹھ گز کا ہوتا ہے اور گز چھتیس انچ کا ہوتا ہے۔ مروجہ میل شرعی انگریزی میل سے دو سو چالیس ۲۴۰ گز انگریزی بڑا ہوتا ہے اس لحاظ سے میل شرعی دو ہزار انگریزی گز ہوا۔ پانی اتنی مسافت پر دور ہو تو تیمم کر سکتے ہیں ۔ من عجز عن استعمال الماء الخ لبعدہ ولو مقیما فی المصر میلا اربعۃ آلاف ذراع وھو اربع وعشرون اصبعا وھی ست شعیرات ظہر لبطن وھی ست شعیرات بغل اھ (درمختار علی الشامیۃ ، ج۱ ، ص ۱۷۱ - مطبوعہ کوئٹہ)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

المسح علی الخفین والجوربین والجبائر

موزوں پر پہنی ہوئی جرابوں پر مسح کا حکم

ایک شخص چمڑے کے موزوں پر جرابیں پہن لے اور وضو کے وقت جراب (جو کہ موزہ پر پہنی ہوئی ہے) نہ اتارے صرف جراب پر ہی مسح کرے تو وضو ہو جائے گا یا نہیں؟

مسافر جنرل سٹور کچہری بازار سرگودھا

الجواب اگر جرابیں نہایت باریک ہیں کہ ان پر مسح کرنے سے پانی کی تری موزوں تک پہنچ جاتی ہے تو پھر جرابوں پر مسح کافی ہوگا ورنہ جرابوں کا اتارنا ضروری ہوگا۔ یعنی دوسری صورت میں اگر جرابوں کو اتارے بغیر مسح کرے گا تو وضو نہیں ہوگا۔

کما فی العالمگیری، ج ۱ ص ۱۷۔ واذا لبس الجرموقین فان لبسهما وحدهما الی قوله وان لبسهما فوق الخفین فان کانا من کرباس او ما یشبهه لا یجوز المسح علیهما الا ان یکونا رقیقین یصل البلل الی ماتحتهما۔ فقط

واللہ اعلم	الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ	بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ
مورخہ ۹ / ۸ / ۱۳۸۴ھ	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

پلستر پر مسح کرنے کا حکم

ایک شخص کے پاؤں پر زخم تھا اس نے زخم پر پلستر لگایا۔ اس کے بعد اس نے نماز ادا کرنے کے لئے وضو کیا اور پاؤں کو اچھی طرح دھو لیا مگر پلستر نہیں اتارا کیا اس کا وضو ہو گیا؟ ایسے ہی پنڈلی کے زخم پر پلستر لگا ہوا تھا۔ پھر اسے غسل فرض کی حاجت ہوئی تو اس نے غسل کیا مگر پلستر نہیں اتارا، کیا اس کا غسل صحیح

ہو گیا ؟

الجواب اگر پلستر اتار کر اردگرد کی جگہ کو دھویا جا سکتا ہو اور زخم پر مسح یعنی گیلا ہاتھ پھیرا جا سکتا ہو تو پھر پلستر پر مسح جائز نہیں بلکہ پلستر اتارنا چاہئے اور زخم کی جگہ پر مسح کیا جائے اور اردگرد کی جگہ کو دھویا جائے۔

اور اگر پلستر اتار کر زخم پر مسح نہ کیا جا سکتا ہو لیکن اردگرد کی جگہ کو دھویا جا سکتا ہو تو پلستر اتار کر اردگرد کی جگہ کو دھو لیا جائے اور زخم والی جگہ پر پلستر کے اوپر مسح کر لیا جائے۔ اور اگر دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں یعنی پلستر کا اتارنا تکلیف دیتا ہو تو پورے پلستر پر مسح کر لیا جائے وضوء اور غسل صحیح ہو جائے گا۔ شامی، ج ۱، ص ۲۵۸۔ میں ہے۔

ویمسح نحو مفتصد وجریح علی کل عصابة (درمختار) ای علی کل فرد من افرادها سواء کانت عصابة تحتها جراحة وهی بقدرها او زائدة علیها کعصابة المفتصد اولم یکن تحتها جراحة اصلا بل کسر او کی وهذا معنی قول الکنز کان تحتها جراحة اولا لکن اذا کانت زائدة علی قدر الجراحة فان ضره الحل والغسل مسح الکل تبعا والا فلا بل یغسل ما حول الجراحة و یمسح علیها لا علی الخرقة مالم یضره مسحها فیمسح علی الخرقة التی علیها ویغسل حوالیها وما تحت الخرقة الزائدة لان الثابت بالضرورة یتقدر بقدرها کما اوضحه فی البحر اھ

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ | احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۴/۶/۱۳۹۷ھ

مجلد جرابوں پر مسح جائز ہے

س منعلین کہ جن پر مسح جائز ہے ان کی تعریف کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان فرمایا جاوے کہ اس میں جرابیں کس قسم کی اور کہاں تک اور کیسی ہونی چاہئیں نیز منعلین میں پاؤں کی انگلیاں اور اس سے تھوڑا آگے تک چمڑے

کا ہونا ضروری ہے جیسے  یا پاؤں کی ساری پشت پر چمڑا کا ہونا ضروری ہے۔ نیز مجلدین کی تعریف تسلی بخش اور اس میں بھی چمڑا کی حد بیان فرمانے کو فراموش نہ کیا جاوے اور اگر صرف جرابیں پہنی ہوئی ہوں تو کیا ان پر بھی مسح جائز ہے یا نہیں۔ شق اوّل کی بنا پر ان کی تعریف اور ثخینین کی تعریف کما حقہ بیان فرمادیں؟

الجواب مجلدین، منعلین، ثخینین پر مسح جائز ہے۔

مجلدین۔ وہ جرابیں ہوتی ہیں جن میں پاؤں کے نیچے اور اوپر سب چمڑا ہوتا ہے۔ اور منعلین وہ ہوتی ہیں جن میں صرف نیچے کی جانب چمڑا ہو۔ اور ثخینین بھی ہوں۔ اور ثخینین وہ جرابیں ہوتی ہیں جن پر چمڑہ تو بالکل نہ ہو لیکن وہ اتنی موٹی ہوں کہ ان کے اندر سے پاؤں نظر نہ آئے۔ اور پنڈلی پر بغیر باندھے کھڑی رہیں۔

كما في العالمكيرية ج ۱ ص ۱۲۔ ويمسح على الجورب المجلد وهو الذي وضع الجلد على اعلاه واسفله هكذا في الكافي والمنعل وهو الذي وضع الجلد على اسفله كالنعل للقدم هكذا في السراج الوهاج۔ والثخينين الذي ليس مجلدًا ولا منعلا بشرط ان يستمسك على الساق بلا ربط ولا يرى ماتحته وعليه الفتوى كذا في النهر الفائق۔ فقط

واللہ اعلم
بندہ اصغر علی غفرلہ معین مفتی

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۷/۵/۱۳۷۴ھ

جوربین منعلین پر مسح کا حکم

جراب منعل پر تو بالاتفاق مسح جائز ہے۔ اگر موٹے جراب کے نیچے پاؤں کے تلوے پر چمڑا لگا ہو تو اس کا کیا حکم ہے آیا اس پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب جراب منعل اس جراب کو کہتے ہیں جس کے صرف نیچے چمڑا لگا ہوا ہو۔ کبیری میں ہے او منعلين اى جعل الجلد على مايلي الارض منهما خاصة كالنعل للرجل (ص۱۱۱)۔ اگر جرابیں ثخینین منعلین ہوں۔ یعنی تین میل بغیر

جوتے کے چلنے سے پھٹنے والی نہ ہوں اور بغیر باندھنے کے کھڑی رہتی ہوں ، دوسری طرف نظر نہ جاتی ہو تو مسح جائز ہے ورنہ رقیق منعل ہونے کی صورت میں مسح جائز نہیں ۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی

بار بار پٹی اتارنا زخم کو مضر ہو تو نہ اتاری جائے

اگر زخم پر مسح یا دھونا مضر نہ ہو تو پٹی کو اکھاڑ کر مسح یا زخم کو دھونا واجب ہوگا ، سوال یہ ہے کہ نہ مسح اور نہ دھونا مضر ہے لیکن بار بار اکھاڑنے سے زخم دیر سے اچھا ہوگا ۔ اس صورت میں شرعاً پٹی نہ اکھیڑنے اور دوا نہ ہٹانے کی اجازت ہے یا نہیں ؟

نیز پٹی اکھیڑنے سے تکلیف بھی نہیں ہوتی اگر معمولی تکلیف یا قابل برداشت تکلیف ہو یا پٹے اکھاڑنے سے یا دوا ہٹانے سے زخم کے چھڑنے یا بہنے کا صرف ڈر ہو یا واقعی بہنے لگتا ہو یا تازہ ہو جاتا ہو یا تکلیف ہوتی ہو ، تو ان صورتوں میں پٹی اکھاڑنے کا کیا حکم ہے جب کہ دھونا یا مسح کرنا زخم کو قطعاً مضر نہ ہو ، لیکن درد معمولی سا قابل برداشت ضرور ہوتا ہو نوری زخم کے چھڑنے کا ڈر ہو یا نہ ہو ؟

عبدالرحمٰن مدرسہ رائے ونڈ

الجواب جوازِ تیمم کے لئے فقہاء نے تاخیرِ شفاء کو بھی عذرِ معتبر اور ضررِ واقعی قرار دیا ہے (کما فی الھندیہ ، ج ۱ ، ص ۱۵) ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مسح جبیرہ کے جواز کے لئے بھی یہ عذر معتبر قرار پائے گا پس اس ضرر کی بناء پر بھی بدون پٹی اکھاڑے اگر مسح کر لیا گیا تو جائز ہو جائے گا ۔

۲ ، ان سب صورتوں کا اجمالی جواب یہ ہے کہ جن صورتوں میں پٹی اکھاڑنے سے زخم کے بڑھ جانے یا دیر سے اچھا ہونے کا غالب گمان ہو ان صورتوں میں مسح جائز ہوگا ، شدید تکلیف بھی اس میں داخل ہے محض معمولی تکلیف کی صورت میں مسح جائز نہ ہوگا ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ

چمڑے کے موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ کیا ہے اور مقیم کتنی مدت تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر اس کے اندر کیا طریقہ اختیار کریگا اور اس کے لئے کتنی مدت ہے؟

الجواب موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں تر کر کے آگے کی طرف رکھے انگلیاں پورے موزہ پر رکھ دے اور ہتھیلی موزے سے الگ کر کے رکھے پھر ان کو کھینچ کر پنڈلی کی طرف لے جاوے اور اگر انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھ دی، اور ہتھیلی سمیت انگلیوں کو کھینچ کر لے جائے تو بھی درست ہے۔ مقیم کے لئے اس کی مدت ایک دن، ایک رات ہے۔ اور مسافر کے لئے تین دن، تین رات ہے۔ ہندیہ میں ہے۔

وكيفية المسح ان يضع اصابع يده اليمنى على مقدّم خفه الايمن ويضع اصابع يده اليسرى على مقدم خفه الايسر و يمدها الى الساق فوق الكعبين ويفرج بين اصابعه هكذا في فتاوى قاضيخان وهوان يكون في المدة وهي للمقيم يوم و ليلة و للمسافر ثلاثة ايام ولياليها هكذا في المحيط.

(ج ۱-ص ۱۷)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

زخم کے ارد گرد جمی ہوئی دوا کو ہٹانے کا حکم

زخم کے ارد گرد بالکل قریب گندہ بروزہ پگھل کر تندرست جسم پر چمٹ جاتا ہے۔ اب اگر بوقت ہر وضوء اس کو ہٹاتا ہے تو بلا مبالغہ وہ ہٹتا نہیں۔ یعنی چاقو وغیرہ سے ہٹانے کے بغیر دور نہیں ہوتا۔ اس طرح جلد پر کچھ خراشس آجاتی ہے ورنہ دور نہیں ہوتا۔ یا پھر بوجہ قرب زخم کے زخم پر اثر پڑتا ہے، یا پانی کے اندر جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ اس طرح تندرست جسم سے خون یا پیپ کا چھیلنا واجب ہے یا نہ؟

۲ ، زخم کے اوپر درہم سے زیادہ پٹی تھی ۔ زخم کا خون یا پیپ پٹی کے اوپر والے حصے میں ظاہر ہوا ، اب اس پٹی کو دور کرنا واجب ہوگا یا نہ ؟

حافظ نورالدین میواتی رائیونڈ

الجواب ۱ زخم کے قریبی حصے پر جو دوائی مانع نفوذ ماء جم گئی ہے اگر اس کے دور کرنے میں زخم کو نقصان نہ پہنچتا ہو تو اسے دور کرنا ضروری ہوگا ۔ ورنہ نہیں ۔ لیکن تکلف سے بچا جائے

۲ ، اگر زخم کے دیر سے اچھا ہونے کا اندیشہ اور غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں پٹے سے اتارنا واجب نہ ہوگا ۔ اور اگر زخم بالکل درست ہو گیا ہے تو پٹی اتار دینی چاہیئے ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۲۸ / ۶ / ۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

عورتیں بھی موزوں پر مسح کر سکتی ہیں

ہماری والدہ ماجدہ کافی معمر ہیں سردیوں میں انہیں وضو کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے ۔ ہم نے ان سے کہا کہ آپ موزے پہن لیا کریں ۔ تو کیا عورتیں بھی موزوں پر مسح کر سکتی ہیں؟

سائل ۔ دلدار علی شاہ جمال ٹاؤن لاہور

الجواب عورتیں بھی مردوں کی طرح موزوں پر مسح کر سکتی ہیں ۔

المرأۃ فی المسح علی الخفین بمنزلۃ الرجل لاستوائهما فی المعنی المجوّز للمسح کذا فی المحیط اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۹) ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

معروف جرابوں پر مسح کا حکم

بازار میں جو عام جرابیں ملتی ہیں جن کو بعض لوگ موزوں سے بھی موسوم کرتے ہیں کیا ان پر مسح کرنا جائز ہے اور جب کہ اس دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے دور کے موزے مقصود ہیں۔ تو کیا اب حکم کا اطلاق ان پر نہ ہوگا؟

المستفتی، محمد افضل شیخ

الجواب حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کے چمڑے کے موزوں کا مقصود ہونا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ مدعی کے ذمہ اس کا اثبات ہے۔ بلکہ یہ دعوےٰ غلط ہے۔ کیوں کہ بے شمار احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا موزوں پر مسح کرنا موجود ہے احادیث کی کوئی کتاب " باب المسح علی الخفین " سے غالباً خالی نہ ہوگا۔ بلکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل سنت والجماعت سے ہونے کے لئے مسح علی الخفین کے قائل ہونے کی شرط لگائی ہے۔

روی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سئل عن السنۃ والجماعۃ فقال ان تحب الشیخین ولا تطعن فی الختنین وتمسح علی الخفین۔ (قاضی خان ج ۱، ص ۲۲)

حضرت امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

من انکر المسح علی الخفین یخشی علیہ الکفر۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ادرکت سبعین بدریا من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کلھم یرون المسح علی الخفین۔ (فتح الملہم، ج ۱۔ ص ۴۳)

قال ابن عبد البر مسح علی الخفین سائر اھل بدر والحدیبیۃ وغیرھم من المھاجرین والانصار وسائر الصحابۃ والتابعین۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم

اور ان کے بعد تابعین رحمہم اللہ وغیرہ حضرات کا معمول مسح علی الخفین کا تھا۔ " خف " اصل میں چمڑے کے موزے کو کہا جاتا ہے۔ اور جو فقہاء جرابوں پہ مسح جائز قرار دیتے ہیں وہ بھی اس قسم کے جراب پر جوازِ مسح کے قائل ہیں جو موزوں کے حکم میں ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جیسے پہن کر دو تین میل جوتے کے بغیر چلا جا سکے اور وہ پھٹیں نہ۔ بغیر ربڑ وغیرہ کے باندھے وہ پنڈلی پر کھڑے رہیں۔ اور اگر پانی اوپر گر پڑے تو اندر داخل نہ ہو، دیکھنے سے دوسری طرف نظر نہ آئے وغیر ذلک۔

بازاری جراب موزے کے حکم میں نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ موزوں پر بھی مسح جائز نہ ہوتا کیونکہ قرآن کریم میں غسل رجلین کا حکم ہے اور موزوں پر مسح کر لینے سے غسل رجلین حقیقتاً پایا نہیں جاتا۔ لیکن چونکہ احادیث متواترہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے ہم جوازِ مسح علی الخفین کے قائل ہوتے ہیں۔ مسح علی الجوربین کے بارے میں اس درجہ کی روایات موجود نہیں۔ اس وجہ سے حضرت امام مسلم رح فرماتے ہیں۔

لا یترک ظاہر القرآن بمثل ابی قیس وھذیل۔ (فتح الملہم)

اگر کوئی کہے کہ بعض احادیث میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جوربین پر مسح موجود ہے۔ تو اس کے متعلق ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ اہل علم نے ایک ضابطہ لکھا ہے۔

" اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال "

اس ضابطے کے پیشِ نظر یہ سمجھنا چاہئے کہ ہو سکتا ہے کہ موزوں کا نام راوی نے " جرابیں " رکھ دیا ہو۔ یا آپ کی جرابیں مجلد یا منعل یا موٹی ہوں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان پاکستان ۱۰ / ۳ / ۱۴۰۳ھ

مسافر مدت اقامت پوری ہونے کے بعد مقیم ہو جائے تو مسح کا حکم

زید نے مقیم ہونے کی حالت میں ظہر کے وقت موزے پہنے اور مسح کیا رات کو اچانک سفر شرعی پیش آگیا اور اگلے روز عشاء کے وقت واپس گھر لوٹا تو اب وہ موزے اتار کر پاؤں دھوئے یا انہیں پر مسح کرلے ؟ بینوا توجروا ۔ سائل محمد افضل ، طیب جنرل سٹور کالا منڈی ملتان شہر

الجواب موزے پہننے کے بعد وقت حدث سے لے کر گھر پہنچنے تک مدت اقامت (چوبیس گھنٹے) پورے ہونے سے سفر کی رخصت بھی ختم ہوگئی ۔

والمسافر ان اقام بعد ما استکمل مدة الاقامة ینزع خفیه و یغسل رجلیه ۔ اھ (عالمگیری قدیم ج ۱ ، ص ۱۷) ۔

البتہ اگر وضوء باقی ہو تو یہ بھی اجازت ہے کہ موزے اتار کر صرف پاؤں دھولے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ پورا وضوء دوبارہ کرلے ۔

و بعدهما ای النزع والمضی غسل المتوضی رجلیه لا غیر اھ (درمختار) (قوله غسل المتوضی رجلیه لا غیر) ینبغی ان یستحب غسل الباقی ایضا مراعاة للولاء المستحب و خروجا عن خلاف مالک رح کما قاله سیدی عبد الغنی ثم رأیته فی الدر المنتقیٰ مصرحا بان الاولیٰ اعادته ۔ اھ (شامی ج ۱ ، ص ۲۵۵) ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۱۱/۴/۱۷ھ

مایتعلق

بالحیض والنفاس والاستحاضۃ

ایامِ حیض میں ہر رنگ کا خون حیض شمار ہوگا

۱:- ایک عورت کی اکثر عادت چھؔ دن حیض آنے کی ہے۔ لیکن کسی ماہ میں صرف ڈھائی دن صحیح آیا اور پھر فرج خارج میں کچھ نہیں آیا جب کہ داخل میں معمولی سا پیلے رنگ کا یا اس سے بھی ہلکا۔ اتنا معمولی جو نہ ہونے کے برابر تھا۔ غالباً چوتھے یا پانچویں دن تک پھر کچھ نہیں آیا۔ ایسی عورت حائضہ کہلائے گی یا نہیں۔

۲:- ایک عورت کو تین دن تک صحیح حیض آیا پھر چوتھے دن بہت معمولی سا پانچویں دن یہ کیفیت تھی کہ خارج میں کچھ نہیں تھا داخل میں معمولی پیلے رنگ کا۔ اور کبھی صرف اتنا پانی محسوس ہوتا ہے داخل میں پیلے رنگ کا جیسے نقطہ۔ تو یہ پانچویں دن جس میں فرجِ داخل میں خون پیلے رنگ کا تھا۔ تو کیا یہ حیض شمار ہوگا یا نہیں؟ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ "بہشتی زیور" میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ حیض جب فرج داخل سے فرجِ خارج میں آجائے اس وقت سے حیض شمار ہوگا۔ یہ حکم اس وقت کا ہے؟

الجواب معتدہ ایامِ عادت میں جو کہ اس کی پہلے عادت تھی اس میں کچھ پیلا رنگ دیکھ لے تو یہ حیض میں شمار ہوگا۔ اور ایامِ عادت سمیت دس دن تک حیض شمار کیا جا سکتا ہے۔

وماتراہ المرأۃ من الحمرۃ والصفرۃ والکدرۃ حیض حتی تری البیاض خالصًا۔ (ھدایۃ : ج ۱ ص ۴۶)۔

فرجِ داخل میں جو کچھ ہو اس پر حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ جب تک وہ خارج نہ ہو جائے۔ یا کپڑے پر اس کا دھبہ نہ لگ جائے۔ دھبہ لگ جانے کی صورت میں یہ حیض ہوگا۔ پس سوال ۱ میں اگر کپڑے کو دھبہ لگا ہے تو چوتھا اور پانچواں دن حیض میں شمار ہوگا۔ اس کی روشنی میں سوال ۲ کا جواب بھی سمجھ لیا جائے بہشتی زیور کا مسئلہ صحیح ہے۔ دھبہ لگ جانے سے فرجِ داخل سے خارج میں آنا ثابت ہو جائے گا۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ تعالیٰ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

سببِ ابتداءِ حیض

عورتوں کو حیض کس وجہ سے شروع ہوا اور کب شروع ہوا ؟

عبدالحفیظ دیال سنگھ لائبریری نسبت روڈ لاہور۔

الجواب وسببہ ابتداء ابتلاء اللہ لحوّاء لاکل الشجرۃ (درمختار) ای وبقی فی بناتھا الی یوم القیامۃ وما قیل انہ اوّل ما ارسل الحیض علی بنی اسرائیل فقد ردہ البخاری بقولہ وحدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکبر وھو ما رواہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحیض ھذا شیئ کتبہ اللہ علی بنات اٰدم قال النوویؒ ای انہ عام فی جمیع بنات اٰدم۔ (شامی ، ج ۱ : ص ۲۰۸ مطبوعہ کوئٹہ)۔

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ حیض تمام عورتوں کو آتا ہے اور اس کی ابتداء اس وقت ہوئی جبکہ حضرت حوّا نے دانہ گندم کھایا تھا۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ۱۲ بندہ محمد اسحاق عنفراللہ لہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ھذا ۱۳۸۲ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ایام حیض کے بعد آنے والے خون کا حکم

۱:- ایک عورت اپنی عادت کے موافق حیض سے پاک ہوئی۔ دو دن پاک رہنے کے بعد پھر خون جاری ہوگیا۔ جو چار دن تک جاری رہا۔ اب یہ چار دن حیض کے ہوئے یا بیماری کے؟ اور نماز روزہ ادا کرسکتی ہے یا نہیں؟

۲:- ایک حیض کے کتنے دن گزرنے کے بعد دوسرا حیض آئے تو حیض سمجھا جائے گا؟

الجواب ۱:- اگر عادت کے مطابق حیض آچکا پھر دو دن گزرنے کے بعد چار دن خون آیا تو دیکھا جائے گا کہ سابقہ عادت اور یہ چھ دن (دو خالی دن اور چار دن خون) کل مدت دس دن سے متجاوز نہیں ہوتی تو یہ چار دن بھی حیض کے ہوں گے اور وہ دو دن خالی بھی حیض شمار ہوں گے۔ اور اگر دو دن خالی گزار کر چار دن جو حیض آیا یہ کل مدت دس دن سے متجاوز ہو جاتی ہے۔ تو جو عادت کے دن تھے وہ حیض ہے اور یہ چار دن استحاضہ یعنی بیماری کے ہوں گے۔

ولو زاد الدم علی عشرۃ ایام ولها عادۃ معروفۃ دونها ردت الی ایام عادتها والذی زاد استحاضۃ اھ (ھدایہ ج ۱، ص ۵۰۔ امدادیہ ملتان)

اما اذا لم یتجاوز الاکثر فیهما فهو انتقال للعادۃ فیهما فیکون حیضا و نفاسا اھ (شامی، ج ۱، ص ۳۰۲ مطبوعہ کوئٹہ)۔

۲: اقل مدت طہر پندرہ روز ہے اگر حیض آئے اور پندرہ دن گزر جائیں پھر خون آئے تو وہ حیض ہوسکتا ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ تعالیٰ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح، خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

حائضہ ادعیہ وغیرہ پڑھ سکتی ہے

ایک عورت کا معمول حزب البحر ہر دن پڑھنے کا ہے۔ کیا عورت مذکورہ دعاؤں کو ایام حیض میں بھی پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ المستفتی عبد الرشید، شادمان لاہور۔

الجواب ولا بأس لحائض وجنب بقرأة ادعية ومسها وحملها اھ وذکر الله تعالیٰ وتسبیح وزیارة قبور

(در مختار علی الشامی ج ۱ ص ۲۰۵)۔

حائضہ حزب البحر وغیرہ کا ورد پڑھ سکتی ہے۔ نماز کے وقت وضوء کرنے کے بعد قبلہ رُخ ہو کر بیٹھ جایا کرے اور یہ ورد پڑھ لیا کرے۔ فقہاء نے حائضہ کے لئے اوقات نماز میں اس طرح کچھ ذکر و تسبیح کرنے کو مستحب لکھا ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح　　　　۲۴/۵/۱۳۸۳ھ　　　　بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

حیض میں مستعمل کپڑے کا حکم

حیض کے استعمال شدہ کپڑے کو جلا دینا کیسا ہے؟ اس میں انسانی خون لگا ہوا ہے اور اگر نہ جلایا جائے بلکہ کوڑے میں پھینک دیا جائے تو غیر مردوں کی اس پر نگاہ پڑتی ہے۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب اگر دھونے کے بعد دوبارہ استعمال نہ ہو سکیں تو جلا دیا جائے۔

كل عضو لا يجوز النظر اليه قبل الانفصال لا يجوز بعده كشعر عانته وشعر رأسها وعظم ذراع حرة ميتة وساقها وقلامة ظفر رجلها دون يدها وأن النظر الى ملاءة الاجنبية بشهوة حرام - اھ (شامی ج ۱ ص ۳۷۹)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۹/۵/۱۴۰۳ھ

حائضہ قرآن حکیم کَلِمَۃً کَلِمَۃً پڑھ سکتی ہے

ایک بالغہ لڑکی ہے اور طالبِ علم ہے قرآن پاک حفظ کرتی ہے اگر وہ ایامِ حیض میں تعلیم کی چھٹی کرے تو تعلیم میں کافی نقص واقع ہوتا ہے۔ کیا وہ ان دنوں میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکتی ہے یا نہیں۔ شریعت کی رو سے گنجائش ہے یا نہیں؟

۲: ہمارے ہاں مشہور ہے کہ عورتیں اپنے ہاتھوں پر دستانے چڑھا کر پڑھ سکتی ہیں آیا یہ بات درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب (۱) مذکورہ طالبہ ان ایام میں ایک ایک کلمہ کرکے پڑھ سکتی ہے۔ جوّز للحائض المعلمۃ تعلیمہ کلمۃ کلمۃ الخ (شامی ج۱، ص ۱۵۹)۔

۲: دستانے پہنے ہوئے ہوں تو ان کے ساتھ بھی چھونا جائز نہیں۔ ولا یجوز لھم مس المصحف بالثیاب التی ھم لابسوھا۔ (عالمگیری، ج۱، ص ۲۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۹/۲/۱۴۰۸ھ

ناتمام بچے کی ولادت کے بعد آنے والے خون کا حکم

بعض عورتوں کا حمل قبل از وقت ساقط ہو جاتا ہے تو اسقاط کے بعد جو خون آتا ہے وہ نفاس شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب اگر تو بچے کے اعضاء مثلاً انگلی ناخن اور بال وغیرہ بن چکے تھے تو اس اسقاط کے بعد آنے والا خون نفاس شمار ہوگا۔ اور اگر ابھی اس میں سے کوئی چیز نہیں بنی تھی تو اب یہ خون نفاس نہیں بنے گا۔ اگر حیض کی تعریف اس پر صادق آتی ہو تو حیض بن جائے گا ورنہ استحاضہ شمار ہوگا۔

والسقط ان ظھر بعض خلقہ من اصبع او ظفر او شعر ولد فتصیر بہ نفساء ھکذا فی التبیین وان لم یظھر شیئ من خلقہ فلانفاس

لہا فان امکن جعل المرئی حیضا یجعل حیضا و الا فہو استحاضۃ - اھ (عالمگیری : ج ۱، ص ۱۹)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۲/۱۰/۱۴۰۱ھ

جنبی کے پکائے ہوئے کھانے کا حکم

عورت کی حالتِ حیض کی جنابت اور بعد الوطی قبل الاغتسال کی جنابت یکساں ہے یا کوئی فرق ہے۔ عورت بعد الوطی قبل الغسل وقت تنگ میں کھانا وغیرہ پکا سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر پکائے تو اس کا کھانا کیسا ہے حلال ہے یا نہیں؟ اسی طرح عورت جیسے حالتِ حیض میں بچے کو دودھ پلاتی رہتی ہے بعد الوطی قبل الغسل اگر بچہ اٹھ پڑے اور روئے تو اس کو اٹھا کر دودھ پلا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حالتِ جنابت میں کھانا پکانے اور بچے کو دودھ پلانے کی شرعاً اجازت ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ پہلے وضو کر لے[۱]۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۵/۲۲/۱۴۰۶ھ

[۱] ولہ ان یقبلہا و یضاجعہا ولا یکرہ طبخہا ولا استعمال ما مستہ من عجین او ماء او غیرہما - اھ (طحطاوی، ص ۷۸)۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

حائضہ سے مباشرت کی صورت

حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کرنا سوائے شرمگاہ کے جائز ہے یا نہیں؟ اور اپنے ہاتھ کے ساتھ اپنا ذکر پکڑ کر ملتے ملتے منی خارج کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حالتِ حیض میں بلا حائل کے گھٹنے سے لے کر ناف تک کے حصہ سے انتفاع حرام ہے۔ کپڑے کے اوپر سے سوائے وطی کے اجازت[۲] ہے۔ مشت زنی حرام ہے ہندیہ میں ہے - الاستمناء حرام وفیہ التعذیر، (ج ۲، ص ۲۳۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۷/۳/۱۴۰۶ھ

(۲ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

ــہ ویحرم بالحیض والنفاس الجماع والاستمتاع بما تحت السرۃ الی تحت الرکبۃ لقولہ تعالٰی ولا تقربوھن حتی یطہرن وقولہ صلی اللہ علیہ لک ما فوق الازار - اھ (مراقی)-

(قولہ والاستمتاع بما تحت السرۃ) اما السرۃ وما فوقہا فیحل الاستمتاع بہ بوطء اوغیرہ ولو بلاحائل وکذا بما بین السرۃ والرکبۃ بحائل بغیر الوطء ولو بشہوۃ - اھ (طحطاوی ص۸۰)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مستحاضہ کے ساتھ مباشرت کا حکم

ایک عورت کو یہ مرض لاحق ہوگیا ہے کہ اس کا خون کبھی بھی بند نہیں ہوتا- ہر وقت جاری رہتا ہے- تو اب اس کا خاوند اس سے ہمبستری کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً صورت مسئولہ میں عورت مذکورہ کے جتنے دن ایام حیض بنتے ہوں ان میں مجامعت حرام ہے باقی ایام میں کر سکتے ہیں-

ودم الاستحاضۃ کرعاف دائم لا یمنع صلوۃ ولا صوما فرضا کان او نفلاً ولا یحرم وطأً لانہ لیس اذی - اھ (مراقی الفلاح)

(قولہ ولا یحرم وطأً) ای ولو فی حال نزولہ لانہ لیس اذی واما تأویلہ بانہ یجامعہا فی حال انقطاعہ فبعید من اطلاق عباراتہم - اھ- وروی ابو داؤد وغیرہ باسناد صحیح من حدیث عکرمۃ عن حمنۃ بنت جحش انہا کانت مستحاضۃ وکان زوجہا یغشاہا وھو طلحۃ بن عبید اللہ ھکذا فی البنایۃ - اھ (طحطاوی ص ۸۰)- فقط واللہ اعلم-

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۲/۳/۱۴۱۰ھ

دورانِ نفاس طہر بھی نفاس کے حکم میں ہے

بچہ پیدا ہونے کے بعد ایک عورت کو پچیس[۲۵] دن تک نفاس جاری رہا اس کے بعد دس یوم تک پاک رہی دس دن کے بعد دو تین قطرے خون کے آئے اس کے بعد سات دن تک پھر پاک رہی یعنی مدت نفاس تک پاک رہی ۔ اس کا نفاس کتنے دن شمار ہوگا ؟

الجواب دو تین قطروں کے بعد اگر پھر خون نہیں آیا تو بچہ کی پیدائش سے لے کر ان قطروں کی آمد تک نفاس[۱] شمار ہوگا ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	بندہ محمد عبداللہ غفرلہ رئیس الافتاء

۱۱ / ۵ / ۱۳۸۱ ھ

[۱] الطہر المتخلل فی الاربعین بین الدمین نفاس عند ابی حنیفۃ رح وان کان خمسۃ عشر یوما فصاعدا وعلیہ الفتوی اھ (عالمگیری قدیم ، ج ۱ ، ص ۱۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مبتدئہ کا حکم مستحاضہ مبتدئہ کو استمرارِ دم سال یا دو سال یا اس سے زائد رہا ہو۔ آیا اس کے لئے حکم یہ ہے کہ یہ مہینہ میں دس دن حیض اور بیس دن طہر شمار کرے اور اسی طرح دوسرے اور تیسرے مہینہ میں کرے یا اس کے لئے اکثر مدتِ حیض یعنی دس دن اور پندرہ دن طہر شمار کئے جائیں گے ۔ یعنی یہی سلسلہ ہوگا ؟

الجواب مبتدأ کا حکم یہ ہے کہ دس دن ہر مہینہ سے حیض شمار کئے جائیں گے اور بیس[۲] دن استحاضہ کے ۔ کمافی الشامیۃ ۔

والحاصل ان المبتدأۃ اذا استمر دمہا فحیضہا فی کل شہر عشرۃ وطہرہا عشرون کمافی عامۃ الکتب بل نقل نوح أفندی الاتفاق علیہ خلافا لما فی الامداد من ان طہرہا خمسۃ عشر۔

(ج۱، ص۲۰۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ، ۱۳ ر ۱۱ ر ۱۴۱۰ھ

حائضہ نماز کے اوقات میں ذکر و اذکار کا معمول رکھے

تبلیغی جماعت کی خواتین کی تبلیغی مجالس و محافل میں اہلیہ شرکت کرتی ہے ایک محفل میں ایک مسئلہ سن کر آئی تو اس کی تصدیق چاہی کہ عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ حیض کے دنوں میں بوقت نماز وضو کر کے مصلے پر اتنی دیر بیٹھ کر تسبیح و درود پاک اور ذکر و اذکار کرتی رہے جتنی دیر میں کہ وہ نماز پڑھتی ہے۔ تو کیا یہ مسئلہ درست ہے یا نہیں ؟ مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

العبد سیف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب یہ درست ہے اس حالت میں ذکر و تسبیح وغیرہ منع نہیں۔ اور سوال میں مذکور عمل کو معمول بنا لینے میں علاوہ ثواب کے یہ فائدہ بھی ہے کہ ان اوقات میں نماز و عبادت کی عادت پختہ رہے گی۔

و یستحب لہا ان تتوضأ لوقت کل صلاۃ و تقعد علی مصلاہا و تسبح و تہلل و تکبر بقدر ادائہا کی لا تنسی عادتہا و فی روایۃ یکتب لہا ثواب احسن صلاۃ کانت تصلی۔ اھ (شامی ج۱، ص ۲۱۳) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

حائضہ سے جماع کرنے کی صورت میں صدقہ کا حکم

کفایت المفتی ، ج ۵ : ص ۳۲۶ پر ایک سوال و جواب ہے جس کے بارے میں کچھ اشکال

ہے۔ مختصر سوال د جواب یہ ہے۔

کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے بحالتِ حیض جماع کر لیا۔ اب اس کے لئے شرع کا کیا حکم ہے ؟ جواب میں لکھا ہے کہ ایام مقررہ میں صحبت کرنا نا جائز ہے۔ صحبت کر لی گئی تو زید کو اور اس کی بیوی کو توبہ کر لی چاہئے اور بہتر یہ ہے کہ زید ڈھائی روپیہ صدقہ کر دے۔ خط کشیدہ عبارت یعنی ڈھائی روپیہ صدقہ کر دے تو بہتر ہے۔ اس ڈھائی روپے کی تعیین کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ وضاحت فرما دیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وقع الرجل باھلہ وھی حائض فلیتصدق بنصف دینار۔ وفی روایۃ اذا کان دما أحمر فدینار واذا کان دمًا اصفر بنصف دینار رواہ الترمذی (ج ۱، ص ۵۶) وفی الحاشیۃ فدینار ای علی المجامع فیہ لان اقل المقادیر المتعلقۃ بالفروج عشرۃ دراھم وھو دینار کذا قالہ ابن الملک۔

ایک دینار کی مالیت دس درہم کے برابر ہے۔ اور دس درہم تقریبًا ڈھائی تولہ کے برابر ہیں۔ اور یہ ڈھائی روپے کے مساوی ہوں گے۔ جب کہ چاندی کا روپیہ ایک تولے کا ہو جیسا کہ متحدہ ہندوستان کے وقت ہوتا تھا۔ یہ ڈھائی روپے اسی وقت کے ہیں۔

الغرض اصل صورتِ مسئولہ میں یہ ہے کہ ایک دینار (مساوی ۴½ ماشہ) سونا یا نصف دینار صدقہ کرے۔ یا ان کی مالیت آج کل اگر کوئی یہ صدقہ کرنا چاہے تو ۴½ ماشے یا ۲¼ ماشے سونا صدقہ کرے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۲/۲/۱۴۰۲ھ

حیض بند ہونے پر غسل کو مؤخر کرنا

عورت کو حیض آیا اور اپنی عادت کے مطابق اتنے دن بعد بند ہو گیا۔ تو اس عورت کو کس وقت غسل کرنا چاہئے اسی وقت یا دوسرے دن ؟ وضاحت کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: اگر ایام عادت پورے ہونے پر خون بند ہوا ہے تو جس نماز کے وقت میں بند ہوا ہے اس کے وقتِ مستحب تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔ یعنی وقتِ مستحب کے ختم ہونے سے پہلے غسل کر کے نماز ادا کرے۔

(واذا انقطع لدون عادتہا) ای وقد تجاوز ثلثۃ ایام او یقربہا وان اغتسلت حتی تمضی عادتہا ولکن تصلی وتصوم احتیاطًا ویجب علیہا تأخیر الغسل الی قبیل اٰخر الوقت المستحب ویستحب تأخیرہ الیہ اذا انقطع لتمام العادۃ قالہ فی الشرح۔ اھ (طحطاوی، ص۷۹) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۷/۲/۱۴۱۱ھ

اپریشن کے ذریعہ ولادت کی صورت میں نفاس کا حکم

بعض اوقات ولادت میں پیچیدگیوں کی وجہ سے بڑے اپریشن کے ذریعہ بچہ پیٹ سے نکالا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں نفاس کے احکام کیا ہوں گے۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً: اگر اپریشن کے بعد خون رحم سے جاری ہو جائے تو وہ نفاس کے حکم میں ہے۔ اس پر نفاس والے احکام جاری ہوں گے۔ اور اگر صرف اپریشن کی جگہ ہی سے نکلے اور رحم سے نہ آئے تو وہ زخم کے حکم میں ہے اس صورت میں نماز وغیرہ ساقط نہیں ہوں گے۔

فلو ولدتہ من سرتہا ان سال الدم من الرحم فنفساء والا فذات جرح وان ثبت لہ احکام الولد اھ (درمختار) (قولہ من سرتہا) عبارۃ البحر من قبل سرتہا بان کان ببطنہا جرح فانشقت وخرج الولد منہا۔ اھ (شامیۃ، ج۱، ص۲۱۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۵/۱۴۱۰ھ

مایتعلق بتطہیر الانجاس

راستہ کا کیچڑ وغیرہ کپڑوں پر لگ جائے تو کپڑے کا حکم

کوٹ یا چادر پر، سڑک پر بارش کا کھڑا ہوا پانی وغیرہ کار کے گزرنے سے لگ جاتا ہے اگر قمیص اور شلوار وغیرہ پاک ہوں تو ان کو پہن کر نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ نہ ہونے کی وجہ بھی تحریر کریں۔؟

الجواب راستہ کی کیچڑ اور نجس پانی اگر کپڑے کو لگ جائے اور وہ آدمی اس طرح کا ہو کہ اسے عام طور سے بازار میں آنا جانا پڑتا ہو تو وہ اگر ایسے کپڑے میں بغیر دھوئے نماز پڑھ لے گا تو نماز ہو جائے گی بلا ضرورت جائز نہیں۔ شامی میں ہے۔

والحاصل ان الذی ینبغی انہ حیث کان العفو للضرورۃ و عدم امکان الاحتراز ان یقال بالعفو وان غلبت النجاسۃ مالم یرعینہا لو اصابہ بلا قصد و کان ممن یذھب و یجیئ و الا فلا ضرورۃ۔ (شامیہ، ج ۱، ص ۲۹۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ ۲۱ - ۱۲ - ۱۳۹۳ھ

گوبر کے اپلے بنانا اور انہیں جلانا جائز ہے

گوبر سے اپلے بنانا، اور انہیں جلانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب گوبر وغیرہ سے اپلے بنانا، انہیں جلانا اور بیچنا جائز ہے۔ کما فی الشامیۃ: ج ۴، ص ۱۱۰ (قولہ بکسرتین و بضم والمراد

انہ یجوز بیعھما ولو خالصین اھ وفی البحر عن السراج ویجوز بیع السرقین والبعر والانتفاع بہ والوقود بہ۔

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفرلہ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۱۷؍۲؍۱۳۸۷ھ

مردار کی چربی سے صابن بنایا گیا تو وہ پاک ہے

یہاں کچھ لوگ ہیں جو مردار کی چربی سے صابن تیار کرتے ہیں۔ یہ درست ہے یا نہیں؟ اور اس صابن کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب مردار کی چربی کا بنا ہوا صابون پاک ہے مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد صدیق غفرلہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۲؍۱۲؍۱۳۷۱ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

پلید دہی سے نکالے ہوئے مکھن کا حکم

اگر پلید دہی سے مکھن نکالا جائے تو وہ مکھن پلید ہوگا یا نہیں؟ اگر ردالمحتار کی عبارت ذیل سے حکم حلّت لگایا جائے تو یہ حکم صحیح ہوگا یا نہیں؟

(ج ۱: ص ۳۰۲) قال فی رد المحتار تحت قول الماتن لایکون نجسا رماد قذرٍ الخ قولہ لانقلاب العین علۃ للکل وھذا قول محمد وذکر معہ فی الذخیرۃ والمحیط اباحنیفۃ حلیۃ قال فی الفتح وکثیر من المشائخ اختاروہ وھو المختار لان الشرع رتب وصف النجاسۃ علی تلک الحقیقۃ وتنتفی الحقیقۃ بانتفاء بعض اجزاء مفھومھا فکیف بالکل فان الملح غیر العظم و اللحم فاذا صار ملحًا ترتب حکم الملح ونظیرہ فی الشرع النطفۃ نجسۃ

وتصير علقة وهي نجسة وتصير مضغة فتطهر والعصير طاهر الخ ۔

دوسرا یہ کہ انقلاب عین کا کیا معنی ہے ؟

الجواب یہ انقلاب عین نہیں بلکہ بقاءِ عین کے باوجود تفصیل اجزاء ہے۔ یعنی مسئلہ کی حقیقت یہ ہے کہ بعض اجزاء دھنیہ کو جو پہلے سے موجود ہیں ان کو الگ کر لیا گیا ہے۔ جیسا کہ گوبر کو نچوڑ کر اس کے اجزاءِ مائیہ کو الگ کر لیا جائے۔ یا ناپاک گندم کا نشاستہ نکال لیا جائے۔ حمار کے ملح بن جانے میں اور دہی سے مکھن نکالنے میں دونوں تغیر دل میں زمین و آسمان کا فرق ہے بلکہ صورتِ مسئولہ میں تو درحقیقت تغیر ہی نہیں ۔

تبدیلِ ماہیت سے شئ کے خواص و آثار یکسر بدل جاتے ہیں ۔ جیسے حمار ، ملح ، قذر ، رماد ، اور خمر و خل میں ہے لیکن تفصیل اجزاء سے ایسا نہیں ہوتا بلکہ بنیادی خواص بھی قائم و بدستور رہتے ہیں جیسے نفس دہنیت دہی و مکھن دونوں چیزوں میں بدستور قائم ہے فقط واللہ اعلم ۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۱۲/۳ / ۱۳۸۵ھ

فرش پاک کرنے کا طریقہ ۱۔ اگر مسجد کے برآمدہ میں زخم یا آبلے کی پیپ کا پانی بہہ کر ایک ایڑی کے برابر جگہ پر پھیل جائے تو فقط ایک بار کپڑا بھگو کر رگڑنے سے وہ جگہ پاک ہو جائے گی یا نہیں ؟

۲ : اگر اس جگہ میں اشتباہ ہو جائے تو دو تین فٹ اِدھر اُدھر جگہ ، ایک کپڑا بھگو کر رگڑنے سے وہ جگہ پاک ہو جاتی ہے یا نہیں ؟ اگر تین چار فٹ جگہ پر کپڑا رگڑنے کے بعد بھی معلوم نہ ہو کہ وہ اصل جگہ رہ گئی ہے یا صاف ہو گئی ہے تو وہ آدمی جس سے یہ جگہ پلید ہوئی ہے گناہگار تو نہ ہوگا ؟

۳ : اگر اس جگہ ایک عدد پانی کی بالٹی سیمنٹ والے فرش پر ڈال دی جائے اور جھاڑو

پھیر دیا جائے، پانی مسجد کے صحن میں پھیل جائے اور جھاڑو سے نکال دیا جائے تو صحن نجس ہوگا یا پاک سمجھا جائے گا ؟

۴ : پانی ڈالنے والا آدمی اس بھیگی جگہ پہ پاؤں دھوئے بغیر پھرے اور معلوم نہ ہو کہ اس کے پاؤں جو اب اس نے جوتے سے نکالے ہیں پاک ہیں یا نجس ، تو وہ جگہ اس صورت میں پاک سمجھی جائے گی یا نجس ؟

المستفتی محمد یونس ازکوئٹہ

الجواب تین دفعہ ایسا کرنے سے فرش پاک ہو جائے گا۔ ایک دفعہ سے پاک نہ ہوگا

قال فی الشامیۃ ولو ارید تطهیرها عاجلا یصب علیها الماء ثلاث مرات و تجفف فی کل مرة بخرقة طاهرة۔

(ج ۱ ص ۲۸۶)۔

خشک کرنے کے لئے ہر دفعہ پاک کپڑا ہونا چاہیئے۔

۲ : جس جگہ کے ناپاک ہونے کا ظن ہوا ہے اسے طریق بالا سے پاک کیا جائے۔

۳ : اس طرح جھاڑو کے ساتھ پانی نکال دینے سے مسجد کی جگہ پاک ہو جائے گی۔ احتیاطاً تین دفعہ ایسا کر لیا جائے۔

۴ : جب مسجد کی اس جگہ کو پاک قرار دے دیا جائے گا تو اس کے بعد اگر کوئی شخص اس جگہ پہ پاؤں رکھے تو وہ جگہ ناپاک نہ ہوگی۔ پاؤں کے بارے میں جب تک یقیناً نجاست لگنے کا علم نہ ہوا سے ناپاک نہیں قرار دیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۱۳۸۸/۸/۷ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

وضوء کا پانی لگنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا

ایسا کپڑا جو وضوء کے بعد منہ ہاتھ پونچھنے میں متعدد بار استعمال ہو چکا ہو نماز میں سر پر باندھنا یا نماز کی جگہ بچھانا درست ہے یا نہیں ؟ حافظ محمد عرفان ہاشمی، گڑھا ٹھل سنگھ، وہاڑی۔

الجواب: اس کپڑے سے نماز پڑھنا درست ہے۔ پاک ہونے میں شبہ نہ کیا جائے۔ مایصیب مندیل المتوضی وثیابہ عفو اتفاقا وان کثر اھ۔ (درمختار علی الشامیۃ، ج ۱، ص ۱۸۵)۔ ماء مستعمل علی الراجح پاک ہے۔ لہٰذا یہ کپڑا بھی پاک رہے گا۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان۔ ۲۲/۱۱/۱۳۹۹ھ

چھپکلی گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا

عام چھپکلی پانی میں گر گئی اور پھر نکال دی گئی۔ وہ پانی پاک ہے یا ناپاک۔ اس پانی سے وضوء اور غسل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: یہ پانی پاک ہے۔ اس سے وضوء اور غسل جائز ہے۔ وموت مالیس لہ نفس سائلۃ فی الماء لا ینجسہ اھ (ھدایہ: ج ۱، ص ۲۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۸/۱۱/۱۳۹۹ھ

شراب کے لئے استعمال کی گئی بوتل پاک کرنے کے بعد استعمال کر سکتے ہیں

مجھے دوا رکھنے کے لئے ایک سیاہ رنگ کی بوتل چاہیئے۔ لیکن بازار سے جو سیاہ رنگ کی بوتل دستیاب ہوتی ہے وہ وہسکی شراب کی بوتل ہے۔ آیا اسے صاف کر کے اس میں دوا رکھ سکتا ہوں اور بعد میں استعمال کر سکتا ہوں۔؟

الجواب: خوب صاف کرنے کے بعد وہ بوتل استعمال کر سکتے ہیں۔ روی انہ علیہ السلام قال نھیتکم عن النبیذ الا فی سقاء فاشربوا فی الاسقیۃ کلھا ولا تشربوا مسکرا۔ اھ (حاشیہ مشکوۃ، ج ۱، ص ۱۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۷/۱۰/۱۴۰۱ھ

آٹا ناپاک ہو جائے تو پاک کرنے کا طریقہ

زید مشین پر گندم پسانے کے لئے گیا۔ مشین میں دانے ڈالے تو آٹے میں تازہ چوہا پیس کر نکلا وہ آٹا نجس ہے یا طاہر؟ یہ نجس آٹا جو کہ تقریباً پانچ سیر تھا ایک من آٹے میں مل گیا ہے۔ کیا یہ سارا آٹا پلید ہو گیا ہے؟ اگر پلید ہے تو پاکی کی کوئی صورت بیان فرمائیں۔

الجواب اگر ناپاک آٹا علیحدہ ہو سکتا ہے یعنی جو خون سے سرخ ہو گیا ہے۔ تو اس کو علیحدہ کر کے دفن کر دیں جانوروں کو نہ کھلائیں۔ باقی آٹا پاک ہو گا۔ اور اگر بالکل مل جل گیا ہے تو کچھ آٹا صدقہ کر دیں یا جانوروں کو کھلا دیں باقی پاک ہو جائے گا۔

كما لو بال حمر خصها لتغليظ بولها اتفاقا على نحو حنطة تدوسها فقسم او غسل بعضه او ذهب بهبة او اكل او بيع كما مر حيث يطهر الباقي وكذا الذاهب لاحتمال وقوع النجس في كل طرف كمسئلة الثوب اهـ (درمختار على الشامي : ج ۱ : ص ۳۲۲) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ اصغر علی غفرلہ معین مفتی

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ رئیس الافتاء — ۱۶/۱ ۱۳۸۷ھ — جامعہ خیر المدارس ملتان

کتا گوشت کو منہ لگا جائے تو تین دفعہ دھونے سے پاک ہو جائیگا

ایک بھینس کو حلال کیا گیا اور اس کے چار ٹکڑے کئے گئے۔ تو ان چاروں میں سے ایک ٹکڑے کو کتے نے منہ لگا دیا۔ آیا وہ ناپاک ہے یا نہیں۔ اگر ناپاک ہے تو پاک کرنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب جو تین ٹکڑے الگ پڑے تھے ان کے پاک و حلال ہونے میں تو کسی قسم کا شک و شبہ نہیں یہ بالکل پاک و حلال ہیں۔ بلکہ جس ٹکڑے کو کتے نے منہ لگایا ہے وہ بھی سارا ناپاک و حرام نہیں ہوا۔ اتنی ہی جگہ ناپاک ہے جہاں کتے نے منہ لگایا ہے اس کو کاٹ کر پھینک دیا جائے اور باقی کو رکھ لیا جائے اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۹/۵/۱۳۷۳ھ

یا اگر کاٹا نہ جائے تو اس جگہ کو تین مرتبہ دھولیا جائے۔ بلکہ کاٹنے کی بجائے دھوکر استعمال کرنا بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم والجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان ۱۲/۵/۱۳۷۳ھ

عضو کا حصہ پلید یاد نہ ہو تو کہاں سے دھوئے

الف: یہ یاد ہے کہ فلاں عضو پلید ہوا ہے مگر یہ یاد نہیں کہ کون سی جگہ ناپاک ہوئی تھی تو اب وہ کیسے دھوئے۔

ب: بدن بھر میں تذبذب ہے کہ کون سے حصہ میں نجاست لگی ہے تو کیسے کرے؟

الجواب ایسی صورت میں حصۂ بدن دھونے کا بھی وہی حکم ہے جو کپڑے کی ایک جانب دھونے کا ہے۔ چنانچہ صورت نمبر ا میں اس عضو کے کسی حصہ کو دھولے۔ اور صورت (ب) میں ایک عضو کو دھولے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا	نائب مفتی خیر المدارس ملتان

کتے کا لعاب نجاست رقیقہ ہے

کتے کا لعاب اگر بدن یا کپڑے پر لگ جائے تو پھیلاؤ میں روپیہ بھر مفسدِ نماز ہے یا وزن میں ۳½ ماشہ کا اعتبار ہے۔ اسی طرح منی گاڑھی اور پتلی کا کیا حکم ہے۔ الگ الگ مقدار کے اعتبار سے!

الجواب وفی الشامیة: ج ۱، ص ۲۹۳۔ فالمراد بذی الجرم ماتشاھد بالبصر ذاته لا اثره۔

نجاستِ کثیفہ کی مندرجہ بالا التعریف کے تحت کتے کا لعاب نجاستِ رقیقہ ہے اس لئے اس میں پھیلاؤ کا اعتبار ہے وزن اور مقدار کا نہیں۔

قوله له جرم تفسیر للکثیف وعد منه فی الهدایة الدم

وعده قاضی خان ؒ مما لیس له جرم و وفق فی الحلیة بحمل الاوّل علی ما اذا کان غلیظا والثانی علی ما اذا کان رقیقا قال وینبغی ان یکون المنی کذلك ۔ (شامی ج ۱ ص ۲۹۳)۔

روایتِ بالا سے معلوم ہوا کہ منی اگر گاڑھی ہو تو اس میں وزن و مقدار کا اعتبار ہے۔ اور اگر پتلی ہو تو پھیلاؤ کا اعتبار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۵/۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

گلقند پلید ہوجائے تو پاک کرنے کا طریقہ

تازہ پھولوں کا گلقند بارہ سیر مرتبان کا منہ بند کر کے رکھا تھا کہ اچانک منہ پر سے کتے نے کپڑا پھاڑ دیا اور کھانے لگا۔ تقریباً ایک چھٹانک کھا گیا۔ بعد ازاں اوپر کا شیرہ نکال دیا گیا۔ تو اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

حکیم عتیق الرحمٰن ۱۱/۵/۱ار ساہیوال

الجواب: اگر اوپر والا شیرہ تمام نکال دیا اور اس کے نیچے سے گلقند بھی چند انگل نکال دیا تو نیچے والا گلقند جہاں لعاب کا اثر نہیں پہنچ سکتا وہ حلال ہے استعمال میں لا سکتے ہیں۔

قال فی رد المحتار ج ۱ ص ۲۹۰ - فی باب الانجاس وتقور نحو سمن جامد بان لا یستوی من ساعته ۔ اھ ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۹/۲/۱۳۷۲ھ

دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے پاک ہیں یا نہیں

دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے پاک ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر وہ پانی پاک ہے جس سے دھوبی کپڑے دھوتا ہے اور پھر کپڑوں کو خوب نچوڑتا ہے تو یہ کپڑے پاک ہیں۔ سابقہ نجاست کا اعتبار نہیں۔ اور اگر وہ نجس ہے تو کپڑے نجس ہونگے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان ۱۳۹۶/۱/۲ھ

خنزیر کے بالوں والے برش سے رنگی ہوئی دیواروں کو پاک کرنے کا طریقہ

آج کل دیواروں اور لوہے پر جو رنگ کیا جاتا ہے اسمیں برش ولائتی استعمال ہوتا ہے مدارس و مساجد میں بھی ننانوے فی صد استعمال ہوتا ہے۔ تحقیق کی گئی ہے کہ یہ خنزیر کے بال ہیں۔ اس برش کا کیا حکم ہے۔ پلید ہو تو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب اگر برش ولائتی ہو اور خنزیر کے بالوں سے تیار شدہ ہو تو اس کو استعمال نہ کیا جائے۔ بلکہ اس کے بجائے دیسی برش جس میں گھوڑے یا خچر یا گدھے کے بال ہوں استعمال کیا جائے۔ اور اگر خنزیر کے بالوں سے تیار شدہ برش استعمال کیا گیا ہو تو رنگ ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور پاک کرنے کے لئے اس کو تین مرتبہ اچھی طرح دھونا کافی ہوگا۔

کما فی الشامیۃ ج ۱ ص ۳۰۴۔ وفی الخانیۃ اذا وقعت النجاسۃ فی صبغ فانہ یصبغ بہ الثوب ثم یغسل ثلثا فیطھر الخ

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان ۱۳۸۲/۳/۲۴ھ

لہ وشعر المیتۃ غیر الخنزیر علی المذھب۔ اھ (درمختار)۔

ای علی قول ابی یوسف رح الذی ھو ظاھر الروایۃ ان شعرہ نجس و صححہ فی البدائع و رجحہ فی الاختیار فلو صلی ومعہ منہ اکثر من قدر الدرھم لا تجوز ولو وقع فی ماء قلیل

نجسه وعند محمد لا ینجسه أفاده فی البحر و ذکر فی الدرر أنه عند محمد طاهر لضرورة استعماله ای للخرازین قال العلامة المقدسی وفی زماننا استغنوا عنه ای فلایجوز استعماله لزوال الضرورة الباعثة للحکم بالطهارة - اھ

رشامی ج ۱، ص ۱۹۰)- فقط واللہ اعلم -

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

چوہا گھی سے زندہ نکل آئے تو گھی ناپاک نہیں ہوا

ایک مٹی گھی کا رکھا تھا جس میں تقریبًا دس سیر گھی ہوگا۔ اس میں سے ایک چوہا زندہ پھر کر نکل جائے یا خود نکالا جائے تو اس گھی کے جواز کی شرع شریف میں کیا صورت ہے۔ گھی جما ہوا نہیں تھا۔

الجواب: چوہا زندہ گھی سے نکل آئے تو گھی پاک ہے اسے پاک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ فتاویٰ قاضی خان (ص ۵ ؛ ج ۱ - میں ہے -

وکذلک سکان البیت کالفارة - اھ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح ٢٦/١١/١٣٧٣ھ احقر عبداللہ رائپوری

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا مدرس جامعہ ہذا - ٢٦/١١/١٣٧٣ھ

پلید پانی جانوروں کو پلانے کا حکم

ناپاک پانی یا ناپاک دودھ کسی جانور کو پلانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

محمد شفیع کالی موری حیدر آباد سندھ

الجواب: اگر نجاست کی وجہ سے دودھ کا مزہ یا رنگ یا بو تبدیل نہیں ہوئی تو یہ دودھ یا پانی جانوروں کو پلایا جاسکتا ہے۔

الماء اذا وقعت فیہ نجاسة فان تغیر وصفه لم یجز الانتفاع

به بنحال والاحجار كبّل الطين وسقى الدواب ۔ اھ (شامی ج ۱۔ ص ۱۸۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ھذا — ۸/۱۲/۱۳۸۴ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

شہد پاک کرنے کا طریقہ

ہماری دوکان میں شہد کے بھرے ہوئے ٹین میں چوہا گر کر مرگیا چوہے میں بدبو پیدا ہونے پر معلوم ہوا ۔ چوہے کو فوراً نکال کر اوپر سے تقریباً آٹھ سیر شہد نکال دیا گیا۔ باقی ماندہ شہد استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں ؟ اور اس آٹھ سیر شہد کو کیسے پاک کیا جائے ؟

الجواب شہد پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ شہد کے برابر یا کچھ زائد پانی ڈال کر پکایا جائے یہاں تک کہ صرف شہد رہ جائے ۔ اسی طرح تین مرتبہ کیا جائے ۔ جو شہد نچلے حصہ میں تھا اس کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ وہ جامد ہو۔ ورنہ سارا شہد ناپاک ہوگا ۔ اور مذکورہ طریقہ سے پاک کیا جائے۔

ولو تنجس العسل فتطهيره ان يصب فيه ماء بقدره فيغلى حتى يعود الى مكانه (الى قوله) هكذا ثلاث مرات اھ (شامی ج ۱۔ ص ۲۲۲)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد صدیق غفرلہ

خیر محمد عفی عنہ مہتمم جامعہ ھذا — ۲۰/ربیع الاول/۱۳۸۴ھ — مدرس خیر المدارس ملتان

انسان کا جوٹھا پاک ہے

کافر کا جوٹھا پاک ہے یا حرام ؟ مثلاً عیسائی ، یہودی ، ہندو ، سکھ اور مرزائی وغیرہ ان سب کے جوٹھے کا کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب وسور الآدمی وما يؤكل لحمه طاهر ويدخل فى هذا الجواب الجنب والحائض والكافر (هدایہ ج ۱ ص ۲۳)

قال فی فتح القدیر قولہ والکافر مالم یشرب خمرا ثم یشرب من ساعۃ اما لو مکث قدر ما یغسل فمہ بلعابہ ثم شرب لا ینجس۔ (ج ۱ ص ۹۴)۔

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کا جوٹھا پاک ہے بشرطیکہ شراب پی کر فوراً نہ پیے لیکن کفار کے جوٹھے سے حتی الامکان بچا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۳ / ۵ / ۱۴۰۳ھ نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔

مُردار کی چربی سے بنا ہوا صابن پاک ہے

مگر ایسی چربی کی خرید و فروخت حرام ہے

جو چربی غیر ممالک سے منگوائی جاتی ہے وہ مردار کی چربی ہوتی ہے اور وہ صابن بنانے میں استعمال ہوتی ہے۔ اور دوسرے اجزاء ملا کر صابن تیار کیا جاتا ہے۔ صابن تیار ہونے کے بعد وہ پاک رہ جاتی ہے یا نہیں؟ اور ایسی چیز سے تیار کردہ صابن استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سردار محمد مالک کوثر سوپ فیکٹری ملتان

الجواب وعبارۃ المجتبی جعل الدھن النجس فی صابون یفتی بطہارتہ لانہ تغیر والتغیر یطہر عند محمدؒ ویفتی بہ للبلوی۔ اھ۔ وظاہرہ ان دھن المیتۃ کذلک لتعبیرہ بالنجس دون المتنجس الا ان یقال ھو خاص بالنجس لان العادۃ فی الصابون وضع الزیت دون بقیۃ الادھان تامل ثم رأیت فی شرح المنیۃ ما یؤید الاول حیث قال وعلیہ یتفرع مالو وقع انسان او کلب فی قدر الصابون فصار صابونا یکون طاہرا لتبدل الحقیقۃ اھ۔ ثم اعلم ان العلۃ عند

محمد رح هی التغیر و انقلاب الحقیقة ۔ (شامی ج۱ ص۲۹۱)

قلت فعلی هذا لافرق بین ودك نجس العین وغیرہ ۔

عبارتِ بالا سے ظاہر ہے کہ ناپاک تیل یا مردار کی چربی سے صابن تیار کیا جائے تو بوجہ انقلابِ حقیقت یہ صابن پاک سمجھا جائے گا اور یہ چربی وغیرہ بھی پاک ہوجائے گی ۔ اور اس صابن کا استعمال بھی جائز ہوگا ۔

لیکن واضح رہے کہ طہارتِ صابن الگ مسئلہ ہے اور ایسی چربی کو خرید کرنا اور اسے صابن میں استعمال کرنا الگ مسئلہ ہے ۔ ایسی چربی خرید کرنا اور اسے استعمال کرنا ہرگز جائز نہیں ۔ کیونکہ یہ مُردہ کا جزء ہے ۔ اور میتہ کی بیع وشراء باطل ہے ۔ اور اس سے انتفاع بھی درست نہیں ۔

قال فی الشامیة ، ج ۴ ، ص ۱۲۰ - (بخلاف الودك) ای دھن المیتة لانه جزؤھا فلا یکون مالا ۔ ابن ملك ای فلا یجوز بیعه اتفاقا وکذا الانتفاع به لحدیث البخاری ان الله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام قیل یا رسول الله ارأیت شحوم المیتة فانه یطلی بها السفن ویدھن بها الجلود ویستصبح بها الناس قال لا ھو حرام الحدیث ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مردار کی کھال دباغت کے بعد استعمال کرسکتے ہیں

ایک بیل حرام ہوگیا ہے کیا اس کی کھال اتار کر مسجد یا مدرسہ میں لگا سکتا ہے یا نہیں ؟ اس کا جواب عنایت فرمائیں ۔

الجواب مذکورہ کھال کو سکھانے یا کسی اور طریقہ سے رنگنے کے بعد استعمال کرنا جائز ہے لقوله علیه السلام ایما اھاب دبغ فقد طھر (رواہ الترمذی

وصححه) وفی الهدایة ثم مایمنع النتن والفساد فهو دباغ وان کان تشمیسًا او تتریبًا۔ اھ (ج ۱، ص ۲۴)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔ ۲/۱۲/۱۳۹۵ھ۔ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

نمک لگانے سے کھال بدبو سے محفوظ ہو جائے تو یہ بھی دباغت ہے

زید کی گائے رات کو مرگئی۔ زید نے اس کی کھال نکال کر نمک لگا کر رکھ دی اور صبح کو اس کی کھال مبلغ تین صد ۳۰۰ روپے میں فروخت کر دی۔ تو کیا طریقۂ مذکورہ پر کھال فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی قیمت اپنے کام میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس کی رطوبت دور ہوئی ہو اور نہ ہی خشک ہوئی ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب جائز ہے اگر اس طرح نمک لگانے سے کھال بدبو دار ہونے سے محفوظ ہوگئی ہے تو یہی دباغت ہے۔ اس کا بیچنا جائز ہے

والدباغ علی ضربین حقیقی وحکمی فالحقیقی ھو ان یدبغ بشئ لہ قیمة کالشب والقرظ والعفص وقشور الرمان ولحی الشجر والملح الخ۔ (بحر، ج ۱، ص ۱۰۵)۔

والحکمی ان یدبغ بالتشمیس والتتریب والالقاء فی الریح لا بمجرد التجفیف۔ (بحر، ج ۱، ص ۱۰۵)۔

خانیہ میں ہے۔

اذا دبغ بالرماد او بالملح او السبخة او ما یمنعہ من الفساد ویخرجہ عن حد الاکل فھو دباغ۔ (ص ۱۲)۔

الدباغ مایمنع النتن والفساد۔ (شامی ج ۱، ص ۱۸۷)۔ ومن الدابغ الحقیقی الملح وشبھہ من کل مایزیل النتن والرطوبة (مراقی ص ۹۰) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۸/۱۰/۱۴۰۷ھ

بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو پانی کا حکم

اگر بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو اس کے بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: اگر علم ہو کہ بچے کا ہاتھ یقیناً پاک تھا تو بلا شبہ وضوء درست ہے۔ اور اگر پلید ہونے کا یقین ہو تو پھر کسی صورت درست نہیں۔ اور اگر شک ہو تو بھی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس پانی سے وضوء نہ کریں۔ معہذا اگر وضوء کرلیں گے تو درست ہو جائے گا۔

وكذا الصبي اذا ادخل يده في البئر او في الاناء لا يتوضؤ منه استحسانا مالم يلزم وان لم يلزم وتوضأ جاز۔ (خانية ج ۱ ص ۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۵/۱۱/۱۴۰۱ھ

کتا کپڑے کو منہ لگا دے تو کپڑا پاک ہے یا ناپاک؟

ہمارے ہاں ایک کتا رکھا ہوا ہے کبھی کبھی وہ کھیلتے ہوئے چادر یا قمیص کا پلّو پکڑ لیتا ہے۔ اور منہ میں ڈال لیتا ہے۔ اس سے کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر کپڑے میں لعاب کی تری ظاہر ہو جائے تو کپڑا پلید ہو جائے گا۔ ورنہ نہیں۔ الكلب اذا اخذ عضو انسان او ثوبه لا يتنجس مالم يظهر فيه اثر البلل راضيا كان او غضبان۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۴۸)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ھذا

زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے

مسجد کے سامنے ایک بڑی سڑک ہے جو کہ شارع عام ہے اور ہر چیز وہاں

پھرتی رہتی ہے۔ اور نالیوں اور گلیوں کا پانی بھی وہاں سے کبھی کبھی گزرتا رہتا ہے۔ بغیر صف بچھائے ننگی زمین پر نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب اگر زمین خشک ہو اور نجاست کا رنگ اور بو بھی محسوس نہ ہوتی ہو۔ تو نماز جنازہ درست ہے۔ کیونکہ زمین نجس خشک ہونے پر اور نجاست کا رنگ اور بو ختم ہو جانے سے پاک ہو جاتی ہے۔ ویسے جو شرطیں صحت صلوۃ کے لئے ہیں وہ سب نماز جنازہ کے لئے بھی ضروری ہیں ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد عبداللہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

کما فی الھدایۃ وان اصابت الارض نجاسۃ فجفت بالشمس وذھب اثرھا جازت الصلوۃ علی مکانھا (ج ۱ ص ۷)۔

والجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

جنبی کے غسل سے چھینٹیں پانی میں پڑجائیں تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا

ایک شخص جنبی ہے جب وہ استنجاء وغیرہ کرکے غسل کرنے لگا تو غسل کرتے وقت پانی کی کچھ چھینٹیں صاف پانی والے برتن میں جا پڑیں۔ وہ پانی پاک رہا یا ناپاک ہوگیا ؟

الجواب وہ پانی ناپاک نہیں ہوا۔ اس سے غسل کرنا درست ہے۔

جنب اغتسل فانتضح من غسلہ شئی فی انائہ لم یفسد علیہ الماء ۔ اھ (عالمگیری ، ج ۱ ص ۱۲)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۲ / ۷ / ۱۴۱۰ ھ

جس ٹوتھ پیسٹ میں خنزیر کا کوئی جزء شامل ہو

اس ماہ اگست نولکے وقت لاہور میں خبر شائع ہوئی تھی کہ آج کل جو ٹوتھ پیسٹ بن رہا ہے

ان میں ایک مائع جلاٹین شامل ہے جو سور کی ہڈی کے گودہ سے بنتا ہے۔ بندہ نے اس اخبار کا کٹنگ بمعہ استفتاء جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں بھیجا تھا ابھی تک اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔ آج پاکستان کا ہر تیسرا آدمی ٹوتھ پیسٹ استعمال کرتا ہے۔ آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب خنزیر بجمیع اجزائہ نجس ہے۔ اگر سوال میں ذکر کردہ بات صحیح ہے تو ایسے ٹوتھ پیسٹ استعمال نہ کئے جائیں۔

خلا جلد خنزیر فلا یطہر اھ (درمختار)۔ (قولہ فلا یطہر) ای لانہ نجس العین بمعنی ان ذاتہ بجمیع اجزائہ نجسۃ حیا ومیتا فلیست نجاستہ لما فیہ من الدم کنجاسۃ غیرہ من الحیوانات فلذا لم یقبل التطہیر فی ظاہر الروایۃ عن اصحابنا (شامیۃ ج ۱ ص ۱۵۰)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳/۱۲/۱۴۰۷ھ

نجس جگہ پر بہت سا پانی بہا دیا جائے تو وہ پاک ہو جائیگی

۱ :۔ اگر کسی جگہ پیشاب کا ایک چھینٹا لگ جائے اور اس پر ایک مرتبہ پانی بہایا جائے تو کیا وہ پاک ہو جاتی ہے؟ جیسے کہ پنڈلی پر یا پاؤں وغیرہ پر۔

۲ :۔ ہاتھ اگرچہ ناپاک ہوں مگر خشک ہوں اور وہ کسی کپڑے کو لگ جائیں ایسا کپڑا جو کہ کچھ گیلا ہو مگر ہاتھ پہ تری محسوس نہ ہو اگرچہ ٹھنڈک محسوس ہو تو اس سے کپڑا ناپاک تو نہیں ہوتا۔

۳ :۔ غسل خانہ جس کا فرش بنا ہوا ہے۔ یا نلکا جس کا کھاڈا دونوں اس طرح کے ہیں کہ پانی کی ایک بوند بھی نہیں ٹھہرتی، وضوء کرتے وقت جو کہ فرش سے چھینٹے اٹھتے ہیں، کپڑوں کو لگتے ہیں۔ اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

مولوی محمد سلیمان ڈیرہ غازیخان

الجواب ۱: اگر اتنا پانی بہایا جائے کہ ظن غالب یہ ہو کہ پانی نجاست کو بہا لے گیا ہوگا تو وہ جگہ پاک ہو گئی۔

لان الجریان بمنزلۃ التکرار والعصر ھوالصحیح اھ (شامیہ ص۳۴۲ ج۱)

۲: ناپاک نہیں ہوگا۔

۳: ماءِ مستعمل مفتیٰ بہ قول کے مطابق نجس نہیں۔ لہٰذا کپڑے نجس نہیں ہوئے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ہڈی پاک ہوتی ہے اس کو لگنے سے کپڑا یا ہاتھ پلید نہیں ہوگا

دورانِ تعلیم ہم انسانی ہڈیوں کو مطالعہ کی غرض سے اپنے پاس رکھتے ہیں۔ تو کیا ان ہڈیوں کو ہاتھ لگانے سے ہاتھ یا کپڑے پلید تو نہیں ہوں گے۔

حسن محمود تبسم، قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور

الجواب انسانی ہڈیوں کو اس غرض کے لیے استعمال کرنا درست نہیں۔ اس لیے کہ انسان زندہ و مردہ ہر حالت میں قابلِ احترام ہے نیز یہ مقصد مصنوعی اعضاء سے بخوبی پورا ہو سکتا ہے۔ ہڈی پر اس کی کوئی چکناہٹ وغیرہ نہ ہو تو ہڈی پاک ہے اس کو لگنے سے ہاتھ یا کپڑا پلید نہیں ہوگا۔

وشعر المیتۃ غیر الخنزیر علی المذھب وعظمھا وعصبھا علی المشھور وحافرھا وقرنھا الخالیۃ عن الدسومۃ الی قولہ وشعر الانسان وعظمہ ودم سمک طاھر اھ (درمختار علی الشامیۃ، ج۱: ص ۱۹۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان: ۱۷/۳/۱۴۱۰ھ

نجاست سے اٹھنے والا دھواں نجس نہیں

سردیوں میں بیت الخلاء جائیں تو فضلہ سے بھاپ سی اٹھتی ہے جو جسم اور کپڑوں کو بھی لگتی ہے۔ کیا اس سے جسم اور کپڑا ناپاک تو نہیں ہوتے؟

الجواب: اس بھاپ سے کپڑا اور بدن ناپاک نہیں ہوتے۔ دخان النجاسة اذا اصاب الثوب او البدن الصحیح انه لا ینجسه هکذا فی السراج الوهاج اھ (عالمگیری: ج ۱ ص ۴۶)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۲۷/۷/۱۴۱۰ھ

دمِ غیر مسفوح نجس نہیں

بندہ قصاب کا کاروبار کرتا ہے اور الحمد للہ نماز بھی باقاعدہ ادا کرتا ہے۔ ہم جب جانور ذبح کرتے ہیں تو ذبح کی جگہ اسی وقت پانی سے دھو لیتے ہیں۔ تو جو خون گوشت کے اندر رہ جاتا ہے۔ تو گوشت بناتے وقت اگر وہ کپڑوں کو لگ جائے تو اس سے کپڑا ناپاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب: عین ذبح کے وقت جو خون نکلتا ہے وہ نجس ہوتا ہے۔ اور ذبح کے بعد جو خون گوشت وغیرہ میں رہ جاتا ہے وہ پلید نہیں ہوتا۔ اس کے لگنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔ وما یبقی من الدم فی عروق المذکاة بعد الذبح لا یفسد الثوب وان فحش کذا فی فتاوی قاضی خان وکذا الدم الذی یبقی فی اللحم لانه لیس بمسفوح هکذا فی محیط السرخسی۔ اھ (عالمگیری: ج ۱، ص ۴۶)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ تعالیٰ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۱۴/۳/۱۴۰۳ھ

جس پانی میں نجاست کی وجہ سے تغیر آجائے وہ بالاجماع ناپاک ہے

پانی کی طہارت ونجاست کے بارے میں عام طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا، حضرت حسن بصری رح اور داؤد ظاہری رح کا مذہب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ

"پانی خواہ قلیل ہو یا کثیر اگر اس میں کوئی نجاست گر جائے تو وہ اس وقت تک نجس نہ ہوگا اور مطہّر رہے گا جب تک کہ اس کی طبیعت یعنی رقت وسلائیت ختم نہ ہو خواہ اس کے اوصاف ثلاثہ متغیر ہوگئے ہوں"

کیا واقعتہً ان حضرات کا یہی مسلک تھا؟ مکمل تحقیق سے آگاہ فرمائیں؟ بینوا توجروا؟

الجواب ظاہریہ کے مذہب کے بارے میں شاید بعض حضرات کو محلی ابن حزم کی مندرجہ ذیل عبارت سے شبہ ہوگیا کہ ان کے نزدیک تغیرِ اوصاف بالنجاست کے باوجود بھی اس پانی سے وضو وغسل وغیرہ جائز ہے۔ وہ عبارت یہ ہے۔

ان الطاهر لا يتنجس بملاقاة النجس .... والحرام حرام كما كان والطاهر طاهر كما كان والنجس نجس كما كان الخ

حالانکہ ابن حزم رح اپنے اس خیال کے باوجود اس اجماعی مسئلے کے قائل ہیں کہ ماء متغیر الاوصاف کا وضو، غسل وغیرہ میں استعمال کرنا حرام ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

اما ان تغير لون الحلال الطاهر بما مازجه من نجس او حرام او تغير طعمه بذلك او تغير ريحه بذلك فاننا حينئذ لانقدر على استعمال الحلال الا باستعمال الحرام و استعمال الحرام فى الاكل والشرب وفى الصلوة حرام كما قلنا و لذلك وجب الامتناع منه لا لان الحلال الطاهر حرم ولا تنجست عينه ولو قدرنا على تخليص الحلال

الطاهر من الحرام والنجس لكان حلالا بحسبه ۔(محلی ج ۱ ص۱۳۱)۔

جب ابن حزم رح کے نزدیک بھی ایسے متغیر الاوصاف پانی کا استعمال حرام ہے اور اس سے وضو وغسل وغیرہ جائز نہ ہوا، تو ان کا اس مسئلے میں باقی ائمہ کے ساتھ اتفاق ہوا نہ کہ اختلاف۔

ابن حزم رح اور ظاہریہ کے نزدیک بھی ایسا پانی طاہر و طہور نہیں اسی لئے وضو اور کھانے پینے میں اس کا استعمال حرام ہے، اور باقی امت بھی اسی کی قائل ہے اور یہی مطلوب ہے۔ باقی رہی ابن حزم رح کی یہ خیالی بحث کہ بحالتِ اختلاط بالنجاست پانی اپنی حالتِ اصلیہ پر رہتا ہے۔ اور اگر اسے اجزائے نجاست سے صاف کرلیا جائے تو یہ طاہر ہوگا۔ یہ علامہ موصوف کی ایک فرضی و خیالی بحث ہے جس کا عمل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

زیر بحث مسئلہ سے یہ ایک الگ مستقل مسئلہ ہے جو اس وقت زیر بحث نہیں۔ اس وقت بحث اس میں ہے کہ ماء متغیر الاوصاف بالنجاست کے ساتھ بحالتِ موجودہ وضو، غسل جائز نہیں اور ایسا پانی محرم الاستعمال اور واجب الاجتناب ہے۔

اسی کا مختصر عنوان یہ ہے کہ ایسا پانی نجس ہے جس پر بشمول ابن حزم رح اور داؤد ظاہری ائمہ کرام رح کا اجماع ہے۔ مزید اطمینان کے لئے چند حوالہ جات لکھے جاتے ہیں۔

بذل المجہود میں ہے۔

قام الاجماع على ان الماء اذا تغير احد اوصافه بالنجاسة يتنجس فلا يتنجس الماء بما لاقاه ولو كان قليلا الا اذا تغير وقد ذهب الى ذلك ابن عباس رض و ابوهريرة رض والحسن البصري رح وابن المسيب رح و داؤد الظاهري رح ۔ (ج ۱ ۔ص ۴۳)۔

علامہ شوکانی رح نے نیل الاوطار میں اسی طرح نقل کیا ہے۔

قام الاجماع على ان الماء اذا تغير احد اوصافه بالنجاسة خرج عن الطهورية فلا يتنجس بما لاقاه ولو كان قليلا الا اذا تغير وقد ذهب الى ذلك ابن عباس رض والحسن البصري رح والثوري و داؤد الظاهري رح ۔ (ج ۱ ۔ ص ۲۲)۔

اوجز المسالک میں ہے۔

اختلف العلماء فی نجاسة الماء فقالت الظاهریۃ والامام مالک لا یتنجس بملاقاۃ النجاسۃ مالم یتغیر احد اوصافہ۔
(ج ۱- ص ۵۲)

وقال ابن حزم فی المحلی۔ وکل شئی مائع من ماء او زیت..... اذا وقعت فیہ نجاسۃ .... فان غیّر ذلک لون ماوقع فیہ اوطعمہ او ریحہ فقد فسد کلہ ولم یجز استعمالہ ..... وقال ایضا فلو احدث فی الماء او بال خارجا منہ ثم جری البول فیہ فھو طاھر یجوز الوضوء منہ و الغسل۔ لہ ولغیرہ الا ان یغیر ذلک البول او الحدث شیئا من اوصاف الماء فلا یجزی حینئذ استعمالہ اصلا لا لہ ولا لغیرہ۔ (مسئلہ ۱۳۷ محلی ابن حزم ج ۱ ص ۱۳۵)۔

علاوہ ازیں ابن حزم رح کی اوّل الذکر یہ فرضی بحث اس صورت میں بھی جاری ہو گی جبکہ پانی کا رقت و سیلان باقی نہ رہا ہو۔ جیسا کہ ان کے ضابطہ (ان الطاھر لا یتنجس بملاقاۃ النجس) سے ظاہر ہے اور تخلیص و تنقیہ کے بعد صاف پانی بھی ابن حزم رح کے نزدیک پاک ہو گا۔ پس ظاہریہ کے مذہب کے بارے میں سوال کے اندر ذکر کردہ رقت و سیلان باقی رہنے نہ رہنے کی تفریق غیر معقول ہے۔

الحاصل ماءِ متغیر الاوصاف بالاتفاق نجس ہے اور ظاہریہ کا بھی یہی مذہب ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اسی نوعیت کا جو قول ذکر کیا جاتا ہے وہ بطریق صحیح ان سے ثابت نہیں۔

"کوکب الدری" میں ہے۔ لم یثبت (قولہا) باسناد صحیح یعول الیہ۔ (ص ۸۰)۔

اور اسی طرح دیگر بعض سلف سے اس نوعیت کے جو اقوال منقول ہیں وہ غیر ثابت ہیں یا مؤول ہیں اور حضرت حسن بصری رح کا مذہب بھی مالکیہ کے قول کے مطابق ہے۔ جیسا کہ "بذل" اور "نیل الاوطار" کے حوالے سے ابھی گزرا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ — ۱۷/۱۰/۱۴۰۷ھ — للہ در المجیب

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا۔

کپڑے کا ناپاک حصہ معلوم نہ ہو تو کیسے پاک کریں؟

سڑک سے گزرتے ہوئے نالی کی کچھ چھینٹیں کپڑوں پر پڑ گئی تھیں مگر گھر پہنچ کر یاد نہ رہا کہ کس جگہ پڑی تھیں تو کیا پورے کپڑے کو دھونا ضروری تھا یا کچھ حصہ کو؟

الجواب بہتر تو یہ ہے کہ سارے کپڑے کو دھولیں۔ اگر سارے کو نہ دھوسکیں تو سوچ کر کسی ایک حصہ کو دھولیں کپڑا پاک ہو جائے گا۔

و اذا نسی محل النجاسة فغسل طرفا من الثوب بدون تحر حکم بطهارته علی المختار۔ (مراقی الفلاح)۔ وفی الظهيرية يغسله كله قال الكمال وهو الاحتياط وبه جزم المصنف فی حاشية الدرر قال فی النهر وينبغی ان يكون البدن كالثوب۔ (طحطاوی ص۸۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ۲۲ر۱ر۱۴۱۱ھ

آٹے میں چوہے کی مینگنیاں ہوں تو کھانے کا حکم

سرکاری گوداموں میں رکھی ہوئی گندم میں اکثر چوہے مینگنیاں وغیرہ کر جاتے ہیں۔ پھر اسی طرح وہ گندم پسوا لی جاتی ہے تو کیا اس آٹے کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب اگر مینگنیاں اتنی زیادہ ہوں کہ انہیں دیکھ کر طبیعت کو نفرت آتی ہو تو وہ آٹا ناپاک ہے استعمال نہ کریں۔

بعرة الفارة وقعت فی حنطة فطحنت قال ابن مقاتل لا يؤكل قال الخصاف لا حفظ فيه قول اصحابنا وعندی لا يفسد الا ان يكون كثيرا فاحشا ينفر عند الطبع۔اھ

(قاضی خان، ج۴، ص۴۹۸)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مأکول اللحم جانوروں کا جوٹھا پاک ہے

گھر میں پانی کی بالٹی بھری رکھی تھی بکری ادھر سے گزری تو اس نے اس میں سے کچھ پانی پی لیا۔ کیا اس پانی سے وضوء یا غسل کر سکتے ہیں وہ پانی رکھا ہی نہانے کے لئے تھا؟

الجواب مذکورہ پانی پاک ہے اس سے وضوء اور غسل کر سکتے ہیں۔

من الأسار سورطاهرلا كراهة فيه وهو سور مايؤكل لحمه من الانعام والطيور وسور الأدمى على اى صفة كان (الى قوله) ثم السور الطاهر بمنزلة الماء المطلق۔اھ (فتاوی قاضی خان ج۱ ص۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ناپاک مٹی کے برتنوں کا حکم

اگر مٹی کے پختہ برتن پلید مٹی سے بنے ہوئے ہوں تو ان کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ المستفتی عبدالمنان، بوہڑ گیٹ ملتان۔

الجواب آگ میں پکانا بھی منجملہ اقسامِ تطہیر ہے لہذا وہ برتن پکنے کے بعد پاک ہو گئے

مايطهر به النجس عشرة ...... الى قوله ومنها الاحراق ..... الطين النجس اذا جعل منه الكوز او القدر فطبخ يكون طاهرا هكذا فى المحيط اھ (عالمگیری ج۱ ص۴۴) وكذا فى البحر الرائق ج۱ ص۲۲۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بلی کا جوٹھا مکروہ ہے

گھر میں بہت عرصہ پہلے سے ایک بلی ہے وہ ہر فردِ خانہ سے پیار کرتی ہے اور کبھی کبھی آکر پاؤں چاٹنے لگ جاتی ہے اور کھیلتی رہتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی کسی کھانے کی چیز میں منہ ڈال دیتی ہو تو اس کے جوٹھے کا کیا حکم ہے؟

الجواب بلی کا جوٹھا مکروہ ہے استعمال نہ کیا کریں۔ طبی طور پر بھی مضر ہے اس کا جوٹھا استعمال کرنے سے برص کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی جسم یا کپڑے کا کوئی بھی حصہ نہ چاٹنے دیں۔ کیونکہ اس کا لعاب مکروہ ہے۔

واذا الحست الهرة كف رجل او موضعا اخر من بدنه يكره له ان يدعها تفعل ذلك الفعل وهو اللحس لان ريقها مكروه وكذا يكره ان يأكل او يشرب ما بقى منها مما اصابه لعابها من الاكل والماء وسائر الاشربة لانه سؤرها وسؤرها مكروه عند الاختيار۔ اھ (كبيرى ، ص۱۵۴) فقط والله تعالى اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۵، رجب المرجب ۱۴۱۰ھ

فصل فی الاستنجاء

نجاستِ غلیظہ کثیفہ کس قدر معاف ہے

نجاستِ غلیظہ میں سے اگر پتلی اور بہنے والی چیز کپڑے یا بدن پر لگ جائے۔ تو اگر روپے سے کم ہو تو اس کا دھونا سنت ہے۔ اور روپیہ کے برابر ہو تو دھونا واجب ہے۔ اور روپیہ سے زیادہ ہو تو دھونا فرض ہے۔ اور اگر نجاستِ غلیظہ میں سے گاڑھی چیز لگ جائے جیسے پاخانہ، مرغی وغیرہ کی بیٹ۔ تو اگر وزن میں ساڑھے تین ماشہ سے کم ہو تو اس کا دھونا سنت ہے۔ اور ساڑھے تین ماشہ کے برابر ہو تو دھونا واجب اور زائد کا دھونا فرض ہے۔ پس اگر کسی نے استنجاء کئے بغیر نماز شروع کر دی تو پتلی اور گاڑھی ہر دو قسم کی نجاستوں میں پہلی صورت میں نماز مکروہ تنزیہی ہوگی (معاف ہے اعادہ نہ کرے)۔

دوسری صورت میں ناقص اور مکروہ تحریمی ہوگی (گو نماز د فرض اس کے ہو جائیں گے) اور قضا اس کے ذمہ فرض نہ ہوگی۔ مگر چونکہ ہر ترکِ واجب سے اعادہ لازم ہوتا ہے اس لئے پوری کر کے استنجاء کرے پھر کمی کی تلافی کے لئے اس کا اعادہ کرے۔

اور تیسری صورت میں نماز بالکل نہ ہوگی اس لئے نماز توڑ دے اور استنجاء کر کے پھر پڑھے وضو ہی کافی ہے۔ (ماخوذ از امداد الفتاویٰ: ج ۱، ص ۹۴)۔

مندرجہ بالا مسئلہ میں یہ اختلاف ہے کہ "بہشتی زیور حصہ دوم" میں نجاستِ غلیظہ (گاڑھی وزن دار) کے لئے ساڑھے تین ماشہ وزن درہم کے بجائے ساڑھے چار ماشہ (مثقال کا) وزن لکھا ہے۔ ان میں کونسا قول قابلِ ترجیح ہے؟

الجواب تنویر و شامی میں ہے۔

(وعفا) الشارع (عن قدر درهم وهو مثقال) عشرون قيراطا في نجس، كثيف الخ هذا هو الصحيح۔ وقيل يعتبر في كل زمان درهمه بحر۔ وافاد ان الدرهم هنا غيره في باب الزكوة فانه هناك ماكان كل عشرة منه وزن سبعة مثاقيل (شامی ج ۱ ص ۲۹۳)

اسی بحث میں صاحب بحر فرماتے ہیں۔

واراد بالدرهم المثقال الذي وزنه عشرون قيراطا الخ (ج ۱ ص ۲۲۲)

وقال في الكبيرى ثم الدرهم المقدر به هو الدرهم الكبير الشهيلى الخ بل الصحيح ما قال الفقيه ابو جعفر الهندوانی يقدر بالوزن اى بالدرهم الوزني وهو ما يبلغ وزنه مثقالا الخ (ص ۱۷۰)

وهكذا في الهندية۔

عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ نجاست غلیظہ کے بارے میں دہ درہم معتبر ہے جو مثقال کا ہم وزن ہے پس ساڑھے چار ماشہ کا وزن جو بہشتی زیور میں مذکور ہے درست ہے۔ کیونکہ مثقال کا مشہور وزن یہی بتلایا جاتا ہے۔ امداد الفتاوی کی عبارت میں تسامح ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہ رئیس الافتاء

استبراء معروف کی شرعی حیثیت

پانی کی موجودگی میں بلا عذر تیمم جائز نہیں مگر پھر کیا وجہ ہے کہ پانی کی موجودگی میں

پیشاب کرنے کے بعد پہلے مٹی کے ڈھیلے سے استنجاء خشک کرتے ہیں اس کے بعد پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ مٹی کے ڈھیلے سے استنجاء کرنے والے بہت سے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ پاجامہ میں ہاتھ ڈال کر مسجد کے صحن میں، سڑکوں، گلیوں، عورتوں اور غیر مسلموں کے سامنے ٹہلتے پھرتے ہیں۔ عضو کو ہاتھ میں پکڑ کر بار بار ہلاتے ہیں۔ پاؤں کی قینچی بنا کر کبھی اس ران سے دباتے ہیں اور کبھی اس ران سے دباتے ہیں۔ مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی نے بڑے بڑے پوسٹروں کے ذریعہ اس بیہودہ رسم کو

بند کرنے پر زور دیا ہے۔ کیونکہ یہ طریقہ زمانہ رسالت میں تو نہیں تھا۔ اور نہ ہی خلفاء راشدین رضہ کے زمانہ میں تھا تو اب اس کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟

الجواب شریعت میں اصل حکم استبراء کا ہے یعنی جسم کی قطرات سے مکمل حفاظت کی جائے اور اس سے احتیاط نہ کرنے کی صورت میں عذاب قبر کی شدید وعید سنائی گئی ہے۔ آج کل کمزوری مثانہ کی وجہ سے قطرہ وغیرہ ضرور آتا ہے۔ لہذا اس سے بچنے کے لئے ڈھیلا استعمال کیا جاتا ہے۔ تو یہ بھی حکم شرع کی تعمیل ہے خلاف شرع نہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کے لئے ایسی جگہ منتخب کی جائے جیسا استنجاء بالماء کے لئے ہوتی ہے۔ یعنی ذرا اوٹ میں کرے۔

یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقه الا یسر و یختلف بطباع الناس اھ (درمختار)۔

(قوله یجب الاستبراء) هو طلب البراءة من الخارج بشئ مما ذکره الشارح حتی یستیقن بزوال الاثر الخ (قوله و یختلف) هذا هو الصحیح فمن وقع فی قلبه انه صار طاهرا جاز له ان یستنجی لان کل احد اعلم بحاله۔ (شامیه: ج ۱: ص ۳۱۹)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ۱۲ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۲۔۱۴۰۰ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

قضاء حاجت کے وقت استقبال و استدبار قبلہ سے حتی الوسع بچا جائے

مسجد کے طہارت خانے شرقاً غرباً بنانے پڑے ہیں جگہ تنگ تھی اگر کسی طرح رُخ صحیح کرنے کی کوشش کی جائے تو کم از کم ڈیڑھ ہزار روپیہ صرف ہوگا جس کی گنجائش نہیں۔ کیا شرعاً بحالت مجبوری اس کی اجازت ہے یا قطعی حرام اور ممنوع ہے۔ جب کہ ایک روایت میں جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کھلے میدان میں اونٹ کو آڑ بنا کر قبلہ رُخ پیشاب کیا۔ تفصیل سے وضاحت فرمائیں ؟

مسعود احمد بہاولنگر

الجواب استقبال واستدبار قبلہ سے ممانعت کے سلسلہ میں احادیث صحیحہ مرفوعہ صریحہ موجود ہیں۔

عن أبی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلۃ بغائط ولا ببول ولا تستدبروھا الحدیث اھ (ترمذی ۱ ج ۱ ص ۲۰)۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ملک شام جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں قبلہ رُخ بیت الخلاء بنے ہوئے تھے۔ فننحرف عنہا ونستغفر اللہ۔ یعنی ہم قبلہ سے پھر کر اور منحرف ہو کر انہیں استعمال کرتے تھے اور ساتھ ساتھ استغفار کرتے تھے کہ شاید کسی وقت استقبال قبلہ ہو گیا ہو۔

ایک حدیث پاک میں قبلہ کی طرف تھوکنے کے بارے میں یہ وعید وارد ہوئی ہے کہ قیامت کے دن یہ تھوک اس کے چہرے پر نمایاں نظر آئے گا۔

تھوک شرعاً پاک ہے جب اس کی اجازت نہیں تو پیشاب و پاخانہ کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے۔ اس لئے احتراز کرنا لازم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ عمل ثابت نہیں البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول منقول ہے۔ ابوداؤد شریف میں جس کی علماء نے بہت سی توجیہات نقل کی ہیں۔ علاوہ ازیں ایک صحابی کے عمل سے فرمانِ نبوی پر عمل کے زیادہ لائق ہے۔

مسجد کی انجمن کے لئے ہزار ڈیڑھ ہزار روپیہ معمولی چیز ہے۔ اگر فنڈ موجود نہ ہو تو قرض لے کر خرچ کرلیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

اوراقِ منطق سے استنجاء کرنے کا حکم

مقولہ مشہور ہے یجوز الاستنجاء باوراق المنطق۔ بظاہر یہ فقہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ مطلق کاغذ سے استنجاء کرنے کی ممانعت مذکور ہے۔ نیز اوراق منطق سے استنجاء کرنے میں سوء ادب بھی ہے۔ دوسرا مقولہ یہ بھی سنا گیا ہے کہ من لم یعرف المنطق فلا ثقۃ لہ فی العلوم اصلاً

ان دونوں میں کیا تطبیق ہے ؟

۲ ، آج کل بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ کاغذ سے استنجاء کرتے ہیں جو کہ مخصوص ہوتا ہے استنجار کے لئے یہ از روئے فقہ کیسا ہے ؟

الجواب: ونقل القہستانی الجواز بکتب الحکمیات عن الاسنوی من الشافعیة واقرّه قلت لکن نقلوا عندنا ان للحروف حرمة ولو مقطعة اھ ومفاده الحرمة بالمکتوب مطلقا ۔اھ (شامی : ج ۱ ؛ ص ۳۱۵)۔

عبارت ہذا سے معلوم ہوا کہ لکھے ہوئے کاغذ سے استنجاء کرنا منع ہے اگرچہ اس میں فلسفہ وحکمت ہی تحریر ہو۔ تو اوراق منطق کا بھی یہی حکم ہے ۔ ان سے استنجاء نہ کرے ۔

مقولہ ۲ بالتعیین معلوم نہیں کس کا ہے ۔ ہاں درست نہیں لہذا ترجیح وتطبیق کی ضرورت نہیں ۔

۲ ، یہ کاغذ اگر لکھنے کے قابل نہیں صرف استنجار کے لئے بنائے جاتے ہیں تو ان سے استنجار جائز ہونا چاہئے ۔ کیونکہ کاغذ کا احترام آلۂ علم ہونے کی وجہ سے ہے ۔

وله احترام ایضا لکونه آلة لکتابة العلم ۔اھ (شامی : ج ۱ ؛ ص ۲۲۷)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ تعالیٰ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۳۰ / ۱۲ / ۱۳۹۵ھ

صرف ڈھیلے سے استنجار کرنے سے بھی سنت ادا ہوجائے گی

بہشتی زیور میں ہے ۔ ڈھیلے سے استنجار کرلے کے بعد پانی سے استنجار کرنا سنت ہے ۔ لیکن اگر نجاست ہتھیلی کے گہراؤ یعنی روپے سے زیادہ پھیل جائے تو ایسے وقت میں پانی سے دھونا واجب ہے بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی ۔ اور اگر نجاست پھیلی نہ ہو تو فقط ڈھیلے سے پاک کرکے بھی نماز درست ہے لیکن سنت کے خلاف ہے ۔ (ج ۲ ؛ ص ۸)۔

کیا یہ درست ہے کہ صرف ڈھیلے سے استنجار سنت کے خلاف ہے ؟

الجواب یعنی کمالِ سنت اور افضل کے خلاف ہے۔ اور نفسِ سنت ڈھیلوں کے استعمال سے بھی ادا ہو جائے گی۔

قال فی الشامیة ثم اعلم ان الجمع بین الماء والحجر افضل ویلیه فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیه الاقتصار علی الحجر وتحصل السنة بالکل وان تفاوت الفضل کما أفاده فی الامداد وغیرہ۔

(ج ۱، ص ۲۲۸، مطبوعہ کوئٹہ)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

صرف ڈھیلے سے استنجاء کیا ہو تو نماز کا حکم

زید نے پیشاب کرنے کے بعد ڈھیلے سے استنجاء سکھایا لیکن پانی سے استنجاء کرنا یاد نہ رہا اور نماز پڑھ لی تو نماز ہو گئی یا نہیں؟ یا اعادہ واجب ہے؟

۲: ناپاک زمین پر لکڑی کا تخت بچھا کر نماز پڑھنا جب کہ تخت کے چاروں پائے ناپاک جگہ پر ہوں۔ تو اس تخت پر نماز صحیح ہو گی یا نہیں؟

الجواب اگر مخرج پر پیشاب مقدارِ درہم یا اس سے کم لگا ہے تو نماز ہو گئی اعادہ کی ضرورت نہیں اور اگر نجاست مقدارِ درہم سے زیادہ لگی ہوئی ہے تو نماز صحیح نہیں ہوئی، اعادہ کیا جائے۔ وان تجاوز المخرج وکان المتجاوز قدر الدرھم لا یسمی استنجاء وجب ازالته بالماء فلا یکفی الحجر بمسحه۔ اھ (مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی، ص ۲۵)۔

۲: تخت پر نماز صحیح ہو جائے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ أعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

قیمتی چیز سے استنجاء کرنا مکروہ ہے

مجھے پیشاب کے قطرات تقریباً کوئی دس منٹ تک آتے رہتے ہیں۔ گھر میں تو خیر بڑی سہولت ہے لیکن سفر میں بڑی دقت رہتی ہے۔ نماز کے لئے کپڑوں کا پاک رکھنا بڑا مشکل ہے۔ الحمد للہ نماز بڑی مدت سے قضا نہیں ہوئی۔ گھر میں ایک لنگی پہن کر پیشاب کرتا ہوں اس کے بعد باقاعدگی سے مسواک کرتا ہوں بعد ازاں لنگی اتار کر طہارت حاصل کرتا ہوں۔ پھر وضوء کرکے باقاعدگی سے باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں جاتا ہوں۔ قطرات آنے کے وقت کو میں مسواک کے لئے استعمال کرتا ہوں تاکہ وقت بچ جائے کیا میرا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟

الجواب ڈھیلا استعمال کرنا چاہئے قیمتی چیز سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ یہ بھی استنجاء کے حکم میں معلوم ہوتا ہے[له]۔ مسواک بھی وضوء کے ساتھ ہونی چاہئے۔ کیونکہ یہ وضوء کی سنتوں میں سے ہے۔ مراقی میں ہے۔

ویکرہ الاستنجاء بعظم (الی ان قال) وشیئ محترم لتقومه کخرقة دیباج وقطن لاتلاف المالیة و الاستنجاء بها یورث الفقر۔ (ص ۲۸)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۵-۸-۱۴۰۶ھ

له اگر یہ لنگی دھو کر بار بار استعمال کرتے رہتے ہوں، یعنی ضائع نہ کرتے ہوں تو ذیل کے جزئیہ سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

ینبغی تقیید الکراھة فیما له قیمة بما اذا ادی الی اتلافه اما لو استنجی به من بول او منی مثلا وکان یغسل بعده فلا کراھة الا اذا کان شیئا ثمینا تنقص قیمته بغسله کما یفعل فی زماننا بخرقة المنی لیلة العرس تامل۔ (شامی ج ۱، ص ۳۱۵)۔ فقط واللہ تعالی اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

استنجاء کے بعد ہاتھ دھونے کا حکم

استنجاء کرلینے کے بعد ہاتھوں کو دوبارہ دھونا چاہیئے یا نہ۔ اگر نہ دھویا جائے تو کیا حرج ہے؟

۲ : زیر ناف بالوں کی صفائی کس طرح کرے۔ یعنی اوپر سے نیچے یا نیچے سے اوپر یا دائیں سے بائیں وغیرہ اور کتنے دنوں کے بعد کرلینی چاہیئے؟

۳ : بیت الخلاء میں جانے کے لئے مجھے سگریٹ ساتھ لے جانا پڑتا ہے۔ کیونکہ مجھے اکثر قبض رہتی ہے کیا یہ گناہ تو نہیں ہے؟

الجواب

۱ :۔ اگر غلبۂ ظن ہو کہ ہاتھ بھی صاف ہوگئے ہیں اور بدبو وغیرہ بھی ختم ہوگئی ہے تو دھونا مزید نظافت کے لئے مسنون ہے ورنہ ضروری نہیں۔

ومع طهارة المغسول تطهر اليد و يشترط ازالة الرائحة عنها و عن المخرج اھ (در مختار علی الشامی ج ۱ ص ۲۳۰)۔

ويغسل يده بعد الاستنجاء كما يكون يغسلها قبله ليكون انقى وانظف و قد روى عن النبى صلى الله عليه وسلم غسل يده بعد الاستنجاء و ذلك يده على الحائط كذا فى التجنيس ۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۵)۔

۲ : اوپر سے نیچے کی طرف صفائی کرے۔ اور افضل یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں ایک دفعہ صفائی کرے۔ اسی طرح ناخن کاٹنے اور دوسری صفائی کا حکم ہے۔ اگر کسی وجہ سے نہ ہوسکے تو پندرہ دن میں ایک دفعہ کرے۔ اگر ایسا بھی نہ ہوسکے تو چالیس دنوں میں کرلے اس کے بعد وہ گناہ گار ہوگا۔

الافضل ان يقلم اظفاره و يحفى شاربه و يحلق عانته و ينظف بدنه بالاغتسال فى كل اسبوع مرة فان لم يفعل ففى كل خمسة عشر يوما ولا يعذر فى تركه وراء الاربعين فالاسبوع هو الافضل والخمسة عشر الاوسط والاربعون الابعد ولا عذر فيما وراء الاربعين ويستحق الوعيد كذا فى القنية ويبتدأ فى حلق العانة من تحت السرة اھ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۷)۔

۳ : گنجائش ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

گھاس یا درخت کے پتوں سے استنجاء کرنا

اگر کسی کھیت میں قضاءِ حاجت کے لئے بیٹھیں تو گھاس یا کپاس وغیرہ کے پتے ڈھیلے کی جگہ استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔ صوفی محمد اکبر فوجی شاہ جمال ٹاؤن لاہور

الجواب: درختوں کے پتوں اور گھاس سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ والورق قیل انہ ورق الکتابۃ وقیل انہ ورق الشجر وای ذلک کان فانہ مکروہ اھ (بحر الرائق: ج۱: ص۲۵۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بالکل چھوٹے بچوں کیلئے استقبال و استدبار کا حکم

کیا قضاءِ حاجت کے وقت چھوٹے بچوں کے لئے بھی استقبال و استدبارِ قبلہ کا کوئی حکم ہے ؟

الجواب: والدہ یا جو انہیں قضاءِ حاجت کرائے اسے حکم ہے کہ وہ اسے قبلہ رو یا مستدبر قبلہ کر کے نہ بیٹھے۔ وکذا یکرہ للمرأۃ امساک صغیر لبول أو غائط نحو القبلۃ اھ (درمختار) (قولہ امساک صغیر) ھذہ الکراھۃ تحریمیۃ لانہ قد وجد الفعل من المرأۃ۔ اھ (شامی: ج۱: ص۲۵۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

کتاب الصلوٰۃ

ما یتعلق

بمواقیت الصلوٰۃ

جہاں چھ ماہ کا دن ہو وہاں نماز کیسے پڑھی جائے

عرض ہے کہ ہمارے ہاں چند روز سے اس مسئلہ پر گفتگو ہو رہی ہے کہ آیا ایسے مقامات جہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے وہاں روزے فرض ہیں یا نہیں ؟ میرا خیال ہے کہ وہاں روزے فرض نہیں۔ اس کی درج ذیل وجوہ ہیں۔

۱ : قرآن مجید کا حکم ہے کہ از صبح صادق تا غروب آفتاب روزہ رکھا جائے۔ لیکن وہاں تو آدمی چھ ماہ کا روزہ رکھ ہی نہیں سکتا۔ جب آدمی روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو قضا۔ یا فدیہ کی اجازت ہوتی ہے لیکن وہاں قضا بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ وہاں دن کبھی بھی چھ ماہ سے کم نہیں ہوتا۔ لہذا وہاں فدیہ ہی لازم ہو سکتا ہے۔

۲ : اسلامی سال قمری سال ہوتا ہے جس میں تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں اور وہاں شمسی سال ہوتا ہے۔ لہذا جب وہاں اسلامی سال موجود ہی نہیں تو روزے بھی فرض نہیں ہوتے۔

۳ : اغلب گمان یہ ہے کہ وہاں چاند نظر نہیں آتا۔ حکم یہ ہے کہ جو چاند دیکھے وہ روزہ رکھے۔ وہاں چاند کا وجود ہی نہیں لہذا دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس روزہ بھی فرض نہیں ہوا۔ نیز ایسے

مقامات پر چھ ماہ میں صرف پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ براہِ کرم اس بارے میں شرعی حکم سے مستفیض فرمائیں۔ بینوا توجروا؟

الجواب ایسے مقامات پر جہاں چھ چھ مہینوں کے دن اور رات ہوتے ہیں اندازہ کر کے چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں پڑھی جائیں گی۔ اسی طرح روزوں کے بارے میں بھی اندازہ کر کے روزے رکھے جائیں گے۔ قریبی علاقہ جہاں طلوع و غروب ہوتا ہے اس علاقے کے دنوں اور راتوں کو معیار بنایا جائے اور جب اس علاقہ میں رمضان المبارک شروع ہو جائے تو اس مقام پر بھی رمضان المبارک کو شروع تصور کیا جائے گا۔

قال الرملی فی شرح المنہاج ویجری ذلک فیما لو مکثت الشمس عند قوم مدۃ اھ قال فی امداد الفتاح قلت وکذلک یقدّر لجمیع الآجال کالصوم والزکوۃ والحج اھ (شامی ج ۱ ص ۳۳۸)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ رئیس الجامعہ — ۲۵/۹/۱۳۸۶ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سایۂ اصلی معلوم کرنے کا طریقہ

مثلِ اول و دوم نکالنے کے لئے جو سایۂ اصلی شمار کیا جاتا ہے "بہشتی زیور" حصہ دوم ص ۹۔ کے مطابق اگر ایک ہاتھ لکڑی کا سایہ ٹھیک دوپہر کو چار انگل تھا تو جب تک دو ہاتھ اور چار انگل نہ ہو تب تک ظہر کا وقت ہے اور جب دو ہاتھ چار انگل ہو گیا تو عصر کا وقت آگیا۔ اس حساب سے ہمارے بزرگ میاں منظور محمد صاحب سابق ہیڈ ماسٹر ایم بی ہائی سکول گوجرہ نے عرصہ سے گوجرہ کے لئے ایک نقشہ بنایا ہوا ہے۔ لیکن جامع مسجد مرکزیہ کے خطیب قدوری شریف کا حوالہ دیتے ہوئے مثلِ اوّل و دوم نکالنے کا یہ طریقہ غلط ثابت کرتے ہیں اور حساب ہذا کے مطابق بننے ہوئے وقت سے پہلے ہی اذانِ عصر دے دیتے ہیں۔ آپ سایۂ اصلی کی تعریف فرمائیں؟

الجواب زمین بالکل ہموار کر لی جائے کہ قطعاً اونچ نیچ نہ رہے پھر اس پر ایک دائرہ کھینچ لیا جائے اور اس کے مرکز میں لوہے کی لمبی کیل مخروطی شکل کی کھڑی کر دی جائے

یہ کیل قطرِ دائرہ کی ایک چوتھائی کے برابر ہونی چاہیئے۔ صبح کے وقت سایہ دائرہ سے باہر ہوگا۔ اور آہستہ آہستہ کم ہوتے ہوتے دائرہ کے اندر داخل ہو جائے گا۔ جس نقطہ سے سایہ داخل ہوگا دائرہ کے اس نقطہ پر نشان لگا دیا جائے سایہ کم ہو چکنے کے بعد اب بڑھنا شروع ہوگا اور بڑھتے بڑھتے دائرہ سے باہر نکل جائے گا۔ محیطِ دائرہ کے اس نقطہ پر بھی نشان لگا دیا جائے اب اس نقطہ اور پہلے نقطہ کو جہاں سے سایہ دائرہ میں داخل ہوا تھا ایک خطِ مستقیم کے ذریعہ ملا دیا جائے تو ایک قوس بن جائے گی۔ اس کے عین نصف سے ایک خط کھینچ کر مرکزِ دائرہ سے ملا دیا جائے۔ یہ خط نصف النہار ہے۔ کیل کا سایہ جب اس خط پر پہنچے گا اس وقت کیل کا جتنا سایہ ہوگا اس کو سایۂ اصلی کہتے ہیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ رئیس الجامعہ

ضحوۂ کبریٰ سے لیکر زوال تک نماز نہ پڑھی جائے

مورخہ ۱۸ ر اکتوبر کو دائمی جنتری پر گیارہ بج کر ۱۸ منٹ پر ضحوۂ کبریٰ اور گیارہ بج کر ۵۷ منٹ پر زوال تھا۔ تحقیق کے لئے لکھا ہے کہ اس میں مکروہ وقت کہاں سے کہاں تک ہے۔ مثلاً اگر کوئی جنازہ پڑھے یا کوئی نفل وغیرہ مذکورہ وقت میں پڑھے تو احتیاطاً کس وقت سے مکروہ وقت شروع ہوگا۔ اور ضحوۂ کبریٰ سے کیا مراد ہے۔ اگر کوئی جنازہ گیارہ بج کر ۱۸ منٹ کے بعد بیس یا پچیس منٹ پر پڑھا گیا تو کیا یہ مکروہ وقت میں ہے یا بلا کراہت جائز ہے؟

الجواب: اس کے بارے میں احتیاط یہ ہے کہ ضحوۂ کبریٰ سے لے کر زوال تک نماز نہ پڑھے۔ للاختلاف[1]۔ چاشت کی نماز ضحوۂ کبریٰ سے پہلے پہلے پڑھ لے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۱۷ ر ۱۰ ر ۱۴۰۶ھ

[1] واختلف فی وقت الکراہۃ عند الزوال فقیل من نصف النہار الی الزوال

لرواية أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم انه نهى عن الصلوٰة نصف النهار حتى تزول الشمس قال ركن الدين الصباغي وما احسن هذا لان النهي عن الصلوٰة فيه يعتمد تصور هانيه اھ وعزا في القهستاني القول بان المراد انتصاف النهار العرفي الى أئمة ما وراء النهر وبان المراد انتصاف النهار الشرعي وهو الضحوة الكبرى الى الزوال الى أئمة خوارزم اھ (شامية ج۱ ص۲۴۳)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ، مرتب خیر الفتاوی

ساڑھے بارہ بجے ظہر پڑھنے کا حکم

کیا آج کل ساڑھے بارہ بجے ظہر پڑھی جا سکتی ہے کیوں کہ ہم کو چھٹی دو بج کر پچیس منٹ پر ملتی ہے اور اس وقت جماعت نہیں ملتی ؟ بینوا توجروا ۔ رانا محمد عارف لاہور ہائیکورٹ لاہور

الجواب ظہر کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اور آج کل راولپنڈی میں زوال بارہ بجکر ۱۴ منٹ پر ہوتا ہے اور آئندہ گھٹ جائے گا ۔ حاصل یہ ہے کہ آپ ہر موسم میں ساڑھے بارہ بجے نماز پڑھ سکتے ہیں ۔ لیکن ایک خیال ضرور رہے کہ اذان وقت کے اندر دیں ۔ یعنی زوال کے بعد اذان ہو پہلے نہ ہو ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

نصف النہار سے کیا مراد ہے

اوقات مکروہہ ثلاثہ غروب ، طلوع اور استواء اکثر کتب متون اور شروح میں مذکور ہیں ۔ غروب وطلوع تو معلوم ہیں لیکن استواء کے متعلق مختلف الفاظ ہیں ، مسلم شریف میں ہے ۔

حین یقوم قائم الظهیرة ۔

ابوداؤد شریف میں ہے ۔ نصف النهار حتى تزول الشمس ۔

منیۃ المصلی میں ہے۔ وقت الزوال ۔ نور الایضاح میں ہے استوائہا ۔ بہشتی زیور میں ہے ۔ ٹھیک دوپہر ۔ اور اکثر کتب میں ضحوۂ کبریٰ ہے ۔ یہ سب ایک چیز ہیں یا علیحدہ علیحدہ ؟ صحیح وقت نصف النہار کب شروع ہوتا ہے اور اس کی شناخت کیا ہے ؟ کراہت نماز کے لئے نصف النہار شرعی مراد ہے یا حقیقی ؟ مولوی شاہ محمد میلسوی

الجواب طحطاوی ، ص ۱۰۰ - میں ہے ۔

(قوله والثانی عند استوائہا) وعلامته ان یمتنع الظل عن القصر ولا یأخذ فی الطول فاذا صادف انه شرع فی ذلك الوقت بفرض قضاء او قبله وقارن ھذا الجزء اللطیف شیئا من الصلوۃ قبل القعود قدر التشھد فسدت ۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ نصف النہار سے مراد نصف النہار حقیقی ہے اور یہی اصل ہے ۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ سایہ کم ہوجانا بند ہوجائے اور ابھی تک بڑھنا شروع نہ ہوا ہو ۔ البتہ ائمہ ماوراء النہر کے ہاں اس سے مراد نصف النہار عرفی ہے ۔

وعزا فی القہستانی القول بان المراد انتصاف النہار العرفی الی أئمة ماوراء النہر اھ (شامی ج ۱ ، ص ۳۴۵) - فقط واللہ اعلم ۔

از دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ رئیس الجامعہ ۔

سورج کے صرف پہاڑ کی اوٹ میں چلے جانے سے غروب متحقق نہیں ہوگا

اس علاقہ میں آبادی سے سات آٹھ میل دور مغرب میں ایک پہاڑ ہے ۔ سورج جب اس پہاڑ کے پیچھے چھپ جاتا ہے تو پندرہ بیس منٹ بعد مشرق میں رات ظاہر ہوتی ہے ۔ آیا جب رات ہوتی ہے تو اس وقت صحیح وقت ہوتا ہے یا مغرب کا وقت پہاڑ کے پیچھے سورج چھپ جانے سے شروع ہوجاتا ہے ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں صرف سورج کے پہاڑ کی اوٹ میں آجانے سے نمازِ مغرب یا افطار کا وقت شروع نہیں ہوگا بلکہ اس کے بعد جب مشرق کی طرف سے سیاہی اور اندھیرا پھیلنا شروع ہو جائے اس وقت غروبِ شمس کا تحقق ہوگا اور اس وقت سے نمازِ مغرب کے وقت کی ابتداء سمجھی جائے گی۔ لہٰذا اگر مذکورہ وقت سے قبل مغرب کی نماز پڑھ لی گئی تو وہ ادا نہیں ہوئی دوبارہ پڑھنی چاہیئے۔

کما یظہر من الشامی ج ۲ ص ۱۱۰۔ والمراد بالغروب زمان غیبوبۃ جرم الشمس بحیث تظہر الظلمۃ فی جہۃ المشرق قال علیہ السلام اذا اقبل اللیل من ھٰھنا الخ ای اذا وجدت الظلمۃ حسًّا فی جہۃ المشرق۔ اھ

وایضا ھکذا یظہر من کلام الحافظ فی شرح قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا اقبل اللیل من ھٰھنا و ادبر النہار من ھٰھنا و غابت الشمس فقد افطر الصائم۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۳/۳/۱۳۷۹ھ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تغیرِ موسم سے کم و بیش ہوتا رہتا ہے

نمازِ مغرب کا کتنا وقت ہوتا ہے اور کس وقت تک نماز کا صحیح وقت رہتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ۱½ گھنٹہ ہے، کوئی کہتا ہے کہ جب اندھیرا چھا جائے اس وقت تک نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب مغرب کی نماز کا وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سورج کے غروب ہونے سے لے کر شفق ابیض کے غائب ہونے تک رہتا ہے اور شفق کے غائب ہونے تک کا درمیانی فاصلہ موسم کے تغیر سے کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ جو کہ طلوع و غروب بتانے والی جنتریوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ یہ فاصلہ کسی بھی موسم میں سوا گھنٹہ سے کم نہیں ہوتا۔ اور بعض موسموں میں ڈیڑھ گھنٹہ سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

ووقت المغرب منه الى غروب الشفق وهو الحمرة عندهما و به قالت الثلاثة واليه رجع الامام كما فى شروح المجمع و غيرها فكان هو المذهب اھ (درمختار)۔ (قوله واليه رجع الامام) اى الى قولهما الذى هو رواية عنه ايضا وصرح فى المجمع بان عليها الفتوى و رده المحقق فى الفتح بانه لا يساعده رواية ولا دراية الخ وقال تلميذه العلامة قاسم فى تصحيح القدورى ان رجوعه لم يثبت لما نقله الكافة من لدن الائمة الثلاثة الى اليوم من حكاية القولين و دعوى عمل عامة الصحابة بخلافه خلاف المنقول قال فى الاختيار الشفق البياض وهو مذهب الصديق و معاذ بن جبل و عائشة رضى الله تعالى عنهم قلت ورواه عبدالرزاق عن ابى هريرة و عن عمر بن عبد العزيز ولم يرو البيهقى الشفق الاحمر الا عن ابن عمر رضى الله عنهما و تمامه فيه واذا تعارضت الاخبار والآثار فلا يخرج وقت المغرب بالشك كما فى الهداية وغيرها قال العلامة قاسم فثبت ان قول الامام هو الاصح (شامى، ج ۱، ص ۲۶۵)۔ فقط والله تعالى اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

۹/۹/۱۳۹۸ھ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

(۱)

جہاں سورج کے طلوع وغروب کا پتہ نہ چلے وہاں نماز کیسے ادا کریں

میں برمنگھم انگلینڈ میں مقیم ہوں۔ اوقات نماز اور سورج کا ہمیں یہاں کوئی علم نہیں کہ کب طلوع اور کب غروب ہوتا ہے۔ کیونکہ موسم ایسا رہتا ہے کہ ہر وقت ابر رہتا ہے۔ گرمیوں میں یہاں کے دن پاکستان کے دنوں سے ڈیڑھ گنا زیادہ لمبے ہوتے ہیں اور ایسے ہی سردیوں کی راتیں۔ اس لئے ہم اوقات نماز صحیح معلوم نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے کیا طریقہ اختیار کریں؟

۲ : ہمیں صبح ساڑھے چھ بجے گھر سے روانہ ہونا پڑتا ہے اور شام ساڑھے پانچ بجے واپسی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے ظہر کی نماز قضاء ہو جاتی ہے۔ اگر شام کو عصر کے ساتھ ادا کی جائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے ؟

الجواب اوقاتِ نماز معلوم کرنے کے لئے اگر سورج دکھائی نہیں دیتا تو ایسی دائمی جنتری خرید لینا چاہیئے جس میں انگلینڈ کے طلوع و غروب اور زوالِ شمس کے اوقات بتلائے گئے ہوں۔ اگر زوالِ شمس کا وقت معلوم نہ ہو سکے تو طلوع و غروب کے درمیانی وقت کے بعد نمازِ ظہر ادا کر لیا کریں اور صبح صادق سے لے کر طلوعِ شمس سے قبل نمازِ فجر ادا کر لیا کریں۔ اور زوال کے بعد ظہر اور غروبِ شمس سے تقریباً پون گھنٹہ قبل نمازِ عصر اور غروب کے بعد مغرب۔ جب کہ عشاء کا وقت تو بہت وسیع ہے البتہ تہائی رات سے قبل ادا کر لیا کریں۔

۲ : نمازِ ظہر کو قضاء کرنا درست نہیں۔ جس فرم میں آپ کام کرتے ہیں اس کے منتظمین سے نمازِ ظہر کے لئے باقاعدہ اجازت حاصل کر لیں۔ صبح چھ بجے سے شام پانچ بجے تک مسلسل کام تو نہیں ہوتا ہوگا درمیان میں کچھ وقفہ کھانے یا آرام کرنے کے لئے بھی ملتا ہوگا۔ اگر اس وقت زوال ہو چکا ہو تو نمازِ ظہر ادا کر لیا کریں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱۳۸۱ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

آخرِ وقتِ مغرب کے بارے میں مفتیٰ بہ قول

ہمارے علاقہ میں عشاء کے وقت میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء غروبِ آفتاب سے ایک گھنٹہ کے بعد نمازِ عشاء پڑھتے ہیں اور دلیل " احسن الفتاوٰی : ج ۲ ، ص ۱۲۹ " کی عبارت سے پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ " قولِ مفتیٰ بہ کے مطابق غروبِ شفقِ احمر کا وقت ختم ہو کر عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے "

اور بعض علماء غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد نمازِ عشاء پڑھتے ہیں۔ جو کہ دلیل میں " امداد الفتاوٰی جلد ص ۹۵ " کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ " غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد عشاء کا وقت

آجاتا ہے ؟ ؟ المستفتی، عبدالشہید، ضلع لورالائی، بلوچستان

الجواب مغرب کا وقت غروب شفق تک رہتا ہے۔ شفق کی تفسیر میں دو قول ہیں صاحبین رح کا مذہب اور امام صاحب رح کی ایک روایت شفق احمر کی ہے امام صاحب کا مذہب شفق ابیض کا ہے۔ اگرچہ بعض فقہاء نے امام صاحبؒ کا رجوع صاحبین رح کے قول کی طرف نقل کیا ہے۔ اور صاحبین رح والے قول کو راجح اور مفتیٰ بہ قرار دیا ہے۔ لیکن صاحب ہدایہ کے طرز بیان سے امام صاحب رح کے قول کا راجح ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ امام صاحبؒ کی دلیل کو مؤخر کر کے صاحبینؒ کی دلیل کا جواب دیا ہے۔ (ہدایہ، ج ۱، ص ٦٩)۔

علامہ ابن ہمام رح نے ان حضرات کی تردید کی ہے جنہوں نے صاحبین رح کے قول کو مفتیٰ بہ قرار دیا تھا

"وردہ المحقق فی الفتح بانہ لایساعدہ روایۃ ولا درایۃ" (شامی ج ۱ ص ۲۴۱)۔

علامہ قاسم بن قطلوبغا رح نے رجوع کے دعویٰ کو غلط اور غیر ثابت قرار دیا ہے

ان رجوعہ لم یثبت لما نقلہ الکافۃ من لدن الائمۃ الثلاثۃ الی الیوم من حکایۃ القولین الخ قال العلامۃ قاسم فثبت ان قول الامام ھو الاصح ومشی علیہ فی البحر۔ (شامیۃ ج ۱، ص ۲۴۱)

الحاصل شفقِ ابیض کے غروب ہونے سے قبل عشاء کی نماز نہ پڑھی جائے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سفر کی وجہ سے عصر کو مثلِ ثانی میں پڑھنا

۱:۔ ایک آدمی سفر پر جانے کا ارادہ رکھتا ہے اور ظہر کی نماز کے بعد تیاری وغیرہ میں اسے اتنی دیر ہوگئی کہ مثل ثانی شروع ہوگئی اور اس نے عصر کی نماز اس خیال سے ادا کرلی کہ راستہ میں شاید نہ پڑھ سکوں اور قضاء ہو جائے گی۔ تو کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں ؟

۲:۔ سفر پر جانے والا عصر کی نماز سفر میں اس وقت ادا کرتا ہے جب کہ سورج غروب ہونے والا

ہے یا کچھ غروب ہوگیا ہے اور کچھ نظر آرہا ہے۔ یعنی آدھا سورج نظر سے اوجھل ہے۔ کیا اس صورت میں اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ محمد لطف اللہ خالد لاہوری

الجواب ۱، ۲ :۔ دونوں صورتوں میں نماز ادا ہو جائے گی۔

وفی العالمگیریۃ ۱/۱۲ ص ۵۲، وفتاوی رحیمیۃ ج ۲ ص ۱۲۵۔

وعند احمرارها الى ان تغيب الا عصر يومه ذلك فانه يجوز اداءه عند الغروب هكذا فی فتاوی قاضی خان۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	جامعہ خیر المدارس ملتان

عشاء کا وقت سفیدی غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے

بہشتی زیور میں ہے کہ جب سورج ڈوب گیا تو مغرب کا وقت آگیا۔ پھر جب تک پچھم کی طرف آسمان کے کنارے پر سرخی باقی رہے تب تک مغرب کا وقت رہتا ہے لیکن مغرب کی نماز میں اتنی دیر نہ کرے کہ تارے خوب چھٹک جائیں کہ اتنی دیر کرنا مکروہ ہے۔ پھر جب وہ سرخی جاتی رہے تو عشاء کا وقت شروع ہوگیا اور صبح ہونے تک باقی رہتا ہے۔ لیکن آدھی رات کے بعد عشاء کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے۔ اور ثواب کم ملتا ہے اس لئے اتنی دیر کر کے نماز نہ پڑھے۔ اور بہتر یہ ہے کہ تہائی رات جانے سے پہلے ہی پڑھ لیوے۔ تو کیا یہ درست ہے؟

الجواب احتیاط یہ ہے کہ جب سرخی کے بعد والی سفیدی سی بھی جاتی رہے تب عشاء کی نماز ادا کی جائے۔ اور مساجد میں مؤذن بھی اس سفیدی کے غروب پر ہی اذان کہیں۔ حاصل یہ ہے کہ احتیاط امام ابوحنیفہ رح کے قول میں ہے۔

قال العلامة قاسم فثبت ان قول الامام هو الاصح اھ وقوله احوط اھ

کذا فی الشامیۃ[1] مختصرا۔ ۱/۲ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

[1] وقت المغرب منه الى غروب الشفق وهو الحمرة عندهما وبه

قالت الثلاثة واليه رجع الامام كما فی شروح المجمع وغیرها فکان هو المذهب ۔اھ (درمختار)۔

(قوله واليه رجع الامام) الی قولهما الذی هو روایة عنه ایضاً و صرح فی المجمع بان علیها الفتوی ورده المحقق فی الفتح بانه لایساعده روایة ولا درایة الخ وقال تلمیذه علامة قاسم فی تصحیح القدوری ان رجوعه لم یثبت لمانقله الکافة من لدن الائمة الثلاثة الی الیوم من حکایة القولین ودعوی عمل عامة الصحابة بخلافه خلاف المنقول قال فی الاختیار الشفق البیاض وهو مذهب الصدیق ومعاذ بن جبل وعائشة رضی الله عنهم قلت ورواه عبدالرزاق عن ابی هریرة رض وعن عمر ابن عبدالعزیز ولم یرو البیهقی الشفق الاحمر الا عن ابن عمر رضی الله عنهما وتمامه فیه واذا تعارضت الاخبار والآثار فلا یخرج وقت المغرب بالشک کما فی الهدایة وغیرها۔ قال العلامة قاسم فثبت ان قول الامام هو الاصح ومشی علیه فی البحر مؤیداً له بما قدمناه عنه من انه لایعدل عن قول الامام الا لضرورة من ضعف دلیل او تعامل بخلافه کالمزارعة لکن تعامل الناس الیوم فی عامة البلاد علی قولهما وقد ایده فی النهر تبعا للنقایة والوقایة والدرر والاصلاح و درر البحار والامداد والمواهب وشرحه البرهان وغیرهم مصرحین بان علیه الفتوی وفی السراج قولهما اوسع وقوله احوط والله اعلم۔ (شامیة ج ۱، ص۲۶۵)۔

احقر محمد انور عفا الله عنه

مرتب خیرالفتاوی ، خیرالمدارس ملتان

جمع بین الصّلوتین کی تمام روایتیں جمعِ صوری پر محمول ہیں

یہاں سعودی عرب میں اکثر بارشس کے وقت مغرب کی نماز کے ساتھ عشاء کی نماز بھی ائمہ حضرات پڑھا دیتے ہیں۔ کیا ہم پاکستانی حنفی المذہب لوگوں کی نمازِ عشاء مغرب کے وقت جائز ہے یا نہیں۔ یعنی جمع بین الصلوتین جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جمع بین الصلوتین کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع حقیقی کہ مغرب کے وقت میں عشاء پڑھ لی جائے۔ (۲) جمع صوری کہ مغرب آخری وقت اور عشاء اوّل وقت میں پڑھی جائے۔ حنفیہ کے نزدیک بوقتِ عذر جمع صوری کی اجازت ہے۔ جمع حقیقی درست نہیں ہے۔ حنفیہ کا استدلال قرآن پاک سے بھی ہے اور احادیث سے بھی۔ چنانچہ اوجز میں بذل سے نقل کیا ہے۔

" واستدل الحنفیة علی عدم جواز الجمع فی غیر عرفات والمزدلفة بقولہ تعالیٰ حافظوا علی الصلوات ای ادوھا فی اوقاتھا۔ "

محافظت علی الصلوۃ یہ ہے کہ ہر نماز کو اس کے وقتِ مقررہ میں ادا کیا جائے۔

" وبقولہ تعالیٰ ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا ای لھا وقت معین لہ ابتداء لا یجوز التقدم علیہ وانتھاء لا یجوز التأخر عنہ " (اوجز ج ۲، ص ٦٢)

پس ہر نماز کے لئے وقت معین ہے۔ لہٰذا اس پر تقدیم یا اس سے تاخیر درست نہ ہوگی۔ اس باب میں بہت سی احادیث موجود ہیں جن سے جمع بین الصلوتین حقیقتاً کی نفی معلوم ہوتی ہے۔

۱: عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال والذی لا الٰہ غیرہ ما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ قط الا فی وقتھا الا صلوتین جمع بین الظھر والعصر بعرفة وبین المغرب والعشاء بجمع الحدیث۔

(اوجز ج ۲، ص ٦١)۔

۲، عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ کتب فی الآفاق ینھاھم ان یجمعوا بین الصلوتین ویخبرھم ان الجمع بین الصلوتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر۔ اخرجہ محمد رح فی المؤطا

والبیہقی فی سننہ ۔

۳ : عن ابی موسٰی انہ قال الجمع بین الصلوتین من غیر عذر من الکبائر ۔

اخرجہ ابن ابی شیبہ ۔

۱ : مطلب حدیث :۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے ۔ فرماتے ہیں کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز نہیں پڑھی مگر اس کے وقت مقررہ پر، سوائے دو نمازوں کے ۔ ظہر اور عصر کو عرفہ میں جمع کیا مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں۔

۲ : مطلب حدیث :۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اطراف والوں کی طرف یہ لکھ بھیجا کہ انہیں اس بات سے منع کیا کہ دو نمازیں ایک وقت میں پڑھیں ۔ اور انہیں خبر دی کہ دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں جمع کرنا کبیرہ گناہوں سے ہے ۔

۳ : مطلب حدیث :۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ دو نمازوں کو بلا عذر جمع کرنا کبیرہ گناہ ہے ۔

۴ : عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من جمع بین الصلوتین فی وقت واحد فقد اتی باباً من الکبائر ۔ (بدائع)۔

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کیا اس نے کبیرہ گناہ کیا ۔

مذکورہ آیات و احادیث سے جمع بین الصلوتین کی نفی اور عدم جواز معلوم ہوتا ہے ۔ جب کہ بعض روایات میں آپ علیہ السلام اور بعض صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا جمع بین الصلوتین کرنا بھی منقول ہے ۔ پھر جمع والی روایات دو طرح کی ہیں ۔ بعض وہ ہیں جن میں صرف جمع کا تذکرہ ہے اور کیفیتِ جمع سے ساکت ہیں ۔ اور بعض میں کیفیتِ جمع بھی بیان کی گئی ہے ۔ چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں ۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر یؤخر الظہر و یقدم العصر و یؤخر المغرب و یقدم العشاء ۔ اخرجہ الطحاوی و احمد و الحاکم واسنادہ حسن قالہ النیموی۔

ترجمہ :- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحالتِ سفر نمازِ ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم - اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم فرماتے تھے -

" ان علیاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان اذا سافر سار بعد ما تغرب الشمس حتی تکاد ان تظلم ثم ینزل فیصلی المغرب ثم یدعو بعشائہ فیتعشی ثم یصلی العشاء ثم یرتحل و یقول ھکذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع" رواہ ابو داؤد و اسنادہ صحیح "

ترجمہ :- حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب سفر فرماتے تو غروبِ شمس کے بعد بھی چلتے رہتے - جب کچھ اندھیرا ہو جاتا تو مغرب پڑھتے - پھر کھانا طلب فرماتے - کھانے سے فارغ ہو کر عشاء پڑھتے - پھر سفر شروع کر دیتے اور فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا -

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جمع بین الصلوتین کرنا جمعِ صوری تھا جمعِ حقیقی نہ تھا - احنافؒ نے ان روایات کو جن میں کیفیتِ جمع مذکور نہ تھی مفصلہ روایات پر محمول کیا کہ جمعِ صوری تھی جمعِ حقیقی نہ تھی - ورنہ کتاب اللہ اور احادیث میں تعارض و اختلاف لازم آئے گا - قیاس اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جمعِ حقیقی درست نہ ہو - شافعیہؒ اور حنابلہؒ عذرِ سفر و مطر کی بنیاد پر جمعِ حقیقی کے قائل ہیں -

اگر موجودہ اغراض موجود بھی ہوں تو فجر اور ظہر کے درمیان جمع کے یہ بھی قائل نہیں ہیں - جب یہ عذر فجر و ظہر میں مؤثر نہیں تو باقی نمازوں میں بھی مؤثر نہیں ہونا چاہیئے - الحاصل جمع حقیقی درست نہیں -

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۴۰۶/۸/۴ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

عصر کا مکروہ وقت کب شروع ہوتا ہے

نمازِ عصر کا مکروہ وقت آج کل غروبِ آفتاب سے تقریباً کتنے منٹ پہلے شروع ہوتا ہے - دھوپ کی زردی اور تغیرِ آفتاب کے مسئلے کا تو پتہ ہے لیکن ایک صاحب کہتے ہیں کہ غروبِ آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے دھوپ کا رنگ بدل جاتا ہے - میں کہتا ہوں کہ اس وقت تک مکروہ وقت

شروع نہیں ہوتا جب تک اس کی ٹکیہ پر دیکھنے سے آنکھ نہ ٹکے۔ ان میں صحیح کون سا قول ہے ؟

الجواب صحیح یہ ہے کہ عصر کا مکروہ وقت آفتاب کے متغیر ہونے سے شروع ہوجاتا ہے اور آفتاب کا تغیر تقریباً آدھ یا پون گھنٹہ غروب سے قبل ہوتا ہے اور آفتاب کا تغیر یہ ہے کہ آنکھ اس پر ٹک سکے[1]۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ۱۳/۲ بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۳۷۷ھ جامعہ خیر المدارس ملتان

---

[1] والمستحب الخ تاخیر عصر صیفا وشتاء توسعة للنوافل مالم یتغیر ذکاء بان لاتحار العین فیها فی الاصح۔ (درمختار) ۔ (قوله فی الاصح) صححه فی الهدایة وغیرها وفی الظهیریة أن امكنه اطالة النظر فقد تغیرت وعلیه الفتوی وفی النصاب وغیره وبه نأخذ وهو قول ائمتنا الثلاثة ومشائخ بلخ وغیرهم كذا فی الفتاوی الصوفیة وفیها وینبغی ان لا یؤخر تأخیرا لا یمكن المسبوق قضاء ما فاته اه وقیل حد التغیر ان یبقی للغروب اقل من رمح وقیل ان یتغیر الشعاع علی الحیطان (شامی ج ۱ ص ۲۷۰)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

عشاء کو نصف رات کے بعد پڑھنا مکروہ ہے

میں ایک کارخانہ میں رہتا ہوں۔ وہاں کوئی جماعت کا انتظام نہیں ہے۔ اور نہ ہی قریب کوئی مسجد ہے۔ اس لئے میں عشاء کی نماز تہجد کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ کیا یہ جائز ہے ؟

الجواب عشاء کو نصف لیل تک مؤخر کرنا مکروہ ہے۔ تہائی رات گزرنے سے پہلے پہلے عشاء کا وقت مستحب ہے اسی میں ادا کر لیا کریں۔ تہائی رات کے بعد نصف لیل ہونے سے پہلے پہلے وقت جواز ہے اس کے بعد کراہت آجاتی ہے۔ کارخانہ میں کچھ ساتھی ایسے بنالیں کہ جن

کے ساتھ مل کر جماعت کرالیا کریں۔ جماعت کا اہتمام ضرور کریں۔

ویستحب تأخیر صلوۃ العشاء الی ثلث اللیل فی روایۃ الکنز وفی القدوری الی ما قبل الثلث قال صلی اللہ علیہ وسلم لولا ان اشق علی امتی لاخرت العشاء الی ثلث اللیل او نصفہ وفی مجمع الروایات التأخیر الی النصف مباح فی الشتاء لمعارضۃ دلیل الندب وھو قطع السمر للنھی عنہ دلیل الکراھۃ وھو تقلیل الجماعۃ لانہ قلما یقوم الناس الی نصف اللیل فتعارضا فثبتت الاباحۃ والتأخیر الی ما بعد النصف مکروہ لسلامۃ دلیل الکراھۃ عن المعارض والکراھۃ تحریمیۃ (زیلعی ص۹۹) ویکرہ اداء العشاء ما بعد نصف اللیل ھکذا فی البحر الرائق۔ (عالمگیری ج۱، ص۲۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح | احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء | مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہونے پر احادیث سے دلائل

اہلِ حدیث حضرات کی نماز عصر اس وقت پڑھی جاتی ہے جب کہ تمام دائمی جنتریوں ملتان، سرگودہا لاہور وغیرہ میں کسی پر بھی عصر کا وقت نہیں ہوتا۔ کم از کم پندرہ منٹ کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ آیا ان اوقات میں حنفیوں کی نماز بھی ہو جائے گی۔ جب ان کی مساجد میں اذان ہو جاتی ہے تو ہمیں بھی اپنے مسلک والے کہتے ہیں کہ نماز پڑھاؤ۔ تو پڑھا دی جائے یا امامت چھوڑ دی جائے۔ مفصل طور پر تحریر فرمائیں؟

الجواب عصر کا وقت مفتی بہ قول کے مطابق دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا اس پر تقدیم درست نہیں۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کی جنتری تقریباً صحیح ہے۔ یہ تفاوت غالباً اس وجہ سے ہوگا کہ آپ سایۂ اصلی کو خارج نہ کرتے ہوں۔ بہر حال حنفیہ کا یہ مسلک احادیثِ صحیحہ کے بالکل مطابق ہے چند ایک احادیث لکھی جاتی ہیں۔

۱:۔ حدیثِ جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

العصرحين صار كل شيئي مثليه قدر ما يسير الراكب الى ذى الحليفة العنق۔ (رواه ابن ابی شيبه)۔

۲ : عن ام سلمةؓ قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اشد تعجيلا للظهر منكم وانتم اشد تعجيلا للعصر منه (اخرجه الترمذی ج ۱: ص۲۲)۔

۳ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اوقاتِ صلوٰۃ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ انا اخبرك صل الظهر اذا كان ظلك مثلك والعصر اذا كان ظلك مثليك الخ (أخرجه مالك فى المؤطا ص ٦)۔

۴ : قال على بن شيبان قدمنا على رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة فكان يؤخر العصر ما دامت الشمس بيضاء نقية۔ (اخرجه ابوداؤد ج ۱: ص۵۹)۔

۵ : عن ابراهيم النخعي قال ادركت أصحاب عبد الله ابن مسعود رضؓ وهم يصلون العصر فى اخر وقتها۔ (رواه محمد رحؒ فى كتاب الحجج)۔

تطویل کے اندیشہ سے ترجمہ نہیں لکھا گیا۔ بہرحال بعض احادیث سے صراحۃً دو مثلوں کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام رضؓ اور تابعین رحؒ کا نمازِ عصر پڑھنا ثابت ہے۔ اور بعض سے دلالۃً ثابت ہوتا ہے۔ لیکن دو مثل کے بعد تغیرِ شمس سے پہلے پہلے وقتِ عصر کی نفی کسی حدیث سے معلوم نہیں ہوتی۔ اور دو مثل سے قبل وقتِ عصر کی نفی بعض احادیث سے دلالۃً ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا دو مثل سے پہلے عصر کی نماز جائز نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ — مہر — الجواب صحیح

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان — ۳۰۴ھ — مہر — بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

عصر میں دورانِ نماز سورج غروب ہو جائے تو نماز کا حکم

اگر کوئی شخص غروبِ آفتاب سے پہلے عصر کی نماز پڑھنا شروع کر دے اور ایک رکعت کے بعد آفتاب غروب ہو جائے اور باقی نماز بعد میں پوری کر دے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتی تو ٹھیک ہے اور

اگر ہوگئی تو سوال یہ ہے کہ وقت نماز کے لئے ظرف بنتا ہے ۔ وقت گزرنے کے بعد نماز کیسے ادا ہوگئی ؟ کیا ظہر کی نماز بھی عصر کے وقت میں داخل ہونے سے صحیح ہو جائے گی ؟ اگر کہا جائے کہ حدیث میں آتا ہے کہ من أدرك ركعة من العصر الخ تو پھر سوال یہ ہے کہ طلوع کے بعد فجر کیوں نہیں ہوتی ۔ حدیث میں تو فجر کا ذکر بھی ہے اور اگر کہا جائے کہ فجر کا وقت کامل ہونے کی وجہ سے کامل واجب ہوئی ناقص ادا نہیں ہوگی اور عصر کا وقت ناقص ہونے کی وجہ سے ناقص واجب ہوئی ناقص ادا ہوگی ۔ کیونکہ سبب وجوب ادا سے متصل جزء ہے ۔ پھر سوال یہ ہے کہ ناقص وقت تو غروب تک ہوتا ہے ۔ اس میں تو نماز ختم نہ ہوئی اور غروب کے بعد عصر کا وقت ہی ختم ہو گیا ۔ نہ ناقص رہا نہ کامل ۔ اب ناقص ادا ہونے کا کیا معنی ؟

الجواب عصر کی نماز ہو جائے گی کیونکہ اس پر ادا کی تعریف صادق ہے ۔ صاحب بحر نے اداء کی تعریف یوں فرمائی ہے ۔ فالاداء ابتداء فعل الواجب فی وقته الخ

اس سے معلوم ہوا کہ ادا بننے کے لئے ابتداء فی الوقت کافی ہے ۔ چنانچہ آگے چل کر فرماتے ہیں ۔

لانه لا يشترط فعله كله في وقته ليكون اداء لان وجود التحريمة في الوقت كاف لكون الفعل اداءً ۔ (بحر : ج ۲ ، ص ۷۸ ، مطبوعہ کوئٹہ)

اور حاشیہ میں ہے ۔ معلوم انه لا يشترط لكونه اداء وجود جميعه فيه الخ ۔

ان تصریحات کی روشنی میں عصر کی نماز ہو جائے گی ۔ اگر کہا جائے کہ پھر تو فجر بھی صحیح ہو جانی چاہئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ طلوع شمس سے نماز فجر باطل ہے ۔ کیونکہ یہ وقت نماز کے لئے ظرف نہیں بن سکتا ۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ یہاں ادائیگی کما وجب بھی نہیں ہو رہی ۔ اگر یہ نماز صحیح ہو جاتی تو ادا کا حکم یہاں بھی لاگو ہو جاتا ۔ وقت صحت صلوٰۃ کے لئے ظرف ہے صحت کے لئے شرط نہیں ۔ اسی وجہ سے ظہر اگر ظہر کے وقت میں شروع کی جائے اور وقت میں ختم کر دی جائے یا وقت کے بعد ختم کی جائے ۔ یا ابتداء اور اختتام دونوں وقت کے بعد ہوں سب صورتوں میں نماز درست ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلی اور دوسری صورت میں ادا کہلائے گی اور تیسری صورت میں قضاء ۔ وقت سے تقدیم اس لئے جائز نہیں کہ تقدم علی السبب لازم آتا ہے جو بدیہی البطلان ہے ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۲۶/۳/۱۴۰۲ھ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۔

مایتعلق

بالأذان والإقامة

اذان سے پہلے یا بعد میں گھنٹی بجانے کا حکم

اگر محلہ کی مسجد کی اذان اہل محلہ نہیں سن سکتے جس کی وجہ سے نمازیوں کو بہت دقت ہوتی ہے تو اگر اذان سے قبل یا بعد کوئی گھنٹی وغیرہ بجادی جائے تو گھنٹی بجانا از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز ؟

الجواب اعلام بعد الاذان کو جسے تثویب بھی کہتے ہیں علماء متقدمین نے مکروہ اور بدعت کہا ہے اور علماء متاخرین نے بوجہ تساہل اسے جائز رکھا ہے۔ پس بربناء مذہب متاخرین اگر کوئی صورت جماعت کے انتظام کی نہ ہو تو گھنٹی یا نقارہ کے ساتھ اعلام جائز ہے۔

کما فی الدر المختار و الشامیۃ ویثوّب بین الاذان و الاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ کتنحنح او قامت قامت او الصلوٰۃ الصلوٰۃ ولو احدثوا اعلاما مخالفا لذالک جاز نہر عن المجتبیٰ۔ (ج ١ - ص ٢٦١) -

لیکن اگر اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے تو بلا ضرورت نقارہ بجانے سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح ، خیر محمد عفا اللہ عنہ | بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ ٢٨/٤/١٣٨٦ھ

ہیضہ کی حالت میں اذانیں دینا بدعت ہے

آج کل یہ اذانیں جو موجودہ وبائی امراض ہیضہ وغیرہ کے پھیلنے سے دی جاتی ہیں کیا فقہ حنفی کی رو سے یہ جائز ہیں یا نہیں ؟

الجواب یہ بدعت ہے کیوں کہ عموم امراض کے وقت اذان دینا شارع علیہ السلام سے اور اقوال وافعال سلف صالحین سے ثابت نہیں۔ کما فی فتاوی دار العلوم ج ۲ ص ۸۳ ، وفتاوی امدادیہ ، ج ۱ ص ۱۰۸ ۔ لہٰذا ان حالات میں اذان نہیں کہنی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ، خیر محمد عفا اللہ عنہ   بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ ۱۵/۱/۱۳۸۸ھ

ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے

ہماری مسجد کا امام صاحب دوسری مسجد میں جاکر اذان دیتا ہے۔ بعض اوقات وہ سنتیں بھی وہیں پڑھ لیتا ہے۔ پھر اپنی مسجد میں آکر اذان دیتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

۲ : دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اذان کے بعد جاکر لوگوں کے دروازے کھٹکھٹاتا ہے۔ یا آواز دے کر لوگوں کو بلاتا ہے کیا یہ جائز ہے؟

الجواب ۱ - فی الدر المختار یکرہ لہ ان یؤذن فی مسجدین اھ (شامی ج ۱ ص ۲۶۸)

اس عبارت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شخص مذکور کا ایسا کرنا مکروہ ہے اس سے پرہیز چاہئے۔

۲ : مؤذن کا کسی اہل علم یا قاضی یا ایسے شخص کو جو دینی مصروفیت میں مشغول ہو ، جاکر الصلوٰۃ یرحمك اللہ کہنا جائز ہے۔ اسی طرح کسی پختہ نمازی کو جو نماز کی باقاعدہ پابندی کرتا ہے اور کسی وجہ سے سو گیا ہے یا غافل ہو گیا ہے ، یاد دہانی کرانا جائز ہے۔ اس کے علاوہ عام طور پر لوگوں کے دروازوں پر جاکر کنڈا کھٹکھٹانا ثابت نہیں اس سے احتراز اولیٰ ہے۔ کذا فی الدر المختار وشرحہ۔ (ج ۱ - ص ۳۴۲)- فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۱۷/۴/۱۳۷۶ھ

ننگے سر اذان دینے کا حکم

اگر کسی نے ننگے سر اذان دی تو یہ اذان صحیح ہوئی یا نہیں؟ اور ایسے آدمی کو شریعت میں کیا کہا جائے گا؟

الجواب اذان تو ہو جائے گی لیکن بہتر یہ ہے کہ سر پر پگڑی یا ٹوپی پہن کر اذان دی جائے۔ آئندہ فعل مذکور سے احتراز کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ ۲۵/ ۲/ ۱۳۷۷ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان۔

فاسق کی اذان کا اعادہ کیا جائے

ایک شخص ہر وقت بزرگانِ کرام بالخصوص ائمہ مجتہدین رح کو برا کہتا رہتا ہے اور ان کو کافر کہتا ہے۔ ایسے ہی تنخواہ لے کر قرآنِ پاک پڑھانے والوں کو بھی برا کہتا ہے۔ مگر نماز روزہ کا پابند ہے اور اذان دیتا ہے۔ لوگ اس کو اذان سے منع بھی کرتے ہیں مگر زبردستی اذان پڑھ کر اپنی اکیلے نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے اگر وہ اذان کہہ کر چلا جائے تو وہ اذان دوبارہ کہی جائے یا نہیں؟

الجواب شخصِ مذکور فاسق و فاجر ہے۔ اس کا اذان دینا مکروہِ تحریمی ہے۔ اس اذان کا اعادہ کیا جائے۔ لما فی الدر المختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۳۶۴۔

" ویکرہ اذان جنب واقامتہ واقامۃ محدث لا أذانہ علی المذہب واذان امرأۃ وخنثی وفاسق اھ وفی الشامیۃ علی قول الدر ویعاد اذان جنب زاد القہستانی والفاجر والراکب والقاعد والماشی والمنحرف عن القبلۃ وعلل الوجوب فی الکل بانہ غیر معتد بہ اھ (ج ۱ - ص ۳۶۵)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ معین مفتی

۲/ ۱۲/ ۱۳۷۸ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

اذان کیلئے مخصوص جگہ کا ثبوت

مسجد کے دائیں یا بائیں اذان کے لئے جگہ بنانے کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر ہو تو باحوالہ تحریر فرمائیں؟

الجواب اذان کے لئے مخصوص جگہ بنانا جائز ہے۔"

والمئذنۃ بکسر المیم وسکون الہمزۃ وھی محل التأذین ویقال لہا منارۃ والجمع منایر واول من احدثہا بالمساجد سلمۃ بن خلف الصحابی رضی اللہ عنہ وکان امیرا علی مصر فی زمن معاویۃ رض وکان بلال یأتی بسحر لاطول بیت حول المسجد لامرأۃ من بنی نجار ویؤذن علیہ (طحطاوی)

اور اہلِ مسجد کو اختیار ہے کہ دائیں بائیں جس طرف چاہیں بنائیں ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح : بندہ محمد عبد اللہ عفرلہٗ | بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ ۲/۵/۱۳۷۲ھ

راستہ میں نماز کی دعوت دیتے ہوئے آنے کا حکم

کچھ عرصہ سے مجھے شوق پیدا ہوا ہے کہ جس وقت میں اپنے مکان سے نماز کے لئے روانہ ہوتا ہوں تو اپنے ہمسایہ والوں اور ملنے والوں کو نماز کی دعوت دیتا ہوا مسجد پہنچتا ہوں راستہ میں اکثر " نماز ، نماز " کی آواز بھی لگاتا ہوں ۔ میرے اس فعل کو کچھ لوگ بدعت کہتے ہیں اور حدیث یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں ایک شخص نے تثویب شروع کر دی ۔ ابن ابی شیبہ مجاہد کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مؤذن نے اذان کے بعد " الصلوٰۃ الصلوٰۃ " کے لفظ سے تثویب کی اور لوگوں کو نماز کی دعوت دی ۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے مجاہدؒ سے فرمایا کہ یہ بدعت ہے مجھے یہاں سے لے چل ۔

(کتاب کا نام ہے " راہِ سنت " ص ۱۳۲ ۔ مصنف مولوی محمد سرفراز خان صفدر ۔ فاضل دیوبند ۔ خطیب جامع مسجد گکھڑ منڈی ۔ صدر مدرس مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ ۔)

مولوی عبد الحنان صاحب گجر کھڈہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث مؤذن کے لئے ہے کہ مسجد کی طرف سے مؤذن دوبارہ نماز کا اعلان نہیں کر سکتا ۔ اگر کوئی شخص مسجد کے باہر لوگوں کو " نماز ، نماز " پکار کر بلاتا ہے تو یہ بدعت نہیں ، اس لئے جائز ہے ۔

میرے مکان سے مسجد تک کچھ فاصلہ ہے ۔ راستہ میں کئی مکان پڑتے ہیں جن کے قریب سے گزرتے ہوتے میں " نماز ، نماز " کی آواز لگاتا ہوا مسجد کو پہنچتا ہوں ۔ اب آپ یہ فرمائیں کہ میرا یہ فعل جائز ہے یا بدعت ؟ عبد الحنان صاحب نے یہ بھی کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ صبح کے وقت لوگوں کو نماز کے لئے جگایا کرتے تھے ۔

بہرحال آپ کا جواب آنے پر میں قطعی فیصلہ کروں گا کہ مجھے یہ کام بند کرنا چاہیئے یا جاری رکھنا چاہیئے ۔ ؟

الجواب

ایک تو تثویب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ نماز کے عادی ہیں لیکن اپنے مشاغل میں مشغول ہیں اور احتمال ہے کہ غفلت و مشغولی کے سبب نماز سے نہ رہ جائیں ایسے لوگوں کو دوبارہ نماز کی اطلاع دینا۔

لان معنی التثویب العود الی الاعلام بعد الاعلام۔ (شامی ج ۱: ص ۲۸۶)

متقدمین نے اسے ناجائز کہا ہے اور متأخرین کے نزدیک اس کی گنجائش ہے (گو عملاً آج کل متروک ہے) اور اس کا محل مسجد ہے۔

اور دوسرے دعوت و تبلیغ ہے۔ کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کو بذریعہ ترغیب و ترہیب نماز کا عادی بنایا جائے۔ یہ بھی جائز ہے۔ خواہ اذان کے بعد ہو یا اذان سے پہلے۔ لیکن اذان کے بعد مسجد کو جاتے ہوئے "نماز، نماز" کا نعرہ لگاتے ہوئے جانا نہ تثویب ہے نہ تبلیغ اس لئے اس کا کوئی خاص فائدہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اور نہ سلف سے کہیں منقول لکھا ہے۔

جو لوگ نماز پڑھتے ہیں اور وہ سوئے ہوئے ہیں ان کو "الصلوٰۃ" کہہ کر جگانا امر آخر ہے لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فعل سے استدلال کرنا بظاہر صحیح نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ | بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

اذانِ تہجد کا حکم

اذانِ تہجد جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اذانِ تہجد کی رمضان المبارک میں فی الجملہ گنجائش ہے۔ لیکن سال بھر تک وارد نہیں۔ لہذا صرف اذانِ فجر پر اکتفاء کیا جائے۔ اور اذانِ تہجد موقوف کر دیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۱۲/۷/ ۱۳۹۸ھ

لاؤڈ سپیکر پر اذان کی تحقیق

۱: کیا ایک مسجد میں لاؤڈ سپیکر کے ساتھ اذان کا ہونا دوسری مساجد کے لئے بھی کافی ہے؟ جب کہ مقصدِ اذان اعلامِ عام پورا ہو جاتا ہے۔ بالخصوص وہ مساجد جو قریب قریب دوسرے محلہ میں واقع ہوں درمیان

میں صرف بازار ہو اور چند مکانوں کا فاصلہ ہو۔

۲ : مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۹۵ پر ہے کہ ایک نابینا صحابی جبکہ اس نے نماز میں حاضر نہ ہوسکنے کیوجہ بیان کرکے رخصت طلب کی تھی تو آپؐ نے فرمایا تھا۔

هل تسمع النداء بالصلوٰة قال نعم قال فاجب۔ الحديث

——— ایک واقعی معذور شرعی جو اپنے محلہ کی مسجد کی اذان نہ سننے پر گھر پر رخصت پر عمل کرلیتا ہے اور نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن لاؤڈ سپیکر کی زور دار آواز لازمی اس کے کانوں میں پڑجاتی ہے تو کیا وہ پھر بھی (اس محلہ کا ہو یا دوسرے کا) اس رخصت پر عمل کرسکتا ہے یا مسجد میں حاضری واجب ہے۔ اور پھر حاضری اپنے محلہ والی مسجد میں یا جہاں سے آواز سنی ہے۔ اور عدم حاضری سے گنہگار ہوگا یا نہیں؟

۳ : لاؤڈ سپیکر پر اذان کہنا ضروری ہے، مستحب ہے، مستحسن ہے، کیا ہے؟

۴ : عین وقتِ اذان پر بجلی نہ تھی تو اذان بدوں اس کے کہہ دی گئی۔ پھر دس منٹ کے بعد بجلی سپیکر کی آگئی تو دوبارہ سپیکر پر کہنے کی تاکید کی جائے تو کس اذان کا اعتبار ہوگا۔ جس کا نہیں ہوتا اس میں شرعاً کیا سقم ہے۔ عمداً تکرارِ اذان کیا حکم رکھتا ہے اور جب کہ امام ہی اس بات پر مصر ہو اور مفتی ہو۔

۵ : نمازوں میں کثرتِ مقتدیوں کے باعث سپیکر کو اس طرح نصب کیا جاتا ہے کہ میکروفون بالکل امام کے منہ کے محاذی ہوتا ہے جس سے تمام مقتدی امام کی قرأت اور تکبیراتِ انتقال بخوبی سن سکتے ہیں مزید مکبروں کی ضرورت نہیں۔ یہ شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔؟

بینوا توجروا۔

الجواب و إذا اقسم اهل المحلة المسجد وضربوا فيه حائطا ولكل منهم امام على حدة و مؤذنهم واحد لا بأس به والاولى ان يكون لكل طائفة مؤذن الخ

(بحر ، ج ۲ ، ص ۳۸)

عبارت بالا کے الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسجد کے لیئے الگ مؤذن ہونا چاہیے اگرچہ ایک کی اذان ہی کافی ہوجاتی ہے۔ پس صورتِ مسئولہ میں اگرچہ آلہ مکبر الصوت کی آواز

دور دور تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن ہر مسجد میں اذان الگ ہونی چاہئے۔ تعامل بھی اسی پر ہے۔ ہر مسجد میں نماز کے اوقات کا متحد ہونا بھی ضروری نہیں پس متعدد مساجد کے لئے اذان واحد کافی نہیں ہو سکتی۔

۲ : فَاَجِبْ ای فأت الجماعة قال الطیبی فیه دلیل علی وجوب الجماعة وقیل حث مبالغة فی الافضل الالیق الخ کذا فی المرقاة کذا فی الحواشی۔

حدیث مذکور بروایت ابو داؤد وغیرہ کے الفاظ یہ ہیں۔

قال تسمع النداء قال نعم قال ما اجد لك رخصة۔

تو آخری الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے شیخ ابراہیم حلبیؒ فرماتے ہیں۔

" معناه لا اجد لك رخصة تحصل لك فضیلة الجماعة من غیر حضورها لا الایجاب علی الاعمی فانه علیه الصلوٰة والسلام رخص لعتبان بن مالك علی ما فی الصحیحین الخ

(کبیری ص۴۴۲)

شراحِ حدیث کی تشریح بالا سے معلوم ہوا کہ فَاَجِبْ کا امر ایجاب کے لئے نہیں تھا بلکہ فضیلت کا تھا اعمیٰ پر اذان سننے کے باوجود بھی مسجد میں آنا واجب نہیں ہے۔ اعمیٰ کے لئے مطلقاً رخصت ثابت ہے کما فی الصحیحین اور بلاشبہ فضیلت حاضری میں ہی ہے جب کہ بلا تکلیف ہو سکے۔

۳ : زیادہ سے زیادہ مستحسن ہے۔

۴ : تکرارِ اذان مذکورہ درست نہیں۔ پس پہلی اذان جو کہ بجلی نہ ہونے کی حالت میں کہی گئی تھی کافی ہے دوبارہ اذان نہ دی جاتے۔

۵ : جائز ہے خلافِ احتیاط ہے مکبرین کے ذریعہ تکبیرات معلوم کرانے کا انتظام ہونا چاہئے آلہ مکبر الصوت کا استعمال نماز میں شرعاً پسندیدہ نہیں بلکہ قریب بہ کراہت ہے۔ تکبیراتِ انتقال کی اطلاع کرنے کا انتظام مکبروں کے ذریعہ ہونا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۲۳/۵/۱۳۸۶ھ — الجواب صحیح : محمد عبداللہ عفر لہ مفتی جامعہ ہذا

تہجد کیلئے اذان خلافِ سنت ہے

نمازِ تہجد کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ اذان دیتے تھے یا نہیں ؟

الجواب حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ صبح صادق سے کچھ پہلے اذان دیا کرتے تھے تاکہ تہجد میں مشغول حضرات ذرا آرام کرلیں اور سوئے ہوئے لوگ اٹھ کر فجر کی نماز کی تیاری کرلیں مگر بعد میں یہ اذان منسوخ ہوگئی تھی حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین نے اسے معمول نہیں بنایا ۔

قال العلام ابو جعفر الطحاوی ان التأذین قبل طلوع الفجر خلاف لسنة اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۶۹) فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بالغ کا اذان دینا افضل ہے

نابالغ لڑکا اذان دے سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب عاقل بچہ اذان دے سکتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ بالغ اذان دے ۔

" اذان الصبی العاقل صحیح من غیر کراھة فی ظاھر الروایة ولکن اذان البالغ افضل " (عالمگیری ج ۱ ص ۳۸)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۳ / ۲ / ۱۳۹۶ ھ

داڑھی منڈے کا اذان کہنا مکروہ ہے

ایک شخص داڑھی منڈاتا ہے ۔ کیا وہ اذان اور اقامت کہہ سکتا ہے ؟ بعض کا خیال ہے کہ داڑھی والے کی موجودگی میں بغیر داڑھی والا اذان و اقامت نہ کہے ۔ ؟

الجواب داڑھی منڈانے والا فاسق ہے اور فاسق کا اذان کہنا مکروہ ہے۔ مؤذن و مکبر ایسا شخص ہونا چاہیئے جو پابندِ شریعت ہو۔

ویستحب ان یکون المؤذن عالما بالسنۃ تقیا فیکرہ اذان الجاہل والفاسق اھ (غنیۃ المستملی، ص۳۵۹)۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۶ / ۱۲ / ۱۳۹۹ھ

کثرتِ بارش کے وقت اذان دینا

جب بارش بہت زیادہ ہو جائے تو لوگ اذانیں دیتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب کثرتِ بارش کے وقت اذان دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں "درمختار" میں ہے۔

وھو سنۃ للرجال مؤکدۃ للفرائض لا یسن لغیرھا اھ (شامی ج۱ ص۳۵۸)۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۴ / ۹ / ۱۳۹۶ھ

اذان دے کر مسجد سے نکلنے کا حکم

ایک آدمی امام مسجد بھی ہے اور دوکان پہ ملازم بھی ہے امامت کا وظیفہ کافی نہیں۔ وہ اذان دے کر سنتیں پڑھ کر دوکان پہ چلا جاتا ہے اور دس پندرہ منٹ بعد آکر امامت کراتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟

الجواب بہتر تو یہ ہے کہ اتنے مختصر سے وقت کے لئے نہ نکلا جائے۔ لیکن اگر چلا بھی جائے تو چنداں کراہت نہ ہوگی۔ کیونکہ اسنے واپس آنا ہے۔

لحدیث ابن ماجۃ من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجۃ وھو لا یرید الرجوع فھو منافق اھ (شامی ج۱ ص۵۲۵ مطبوعہ کوئٹہ) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ◯ محمد انور عفا اللہ عنہ ۵ / ۱۱ / ۱۴۰۰ھ

جنبی کا اذان دینا مکروہ ہے

ایک شخص نے جنبی ہونے کی حالت میں مسجد میں اذان دی۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب جنبی کا اذان دینا مکروہِ تحریمی ہے اور ایسے ہی اس حالت میں مسجد میں داخل ہونا بھی جائز نہیں۔ اب توبہ و استغفار کیا جائے۔ اگر وقت کے اندر پتہ چل جائے تو اعادہ کیا جائے۔

ویعاد اذان جنب ندبا وقیل وجوبا اھ (درمختار علی الشامیہ ج ۱ ص ۳۶۵)

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

ولد الزنا اذان دے سکتا ہے

کیا ولد الزنا مسلم اذان دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب دے سکتا ہے "ویجوز اذان العبد والقروی واهل المفازة وولد الزنا اھ (عالمگیری: ج ۱ ص ۵۴)

ویجوز بلاکراهة اذان صبی مراهق وعبد ولا یحل الا باذن کاجیر خاص واعمی وولد الزنا واعرابی اھ (درمختار علی الشامیة ج ۱ ص ۳۶۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	۴ / ۱۱ / ۱۴۰۰ھ

تکبیر کے ہر کلمہ کے آخر میں جزم پڑھی جائے

تکبیر میں وصل ہے یا فصل؟ یعنی کلمۂ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کے آخری حرف پر ضمہ پڑھیں گے یا نہیں؟ جبکہ بغیر سانس توڑے دوسرا کلمہ ساتھ ملایا جائے؟

الجواب دوسرا کلمہ اشھد ان لا الہ الا اللہ بغیر سانس توڑے پڑھا جائے تو بھی پہلے کے آخر میں کوئی حرکت نہ پڑھی جائے۔

بلکہ تکبیر و اذان کے تمام کلمات کے آخر میں اعراب نہ پڑھا جائے۔

روی ذالک عن النخعی موقوفا علیہ ومرفوعا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال الاذان جزم والاقامۃ جزم والتکبیر جزم اھ (شامی ج ۱ ص ۲۵۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — محمد انور عفا اللہ عنہ۔ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت کہنے کا حکم

ایک مسجد میں مؤذن نے اذان دی۔ اس کی اجازت کے بغیر تکبیر کہنا درست ہے یا نہیں؟ نیز مؤذن مستقل ہو یا غیر مستقل ہو ایک ہی حکم ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

الجواب اگر مؤذن موجود ہے اور دوسرے کے تکبیر کہنے سے اسے وحشت ہوتی ہے تو اس کی اجازت کے بغیر تکبیر نہ کہی جائے۔

اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لایکرہ مطلقا وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ اھ۔ (درمختار علی الشامیۃ: ج ۱ ص ۳۶۷) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۸/۱۱/۱۳۹۸ھ

چودہ سالہ لڑکے کی اذان کا حکم

ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً چودہ سال سے زیادہ ہے۔ اذان دیتا ہے اور نماز بھی پابندی سے پڑھتا ہے کیا اس کی اذان درست ہے؟

الجواب مذکورہ لڑکا اگر اذان صحیح دیتا ہے تو بلا کراہت درست ہے اسے منع نہ کیا جائے۔ ویجوز بلا کراھۃ اذان صبی مراھق اھ (درمختار)

وفی الشامیۃ قولہ صبی مراھق المراد بہ العاقل وان لم یراھق کما ھو ظاھر البحر۔ (ج ۱ ص ۳۶۳)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۹ - ۱۱ - ۱۳۹۸ھ

فاسق کی اذان مکروہ تحریمی ہے

فاسق کی اذان میں کونسی کراہت ہے؟ تحریمیہ یا تنزیہیہ؟

الجواب درمختار میں لکھا ہے کہ جنبی، عورت اور فاسق کی اذان مکروہ ہے۔ شامی میں اس کے تحت تحریر ہے کہ بظاہر اس سے کراہتِ تحریمیہ مراد ہے

وظاهره ان الكراهة تحريمية اھ (ج ا ص ۲۶۴)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۵/۱/۱۴۰۰ھ

قبل از وقت کہی گئی اذان دوبارہ کہی جائے

پنجاب کی اکثر مساجد میں یہ عادت بن گئی ہے کہ اذان نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے ہی دیدی جاتی ہے یعنی ابھی نماز کا وقت نہیں ہوا ہوتا کہ اذان ہو جاتی ہے۔ تو کیا حکم ہے کہ وقت آنے پر دوبارہ کہی جائے یا اسی پر اکتفاء کیا جائے؟

الجواب اذان کی غرض نماز کا وقت شروع ہونے کی اطلاع دینا ہے۔ اور یہ غرض جب ہی پوری ہو سکتی ہے کہ اذان وقت شروع ہونے پر دی جائے۔ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اذان وقت سے پہلے دی جائے تو وقت شروع ہونے کے بعد اس کا اعادہ کیا جائے۔ چاہے کوئی اذان ہو۔

فيعاد اذان وقع بعضه قبله كالاقامة اھ (درمختار)۔

(قوله وقع بعضه) وكذا كله بالاولى اھ (شامی ج ا ص ۲۵۸ باب الاذان)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ : ۷/۱۲/۱۳۹۹ھ

اللہ اکبر کی راء کو لام کے ساتھ ملانا

اذان و اقامت میں اللہ اکبر کی راء کو لام کے ساتھ ملا سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب: اذان و اقامت میں راء پر جزم پڑھی جائے لام کے ساتھ نہ ملائی جائے فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۳ / ۹ / ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مسجد کے اندر بھی اذان دینا درست ہے

اذان مسجد کے اندر یا باہر دینا چاہئے ۔ ؟ بعض حضرات کا اصرار ہے کہ مسجد کے باہر اذان دینا چاہئے ۔

الجواب: مسجد کے اندر بھی بلا کراہت جائز ہے ۔ (اعلاء السنن ، ج ۸ ص ۹۹) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۶ / ۱ / ۱۴۰۸ھ

جمعہ کی دوسری اذان معمول و متوارث ہے

اذانِ خطبہ یعنی دوسری اذانِ جمعہ جائز ہے یا نہیں ؟ مہربانی فرماکر ہماری تسلی فرمائیں کہ جائز ہے یا ناجائز ؟ زید نے اذان بند کر وا رکھی ہے ۔

الجواب: دوسری اذانِ جمعہ بالکل جائز ہے ۔ عہدِ خلافتِ راشدہ سے لے کر آج چودہ سو (۱۴۰۰) سال تک شریعت اور امت میں یہ اذان معمول و متوارث چلی آرہی ہے ۔ پس اسے ناجائز کہنا غلط اور ابتداع ہے ۔ فقط واللہ اعلم

محمد اقبال عفا اللہ عنہ
۱۲ / ۱ / ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

اقامت میں بھی "حیعلتین" کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرا جائے

اقامت میں "حیعلتین" کے وقت دائیں بائیں

طرف منہ پھیرنا سنت ہے یا نہ، اگر سنت ہے تو نہ کرنے والے کی تکبیر ہو جائے گی یا نہ؟

الجواب وفی الدر علی الشامیۃ ج ۱ ص ۳۶۰ - ویلتفت فیہ وکذا فیما مطلقا - روایت بالا سے معلوم ہوا کہ اقامت میں بھی "حیعلتین" کہتے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنا مسنون و درست ہے لیکن اگر کسی مکبر نے منہ نہیں پھیرا تو تب بھی اقامت ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۲ / ۶ / ۱۳۹۱ ھ

دوران وعظ اذان شروع ہو جائے تو وعظ بند کر کے اذان کا جواب دینا چاہیے

ایک شخص دین کی باتیں کر رہا ہے۔ اذان شروع ہو گئی تو کیا اس کو وہ دین کا وعظ اور تکرار بند کر کے اذان کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟ اور مسجد کے اندر یا باہر کا بھی کوئی فرق ہے کہ مسجد میں جواب واجب نہیں اور باہر واجب ہے؟

الجواب اگر وعظ و تکرار کو بند کر کے جواب دے تو اچھا ہے۔ اور اگر وعظ و تکرار کو جاری رکھے اور جواب نہ دے تو کچھ گناہ نہیں۔ اس لئے کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔ درمختار میں ہے۔

ویجیب وجوبا وقال الحلوانی ندبا والواجب الاجابۃ بالقدم من سمع الاذان ولو جنبا لا حائضا ونفساء و سامع خطبۃ الخ۔ (درمختار مع الشامیۃ ج ۱ ص ۳۶۷)۔

اور ردالمحتار میں ہے۔

لانہ لا یفوت ولعلہ لان تکرار القرأۃ انما ھو للاجر فلا یفوت بالاجابۃ بخلاف التعلم فعلی ھذا لو یقرأ تعلیما او تعلما لا یقطع سائحانی۔ (ج ۱ ص ۳۶۸)۔

(قولہ وقال الحلوانی ندبا) ای قال الحلوانی ان الاجابۃ باللسان مندوبۃ والواجبۃ ھی الاجابۃ بالقدم۔

(شامی ج ۱ ص ۲۶۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد و خارج کی تفریق حلوانی رح کے قول پر مبنی ہے۔ واما عندنا فیقطع و یجیب بلسانہ مطلقا۔ (کذا فی الدر المختار ج ۱ ص ۳۷۰)۔

والجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

تکبیر کس وقت کہی جائے

امام صاحب کے مصلے پر پہنچنے پر تکبیر کہنا بہتر ہے یا امام کے آنے سے پہلے ہی کہہ دینا۔ تکبیر کے لئے امام کی اجازت لی جاوے یا نہیں ؟

الجواب بہتر یہی ہے کہ امام کے مصلے پر آنے کے بعد تکبیر کہی جاوے۔ لیکن اگر ایک گھڑی پہلے بھی کہدی جاوے تو جائز ہے۔

حضر الامام بعد اقامة المؤذن بساعة او صلی سنة الفجر بعدها لا یجب اعادتها کذا فی القنیة۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۷) ۔

اور قرین قیاس یہی ہے کہ امام سے اجازت لینا مستحسن ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ زبان سے تصریح کرائی جائے۔ بلکہ امام کا مصلے پر کھڑا ہونا ہی اجازت ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ اصغر علی عفرلہٗ معین مفتی
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	۴ ر رمضان المبارک ۷۴ ۱۳ ھ

ترک واجب کی وجہ سے اعادہ کی جانے والی نماز کیلئے تکبیر کی حاجت نہیں

اگر امام کسی واجب کے ترک سے سجدۂ سہو بھول جائے اور سلام پھیر دے تو جب اس نماز کا اعادہ کیا جائے تو کیا اس نماز کے لئے تکبیر کہنی پڑے گی یا نہیں ؟ اگر کہنی پڑتی ہو اور نہ کہی گئی ہو تو کیا دوسری نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟ اگر نہیں ہوتی تو تیسری دفعہ نماز مع تکبیر ادا

کی جائے ؟

۲ : اگر کسی کو سجدۂ سہو بھول گیا تو سلام کے بعد کتنی دیر تک سجدۂ سہو کر سکتا ہے ؟

الجواب ترک واجب کی وجہ سے اگر نماز دوبارہ پڑھی جائے تو اعادۂ تکبیر کی حاجت نہیں ۔ وہیں کھڑے ہوکر بدون اعادۂ تکبیر نماز لوٹائی جائے ۔ اعادہ وقت کے اندر طویل فصل کے بغیر ہو تو اقامت نہ کہی جائے وگرنہ کہی جائے ۔

قوم ذکروا فساد صلوۃ صلوٰھا فی المسجد فی الوقت قضوھا بجماعۃ فیہ ولا یعیدون الاذان والاقامۃ ۔ (شامی ج ۱ ص ۳۶۳) ۔

۲ : جب تک دنیوی بات نہیں کی ، سینہ قبلہ سے منحرف نہیں ہوا ، وضو نہیں لوٹا تو سلام پھیر لینے کے بعد وہیں بیٹھے بیٹھے سجدۂ سہو کر سکتا ہے ۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
خیر محمد عفا اللہ عنہ	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

معذور بیٹھ کر اذان دے سکتا ہے

زید ٹانگوں سے معذور ہے کھڑا نہیں ہو سکتا ۔ آیا زید کے لئے بیٹھ کر اذان دینا اور تکبیر پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب غیر معذور کے لئے بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے ۔ ویکرہ الاذان قاعدًا ۔ (ھندیہ ۔ ج ۱ ۔ ص ۳۸) ۔ عذر کے وقت گنجائش ہے ۔ کالاذان للمسافر راکبا وان کرہ فی الحضر ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	۱۷ / ۱۰ / ۱۴۰۷ھ

اذان کے بعد رفع ایدی کیساتھ دعا کرنیکا حکم

۱ : ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا سنت ہے ؟ حدیث و قرآن کی روشنی میں وضاحت کیجائے ۔

۲ : اذان کے بعد دعاء مانگنا کیسا ہے ؟ مثلاً وقتِ غروبِ آفتاب اذان کے بعد کسی

نمازی اور امام مسجد کو ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگتے نہیں دیکھا۔

۰۳: ایسے امام کے بارے میں کیا حکم ہے جو خود ہاتھ اٹھا کر دعاء نہ مانگتا ہو اذان کے بعد؟

الجواب رفع الیدین عند الدعاء فی الجملہ ثابت ہے۔ لیکن ہر دعاء میں رفع یدین سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ جیسے مسجد میں دخول وخروج کے وقت، بیت الخلاء میں دخول وخروج کے وقت، جماع و انزال وغیر ذالک بلکہ ان مواقع میں کوئی بھی رفع یدین کا قائل نہیں۔ لہٰذا جن مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین نہیں کیا امت کو بھی چاہئے کہ وہ بھی نہ کرے۔ اذان کے بعد دعاء میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں کذا فی احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۹۷۔ لہٰذا جس امام کا عمل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مشابہ ہو اس کی امامت یقیناً صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی — الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

داڑھی منڈانے والا مستقل مؤذن نہ رکھا جائے

داڑھی منڈانے والے کو مستقل طور پر مسجد کا مؤذن بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب مؤذن متقی پرہیزگار عالم ہونا چاہئے، ہندیہ میں ہے۔ وینبغی ان یکون المؤذن رجلا عاقلا صالحا تقیا عالما بالسنة کذا فی النہایة (ج ۱۔ ص ۲۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۱۹۔۹۔۱۴۰۸ھ

مکبر کا امام کے پیچھے ہونا ضروری نہیں

مکبر کے لئے امام کے پیچھے کھڑا ہونا ضروری ہے یا نہ؟ نیز مکبر کا صف اوّل ہی میں ہونا ضروری ہے یا دوسری تیسری صف میں بھی تکبیر کہہ سکتا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب بالکل پیچھے کھڑا ہونا ضروری نہیں جہاں جگہ ہو کھڑے ہو سکتے ہیں۔ ایسے ہی پہلی صف میں ہونا بھی ضروری نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ — ۷۔۶۔۱۴۰۶ھ

صبح صادق کے بعد پانچ سات منٹ کی تاخیر

سحری کے اختتام کے کتنی دیر بعد اذان فجر ہونی چاہئے۔ اگر کچھ دیر بعد اذان ہونی چاہئے تو اس کی دلیل یا ثبوت پیش فرمائیے؟

الجواب اذان کا وقت صبح صادق کے ہوتے ہی شروع ہوجاتا ہے پانچ سات منٹ کی تاخیر اس لئے کی جاتی ہے تاکہ فجر خوب واضح ہوجائے۔ کما قال علیہ السلام لا تؤذن حتی یتبین لک الفجر۔ الحدیث - فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۳ / ۱۰ / ۱۴۰۸ھ

تثویب کے بارے میں ایک روایت کی تصحیح

ہم بمقام باقر شاہ از مضافات علی پور، آپ (جناب مہتمم صاحب) کے ارشادات عالیہ میں موجود تھے۔ وہاں دوران بیان ایک روایت آپ سے یوں سنی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دوران سفر اپنے ساتھی کو فرمایا کہ ہم اپنے فلاں صاحب کے پاس رہائش پذیر ہوں گے۔ جب وہاں پہنچے تو مسجد میں ان کو جاکر السلام علیکم کہا۔ تو انہوں نے جواباً کہا وعلیکم السلام وعلی رسولہ۔ پس حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ تم بدعتی ہو۔ پھر واپس چلے آئے الخ

اب عرض ہے کہ اس کا حوالہ باسند تحریر فرمادیں اور محدثین کی سند کو بھی تحریر فرمائیں۔؟

الجواب سوال میں جیسے ذکر ہے ایسے تو کوئی واقعہ نہیں ملا۔ البتہ یوں آتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے داخل ہوئے اذان ہوچکی تھی ایک شخص نے تثویب شروع کردی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔

اخرج بنا فان ھذہ بدعۃ اھ (ابو داؤد شریف ج ۱ ص۷۹)

یا ایک حدیث یوں آتی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں چھینک لی۔ تو یوں کہا الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کا میں بھی قائل ہوں مگر اس موقع پر

ہمیں سلام کی تعلیم نہیں دی گئی۔ (ترمذی شریف : ج ۲ ، ص ۹۸)۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان	۲۳ / ۴ / ۱۴۰۶ھ

دعاء بعد الاذان میں " وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ " کے الفاظ احادیث میں منقول نہیں

اذان کے بعد جو دعاء معروف ہے اس کے بارے میں تحقیق مطلوب ہے کہ اس کے صحیح الفاظ کیا ہیں؟ بالخصوص " والدرجة الرفيعة " وارزقنا شفاعته يوم القيامة انك لاتخلف الميعاد ۔ کے بارے میں وضاحت فرمائیں کہ یہ لفظ درست ہیں یا نہیں اور انہیں پڑھنے سے ثواب ہوگا یا نہیں ؟

الجواب تمام معتبر و مستند کتب حدیث میں یہ دعاء بایں الفاظ منقول ہے۔

اللهم رب هذه الدعوة التامة و الصلوة القائمة آت محمدن الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمودن الذى وعدته " بیہقی رح نے اس کے آخر میں انك لا تخلف الميعاد کی زیادتی بھی کی ہے۔

علامہ شامی رح نے حافظ ابن حجر رح کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس دعاء میں والدرجة الرفيعة کا لفظ اور ایسے ہی اس کے اختتام پر یا ارحم الراحمين کہنا بے اصل ہے۔ ولفظه " وروى البخاري وغيره من قال حين يسمع النداء اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة آت محمدًا ن الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمودا ن الذى وعدته حلت له شفاعتي يوم القيامة وزاد البيهقي انك لا تخلف الميعاد وتمامه فى الامداد والفتح وقال ابن حجر فى شرح المنهاج وزيادة والدرجة الرفيعة وختمه بيا ارحم

الراحمين لا اصل لهما اھ (شامی ج ۱ ص ۳۷۰)۔

علامہ سخاوی رح سے بھی ایسے ہی منقول ہے۔

واما زیادة والدرجة الرفیعة المشتهرة علی الالسنة فقال السخاوی لم اره فی شیء من الروایات و زاد البیهقی فی روایة انك لا تخلف المیعاد واما زیادة یا ارحم الراحمین فلا وجود لها فی کتب الحدیث۔ (بذل المجهود۔ ج ۱ ص ۳۰۲)۔

مسنون الفاظ پر اضافہ کرکے پڑھنے سے دعاء مسنون کی برکت حاصل نہ ہوگی۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ | احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۸/۴/۱۴۰۶ھ

اذان میں "شہادتین" اور "حیعلتین" کو کھینچ کر پڑھنے کا حکم

آج کل ہمارے علاقہ میں مؤذن اذان بڑی لمبی کرتے ہیں۔ گو یہ جائز ہے۔ مگر جب اشهد ان لا اله الا الله کہتے ہیں تو ہا ہا ہا زیادتی کرتے ہیں ہا ہا کبھی اونچی طرز پر اور کبھی مدہم کرکے۔ اسی طرح حی علی الفلاح پر ہا ہا ہا کہتے ہیں۔ آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب چونکہ ہا ہا وغیرہ "شہادتین" کے آخر میں لحن ہے لہذا یہ ناجائز ہے۔ لما فی الدر المختار ولا لحن فیه ای تغنی بغیر کلماته فانه لا یحل فعله و سماعه کالتغنی بالقران اھ وفی الرد تحت قوله بغیر کلماته ای بزیادة حرکة اوحرف او مد او غیرها فی الاوائل والاواخر۔ (شامی ج ۱ ص ۳۵۹)۔

معلوم ہوا کہ زیادة حرکت و حرف یا مد آخر یا اول میں لحن ہے وہو لا یجوز۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

رشید احمد صدیقی

دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ ، اکوڑہ خٹک ضلع پشاور مغربی پاکستان

اللہ کے لام کو ایک الف کی مقدار سے زیادہ کھینچنا غلط ہے ۔ علامہ شامی رح لکھتے ہیں
اعلم ان المد ان کان فی اللّٰہ فاما فی اولہ او اوسطہ او آخرہ ..... (الی قولہ) وان کان فی وسطہ فان بالغ حتی حدث الف ثانیۃ بین اللام والھاء کرہ اھ (شامیہ ج ا ص)
حاصل یہ ہے کہ اللہ کے لام کو ایک الف سے زیادہ کھینچنا مکروہ ہے ۔ ایسے ہی "حیعلتین" کو بھی زیادہ نہ کھینچا جائے ۔ قال الحلوانی لا بأس بادخال المد فی الحیعلتین لانہما غیر ذکر وتعبیرہ بلا بأس یدل علی ان الاولی عدمہ ۔ (شامی ج ا ص ۳۵۹) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان ، ۱۷/۹/ ۱۴۰۱ھ

اذان کے بعد جماعت سے پہلے سپیکر پر بلند آواز سے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کے بعد جماعت سے کچھ منٹ پہلے ایک صاحب یہ کلمات لاؤڈ سپیکر میں کہتا ہے ۔ مثلاً سُبْحَانَ اللہ سُبْحَانَ اللہ اٹھو نماز کا وقت ہوگیا ہے ، جلدی مسجد میں آؤ نماز کا وقت قریب ہے ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ کیا یہ صحیح ہے یا نہیں ؟ نیز کیا ان کلمات سے اذان کی اہمیت میں تو کوئی فرق نہیں آتا ؟

الجواب اذان و اقامت کے درمیان مذکورہ کلمات کہنا اصطلاح شرع میں تثویب کہلاتا ہے ۔ فتاویٰ امداد الاحکام میں اسے مکروہ لکھا ہے (ج ۱ ۔ ص ۴۴۱) ۔

فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۱۳ر۱۱ر۱۴۰۷ھ

بوقتِ اذان کانوں میں انگلیاں دینا

اذان دیتے وقت انگلیاں کانوں پر رکھ لینا کافی ہے یا کانوں کے سوراخ میں دینی چاہئیں ؟ بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ انگلیاں صرف کانوں پر رکھ دیتے ہیں اور بعض سوراخوں میں دے لیتے ہیں۔ صحیح مسئلہ سے مطلع فرمائیں ؟

استفتی : محمد صفدر الحق

مرکزی جامع مسجد محلہ اندر کوٹ ، وہوا تحصیل تونسہ شریف

الجواب زیادہ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں سوراخوں میں ڈالی جائیں۔ کیوں کہ رفع صوت اسی سے زیادہ ہوتا ہے۔ وھو المطلوب من ھذا العمل:

ویجعل ندبا اصبعیہ فی صماخ اذنیہ فاذانہ بدونہ حسن وبہ احسن اھ (درمختار) (قولہ ویجعل اصبعیہ) لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لبلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجعل اصبعیک فی اذنیک فانہ ارفع لصوتک۔ اھ۔ (شامی ج ۱ ص ۳۸۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

بلالیؓ اذان یا بدعتی اذان

حضرت مفتی عبدالستار صاحب مدظلہٗ

ا :- فرشتے نے آسمان سے نازل ہو کر جو اذان سکھلائی۔

ب :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اذان کی امت کو تعلیم دی۔

ج :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدۃ العمر حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو اذان دیتے رہے۔

د :- حضرات خلفاء راشدین رضؓ ، تابعین رحؒ ، تبع تابعین رحؒ اور ائمہ کرامؒ کے مبارک زمانوں میں سات صدیوں تک پورے عالم اسلام میں جو اذان دی جاتی رہی ——— وہ یہی اذان تھی جو " اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ " سے شروع ہو کر " لا الٰہ الا اللّٰہ " پر ختم ہو جاتی ہے۔ نہ اس سے پہلے کوئی ذکر و درود شریف ہے نہ بعد میں۔

آٹھویں صدی کے آخر میں اذان سے پہلے اضافۂ درود کی بدعت ایجاد کر کے فرقہ بندی کی بنیاد ایک عیش پرست بادشاہ نے رکھی ——— سپیکروں کی کثرت نے اسے شہرت دی ——— فرقہ واریت کو ہوا دینے والوں نے اس کے ذریعہ امت میں خوب افتراق و انتشار پیدا کیا ——— وحدتِ ملی کا تقاضا ہے کہ آسمانی ، اسلامی اور بلالیؓ مسنون اذان کے مقابلہ میں بدعتی شاہی اذان کو ترک کر دیا جائے ——— ذکر و درود شریف کے لئے سارا دن ہے جتنا کوئی پڑھے کون روکتا ہے ، لیکن سنتِ سنیہ کی اصل صورت کو تبدیل کر دینا اور انوارِ سنت کو ایسے اضافوں میں چھپا دینا کسی طرح روا نہیں ——— ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اس بدعت کو اتنا رواج دیا گیا کہ سنت عیب و جرم بن کر رہ گئی ——— کوئی مسلمان اہلِ بدعات کی مسجد میں اصل اذانِ بلالی رضؓ نہیں دے سکتا ورنہ اس کی جان کا خطرہ ہے۔

——— اس سے بڑھ کر حرج و ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان جرم بن جائے ——— بہرحال رابطہ عالم اسلامی یا حکومتِ پاکستان نے سنت اذان کی حمایت میں جو لٹریچر جاری کیا ہے وہ شریعتِ مطہرہ کے عین

مطابق ہے ــــــ اللہ تعالیٰ سب اہل اسلام کو بلال رضؓ اذان پر عمل کی توفیق دے آمین۔

رسم اذاں رہ گئی رُوحِ بلالیؓ نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالیؒ نہ رہی
علامہ اقبال مرحوم

اذان پر اجرت لے سکتے ہیں یا نہیں

مؤذن کے لئے اذان پر اجرت لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

سائل۔ مولانا محمد غوث بلال مسجد گل گشت کالونی ملتان

الجواب: اگر ضرورت نہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ مؤذن اذان کی اجرت نہ لے اور اگر اپنے اور اہل وعیال کے لئے نان نفقہ کا کوئی انتظام نہ ہو تو اجرت لے سکتا ہے اس اجرت لینے کے باوجود اسے اذان دینے کا ثواب بھی ملے گا بشرطیکہ اذان ثواب کی نیت سے دیتا ہو۔

وانما یستحق ثواب المؤذنین اذا کان عالما بالسنة والاوقات ولو غیر محتسب اھ (درمختار)

(قوله غیر محتسب) ان کان قصده وجه الله تعالی لکنه بمراعاته للاوقات والاشتغال به یقل اکتسابه عما یکفیه لنفسه وعیاله فیاخذ الاجرة لئلا یمنعه الاکتساب عن اقامة هذه الوظیفة الشریفة ولولا ذلك لم یأخذ اجراً فله الثواب المذکور بل یکون جمع بین عبادتین وهما الاذان والسعی علی العیال وانما الاعمال بالنیات۔ (شامیة ج ۱ ص ۲۸۸)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۲ / ۱۱ / ۱۴۱۰ھ

اذان کا جواب مؤذن کے ساتھ ساتھ دے یا بعد میں

اذان کا جواب مؤذن کے ساتھ ساتھ دے یا اس کے بعد دے۔ مثلاً جب مؤذن اشہد أن لا الٰہ الا اللہ شروع کرے تو جواب دینے والا بھی ساتھ ہی شروع کردے یا یہ مؤذن کے الا اللہ پر پہنچنے کے بعد جواب دینا شروع کرے؟

صوفی بشیر احمد رب بھروسے عطر فروش میانچنوں۔

الجواب مؤذن کے ختم کرنے کے بعد مجیب شروع کرے۔ ہر جملہ میں ایسے ہی کرے۔

واستفید من هذا ان المجیب لا یسبق المؤذن بل یعقب کل جملة منه بجملة منه قال فی الفتح وفی حدیث عمر بن ابی امامة التنصیص علی ذلک اھ قلت وظاهره انه لا تکفی المقارنة لان الجواب یعقب الکلام بخلاف متابعة المقتدی للامام اھ (شامیة ج ۱، ص ۲۹۳) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۴ / ۷ / ۱۴۰۴ھ

نومولود کے کان میں اذان دینے کا طریقہ اور اسکا فائدہ

عام طور پر رواج ہے کہ نومولود کے کان میں اذان دیتے ہیں۔ اس کا طریقہ کیا ہے اور اس کا فائدہ کیا ہے؟

الجواب نومولود کو ہاتھوں پر اٹھا کر قبلہ رو کھڑے ہوں دائیں کان میں اذان دیں اور بائیں میں اقامت اور حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے وقت حسب معمول دائیں بائیں منہ بھی پھیریں۔ اس اذان میں اتباع سنت کے ساتھ ساتھ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ بچوں کی مشہور مرض "ام الصبیان" کے لئے فائدہ مند ہے۔

قال السندی فیرفع المولود عند الولادة علی یدیه مستقبل

القبلة و یؤذن فیه اذنه الیمنی و یقیم فی الیسری و یلتفت فیہما بالصلوۃ لجہۃ الیمین و بالفلاح لجہۃ الیسار وفائدۃ الاذان فی اذنہ انہ یرفع ام الصبیان عنہ۔ اھ (تقریرات الرافعی علی حاشیۃ ابن عابدین ج۱ ص ۳۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱۰/۱۰/۱۴۰۳ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

"قد قامت الصلوٰۃ" کے وقت "اَقَامَہَا اللّٰہُ وَاَدَامَہَا" کہنے کا ثبوت

تکبیر کا جواب دیتے وقت "قد قامت الصلوۃ" کا جواب "اقامہا اللہ وادامہا" سے دینے کا شرعًا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟

سائل مولوی محمد اقبال گوجرانوالہ

الجواب حامداً ومصلیاً طحطاوی میں حلبی وغیرہ سے منقول ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام قد قامت الصلوۃ کے وقت اقامہا اللہ وادامہا کہتے تھے۔

قال بعض الفضلاء و یقول عند قد قامت الصلوۃ اقامہا اللہ وادامہا وھکذا روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ الحلبی وغیرہ ومعنی اقامہا اللہ اثبتہا وابقاہا۔ اھ (طحطاوی: ص ۱۱۰)۔

و یقول عند قد قامت الصلوۃ اقامہا اللہ وادامہا۔ اھ (درمختار) (قولہ و یقول) ای کما رواہ ابوداؤد بزیادۃ مادامت السموٰت والارض وجعلنی من صالحی اھلہا۔ اھ (شامی ج۱ ص ۲۹۴)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۹/۷/۱۴۰۳ھ

مسجد سے باہر اکیلا نماز پڑھنے والا اذان کہے یا نہ ؟

اگر کسی نے اکیلے ہی نماز پڑھنی ہو مسجد سے باہر تو کیا اذان دے یا نہ ؟ بینوا توجروا۔

عتیق الرحمٰن ساہیوال

الجواب آبادی میں اذان کا ترک جائز ہے بشرطیکہ محلہ میں اذان ہو چکی ہو۔ ولا یکرہ ترکهما لمن یصلی فی المصر اذا وجد فی المحلة۔ اھ (عالمگیریہ، ج ۱، ص ۲۸)۔

فقط واللہ اعلم۔ بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا۔

ٹیپ سے نشر کی ہوئی اذان معتبر نہیں ہے

اگر اذان کے وقت بجائے تازہ اذان دینے کے حرم مکہ کی ریکارڈ کی ہوئی اذان لگا دی جائے تو کیا وہ اذان کے قائم مقام ہو جائے گی یا نہیں ؟

محمد انور ۲۴۴ نقشبند کالونی خانیوال روڈ ملتان

الجواب ٹیپ سے نشر ہونے والی اذان شرعاً اذان مشروع کے حکم میں نہیں اس لئے سنتِ اذان ادا نہ ہوگی۔ حسب معمول مؤذن سے اذان کہلوائی جائے۔

وذکر فی البدائع ایضا ان اذان الصبی الذی لا یعقل لا یجزی ویعاد لان ما یصدر لا عن عقل لا یعتد به کصوت الطیور اھ (شامی، ج ۱، ص ۲۹۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۲۷ / ۱۱ / ۱۰ ۱۴ھ

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

چلتے ہوئے اذان سنائی دے تو کیسے جواب دے

بسا اوقات راستے میں چل رہے ہوتے ہیں کہ اذان کی آواز سنائی دیتی ہے ایسی صورت میں چلتے چلتے جواب دیتے رہیں یا رک کر جواب دیں۔

الجواب بہتر یہ ہے کہ رک جائیں اور اذان کا جواب دیتے رہیں فارغ ہونے پر چلنا شروع کر دیں۔ سمع الاذان وھو یمشی فالاولیٰ ان یقف ساعة ویجیب کذا فی القنیة اھ (عالمگیری ج ۱ : ص ۲۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲/۷/۱۴۰۱ھ

تثویب کی عادت ڈال لینا مکروہ ہے

اذان دینے کے بعد جماعت کی نماز کے لئے "اللہ اکبر" کے الفاظ کے ساتھ یا "صلوۃ وسلام" کے ساتھ نمازیوں کو یا امام صاحب مثلاً مسجد میں نہیں ہیں حجرے میں ہیں ان کو بلانا صرف "اللہ اکبر" کے ساتھ کیسا ہے۔ جائز ہے یا نہیں۔ اور کس طرح بلانا چاہیئے۔ حوالہ کے ساتھ بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں نماز کی اطلاع کے لئے اذان واقامت ہی کو کافی سمجھا جاتا تھا۔ ان کے درمیان مزید کوئی عام اطلاع نہیں دی جاتی تھی۔ غائبین کے لئے اذان کافی ہے اور حاضرین کے لئے جماعت کی اطلاع دینے کو اقامت کافی ہے۔ اذان اور اقامت کے درمیان اطلاع دینے کی عادت ڈال لینے کو علماء نے مکروہ کہا ہے۔ (امداد المفتیین ج ۱ ص ۲۳۲)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲/۵/۱۴۱۸ھ

عورت بچے کے کان میں اذان دے سکتی ہے یا نہیں

۱ : نومولود بچے کے کان میں عورت اذان دے سکتی ہے یا نہیں۔ جب کہ عام اذان عورت کی مکروہ ہے۔

۲ : بچے کی ولادت کے بعد کتنی دیر تک اذان دے سکتے ہیں۔

محمد انور نقشبند کالونی ملتان

الجواب ۱ : اصل یہ ہے کہ نومولود کے کان میں کوئی مرد صالح اذان دے تاکہ صورتاً بھی کراہت نہ ہو۔ مراقی میں ہے۔

وکرھا ای الاذان والاقامۃ للنساء لما روی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما من کراھتہما لھن۔ (ص ۱۰۵)۔ اسکی تعلیل علامہ طحطاوی رح یہ بیان کرتے ہیں۔ لان مبنی حالھن علی الستر ورفع صوتھن حرام الخ۔ اس تعلیل کا مقتضٰی یہ ہے کہ نومولود کے کان میں عورت اذان دے سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں نہ رفع صوت ہے اور نہ ہی یہ خلاف ستر ہے۔

۲ :۔ جب ولادت کے بعد غسل سے فراغت ہو جائے اسی وقت کانوں میں اذان و تکبیر کہی جائے۔ اگر کسی عذر سے یا بدوں عذر تاخیر ہو جائے تو جب بھی یاد آجائے کان میں اذان دے دی جائے۔ الحاصل کسی وقت کے فوت ہو جانے سے اذان ساقط نہیں ہوتی۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۶ / ۱۲ / ۱۴۱۰ھ

عورت کے لئے تکبیر کہنا مکروہ ہے

عورت تکبیر کہہ سکتی ہے یا نہیں ؟

سائل محمد ادریس ٹوبہ ٹیک سنگھ

الجواب عورت کے لئے تکبیر کہنا مکروہ ہے۔ اما النساء فیکرہ لھن الاذان وکذا الاقامۃ لما روی عن انس وابن عمر

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم) من کراھتھما لھن اھ (شامی ج ۱، ص ۲۵۷)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۹۹ ؍ ۳ ؍ ۱۴ھ — مفتی خیر المدارس ملتان

اہلِ تشیع کی اذان کا جواب نہ دیا جائے

شیعہ کی اذان کا جواب دیا جائے یا نہ؟ سائل عبداللہ میانوالی۔

الجواب نہ دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۷؍۱۱؍۱۴۰۰ھ۔

اذانِ فجر میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کا اضافہ ارشادِ نبوی سے ہوا ہے

"الصلوٰۃ خیر من النوم" کا اضافہ فجر کی اذان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟ شیعہ کہتے ہیں یہ اضافہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔ وضاحت فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

سائل میاں فیض بخش بستی شاہ ستار آف میلسی

الجواب اذانِ فجر میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کا اضافہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے ہوا ہے۔ اسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرنا حسب معمول اہلِ تشیع کا افتراء ہے۔

ویزید فی اذان الفجر بعد الفلاح الصلوٰۃ خیر من النوم مرتین لما روی ابن ماجۃ عن سعید بن المسیب عن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یؤذنہ بصلوٰۃ

الفجر فقيل هو نائم فقال الصلوٰة خير من النوم مرتين فاقرت فی اذان الفجر وروی الطبرانی فی الکبیر ثنا محمد بن علی الصائغ المکی ثنا یعقوب بن حمید ثنا عبد اللّٰہ بن وهب عن یونس بن یزید عن الزهری عن حفص بن عمر عن بلال انه اتی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یؤذنه بالصبح فوجده راقداً فقال الصلوٰة خیر من النوم مرتین فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یا بلال اجعله فی اذانك ۔

(کبیری ، ص۳۵۸) ۔ فقط واللّٰہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللّٰہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ، ملتان

۲۵ ر ذیقعدہ ۱۴۱۰ ھ

اذان کے ساتھ "صلوٰۃ وسلام" پڑھنے کا رواج کب سے ہے

آج کل بعض لوگ اپنے آپ کو اہل السنت والجماعت حنفی بھی کہتے ہیں اور اذان سے پہلے " صلوٰۃ وسلام " بھی پڑھتے ہیں ۔ کیا حنفی مذہب میں اس کی گنجائش ہے ؟ نیز یہ بھی واضح کریں کہ یہ رسم کسی اہل سنت عالم نے جاری کی یا شیعہ نے ؟

سائل ممتاز احمد قاسمی

متعلم الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام رضی اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دور میں مروجہ صلوٰۃ وسلام نہ اذان سے پہلے ہوتا تھا اور نہ بعد میں ۔ بلکہ اذان " اللہ اکبر " سے شروع ہو کر " لا الٰہ الا اللہ " پر ختم ہوتی تھی ۔ ۷۸۱ھ میں کچھ سرکاری لوگوں نے اسے اذان کے بعد پڑھنا شروع کیا ۔ پھر مختلف ادوار میں کسی نہ کسی شکل میں اسے اذان کے ساتھ پڑھتے رہے ۔ اب اذان سے پہلے پڑھنے کا رواج ہو گیا ہے ۔ اس کے بدعت ہونے میں

کوئی شبہ نہیں ہے۔ والزیادۃ فی الاذان مکروھۃ (البحرالرائق ج۱ ص۲٦۱)

التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ سبعمائۃ واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیھا مرتین اھ (درمختار)۔ (قولہ ۷۸۱ھ) کذا فی النھر عن حسن المحاضرۃ للسیوطی ثم نقل عن القول البدیع للسخاوی أنہ فی ۷۹۱ھ وان ابتداءہ کان فی ایام سلطان الناصر صلاح الدین بامرہ۔ اھ (شامیۃ ج۱ ص۲۸۷)۔

فقط واللہ أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲/۴/۱۰ ۱۴ھ

قرآن کا درس پڑھنے کے دوران اذان ہو جائے تو جواب کا حکم

تلاوتِ قرآن پاک کرتے ہوئے اگر اذان شروع ہو جائے تو جواب دینا ضروری ہے۔ یا تلاوت جاری رکھے۔ سائل مولوی عبید اللہ کبیر والا۔

الجواب: اگر تعلیم و تعلم کے لئے پڑھ رہے ہوں تو قرأت جاری رکھیں اور اگر صرف تلاوت کر رہے ہیں تو تلاوت روک کر پہلے اذان کا جواب دیں۔ فارغ ہونے کے بعد پھر تلاوت شروع کر دیں۔

ویجیب وجوبًا وقال الحلوانی ندبا والواجب الاجابۃ بالقدم من سمع الاذان ولو جنبا لا حائضا ونفساء وسامع خطبۃ وفی صلوۃ جنازۃ وجماع ومستراح وأکل وتعلیم علم وتعلمہ بخلاف قرآن اھ۔ (درمختار)۔

(قولہ بخلاف قرآن) لانہ لا یفوت جوھرۃ ولعلہ لان

تکرار القرأة انما هو للاجر فلا یفوت بالاجابة بخلاف التعلم فعلی هذا لو یقرأ تعلیما او تعلما لا یقطع سائحانی اھ (شامی۔ج۱۔ص ۲۹۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۷؍۱۱؍۱۴۰۱ھ

اذان کے بعد کی دعا مانگنے کا فائدہ

اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے اس میں ہے وابعثہ مقاما محمودنِ الذی وعدتہٗ جب یہ بات یقینی ہے کہ مقام محمود آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو ملنا ہے تو پھر دعا کی کیا ضرورت ہے۔

سائل مولوی عبد الصمد شجاع آبادی

متعلم الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان۔

الجواب: ہمارے دعا مانگنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس دعا پر جس ثواب کا وعدہ ہے وہ ہمیں حاصل ہو جائے گا۔

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قال حین یسمع النداء اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ و الصلوٰۃ القائمۃ آت محمدنِ الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودنِ الذی وعدتہ حلت لہ شفاعتی یوم القیمۃ (مراقی)۔ وفائدۃ ھذا الدعاء مع تحقق مدلولہ لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الامتثال او مترتب الثواب الموعود لقائلہ۔اھ (طحطاوی ص ۱۱۱)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۷؍۹؍۱۴۰۳ھ

اذان سے پہلے "اعوذ باللہ" اور "بسم اللہ" پڑھنا

اذان سے پہلے " اعوذ باللہ الخ " اور اسی طرح " بسم اللہ الخ " باواز بلند پڑھنا کیسا ہے؟

سائل آصف شاہ ملتان

الجواب ومنہ الصدق والصواب: فقہاء کرام رح نے جہاں اذان کے آداب ذکر کئے ہیں وہاں " تعوذ و تسمیہ " کا کوئی ذکر نہیں ۔ نہ سرًّا نہ جہرًا ۔ بلکہ اذان کو " اللہ اکبر " سے شروع کر کے " لا الہ الا اللہ " پر ختم کیا ہے ۔ اگر اس وقت تعوذ و تسمیہ بھی مسنون ہوتے تو فقہاء ضرور ذکر فرماتے ۔ نیز بعض اہل بدعت اس کا التزام کرتے ہیں اس لئے بھی درست نہیں کیونکہ رفتہ رفتہ یہ بدعت بن جائے گی ۔ والزیادۃ فی الاذان مکروھۃ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۶۱) ۔

الاذان خمس عشرۃ کلمۃ واٰخرہ عندنا لا الٰہ الا اللہ کذا فی فتاوی قاضی خان وھی اللہ اکبر اللہ اکبر ۔ الخ (عالمگیری ج ۱ ص۵۵)

فقط واللہ اعلم ۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۴۰۵/۵/۱۴ھ

مغرب کی "اذان" اور "اقامت" میں کتنا وقفہ کرنا چاہیئے

مغرب کی اذان اور اقامت میں کتنا فاصلہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا ۔

سائل مولوی عبد المطیع سبی بلوچستان

الجواب ومنہ الصدق والصواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ مغرب کی اذان واقامت کے درمیان تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت پڑھ سکنے کی مقدار یا تین قدم چلنے کے وقت کی مقدار وقفہ کرنا چاہیئے ۔

واما فی المغرب فعند ابی حنیفۃ بسکتۃ قدر ثلث ایات قصار او ایۃ طویلۃ وقیل قدر ما یخطو ثلث خطوات وقالا بجلسۃ خفیفۃ والاصل ان الوصل بین الاذان والاقامۃ یکرہ فی کل صلوۃ لما روی الترمذی عن جابر رض ان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل و اذا اقمت فاحدر واجعل بین اذانک واقامتک قدرمایفرغ الأکل من أکلہ فی غیر المغرب والشارب من شربہ والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجتہ وھوان کان ضعیفا لکن یجوز العمل بہ فی مثل ھذا الحکم قالوا قولہ قدر مایفرغ الأکل من اکلہ فی غیر المغرب ومن شربہ فی المغرب وذلک یحصل فی سائر الصلوۃ بالسنۃ او مایشبھہا لعدم کراھۃ التطوع قبلہا بخلاف المغرب لکراھۃ التطوع قبلہا ثم قالا الجلسۃ تحقق الفصل لانہا شرعت لہ کما بین الخطبتین ولا یقع الفصل بالسکتۃ المذکورۃ لانہا قد توجد بین کلمات الاذان وابوحنیفۃ یقول قد امرنا بتعجیل المغرب والفصل بالسکتۃ اقرب الی التعجیل والمکان ھنا مختلف لانہ ینتقل عن مکان الاذان فی الغالب لانہ انما یکون فی المدینۃ اوخارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ وکذا النغمۃ فیہا مختلفۃ والھیئۃ فانہ یشفع الاذان و یوتر الاقامۃ صوتا بخلاف الخطبتین لاتحاد المکان والھیئۃ فلا یقع الفصل ھناک الا بالجلسۃ وفی الخلاصۃ ولو فعل کما قالا لایکرہ عندہ ولو فعل کما قال لا یکرہ عندھما فعلم ان الخلاف فی الافضلیۃ وفی الجامع الصغیر قال یعقوب یعنی ابا یوسف یؤذن ویقیم ولا یجلس انتہی۔ (کبیری، ص ۳۶۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۱۲ / ۹ / ۱۴۰۸ھ

بے وضو اذان کہنے کا حکم

بغیر وضو کے اذان پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ بعض دفعہ مجبوری ہوتی ہے کہ جماعت کا ٹائم قریب ہوتا ہے اور اذان نہیں ہوئی ہوتی ۔ بینوا توجروا۔

سائل مولوی عبدالغفار نعمانی بستی ملوک ملتان

الجواب ایسے وقت میں بے وضو بھی کہہ سکتے ہیں مگر معمول نہ بنائیں۔ ولا یکرہ اذان المحدث فی ظاهر الروایة هکذا فی الکافی ۔ اھ (عالمگیری : ج۱، ص۵۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴-۳-۱۴۰۴ھ

جمعہ کی اذانِ ثانی کا جواب

جمعہ میں جو دوسری اذان ہوتی ہے اس کا جواب دینا جائز ہے یا خاموشی بہتر ہے ؟

سائل : محمد فہیم : شادمان کالونی لاہور

الجواب جمعہ کی اذانِ ثانی کا جواب دل میں دے لے زبان سے نہ دے ۔ وینبغی ان لا یجیب بلسانه اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب اھ (درمختار علی الشامیة : ج۱ ص ۲۹۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴/۳/۱۴۰۹ھ

مغموم کے لئے کان میں اذان کہلوانے کا حکم

ایک آدمی بہت بیمار رہتا ہے تو اس کو ایک عامل نے کہا کہ جب آپ کی طبیعت زیادہ مغموم ہو تو اپنے کان میں کسی سے اذان کہلایا کرو انشاء اللہ پریشانی جو بیماری کی وجہ سے ہے وہ سب دور ہوجائے گی ۔ آیا شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب مغموم مہموم کیلئے کان میں اذان کہلوانا مسنون لکھا ہے اہل تجربہ سے منقول ہے کہ یہ عمل رفع غم کیلئے مؤثر ہے۔ وقال الملا علی القاری فی شرح المشکوٰۃ قالوا یسن للمهموم ان یأمر غیره ان یؤذن فی اذنه فانه یزیل الهم کذا عن علی رضی الله تعالیٰ عنه ونقل الاحادیث الواردۃ فی ذلک فراجعه۔ اھ

شامی ج ۱ ص ۲۸۳)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۹/۴/۱۴۰۲ھ

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کے جواب میں "محمد رسول اللّٰه" ملانے کا حکم

اختتام اذان پر مؤذن کے آخری جملہ کے جواب میں "لا الہ الا اللہ" کے ساتھ "محمد رسول اللہ" کہنا احداث فی الدین ہے یا نہیں؟

سائل عبد الرحیم لیہ

الجواب حدیث میں ہے کہ جواب دینے والا وہی کلمہ کہے جو مؤذن کہتا ہے "لا الہ الا اللہ" کے جواب میں ساتھ "محمد رسول اللہ" کا اضافہ کرکے جواب دینا خلاف سنت ہے۔ بلکہ احداث فی الدین ہے۔ ویجیب وجوبا وقال الحلوانی ندبا الخ بان یقول بلسانه کمقالته اھ (درمختار) (قوله کمقالته) ای مثلها فی القول لا فی الصفة من رفع صوت ونحوه اھ

(شامی: ج ۱: ص ۲۹۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۳/۶/۱۴۱۰ھ

جنبی کو اذان کا جواب دینا چاہیئے

جنبی اور محتلم آدمی اذان کا جواب دے سکتا ہے یا نہیں۔ علماء سے سنا ہے کہ اذان نہیں پڑھ

سکتاہے۔کیا جواب اذان بھی نہیں دے سکتا؟

محمد ادریس ٹوبہ ٹیک سنگھ

الجواب جنبی کو اذان کا جواب دینا چاہیے۔ ومن سمع الاذان فعلیہ ان یجیب وان کان جنبا لان اجابۃ الاذان لیس باذان۔اھ (خلاصۃ الفتاوی: ج ۱، ص ۵۔ وکذا فی الشامیۃ ج ۱، ص ۲۹۲)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۱۹؍ ۲؍ ۱۴۰۲ھ

تکبیر میں "قد قامت الصلوۃ" کے دونوں کلمے ایک سانس سے کہے

ا: تکبیر کس طرح پڑھنی چاہیے۔ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ہر دو کلمے اکٹھے پڑھے سوائے "قد قامت الصلوۃ" کے۔ کہ ان کے درمیان سانس توڑے۔ بحوالہ مشکوۃ شریف۔

ب: اور بندہ تکبیر میں "اللہ اکبرُ اللہ اکبر" پڑھتا ہے یعنی پہلے اکبر پر پیش اور دوسرے پر جزم۔ اس طرح دوسرے کلمے بھی ملا کر پڑھے جاتے ہیں ان کلمات کے پہلے کلمہ کے آخری حرف پر پیش دوسرے پر جزم پڑھتا ہوں۔ تو وہ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ٹھیک نہیں۔

ج: اور تکبیر میں دائیں بائیں منہ پھیرنا امداد الفتاوی جلد اول میں لکھا ہے وہ کہیں بھی شائع نہیں کیا وجہ ہے کوئی اختلاف ہے۔

رب بھروسے عطر فروش

مین بازار میانچنوں ضلع ملتان

الجواب ا: قد قامت الصلوۃ دو مرتبہ ایک ہی سانس میں ہے۔ کیونکہ پوری اقامت میں حذر مطلوب ہے۔ در مختار میں ہے۔

ھی ای الاقامۃ افضل منہ فتح ولا یضع المقیم اصبعیہ فی اذنیہ لانہا اخفض ویحدر بضم الدال ای یسرع فیہا فلو

متوسل لم يعد هانى الاصح. (شامى ج ۱ : ص ۲۸۶)۔

حدر اور ترسل متقابل ہیں۔ اذان میں ترسل مطلوب ہے اور اقامت میں حدر۔ چونکہ قد قامت الصلوٰة کا استثناء نہیں کیا اس لئے پوری اقامت میں حدر ہوگا اور مشکوۃ شریف والی حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے۔

ب : پہلے اللہ اکبر کی را کو ساکن پڑھے باقی کلمات میں بھی پہلے کلمہ کے اخیر کو ساکن پڑھے۔

وفی الامداد یجزم الراء ای یسکنها فی التکبیر (وفی موضع آخر) وحاصلها ان السنة ان یسکن الرّاء من الله اکبر الاول او یصلها بالله اکبر الثانیة فان سکنها کفی وان وصلها نوی السکون فحرك الرّاء بالفتحة۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۲۸۴)۔

ج : بہتر ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۷/۱۰/۱۳۹۵ھ

اذان میں "حیّ علیٰ خیر العمل" کا اضافہ اہلِ تشیع کی بدعت ہے

ہمارے گاؤں میں مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہٗ نے تقریر کی اور دورانِ تقریر کہا کہ شیعوں کی اذان کا قرآن و حدیث میں کوئی ثبوت نہیں۔ تو اس پر اگلے دن شیعہ نے جواب دیا کہ دیکھو تمہاری کتاب "موطأ امام محمدؒ" میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی اذان میں "حی علیٰ خیر العمل" کہتے تھے۔ اس بارے میں وضاحت فرمائیں کہ کیا یہ درست ہے؟

امیر الدین : باقر شاہ : تحصیل علی پور

الجواب: شیعہ مذکور کی بات درست نہیں۔ آنحضرت علیہ الصلوٰة والسلام سے جو اذان منقول ہے اس میں کسی صحیح روایت میں "حی علیٰ خیر العمل" کا اضافہ مذکور نہیں۔

قال البیہقیؒ لم یثبت هذا اللفظ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فی ما علّم بلالاً و ابا محذورة ونحن نکرہ الزیادة فیہ ۔ اھ

امام بیہقی رہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال اور حضرت ابومحذورۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو جو اذان سکھلائی اس میں کہیں یہ لفظ ثابت نہیں اور ہم بھی اسے ناپسند سمجھتے ہیں۔

قال النووی رہ فی شرح المہذب یکرہ ان یقال فی الاذان حی علی خیر العمل لانہ لم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والزیادۃ فی الاذان مکروھۃ عندنا ۔

علامہ نووی رہ شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ اذان میں " حی علیٰ خیر العمل " کا لفظ مکروہ ہے اس لئے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں ۔ اور اذان میں کوئی کلمہ زیادہ کرنا مکروہ ہے ۔

وفی منہاج السنۃ لاحمد بن عبد الحلیم الشہیر بابن تیمیہ رہ ھم ای الروافض زادوا فی الاذان شعارا لم یکن یعرف علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو حی علی خیر العمل ۔

علامہ ابن تیمیہ رہ منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں کہ اہل تشیع نے " حی علی خیر العمل " کے کلمہ کو اپنی طرف سے اذان میں اپنا شعار بنالیا ہے یہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کہیں نہ تھا ۔

اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں یہ روایت ثابت بھی ہو جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رض یہ کلمہ بطور تثویب کہتے تھے ۔ تثویب کا معنی ہے اذان واقامت کے درمیانی وقفہ میں کسی لفظ یا عمل سے جماعت کی دوبارہ اطلاع دینا ۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ بھی جائز ہے یا نہیں ۔ لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کلمہ کو اذان کے جزء کے طور پر ہرگز نہ کہتے تھے ۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مؤذن جنہوں نے براہِ راست آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اذان سیکھی اور آپ کی خدمتِ اقدس میں ایک عرصہ تک اذان دیتے رہے ان کی اذان میں کہیں یہ لفظ منقول نہیں ۔ اگر یہ اضافہ ہوتا تو ضرور کہیں نہ کہیں منقول ہوتا ۔

ونحن نعلم بالاضطرار ان الاذان الذی کان یؤذنه بلال وابن ام مکتوم فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ وابومحذورۃ بمکۃ وسعد القرظی فی قباء لم یکن فی اذانہم ھذا الشعار الرافضی ولوکان فیہ لنقلہ المسلمون ولم یھملوہ کما نقلوا ما ھو ایسر منہ فلما لم یکن فی الذین نقلوا الاذان من ذکر ھذہ الزیادۃ علم انہا بدعۃ باطلۃ وھؤلاء الاربعۃ کانوا یؤذنون بامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومنہ تعلموا الاذان وکانوا یؤذنون فی افضل المساجد مسجد مکۃ و المدینۃ ومسجد قباء واذانہم متواتر عند العامۃ و الخاصۃ۔ اھ (کلہا من التعلیق الممجد علی مؤطا محمدؒ ص۸۴)۔

بحرالرائق میں ہے۔

" یکرہ ان یقال فی الاذان حی علی خیر العمل لانہ لم یثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والزیادۃ فی الاذان مکروھۃ؟ وقد سمعناہ الآن عن الزیدیۃ ببعض البلاد۔ اھ (ج۱۔ ص۲۷۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۲ــــ۳ــــ۱۴۱۱ھ

ما یتعلق بصفۃ الصلوٰۃ

پہلے ہاتھ اٹھائیں پھر تکبیر کہیں

تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہاتھ کب اٹھانے چاہئیں۔ پہلے یا بعد میں یا ساتھ ساتھ؟

الجواب تینوں قول منقول ہیں۔ پہلے کا بھی، بعد کا بھی، ساتھ ساتھ کا بھی۔ لیکن راجح یہ ہے کہ پہلے ہاتھ اٹھائے پھر تکبیر کہے۔ ورفع یدیہ قبل التکبیر وقیل معہ۔ اھ (درمختار)۔

(قولہ قبل التکبیر وقیل معہ) الاول نسبہ فی المجمع الی ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ومحمد رحمہ اللہ وفی غایۃ البیان الی عامۃ علمائنا وفی المبسوط الی اکثر مشائخنا وصححہ فی الھدایۃ والثانی اختارہ فی الخانیۃ والخلاصۃ والتحفۃ والبدائع والمحیط بان یبدأ بالرفع عند بداءتہ التکبیر ویختم بہ عند ختمہ وعزاہ البقالی الی اصحابنا جمیعا ورجحہ فی الحلیۃ وثمۃ قول ثالث وھو انہ بعد التکبیر والکل مروی عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وما فی الھدایۃ اولی کما فی البحر والنھر ولذا اعتمدہ الشارع فافھم۔ اھ (شامیۃ، ج ۱، ص ۴۷۵)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

صلوات خمسہ کا ثبوت قرآن مجید سے

پانچ وقت کی نمازیں قرآن شریف سے ثابت ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کس کس جگہ سے ثابت ہیں۔

سائل: عتیق الرحمن ۵/۵۷ آر ساہیوال۔

الجواب: پانچ نمازیں تواتر معنوی اور احادیث مشہورہ سے بطور قطعی ثابت ہیں، حتی کہ ان کا منکر کافر ہے اور قرآن مجید سے بھی اشارۃً ثابت ہوتی ہیں۔

۱: فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها ومن آنائ اللیل فسبح واطراف النهار لعلك ترضی۔ الآیہ

(آخری رکوع سورۃ طٰہٰ)۔

قبل طلوع الشمس سے فجر قبل الغروب سے عصر ومن اناء اللیل سے مغرب وعشاء اور اطراف النہار سے ظہر کی نماز ثابت ہے۔ کیونکہ اس وقت دن کے نصف اوّل اور نصف آخر کی حدیں ملتی ہیں۔

۲: فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ومن اللیل فسبحه وادبار السجود۔ (سورۃ ق)

"قبل طلوع" سے مراد فجر "قبل الغروب" سے ظہر اور عصر "من اللیل" سے مغرب اور عشاء مراد ہیں۔

۳: أقم الصلوۃ لدلوك الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشهوداً۔ (سورۃ بنی اسرائیل)۔

لدلوك الشمس الی غسق اللیل میں چار نمازیں آگئیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور قرآن الفجر میں صبح کی نماز آگئی۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں بطور اشارہ صلوات خمسہ کا ثبوت ملتا ہے۔ احادیث نبویہ جو قرآن کریم کی شرح ہیں وہ بصراحت دال ہیں اسی طرح تواتر معنوی اور امت کا اجماع پانچ نمازوں کی فرضیت پر منعقد ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبد اللہ عفرلہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان
۲۰ صفر ۱۳۶۹ھ

مروجہ طریق پر نیت کرنے کا حکم

تکبیر تحریمہ سے قبل نماز کی نیت باندھنا۔ بایں الفاظ کہ دو رکعت یا چار رکعت فرض وقت ظہر یا عصر وغیرہ پیچھے اس امام کے اللہ اکبر۔ کیا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح نیت باندھنے کا صحابہؓ کو حکم دیا ہے۔ اور کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے اس طرح نیت باندھا کرتے تھے؟

الجواب دل سے نیت کرنا فرض ہے۔ زبان سے مروجہ طریق کے مطابق نیت کرنا نہ فرض ہے اور نہ ہی واجب۔ البتہ متاخرین نے دونوں کو حاضر کرنے اور جمع کرنے کی بنا پر مستحب[1] قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں بحث و منازعت غیر مناسب ہے جو زبان سے نیت کرے اس پر بھی نکیر نہ کی جائے اور جو دل سے نیت کرے وہ بھی سنت کا عامل ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۸/۴/۱۳۸۴ھ

[1] درمختار میں شروط صلوٰۃ میں ہے۔

والخامس النية (الى قوله) والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للارادة فلا عبرة للذكر باللسان ان خالف القلب لانه كلام لا نية الا اذا عجز عن احضاره لهموم اصابته فيكفيه اللسان (مجتبى)۔ (وهو) اى عمل القلب ان يعلم عند الارادة بداهة بلا تأمل (اى صلوة يصلى) فلو لم يعلم الا بتأمل لم يجز والتلفظ عند الارادة بها مستحب هو المختار وتكون بلفظ الماضى ولو فارسيا لانه الاغلب فى الانشاآت وتصح بالحال قهستانى وقيل سنة يعنى احبه السلف اوسنة علمائنا اذلم ينقل عن المصطفىؐ ولا الصحابةؓ ولا التابعينؒ بل قيل بدعة۔ (درمختار على الشامى، ج ۱: ص ۳۰۵)۔

(قوله بل قيل بدعة) نقله فى الفتح وقال فى الحلية و

لعل الاشبه انه بدعة حسنة عند قصد جمع العزيمة لان الانسان قد يغلب عليه تفرق خاطره وقد استفاض ظهور العمل به فی کثیر من الاعصار فی عامة الامصار فلاجرم أنه ذهب فی المبسوط والهداية والکافی الی أنه أن فعله ليجمع عزيمة قلبه فحسن فيندفع ماقيل انه يکره -

(شامی ج ۱: ص ۳۰۶)

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاوی

ریل گاڑی میں بھی قیام فرض ہے

ریل گاڑی میں بوجہ کثرت ہجوم کے فرض نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب ریل گاڑی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے اگر باوجود کوشش کے جگہ نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے لیکن اس کا اعادہ لازم ہوگا۔

کما يفهم من فتاوی قاضی خان و الخلاصة الاسير فی يد العدو اذا منعه الکافر عن الوضوء و الصلوة يتيمم ويصلی بالايماء ثم يعيد اذا خرج الی قوله کالمحبوس لان الطهارة لم تظهر فی منع وجوب الاعادة ثم قال فعلم منه ان العذر ان کان من قبل الله تعالى لا تجب الاعادة وان کان من قبل العبد وجب الاعادة - (بحرالرائق ، ص ۱۴۹/ج ۱)-

حاصل یہ ہے کہ پہلے ان لوگوں سے جگہ کی درخواست کی جائے ۔ اگر وہ جگہ نہ دیں تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے بعد میں اس کا اعادہ کرے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
معین مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۲۹ / ۱ / ۱۳۷۹ھ

فرمانِ نبوی "لاخیر فی دین لیس فیہ رکوع" کا حوالہ

گزارش یہ ہے کہ اس مضمون کی حدیث میری یاد میں آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک گروہ آیا انہوں نے کہا کہ ہم اسلام قبول کرتے ہیں لیکن نماز نہیں پڑھیں گے تو آپ نے ان کو مسترد کر دیا۔ پھر ایک گروہ آیا انہوں نے کہا کہ ہم سلام قبول کرتے ہیں مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے تو آپ نے ان کا اسلام قبول کر لیا جب یہ لوگ واپس چلے گئے تو آپ نے ان کے پیچھے فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تو زکوٰۃ بھی دیں گے۔

اس مضمون کی حدیث یاد آتی ہے مگر چند کتب احادیث میں تلاش کرنے پر نہیں ملی۔ آپ اس کا حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب عن وھب قال سألت جابرا عن شان ثقیف اذ بایعت قال اشترطت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لا صدقۃ علیھا ولا جھاد وانہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذلک یقول یتصدقون ویجاھدون اذا اسلموا وفی روایۃ فاشترطوا علیہ ان لا یحشروا ولا یعشروا ولا یجبوا (ای لایصلوا) فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکم لاتحشروا ولا تعشروا ولا خیر فی دین لیس فیہ رکوع۔ (ابوداؤد شریف باب ماجاء فی خبر الطائف ج ۲، ص ۷۲)۔

قال الخطابی یشبہ ان یکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمح لھم بالجھاد والصدقۃ لانھما لم یکونا واجبین فی العاجل لہ اھ (حاشیہ ۵ ص ۷۲، ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۵/۳/۱۴۰۱ھ

ترجمہ حدیث :- وہب فرماتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثقیف کی بیعت کا واقعہ

پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ثقیف نے یہ شرط لگائی تھی کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیں گے اور جہاد نہیں کریں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب یہ مسلمان ہو گئے تو خود بخود زکوٰۃ بھی دینے لگ جائیں گے اور جہاد بھی کرنے لگیں گے۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ انہوں نے شرط لگائی کہ وہ جہاد میں نہیں جائیں گے اور صدقہ نہیں دیں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے۔ تو آپ نے فرمایا چلو جہاد میں نہ جانا، صدقہ نہ دینا۔ لیکن جس دین میں نماز نہیں اس میں کوئی خیر نہیں۔

علامہ خطابی رح فرماتے ہیں کہ آپ نے جہاد اور صدقہ کے بارے میں اس لئے نرمی فرمائی کیونکہ یہ فوری واجب نہیں ہوتے بخلاف نماز کے۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰/ ۱/ ۱۴۱۱ھ

بیٹھ کر نماز پڑھنے والا رکوع کے لئے کتنا جھکے

بیٹھ کر نماز پڑھنے والا سر کو کس قدر جھکائے تاکہ رکوع ادا ہو جائے۔

الجواب: استحباب تو یہ ہے کہ سر اتنا جھکائے کہ گھٹنوں کے برابر ہو جائے ویسے اس سے کم ہو تو بھی رکوع ادا ہو جائے گا۔

ولو كان يصلي قاعدا ينبغي ان يحاذي جبهته قدام ركبتيه ليحصل الركوع اھ قلت ولعله محمول على تمام الركوع و الا فقد علمت حصوله باصل طأطاة الرأس اى مع انحناء الظهر. اھ (شامى ج۱ ص ۴۱۶) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲/ ۱۲/ ۱۳۹۸ھ

منقش جانماز پر نماز ادا کرنا

خدام الدین رسالہ میں پڑھا ہے کہ آج کل جو جانماز مساجد میں بچھائے جاتے ہیں ان میں سے ایک پر بیت اللہ شریف اور دوسرے پر جرمنی کے ایک گرجے کی تصویر ہوتی ہے۔ کیا ایسی جانماز وں پر نماز پڑھنا

درست ہے ؟ ——— سائل محمد صدیق چک ۷۔ کمروڑلیہ۔

الجواب اصل تو یہ ہے کہ جا نماز بالکل سادہ ہو اس پر کسی طرح کے بھی نقش و نگار نہ ہوں تاکہ دل ان کی طرف مائل نہ ہو۔ (امداد المفتیین ص ۲۴۳، ج ۱۔

اگر ان جانمازوں پر دوسری تصویر گرجے کی ہوتی ہے تو انہیں ہرگز استعمال نہ کریں۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۱ / ۱۱ / ۱۴۱۱ھ

کوزہ پشت رکوع کیسے کرے

ایک آدمی کبڑا ہے۔ اور کبڑے پن کی وجہ سے ہر وقت ایسے رہتا ہے جیسے رکوع میں ہو۔ تو جب یہ نماز پڑھے تو رکوع کیسے کرے؟

الجواب اگر پہلے ہی اتنا جھکا ہوا ہو جتنا رکوع میں جھکتے ہیں تو ایسا شخص سر کے اشارے سے رکوع کرے یعنی رکوع کے لئے سر کو نیچے جھکالے " والاحدب اذا بلغت حدوبته الركوع يشير برأسه للركوع اهـ كذا في الخلاصة.

(عالمگیری ، ج ۱ ، ص ۳۶)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ۳ / ۶ / ۱۴۰۸ھ

امام مالک رح کا مذہب ارسال ہی کا ہے

آج سے کئی سال قبل آپ نے فرمایا تھا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ہاتھ چھوڑ کر نماز نہیں پڑھی بلکہ ان کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے تھے تو باندھنے سے معذور تھے۔ لیکن بیت اللہ شریف میں بعضوں کو ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ مالکی ہیں۔ تو پیشوا اور پیروؤں میں یہ تضاد کیوں ہے؟

الحاج صوفی عطاء اللہ میانچنوں

الجواب امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ارسال ہی کا ہے۔ اگر ہم نے کبھی پہلے ایسا لکھا ہے تو اس تحریر کی نقل بھیج دیں تاکہ اس پر غور کیا جاسکے۔" وقال مالک رح السنۃ ھی الارسال ۔اھ (بدائع ج ۱ ص ۲۰۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۔ ۲/۷/۱۴۰۱ھ

امام بھی آہستہ آمین کہے

امام الحمد للہ کے بعد آمین پڑھے یا نہ۔ یہ ثابت ہے یا کہ نہیں؟ اس میں کوئی اختلاف ہو تو وہ بھی لکھیں۔

الجواب امام بھی آہستہ آمین کہے۔

وأمن الامام سرّا کمأموم ومنفرد ۔اھ (درمختار)

(قولہ الامام سرّا) اشار بالاول الی خلاف مالک رح فی تخصیص المؤتم بالتأمین دون الامام وھو روایۃ الحسن عن الامام وبالثانی الی خلاف الشافعی رح انہ یأتی بھا کل منھما جھرًا وقولہ کمأموم ومنفرد محل اتفاق ۔اھ (شامی ج ۱ ص ۴۶۰)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۲/۲/۱۴۰۱ھ

بیمار کو نماز کیلئے کس طرح لٹایا جائے

ایک شخص بیمار ہے وہ بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس کو نماز پڑھنے کے لئے کس کیفیت پر لٹایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب اس کو چت لٹا دیا جائے پاؤں قبلہ کی طرف کر دیئے جائیں۔ سر کے نیچے کوئی تکیہ وغیرہ رکھ دیا جائے۔

وان تعذر القعود اومأ بالرکوع والسجود مستلقیا علی ظھرہ

وجعل رجليه الى القبلة الى ان قال وان اضطجع على جنبه ووجهه الى القبلة واومأ جاز والاول اولى اھ (عالمگیری ج۱ ص ۷۰)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۳۹۶ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

جوتے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا حکم

کیا جوتوں کے اوپر کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں جب کہ کھڑے بھی ایسی جگہ ہوں جس کے پاک ہونے کا کوئی یقین نہ ہو۔ باحوالہ جواب سے مستفید فرمائیں۔

سائل بلال احمد بلاک چیچہ وطنی

الجواب جوتے کا قدم کو لگنے والا حصہ پاک ہو تو اس کے اوپر کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں خواہ نجاست پر ہی کھڑے ہوں۔

ولو قام على النجاسة وفى رجليه نعلان اوجوربان لم يجز صلوته كذا فى محيط السرخسى ولو خلع نعليه وقام عليهما جاز سواء كان مايلى الارض منه نجسا او طاهرا اذا كان مايلى القدم طاهرا۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۶۲)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا ۳/۳/۳/۰۴ھ

درودِ پاک میں "سیدنا" کے اضافے کا حکم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک محمد سے پہلے سیدنا پڑھنے کی مجھے عادت ہو چکی ہے چنانچہ میں نماز میں بھی ایسے ہی پڑھتا ہوں ایک دو نمازی اعتراض کرتے ہیں کہ چونکہ نماز کی کتاب میں نہیں ہے لہٰذا تم نہ پڑھو۔ آپ ارشاد فرمائیں کہ میں پڑھا کروں یا

چھوڑ دوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب لفظِ سیدنا کے اضافہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن تشہد میں جیسے وارد ہے (یعنی بلا لفظِ سیدنا) ویسے ہی پڑھنا بہتر ہے۔[1] (فتاویٰ دار العلوم ج ۲ ص ۱۶۹)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی

---

[1]۔ وندب السیادۃ لان زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فھو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ۔ (درمختار)۔

(قولہ ذکرہ الرملی الشافعی) ای فی شرحہ علی منہاج النووی ونصہ والافضل الاتیان بلفظ السیادۃ کما قالہ ابن ظھیرۃ وصرح بہ جمع وبہ افتی الشارح لان فیہ الاتیان بما امرنا بہ وزیادۃ الاخبار بالواقع الذی ھو ادب فھو افضل من ترکہ وان تردد فی افضلیتہ الاسنوی واما حدیث لا تسیدونی فی الصلوۃ فباطل لا اصل لہ کما قالہ بعض متأخری الحفاظ وقول الطوسی انھا مبطلۃ غلط۔اھ واعترض بان ھذا مخالف لمذھبنا لما مر من قول الامام من انہ لو زاد فی تشھدہ او نقص فیہ کان مکروھا قلت فیہ نظر فان الصلوۃ زائدۃ علی التشھد لیست منہ نعم ینبغی علی ھذا عدم ذکرھا فی " واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ " وانہ یأتی بھا مع ابراھیم علیہ السلام۔ (شامی ج ۱ ص ۳۷۹)۔ فقط واللہ اعلم

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۲ / ۱ / ۱۴۱۱ھ

جو کھڑا ہو سکتا ہو مگر رکوع وسجود نہ کر سکتا ہو تو وہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرے

ایک عورت کمزور و ناتواں ہے وہ کھڑی ہو جائے تو بیٹھ نہیں سکتی۔ اگر بیٹھے تو کھڑی نہیں ہو سکتی۔ اگر بیٹھے تو سجدہ نہیں کر سکتی۔ سجدہ کرے تو اٹھ نہیں سکتی۔ وہ کس طرح نماز ادا کرے؟

گلزار احمد ایم اے جناح ہائی سکول ملتان

الجواب مذکورہ عورت بیٹھ کر نماز پڑھے رکوع وسجود اشارہ سے ادا کرے۔ سجدے کا اشارہ رکوع سے زیادہ پست ہو۔

وان قدر علی القیام ولم یقدر علی الرکوع والسجود لم یلزمه القیام ویصلی قاعدا یؤمی ایماء الی ان قال والافضل هو الایماء قاعدا لانه اشبه بالسجود اه (شامی ج۱ ص ۱۴۲)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۲ شوال ۱۳۹۹ھ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی ۔ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ایام علالت میں آنحضرت علیہ السلام نے آخری نماز ٹوپی سے ادا کی یا عمامہ سے

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایام بیماری میں جب ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو اس وقت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سر پر عمامہ تھا یا ٹوپی؟

الجواب سیرت محمدیہ میں ہے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وروی الطبرانی والبیہقی عن الفضل ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدوا راسی لعلی اخرج الی المسجد فشدوا راسه بعصابة ثم خرج اه (ص ۵۲۶)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۔ بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

امام سے پہلے نماز شروع کر دی پھر امام کی تکبیر کے بعد دوبارہ تحریمہ کہی تو نماز کا حکم

ایک آدمی نے امام سے پہلے نماز کی نیت باندھ لی۔ یہ شخص قیام میں کھڑا ہو گیا مگر امام نے اللہ اکبر کہا تو اس نے فوراً سوچا کہ میں نے امام سے پہلے نیت کر لی ہے اب اس نے ہاتھ باندھے ہوئے صرف ایک بار اللہ اکبر کہہ دیا اور نماز امام کے ساتھ پوری کر لی تو کیا اس شخص کی شرعاً نماز درست ہو گئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بنیت اقتداء تکبیر تحریمہ کہنے سے اقتداء صحیح ہو گئی اور پہلی نماز ختم ہو گئی پس شخص مذکور کی نماز درست ہے۔

نفی الدر یفسدھا انتقالہ من صلوٰۃ الی مغایرتہا ولو من وجہ حتی لوکان منفردا فکبر ینوی الاقتداء او عکسہ صار مستأنفا۔ اھ (شامی ج۱ ص۴۱۹)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ۲۷ر محرم ۱۴۰۲ھ

جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کا حوالہ

نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یہ ترجمہ حدیث کا کسطرح ہے۔ اس کا ماخذ مطلوب ہے۔

الجواب: یہ بھی صحیح ہے اصل الفاظ جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ ہیں۔ کما فی المنبہات لابن حجر عسقلانی ؛ ص۱۹۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس ملتان	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

نماز کا مؤمن کے لئے معراج ہونا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں

۱ : ہم نے اکثر سنا ہے کہ نماز مؤمن کی معراج ہے لیکن ہمارے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں ہے۔

۲ : پل صراط بال سے زیادہ باریک تلوار سے زیادہ تیز اور مکھن سے زیادہ ملائم ہے۔ یہ بھی وہ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ بھی ٹھیک نہیں۔

الجواب ۱ : نماز کا مؤمن کے لئے معراج ہونا بالفاظ صریحہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لیکن یہ مضمون بعض صحیح روایات سے مفہوم ہوتا ہے۔ اس طرح کہ معراج قرب خداوندی کا نام ہے۔ اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ بندہ کو سب سے زیادہ قرب خداوندی سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔

۲ : پل صراط کا بال سے زیادہ باریک ہونا اور تلوار سے زیادہ تیز ہونا حضرت انس و حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں موجود ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مسلم شریف میں ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بیہقی میں ہے۔ البتہ حدیث انس رضؓ کی سند میں کچھ ضعف ہے۔

قال ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بلغنی ان الجسر ادق من الشعر واحد من السیف۔ (مسلم)۔

علامہ عثمانی رحمہ اللہ اس پر "فتح الملہم" میں لکھتے ہیں۔

و وصلہ البیہقی عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجزوما بہ وفی سندہ لین۔ (ج ۱ ص ۳۳۵)۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ اور دیگر سلف سے بھی پل صراط کی یہی کیفیت منقول ہے۔ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں اسے صحیح تسلیم کیا ہے: والمتکلمون من اصحابنا والسلف یقولون انہ ادق من الشعر واحد من السیف وھکذا جاء فی روایۃ ابی سعید (مرقات ج ۱ ص ۲۱۷)

فقط واللہ اعلم۔ بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۳ / ۲ / ۹۰ھ

نماز میں بار بار شک ہو تو کیا کرے

جس کو عادۃً شک ہوتا ہو لسے اقل رکعات پر عمل کرنے کا حکم ہے یہ شک وشبہات سے کیسے بچ سکتا ہے ظاہر ہے کہ یہ تو اسی اقل رکعت ہی کو اختیار کرے گا اور اس طریقے سے اس کو وہم ہوتا ہی رہے گا اب ایسی کیا صورت ہو کہ وہم بھی ختم ہو جائے اور نماز کا حکم بھی پورا ہو جائے۔

سائل غلام مصطفیٰ

مدرسہ عربی رائے ونڈ ضلع لاہور

الجواب

اگر نماز میں ایک دو بار شک ہو اور غلبۂ ظن نہ ہو سکے تو اقل رکعات پر بناء کرے اور اس پر بھی زائد ہو تو اسے توہم محض پر محمول کرے اور اس کی طرف التفات نہ کرے گا یہ وسوسہ شیطانی ہوتا ہے۔

عن القاسم بن محمد ان رجلا سأله فقال انی اهم فی صلوتی فیکثر ذلك علی فقال له امض فی صلوتك فانه لن یذهب ذلك عنك حتی تنصرف وانت تقول ما اتممت صلوتی اھ رواه مالك (مشکوۃ ج ۱ ص ۱۹)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔

اگر مقتدیوں نے عمامہ باندھا ہو اور امام نے صرف ٹوپی پہنی ہو تو نماز کا حکم

کیا امام کو صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا اور پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ اور نماز کے ثواب میں کمی تو نہیں آتی؟ اور نماز مکروہ تو نہیں ہوتی۔ بعض مقتدی امام صاحب سے جھگڑا کرتے ہیں کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر کھڑے ہوتے ہیں تو ٹوپی پر صافہ یا رومال باندھنا افضل ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔

الجواب

صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا پڑھانا جائز ہے اس میں کچھ کراہت نہیں۔

قال فی شرح التنویر فی مکروهات الصلوة وصلوته

حاسرًا ای کاشفًا رأسه للتکاسل ولا بأس به للتذلل واما للاھانة بھا فکفر ولو سقطت قلنسوته فاعادتھا افضل (ج۱ ص۳۵۷)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تذللاً برہنہ سر نماز پڑھنے میں بھی کراہت نہیں تو ٹوپی سے پڑھنا بطریقِ اولیٰ مکروہ نہیں ہوگا۔ نیز ولو سقطت قلنسوته اھ پر شارح کا ٹوپی سے نماز پڑھنے پر کراہت کا حکم نہ لگانا بھی عدمِ کراہت کی دلیل ہے۔ ہاں جو شخص مجلس میں آتے ہوئے شرماتا ہو ایسے شخص کے لئے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔

مختلف روایات سے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اسلاف امت کا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنا ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ۔

وضع ابو اسحاق قلنسوته فی الصلوٰة ورفعھا (ج ۱ ص ۱۵۹)۔

اگرچہ یہاں امام بخاری رح کا مقصود کچھ اور ہے لیکن ضمناً یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ بخاری شریف کے دوسرے مقام پر ہے۔

قال الحسن کان القوم یسجدون علی العمامة والقلنسوة۔

(بخاری، ج ۱، ص ۵۶)۔

"عمدة الرعایہ علی شرح الوقایہ" میں ہے۔

وکذا ذکروا ان المستحب ان یصلی فی قمیص وازار وعمامة و لا یکره الاکتفاء بالقلنسوة ولا عبرة لما اشتھر بین العوام من کراھة ذلك وکذا ما اشتھر ان المؤتم لو کان معتمًا بعمامة والامام مکتفیا علی قلنسوة یکره۔ اھ (ص ۱۹۶)۔

اگرچہ مسنون و مستحب ہونے کی وجہ سے افضل یہی ہے کہ پگڑی باندھنی چاہیئے خواہ امام ہو یا مقتدی اور نماز ہو یا غیرِ نماز دونوں حالتوں میں۔ تاہم پگڑی کے بغیر صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا بلا کراہت صحیح ہے۔

اگر مقتدیوں نے پگڑی باندھی ہو اور امام نے صرف ٹوپی پہنی ہو تو کچھ کراہت نہیں۔ جیسا کہ عمدة الرعایہ کے جزئیہ سے معلوم ہوا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ؛ رئیس الافتاء خیرالمدارس ملتان

اپریشن کی وجہ سے اشارے سے نماز پڑھنے کا حکم

میں نے آنکھ کا اپریشن کروانا ہے۔ سنا ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپریشن کے بعد حرکت کرنے سے اور نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں تو اس دوران میں نماز نہ پڑھوں یا پڑھتا رہوں جیسے ارشاد ہو عمل کیا جائے گا۔

سائل محمد احسن ریلبازار جھنگ

الجواب اگر رکوع وسجود کی وجہ سے اپریشن والی آنکھ کو نقصان کا خطرہ یقینی ہو۔ تو اشارے سے نماز پڑھ لیں۔

أمره الطبيب بالاستلقاء لبزغ الماء من عينه صلى بالايماء لان حرمة الاعضاء كحرمة النفس اه (درمختار)۔ (قوله امره الطبيب) اى المسلم الحاذق كما ذكروه فى الصوم۔ اه (شامية۔ ج ۱، ص ۷۱۵)۔ فقط واللہ اعلم

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۴ / ۱ / ۱۴۱۱ھ

سانس ٹوٹ جانے کی وجہ سے آیت کو دہرانے کا حکم

بعض اوقات دورانِ قرأت امام صاحب کا سانس ٹوٹ جاتا ہے اور وہ پہلے پڑھی ہوئی آیت کو دوبارہ دہراتے ہیں۔ کیا اس سے نماز میں کراہت تو نہیں آتی؟ بینوا توجروا۔

نفیس الرحمٰن ۷۷ / ۵ / آر ساہیوال

الجواب درمیان میں سانس ٹوٹ جانے کی وجہ سے دہرانے کی صورت میں نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی۔ کیونکہ یہ دہرانا عذر کی وجہ سے ہے۔

واذا كرر اية واحدة مرارا فان كان فى التطوع الذى يصلى وحده فذلك غير مكروه وان كان فى الصلوة المفروضة فهو

مکروہ فی حالۃ الاختیار واما فی حالۃ العذر و النسیان فلا بأس۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۵۶)۔ فقط واللہ اعلم۔

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۸/۱۰/۱۴۰۱ھ

تکبیرات انتقال کی ابتداء وانتہاء کا مسنون وقت

ایک امام مسجد جماعت کرا رہا ہے اور رکوع میں کافی جھک کر رکوع کی تکبیر کہتا ہے۔ اور رکوع سے آدھا اٹھ کر سمع اللہ کہتا ہے سجدہ میں جانے کے لئے کافی جھک کر تکبیر کہتا ہے۔ اور تکبیر سجدہ میں سر رکھنے کے بعد ختم کرتا ہے۔ اسی طرح دوسرا سجدہ کرتا ہے اور تکبیر سجدہ میں سر رکھنے کے بعد ختم کرتا ہے۔ کیا یہ نماز درست ہے؟ اگر نہیں تو کیا نمازیوں کی نماز درست سمجھی جائے گی یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب سنت یہ ہے کہ رکوع کو جاتے ہوئے جھکتے ہی تکبیر شروع کر دیں اور رکوع میں پہنچ کر ختم کریں۔ اور ایسے ہی باقی مقامات میں۔

یکبر مع الانحطاط للرکوع اھ افادان السنۃ کون ابتداء التکبیر عند الخرور وانتہائہ عند استواء الظہر۔ (شامی ج ۱ ص ۴۶۶)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۲/۴/۱۴۰۱ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو تبلیغی نصاب پڑھنا

محترمی مفتی صاحب! میں عرصہ دراز سے جامعہ مسجد صدیقیہ شاہ جمال سے منسلک ہوں۔ عرصہ دراز سے عشاء کی نماز کے بعد تبلیغی نصاب سے ایک واقعہ اور ایک حدیث شریف پڑھ کر سناتا ہوں

ابھی دو دن پہلے کی بات ہے کہ۔ ایک بزرگ نے اعتراض کیا کہ آپ کتاب کچھ دیر کر کے پڑھا کریں کیونکہ کچھ نمازی نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ میں نے بزرگ کو جواب دیا کہ جہاں اجتماعی کام شروع ہو جائے وہاں انفرادی کام کو چھوڑ کر اجتماعی کام میں شامل ہو جانا چاہیئے لیکن اس بزرگ نے میری بات نہ مانی۔ اب آپ مہربانی فرما کر یہ مسئلہ بتائیں کہ میں ایک دو نمازی کا انتظار کر کے کتاب پڑھوں یا پھر جو نمازی نماز پڑھ کر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں ان کو کتاب پڑھ کر سناؤں۔

الجواب: بعد میں آنے والے نمازیوں سے گزارش کریں کہ آپ نماز ذرا فاصلے پر پڑھیں تاکہ یہ کام بھی ہوتا رہے اور ان کی نماز میں بھی خلل نہ آئے۔ نمازیوں کا خیال بھی بہت ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۷/۱۰/۷ ۱۴۰ھ

اشارہ بالسبابہ مشہور احادیث سے ثابت ہے اور یہی احناف کا مفتی بہ قول ہے

۱: اشہد ان لا الہ الا اللہ پر اشارہ کرنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

۲: فقہ حنفی میں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

۳: فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب عالمگیری قدیم ج ۱ ص ۲۹۔ پر لکھا ہے۔

والمختار انہ لا یشیر کذا فی الخلاصۃ وعلیہ الفتوی کذا فی المضمرات ناقلاً عن الکبری وکثیر من المشائخ لایرون الاشارۃ وکرہھا فی منیۃ المفتی کذا فی التبیین۔

۴: اگر فقہ حنفی میں اس کا جواز یا استحباب لکھا ہے تو عالمگیری جس کو پانچ سو علماء نے مرتب کیا ہے اس میں مختار قول نہ کرنے کو کیوں کہا گیا ہے

۵: نقشبندی حضرات بھی اس کا انکار کرتے ہیں کیونکہ مجدد صاحب نے بدعت کہا ہے۔ اس مسئلہ کو وضاحت سے لکھیں۔

سائل ممتاز احمد قاسمی متعلم الافتاء خیر المدارس ملتان

الجواب تشہد میں اشارہ بالسبابہ بہت سی احادیث میں منقول ہے اور یہ احادیث حدشہرت کو پہنچی ہوئی ہیں جن میں سے چند یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

۱ : عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قعد فی التشہد وضع یدہ الیسری علی رکبتہ الیسری ووضع یدہ الیمنی علی رکبۃ الیمنی وعقد ثلثۃ وخمسین واشار بالسبابۃ وفی روایۃ کان اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع یدیہ علی رکبتیہ ورفع اصبعہ الیمنی التی تلی الابہام یدعوا بہا و یدہ الیسری علی رکبتہ باسطہا علیہا۔ (رواہ مسلم)

۲ : عن عبد اللہ ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قعد یدعو ووضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی ویدہ الیسری علی فخذہ الیسری واشار باصبعہ السبابۃ ووضع ابہامہ علی اصبعہ الوسطی و یلقم کفہ الیسری رکبتہ رواہ مسلم مشکوٰۃ۔

۳ : عن وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثم جلس فافترش رجلہ الیسری ووضع یدہ الیسری علی فخذہ الیسری ومد مرفقہ الیمنی علی فخذہ الیمنی وقبض ثنتین وحلق حلقۃ ثم رفع اصبعہ فرأیتہ یحرکہا یدعو بہا۔ (رواہ ابو داؤد والدارمی)۔

۴ : عن عبد اللہ ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشیر باصبعہ اذا دعا ولا یحرکہا۔ (رواہ ابو داؤد والنسائی)۔

۵ : عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان رجلا کان یدعو باصبعیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احّد احّد۔ (رواہ الترمذی والنسائی والبیہقی)۔

۶ : عن نافع قال كان عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنه اذا
جلس فی الصلوة وضع یدیه علی رکبتیه واشار باصبعه و
اتبعها بصره ثم قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لہی
اشد علی الشیطان من الحدید یعنی السبابة ۔ رواه احمد کلها
من المشکوة (ج ۱، ص ۸۴ و ۸۵)۔

ان کے علاوہ " اشارہ بالسبابہ " کی روایات حضرت سعد، حضرت نمیر خزاعی اور حضرت اسامہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ سے بھی منقول ہیں۔

امام محمد رحمہ اللہ مؤطا میں اشارہ بالسبابہ کی روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

" وبصنیع رسول الله صلی الله علیه وسلم نأخذ وهو قول ابی حنیفة رح"

(ص ۱۰۸)

علامہ شامی رح ردالمحتار میں محیط سے نقل فرماتے ہیں۔

وفی المحیط انها سنة یرفعها عند النفی ویضعها عند الاثبات
وهو قول ابی حنیفة رح و محمد رح وکثرت به الآثار والاخبار
فالعمل به اولی اھ فهو صریح فی ان المفتی به هو الاشارة
بالمسبحة الخ (ج ۱، ص ۳۷۶)۔

آگے چل کر شرح کبیر کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ مانعین اشارہ کا قول روایت و درایت کے خلاف ہے۔

وقال فی الشرح الکبیر قبض الاصابع عند الاشارة هو المروی
عن محمد فی کیفیة الاشارة وکذا عن ابی یوسف رح فی الامالی
وهذا فرع تصحیح الاشارة وعن کثیر من المشائخ لا یشیر اصلاً
وهو خلاف الدرایة والروایة اھ (ج ۱، ص ۳۷۶)۔

اور اس بحث کے خاتمہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وهذا ما اعتمده المتأخرون لثبوته عن النبی صلی الله علیه
وسلم بالاحادیث الصحیحة ولصحة نقله عن ائمتنا الثلاثة (ج ۱ ص ۳۷۶)

صاحب درمختار مانعین اشارہ کا قول نقل کرنے کے بعد اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لکن المعتمد ما صححه الشراح ولا سیّما المتأخرون کالکمال والحلبی والبهنسی والباقانی وشیخ الاسلام امجد وغیرهم انه یشیر لفعله علیه السلام ونسبوه لمحمد رح و الامام بل فی متن درر البحار وشرحه غرر الافکار المفتی به عندنا انه یشیر اھ (شامی: ج ۱، ص ۴۷۵)۔

خلاصہ یہ ہے کہ بہت سی مشہور احادیث سے اشارہ بالسبابہ ثابت ہے اور امام ابو حنیفہ رح امام ابو یوسف رح اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی اس کا مسنون ہونا منقول ہے۔ فقہاء احناف کی کتب وشروح میں اسی کو مفتیٰ بہ قرار دیا گیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں اشارہ نہ کرنے کو مختار یا مفتیٰ بہ کہنا مرجوح ہے بلکہ غیر صحیح ہے۔ جیسے کہ اوپر کی تصریحات میں وضاحت سے نقل کیا جا چکا ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲ر۲ر ۱۴۱۱ھ

کسی وجہ سے انگشت شہادت سے اشارہ ممکن نہ ہو تو کسی اور انگلی سے نہ کریں

میری شہادت کی انگلی میں کافی دنوں سے پھوڑا نکلا ہوا ہے انگلی کو حرکت دینے سے ٹیسیں اٹھتی ہیں تو بوقت تشہد اس انگلی کی بجائے دوسری انگلی سے اشارہ کر سکتا ہوں یا نہیں؟

قمر الدین مکتبہ ربانیہ نزد خیر المدارس ملتان

الجواب اگر تکلیف کی وجہ سے انگشت شہادت سے اشارہ مشکل ہو تو اشارہ ترک کر دیں کسی اور انگلی سے نہ کریں کیونکہ اشارہ اسی انگلی سے مستحب ہے۔

لا یشیر بغیر المسبحة حتی لو کانت مقطوعة او علیلة لم یشر بغیرها من اصابع الیمنی والیسری کما فی النووی علی مسلم۔

(طحطاوی، ص ۱۴۷)

فقط واللہ اعلم ۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۷ / ۷ / ۱۴۰۱ھ

تشہد میں انگلی کب اٹھائے اور کب رکھے

نماز میں التحیات کے تشہد میں کس حرف پر انگلی اٹھانی ہے اور کس پر پست کرنی ہے بعض کہتے ہیں کہ " اشہد " پر اٹھانی ہے اور " اللہ " پر نیچے کرنی ہے ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ " اشہد " پر اٹھانی ہے اور سلام تک اٹھائے رکھنی ہے ۔ کون سا عمل صحیح ہے ۔ اور دوسرے بعض فتاویٰ رشیدیہ کا حوالہ پیش کرتے ہیں ۔

الجواب: " لا الٰہ " پر انگشت اٹھائے اور " الا اللہ " پر پست کرے لیکن بالکل ران پر نہ رکھے بلکہ پست کرنے کے بعد بھی انگشت ران سے قدرے اٹھی ہوئی رہنی چاہیئے فتاویٰ رشیدیہ میں جو کہا ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے ۔ تفصیل تذکرۃ الرشید میں ملاحظہ ہو ۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہی تحقیق ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲ / ۷ / ۱۴۰۱ھ

اشارہ کرنے کے لئے حلقہ کب بنائے

تشہد میں بیٹھتے ہی انگلیوں کا حلقہ بنا لینا چاہیئے یا جب اشہد ان لا الہ الا اللہ پڑھیں تب شہادت کی انگلی اٹھائیں اور باقی انگلیوں کا حلقہ بنائیں ۔ فقہ حنفی کے مطابق جواب عنایت فرمائیں ۔

سائل ممتاز احمد قاسمی

الجواب: جب تشہد پر پہنچے تب حلقہ بنائے ۔

والعقد وقت التشهد فقط فلا يعقد قبل ولا بعد وعليه الفتوى فالظاهر يجعل المعقودة الى جهة الركبة الخ (طحطاوی، ص ۱۴۷) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۳ / ۴ / ۱۴۰۹ھ

نمازی کے آگے بیٹھا ہوا اٹھ کر جا سکتا ہے

ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور ایک شخص نماز ختم کر کے اس نمازی کے آگے بیٹھا ہے جو نماز پڑھ رہا ہے۔ اب اگر یہ شخص جو آگے بیٹھا ہے اٹھ کر چلا جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں۔ ایک صاحب کہتے ہیں یہ گزرنے میں داخل نہیں۔ لہٰذا اس پر کوئی گناہ نہیں ؟

محمد لطف اللہ خالد شاہجمال ٹاؤن لاہور

الجواب

فقہی روایات سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ حتی الوسع اس عمل کو اختیار نہ کیا جائے۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہوا۔ البتہ عمل کرنے والے پر ملامت بھی کی جائے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ
بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ مفتی جامعہ ہذا	نائب مفتی ۲۴ / ۱ / ۱۳۷۶ھ

بائیسکل سکوٹر موٹر کار پر نماز کا حکم

کتب فقہ میں صلوٰۃ علی الدابہ کا جواز لکھا ہے کہ یتوجہ المصلی الی ما توجہت الیہ راحلتہ اور چلتے چلتے پیدل نماز درست نہیں ہے تو آیا سائیکل سوار کا حکم گھوڑ سوار وغیرہ کا حکم ہے یا پیدل کا حکم ہے ؟ نیز سکوٹر اور موٹر کار کا کیا حکم ہے۔ ڈرائیور گاڑی چلاتے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

بائیسکل کو دابہ پر قیاس کرتے ہوئے نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اور اس پر قیاس، قیاس مع الفارق ہے اسی طرح سکوٹر سوار اور موٹر گاڑی کے ڈرائیور کے لیے بھی نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ نہ ہی متوجہا الی القبلہ اور نہ ہی حیث ما توجہت الدابۃ

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
جامعہ خیر المدارس ملتان	۲۶ / ۱۲ / ۱۳۸۸ھ

نماز میں نیت کے ضروری ہونے پر حدیث "انما الاعمال بالنیات" سے استدلال

غیر مقلد لوگوں نے ہمیں تنگ کیا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ نماز کی نیت کرنا کہاں فرض ہے۔ یہ فرائض، واجبات اور سنن وغیرہ بدعت ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

عتیق الرحمٰن ۵/۷۷ آر ساہیوال

الجواب حدیث " انما الاعمال بالنیات " کی بناء پر تمام عبادات میں نیت ضروری ہے اور نیت دل کا فعل ہے۔ جب دل میں یہ استحضار ہو جائے کہ فلاں نماز اتنی رکعات اللہ کے لیے اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں تو یہ کافی ہے۔ زبان سے کہنا ضروری نہیں اگر غیر مقلد نیت قلبی کو بھی ضروری نہیں سمجھتے تو یہ حدیث صریح کے خلاف ہے۔ اور اگر زبانی نیت کا انکار کرتے ہیں تو یہ ہمارے نزدیک بھی ضروری نہیں۔ غیر مقلدین نے سادہ لوح لوگوں کو واقعی تنگ کر رکھا ہے۔ ہمیں مسلسل ایسی شکایات موصول ہوتی رہتی ہیں۔ جو شبہ ہو لکھ کر صاف کر لیا کریں۔ فرائض و واجبات و سنن والا سوال واضح نہیں کہ وہ کس چیز کا انکار کرتے ہیں۔ تفصیلاً لکھیں یا بہتر یہ ہے کہ کسی وقت دارالافتاء میں تشریف لا کر حل کر لیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۷/۱۳۹۶ھ

حرکت پر مجبور معذور سمجھا جائے گا

ایک شخص نے کسی غرض کے لیے چلہ کشی کی لیکن وہ الٹا ہو گیا۔ عرصہ سے اس کا علاج جاری ہے۔ وہ شخص نماز بھی پڑھتا ہے۔ چلہ کے اثرات کی وجہ سے رکوع میں انگلی کی حرکت مسلسل جاری رہتی ہے۔ بقول سائل گلے کی رکاوٹ کی وجہ سے کچھ پڑھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ جسم کے پورے حصے پر اثرات ہیں سجدہ میں بھی حرکت رہتی ہے اثرات کی وجہ سے۔ کیا ایسی حالت میں نماز ہو جائے گی۔ یا کون سا طریقہ اختیار کیا جائے کہ نماز ہو جائے۔ یہ حالت مجبوری ہے کوشش کی گئی ہے لیکن رک نہیں سکتا۔

نوٹ ! سائل اس بات کی کوشش اس حد تک کرتا ہے کہ نماز میں خلل نہ ہو لیکن بیماری

کی وجہ سے حرکت ضرور ہوتی ہے۔ اس بارے میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔ یہ حرکت عمل کثیر میں داخل تو نہیں ہو جاتی۔ کیا کیا جائے۔ نماز فرض ہے سائل مریض ہے۔

سائل خالد عثمان حسین آگاہی ملتان

الجواب صورت مسئولہ میں بوجہ عذر نماز جائز ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۶ر ۳ر ۹۷ ۱۳ھ

کسی نماز کے بعد ختم خواجگان کو معمول بنا لینا

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ کی "ضیاء القلوب" میں ختم خواجگان چشت اور ختم خواجگان قادریہ کے طریقے موجود ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ اور ان کے بعض خلفاء کا یہاں رمضان المبارک کے اعتکاف میں بعد نماز ظہر ختم خواجگان چشت کا معمول ہے۔ خیر المدارس ملتان میں روزانہ بعد نماز عصر اس کا معمول ہے۔ عرصہ دراز سے ایک مسجد میں ختم خواجگان کا معمول تھا۔ بعض لوگ جو اپنے کو علمائے دیوبند کی طرف منسوب کرتے ہیں انہوں نے اس ختم شریف کو یہ کہہ کر بند کرا دیا کہ یہ بدعت ہے۔ کیا ختم خواجگان بدعت ہے؟

۲ ; مذکرہ بالا مسجد کی طرح جہاں اس کا معمول ہو گیا اسے ختم کرا دینا چاہئے اس لئے کہ یہ بدعت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ختم خواجگان سب بزرگوں کا معمول ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز کے یہاں بھی معمول تھا۔ اس لئے اس کو بدعت کہنا بدعت ہے۔

المفتی ولی حسن بنوری ٹاؤن کراچی

الجواب ختم خواجگان بدعت نہیں اسے بدعت قرار دینا بدعت کی حقیقت سے بےخبری کی دلیل ہے۔ اس کا پڑھنا نہ ہر شخص پر لازم سمجھا جاتا ہے اور نہ اس کے تارک پر نکیر کی جاتی ہے بس ایک بابرکت وظیفے کی حیثیت سے پڑھا جاتا ہے پس اسے بدعت کہنا صحیح نہیں۔ یہ وظیفہ بند کرنا غیر ضروری و نامناسب فعل ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰/۱۰/۱۴۰۱ھ

شلوار ٹخنوں سے نیچے ہونیکی حالت میں پڑھی جانیوالی نماز واجب الاعادہ ہے

ایک شخص نے نماز اس حالت میں پڑھی کہ اس کی شلوار یا چادر ٹخنوں سے نیچے تھی۔ کیا نماز ہوگئی، یا اس کا اعادہ واجب ہے۔ جواب بحوالہ درکار ہے۔

الجواب اگر تکبر کی وجہ سے چادر وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے کر کے نماز پڑھی تو اس کا اعادہ کیا جائے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بینما رجل یصلی مسبلاً ازارہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذھب فتوضأ فذھب فتوضأ ثم جاء فقال اذھب فتوضأ فقال لہ رجل یا رسول اللہ امرتہ ان یتوضأ ثم سکت عنہ قال انہ کان یصلی وھو مسبل ازارہ وان اللہ تعالیٰ لا یقبل صلوۃ رجل مسبل ۔ اھ (ابوداؤد والبذل المجھود ج ۵، ص ۵۴)۔ وفی البذل تحت قولہ رجل مسبل ازارہ من الکبر والخیلاء ۔ اھ (مشکوۃ ج ۱، ص ۷۴)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۷/۲/۱۴۱۱ھ

فوجی وردی اور بوٹوں میں نماز کا حکم

فوج میں وردی ایسی دی جاتی ہے جس میں قمیص اور پتلون ایک کپڑا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ کئی کئی دن اتارنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ خصوصاً ہنگامی حالات میں۔ پھر اس وردی کو پیشاب کی

چھینٹوں سے پاک رکھنا بھی مشکل ہوجاتا ہے تو اس وردی کے اندر نماز پڑھ سکتے ہیں جب کہ پاک کپڑا پہننے کا موقعہ نہ ملے۔ اسی طرح فوج میں بوٹ بھی ایسے ملتے ہیں۔ جن کو اتارنے کا کئی کئی دن موقعہ نہیں ملتا۔ اور نہ اتنی فرصت ملتی ہے اور بوٹ نجس بھی ضرور ہوتے ہیں تو جب نماز کا وقت آ جائے تو کیا ان بوٹوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں؟ بعض دفعہ عین نماز کا وقت ہوتا ہے اور فوج کو فوراً تیاری کا حکم ہوجاتا ہے۔ یا عین نماز کے وقت چل رہے ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں نماز کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟ چلتے چلتے گاڑی میں پڑھیں تو قبلہ معلوم نہیں ہوتا۔ تو اس صورت میں کیا کیا جائے۔

۴: بعض اوقات ہنگامی حالات میں ٹینک یا گاڑی کے اندر بیٹھنا پڑتا ہے۔ کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہوتی تو کیا قعوداً نماز پڑھ سکتے ہیں۔

۵: فوجیوں کے پاس پانی وضو کی مقدار موجود ہو اور فوراً کوئی ایسا حکم افسر کی طرف سے آجاتا ہے کہ وضو کرنے کا وقت نہیں ملتا۔ اتنا وقت نہ ہو تو کیا فوراً تیمم کر سکتا ہے؟

الجواب: وردی کو پاک رکھنا کچھ مشکل نہیں۔ اہتمام اور فکر کی ضرورت ہے اور اگر بالفرض وردی کا کچھ حصہ ناپاک ہوگیا ہے اور وردی اتارنے یا پاک کرنے میں دشمن کا خوف ہے تو ایسی صورت میں اسی وردی کے ساتھ نماز پڑھ لے نماز ہوجائے گی۔

كما في الدر واذا لم يجد ما يزيل به نجاسته اويقللها صلى معها ولا اعادة عليه وفي الشامية ومثله خوف العدو و عدم وجود ثمنه ونحو ذلك اھ۔ (شامی ج ۱ ص ۳۸۴)۔

۲: تفصیل بالا کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسے بوٹوں میں نماز جائز ہوگی۔ احتیاط کرے تو جنگلات میں ایسے بوٹ کے ناپاک ہونے کا احتمال کم ہوتا ہے۔

۳: کوشش ہونی چاہیئے کہ نماز کو اوّل وقت میں پڑھ لیا جائے جب کہ ایسا ممکن ہو۔ ورنہ نماز کے آخری وقت تک انتظار کیا جائے ان شاء اللہ وقت مل جائے گا۔ انتہائی خطرے کے وقت میں ظہر کی نماز عصر کے وقت میں پڑھ لی جائے۔ اور مغرب کی تاخیر کر کے پڑھ لی جائے۔ عشاء کا وقت طلوع فجر تک رہتا ہے۔

موٹر میں قبلہ کی طرف منہ کر کے پڑھی جائے۔ ساتھیوں کو ذرا اِدھر اُدھر کر دیا جائے۔ رفقاء اسکے لیے سہولت سے تیار ہوجاتے ہیں۔ البتہ اگر دشمن کے خوف کی وجہ سے قبلہ کی طرف منہ کرنا

متعذر ہو جائے تو غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

استقبال القبلۃ حقیقۃ او حکما کعاجز ای کالاستقبال علجز عنہا لمرض او خوف عدو او اشتباہ فجہۃ قدرتہ او تحریہ قبلۃ لہ حکما۔ (درمختار مع الشامیۃ ج ۱ ص ۳۱۴)۔

۴ : بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔

۵ : وضو کر کے نماز پڑھیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح | ۲۵/۱۰/۱۳۹۱ھ | بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء | | نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اسلحہ سمیت نماز پڑھنے کا حکم

بعض اوقات جب ہم محاذ پر ہوتے ہیں تو اسلحہ پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی دوران جب نماز ادا کرنی ہو تو اسلحہ اتار کر نماز پڑھیں یا اسلحہ سمیت ہی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ کیوں کہ یہاں کچھ ساتھیوں میں اختلاف ہو گیا ہے۔ اس لئے مدلل جواب تحریر فرمائیں ؟

المستفتی: محمد سکندر، جمعیۃ المجاہدین ملتان پاکستان

الجواب اگر اسلحہ ایسا ہو کہ اس کی وجہ سے توجہ نماز سے نہ ہٹتی ہو تو پہنے ہوئے نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔

ولا بأس ان یصلی متقلدا للقوس والجعبۃ الا ان یتحرکا علیہ حرکۃ تشغلہ فہو مکروہ ویجزیہ کذا فی السراج الوہاج۔ اھ (عالمگیری، ج ۱ ص ۵۷)۔

ولا یکرہ تقلد المصلی بسیف ونحوہ اذا لم یشغل بحرکتہ وان شغلہ کرہ فی غیر حالۃ قتال۔ (مراقی الفلاح علی الطحطاوی، ص ۲۰۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مُفتیٔ جامعہ خیرُ المدارس ملتان

۲۲ ر صفر المظفر ، سنہ ۱۴۱۱ھ

نماز کی نیت میں استقبالِ قبلہ کی نیت کرنا ضروری نہیں

کیا نماز کی نیت کرتے ہوئے " منہ طرف کعبہ شریف کے " کہنا ضروری ہے ؟

الجواب استقبالِ قبلہ ضروری ہے ۔ استقبالِ قبلہ کی نیت ضروری نہیں ۔ اور زبان سے نیت کا تلفظ بھی ضروری نہیں ۔

ونیۃ القبلۃ لیست بشرط والتوجہ الیہا یغنیہ عن النیۃ ہو الاصح اھ (مراقی الفلاح) (وقولہ ونیۃ القبلۃ لیست بشرط) لانہا من الوسائل وہی لاتحتاج الی نیۃ کالوضوء فالشرط حصولہا لا تحصیلہا ۔ اھ (طحطاوی : ص ۱۱۵) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

درود شریف کے بعد کئی دعائیں پڑھنے کا حکم

امامت کراتے ہوئے یا اکیلا نماز پڑھتے ہوئے درود پاک کے بعد رب اجعلنی اور ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ الخ یہ دونوں دعائیں پڑھ سکتا ہے یا ایک پڑھے ۔

الجواب پڑھ سکتا ہے ۔ بہتر ہے کہ بصورت امامت ایک دعاء[1] پڑھے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰/۷/۳ ۱۴۰ھ

---

[1] ویکرہ للامام تطویل الصلوۃ لما فیہ من تنفیر الجماعۃ لقولہ

علیہ السلام من ام فلیخفف اھ (مراقی الفلاح)
قولہ تطویل الصلوۃ بقراءۃ او تسبیح أو غیرھما رضی القوم ام لا لاطلاق الامر بالتخفیف اھ (طحطاوی ص ۱۶۶)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاوی

بوقتِ قیام دونوں قدموں کے درمیان فاصلہ

نماز پڑھتے ہوئے قیام کی حالت میں دونوں قدموں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیئے۔

الجواب: دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ ہونا چاہیئے۔
ویسن تفریج القدمین فی القیام قدر اربع اصابع۔
(مراقی) وفی الطحطاوی نص علیہ فی کتاب الاثر ولم یحک فیہ خلافا۔ اھ (ص ۱۴۳) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۷/۳/۱۴۰۹ھ

نماز میں وساوس کی وجہ سے لاحول پڑھنا

جب آدمی کو نماز میں وساوس آئیں تو اگر وساوس دنیا سے لاحول پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ عند الطرفین۔ اور اگر وساوس آخرت سے لاحول پڑھے تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی۔ کیا زید کا یہ قول صحیح ہے؟

الجواب: زید کا یہ قول درست ہے۔ المصلی اذا وسوسہ الشیطان فقال لاحول ولا قوۃ الا باللہ ان کان ذلک الذی وسوسہ فی امر من امور الآخرۃ لا تفسد صلوتہ وان کان فی امر من امور الدنیا تفسد کذا ذکرہ فی الذخیرۃ لان الوسوسۃ الم

فکانہ حوقتل بسبب الم اخروی فی الاول وبسبب الم دنیوی فی الثانی ۔ اھ (کبیری ، ص ۴۴۲)۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح ۔ ۱۳/۳/۱۴۰۷ھ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بیٹھ کر نماز پڑھنے والا کیسے بیٹھے

جو معذور بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو اس کے لئے بیٹھنے کا کوئی خاص طریقہ منقول ہے یا جیسے چاہے بیٹھ جائے ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب اگر مشقت نہ ہو تو بحالت التحیات بیٹھنا بہتر ہے اور اگر اس طرح بیٹھنے سے تکلیف ہوتی ہو تو پھر جیسے آسانی ہو بیٹھ جائے ۔

ثم المریض یقعد فی الصلوٰۃ من اولہا الی اخرہا کما یقعد فی التشہد ان استطاع ذکر السروجی ان ھذا قول زفر وفی الذخیرۃ نقل عن ابی اللیث رح انہ علیہ الفتوی لانہ القعود المعہود فی الصلوٰۃ ۔ وقال قاضی خان رح یقعد کیف شاء فی روایۃ محمد رح عن ابی حنیفۃ رح الی قولہ والظاہر ما افتی بہ ابو اللیث رح کما ذکرہ المصنف عند عدم حصول المشقۃ بہ والتخییر عند حصولہا بہ اھ (کبیری ، ص ۲۶۴)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ۔ ۱۲/۷/۱۴۰۷ھ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم

گرمیوں میں کیڑے مکوڑے کے ڈر سے اگر نماز تہجد چارپائی کے اوپر پڑھ لی جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں ۔ بینوا توجروا ۔ عبدالمجید بلاک نمبر ۶ چیچہ وطنی ، ساہیوال ۔

الجواب اگر چارپائی خوب کسی ہوئی ہو اور پاک ہو تو اس پر نماز جائز ہے۔
(کذا فی امداد الاحکام : ص ۲۰۷)۔ فقط واللہ أعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

جو اشارے کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو اسے نماز معاف ہے

اگر کوئی شخص بیمار ہو اور وہ نماز کے عوض میں فدیہ دے دے تو اس کی نماز معاف ہو سکتی ہے یا نہیں۔ جواب وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

الجواب اگر ہوش قائم ہے اور اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ تو پڑھ لیا کرے ورنہ نماز معاف ہے۔ و اذا عجز المریض عن الایماء بالرأس فی ظاھر الروایۃ یسقط عنہ فرض الصلوۃ ولا یعتبر الایماء بالعینین۔

(عالمگیری : ج ۱ ص ۱۳۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

جامعہ خیر المدارس ملتان

دو پیسے کے بدلہ میں سات سو نماز کے ثواب کا وضع ہونا

تبلیغی جماعت والے عام طور پر بیان کیا کرتے ہیں کہ قیامت کے دن دو پیسے ناحق لئے ہوئے کے بدلہ میں سات سو مقبول نمازوں کا ثواب لے لیا جائے گا۔ کیا ان کی یہ بات درست ہے اور دو پیسے سے مراد کون سے دو پیسے ہیں ؟

الجواب کتب فقہ میں دانق کا ذکر ہے کہ ایک دانق کے بدلے سات سو جماعت سے پڑھی ہوئی نمازوں کا ثواب وضع کر لیا جائے گا۔ اور علامہ قشیری رح نے سات سو مقبول نماز کا لکھا ہے۔ دانق تقریباً ساڑھے رتی کا ہوتا ہے۔ تو گویا ساڑھے رتی چاندی کے برابر

ناحق لی ہوئی مالیت کے بدلے میں سات سو مقبول نماز کا ثواب وضع کرلیا جاتے گا۔کسی زمانے میں جب کہ چاندی سستی ہوگی تو ہوسکتا ہے کہ اتنی چاندی اس وقت کے دو پیسے کے بدلے میں آجاتی ہو۔اس لئے دو پیسے مشہور ہوگئے۔لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضرور ہی اتنا ثواب وضع کیا جائے گا اگر اللہ تعالےٰ چاہیں تو اپنی رحمت سے مظلوم کو اپنے پاس سے دے کر ظالم کو معاف کردیں۔

جاء انه يؤخذ لدانق ثواب سبع مائة صلوة بالجماعة اھ (درمختار)

(قوله جاء) اى فى بعض الكتب اشباه عن البزازية ولعل المراد بها الكتب السماوية او يكون ذلك حديثا نقله العلماء فى كتبهم والدانق بفتح النون وكسرها سدس الدرهم وهو قيراطان والقيراط خمس شعيرات اھ (قوله ثواب سبع مائة صلاة بالجماعة) اى من الفرائض لان الجماعة فيها والذى فى المواهب عن القشيرى سبع مائة صلوة مقبولة ولم يقيد بالجماعة قال شارح المواهب ما حاصله هذا لا ينافى ان الله تعالى يعفو عن الظالم ويدخله الجنة برحمته۔ اھ

(شامى، ج ۱، ص ۳۲۳)۔ فقط والله اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

خنثیٰ رکوع وسجود کیسے کرے

خنثیٰ نماز پڑھتے ہوئے جب رکوع وسجود کرے تو کیا وہ رکوع اور سجدہ مردوں کی طرح کرے یا عورتوں کی طرح؟

الجواب: خنثیٰ عورتوں کی طرح رکوع وسجود کرے۔یعنی زیادہ نہ جھکے، انگلیوں کو پھیلائے نہ۔ایسے ہی کلائیوں کو پہلو کے ساتھ ملائے رکھے الگ نہ کرے۔

اما المرأة فتنحنى فى الركوع يسيرا ولا تفرج ولكن تضم وتضع يديها على ركبتيها وضعا وتحنى ركبتيها ولا تجافى عضديها لان ذلك استرلها وفى شرح الوجيز الخنثى كالمرأة۔(شامية ج ۱ ص ۳۶۵)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ساتھ والے کو دیکھ کر نماز پوری کرنا

زید نماز میں شامل ہوا جب کہ ایک رکعت ہو چکی تھی جب بقیہ رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو یاد نہ رہا کہ میری کتنی رکعت باقی ہیں۔ اس کے ساتھ ایک اور آدمی نماز میں شامل ہوا تھا زید نے سوچا کہ اس کو دیکھ کر نماز پوری کر لوں گا۔ چنانچہ اس کے ساتھ ساتھ نماز پوری کر لی۔ کیا اس کی نماز درست ہو گئی ؟

الجواب اگر اس دوران زید تین دفعہ سبحان ربی العظیم کہنے کی مقدار کہیں خاموش منتظر نہیں رہا تو زید کی نماز ہو گئی۔ ولو نسی احد المسبوقین المتساویین کمیة علیہ فقضی ملاحظا للآخر بلا اقتداء بہ صح ھکذا فی الخلاصة۔ اھ (عالمگیری : ج ۱ : ص ۹۲)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ھذا

تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھانے کے بعد نیچے نہ لے جائیں

بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو اللہ اکبر کہہ کر ہاتھوں کو نیچے لے جاتے ہیں یعنی رانوں کے برابر کر لیتے ہیں اور پھر باندھتے ہیں۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ہاتھ اٹھانے کے بعد نیچے نہ لے جائیں۔ بلکہ ہاتھ باندھ لیں۔ ویسن وضع الرجل یدہ الیمنی کما فرغ من التکبیر للاحرام بلا ارسال اھ (طحطاوی : ص ۱۴۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۷ / ۱۱ / ۱۴۰۹ھ

نابینا آدمی قبلہ سے ہٹ کر نماز پڑھ رہا ہو تو اسے قبلہ رو کر دیا جائے

ایک آدمی نابینا ہے اور وہ نماز پڑھنی شروع کرتا ہے اور کوئی آدمی موجود نہیں ہوتا جو اس کو سیدھے کعبہ کی طرف کر دے محض اپنی رائے پر نماز پڑھتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا منہ قبلہ کی طرف نہیں ہوتا۔ تو اب اس کو سیدھا کیا جائے تو استمداد خارجی پائی جاتی ہے جس سے نماز ٹوٹنے کا خطرہ ہے۔ ایسے ہی اس کو کہہ بھی نہیں سکتے تاکہ وہ محض کہنے والے کے کہنے پر بغیر سوچنے کے مڑ کر نماز ختم نہ کر دے۔ تو اب اس کو سیدھا کیسے کیا جائے۔ نیز یہ عام رواج ہے کہ جب بھی کوئی آدمی ٹیڑھا کھڑا ہو خواہ نابینا ہو اس کو ہاتھ سے قبلہ رخ کر دیتے ہیں حالانکہ اس نے نہ کہا ہوتا ہے اور نہ ہی وہ خود سوچ کر قبلہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے بلکہ اقتدار محض ہوتی ہے تو کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اگر دوسرا آدمی بغیر کہے ٹھیک کر دے تو کیا نماز باقی رہے گی یا نہیں۔ اگر سیدھے کرنے سے نماز باقی رہتی ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے اور اگر نماز درست نہیں تو اس کا ثبوت کیا ہے۔

اور اگر دوسرا آدمی نمازی کو سیدھا نہ کرے تو کیا وہ آدمی گنہگار ہوگا یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں ایسے نابینا کو جو غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہے قبلہ رو کر دینا درست ہے اس سے نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ شامی ج ۱ ص ۴۳۲ میں ہے۔

قال فی شرح المنیۃ ولو صلی الاعمی رکعۃ الی غیر القبلۃ فجاء رجل فسواہ الی القبلۃ واقتدی بہ ان وجد الاعمی وقت الشروع من یسألہ فلم یسألہ لم تجز صلاتہما والاجازت صلاۃ الاعمی ۔الخ۔

نابینا آدمی شہر یا بستی میں جہاں جہت قبلہ مشتبہ ہے اس قدر منحرف ہو کر نماز پڑھ رہا ہو جو انحراف مفسد صلوۃ ہے تو اسے سیدھا رو بقبلہ کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کی نماز درست نہیں۔ اور انحراف مذکور نہیں تو تسویہ کی حاجت نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	۹/۴/۱۳۹۱ھ	الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس ملتان

ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد اقتدار درست نہیں

امام صاحب ایک طرف سلام پھیر چکے ہوں تو مقتدی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے یا نہیں؟
سائل نفیس الرحمٰن ۷۵/آر ساہیوال

الجواب: ثم الخروج من الصلوٰة بسلام واحد عند العامة وقیل بهما کما فی مجمع الانهر فلو اقتدی به بعد لفظ السلام الاول قبل علیکم لا یصح عند العامة ۔ اھ ۔ (مراقی الفلاح ص۱۶۳)
معلوم ہوا کہ اکثر علماء کے نزدیک پہلے لفظِ سلام کے بعد اقتدار کرنا ٹھیک نہیں ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۸/۱۱/۱۳۹۵ھ

فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے

ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا منقول نہیں ۔ اس لئے جہرًا بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی ۔ اگر ایسا ہے تو بھی آہستہ پڑھنے کے لئے اس قدر وقفہ تو ہونا چاہئے ۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ پیش امام نیت کے فورًا بعد اور سورۃ الحمد کے ختم ہونے کے فورًا بعد بلا کسی وقفہ کے دوسری سورت شروع کر دیتے ہیں ۔ آہستہ پڑھنے کی صورت میں بھی آخر کچھ وقفہ تو ہونا چاہئے ۔ جس سے اندازہ ہو سکے کہ بسم اللہ آہستہ پڑھی گئی ہے ۔

علاوہ ازیں ایک مرتبہ مولانا مودودی نے دریافت کرنے پر بتایا تھا کہ آپ بسم اللہ پڑھ سکتے ہیں ۔ اس کے متعلق وضاحت فرمائیں ۔

الجواب: فاتحہ اور سورت کے درمیان تسمیہ کا پڑھنا مستحسن ہے ۔ شامیہ ج ۱ ص ۴۵۷ ۔ فرض واجب بلکہ مسنون بھی نہیں ہے اس لئے بسم اللہ پڑھنے سے نماز میں کوئی فرق نہیں آتا [1] فقط واللہ اعلم ؛ بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ ہذا ۔

(لہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سمی غیر المؤتم بلفظ البسملۃ لا مطلق الذکر کما فی ذبیحۃ و وضوء سرًا فی اول کل رکعۃ ولو جھریۃ لا تسن بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقا اھ (درمختار) (قولہ ولا تکرہ اتفاقا) ولھذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبیٰ بانہ ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ المقروءۃ سرًا او جھرًا کان حسنا عند ابی حنیفۃ رح ورجحہ المحقق ابن الھمام وتلمیذہ الحلبی لشبھۃ الاختلاف فی کونھا اٰیۃ من کل سورۃ بحر اھ (شامیہ: ج ۱ ص ۴۵۷)۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۲/ ۱۴۱۱ھ

فرائض کی موجودہ رکعات کا منکر گمراہ ہے

ایک آدمی نے لوگوں کے اندر یہ پھیلا دیا ہے کہ ہر نماز کی دو رکعت فرض ہیں باقی نماز نہیں ہے اس کے ساتھ چند آدمی بھی شریک ہو گئے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن و حدیث میں دو رکعت فرض کے سوا ثبوت نہیں ملتا۔ کیا یہ لوگ مسلمان رہے یا نہ ان سے تعلقات رکھنا کیسے ہے؟

الجواب شروع اسلام میں نماز دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں اس کے بعد حضر واقامت کی نمازوں میں سوائے فجر اور مغرب اور جمعہ کے اضافہ کر دیا گیا۔ صحیح مسلم میں ہے۔

عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھا قالت فرضت الصلوۃ رکعتین۔ رکعتین فی الحضر والسفر فاقرت صلوۃ السفر وزید فی صلوۃ الحضر۔ (ج ۱: ص ۲۴۱)۔

شامی میں ہے۔

ما کان من ضروریات الدین وھو ما یعرف الخواص والعوام انہ من الدین کوجوب اعتقاد التوحید والرسالۃ و

الصلوٰت الخمس واخواتھا یکفر منکرہ ومالا فلا اھ (ص۲۹۱ ج۱)

رکعتین پر زیادتی احادیث سے ثابت ہے۔ اس لئے اس کا انکار ضلالت ہے اہل اسلام کو ایسے لوگوں سے بچنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

تعوذ وتسمیہ صرف امام ومنفرد پڑھے

سورت فاتحہ سے قبل تعوذ اور تسمیہ کن کن رکعتوں میں پڑھنا چاہیئے اور ان کی شرعی حیثیت کیا ہے

قرأت شروع سورت سے پڑھنا شروع کریں یا کسی سورت کے درمیان سے کوئی آیات پڑھ سکتے ہیں فاتحہ اور سورت کے درمیان تسمیہ پڑھنا مسنون ہے یا نہ ؟

محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب ثناء سے فارغ ہونے کے بعد تعوذ وتسمیہ کا پڑھنا امام ومنفرد کے لئے سنت ہے۔ مراقی میں ہے۔

ولیسن التعوذ للقرأۃ فیأتی بہ المسبوق کالامام والمنفرد لا المقتدی۔ (۱۴۱)۔

اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ شروع کرنے سے قبل بسم اللہ کا پڑھنا بھی مسنون ہے۔

وتسن التسمیۃ اوّل کل رکعۃ قبل الفاتحۃ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یفتتح صلوتہ ببسم اللہ الرحمن الرحیم الخ (ص۱۴۱)

دونوں صورتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ملانے سے قبل تسمیہ نہ سنت ہے اور نہ ہی پڑھنا مکروہ ہے۔ لا تسن (التسمیۃ) بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقا۔

(در مختار؛ ج۱ ص ۳۲۹)۔ فقط واللہ أعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی۔ ۲۹ / ۷ / ۱۴۰۶ھ

نمازیوں کو فسادِ نماز کی اطلاع بالکل ممکن نہ ہو تو "تلافی" کی ایک صورت

امام صاحب نے مؤذن کو عشاء کی نماز کے بعد کہا کہ فجر کی نماز کا خیال کریں اگر میں نہ پہنچ سکا تو آپ نمازِ فجر پڑھا دیں جبکہ امام صاحب اور مؤذن ایک ہی جگہ پر قیام پذیر تھے۔ صبح کو اتفاقاً مؤذن دیر سے اٹھا اور دوسرے نمازی نے آکر اذان دے دی۔ مؤذن نے جلدی سے امام صاحب کو جگایا اور بتایا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نماز پڑھا دیں۔ چنانچہ مؤذن نے جلدی سے استنجاء اور وضو کر کے سنتیں پڑھ کر جماعت کرا دی۔

ایک گھنٹہ بعد مؤذن نے شبہ کی وجہ سے اپنے کپڑے دیکھے تو معلوم ہوا کہ محتلم حالت میں ہی اس نے نمازِ فجر پڑھا دی ہے۔ اس نے انتہائی پریشانی کے عالم میں خطیب و امام صاحب کو صورت حال سے مطلع کر کے کہا کہ میں نمازیوں کو مطلع کر دوں کہ جنہوں نے فجر کی نماز با جماعت ادا کی ہے وہ اپنی اپنی نماز لوٹا لیں۔ تو امام صاحب نے اسے منع کر دیا کہ اب جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے وہ معاف کر دے گا۔ اگر اب نمازیوں کو اس طرح مطلع کیا گیا تو نمازی بدگمان ہو جائیں گے اور چہ میگوئیاں کریں گے اس لئے رہنے دو۔

چنانچہ مؤذن بے چارہ دل پر بوجھ لئے خاموش ہو گیا اور تاحال اس کا دل پریشان ہے۔ اور جب بھی اسے اس بات کا خیال آتا ہے تو وہ مغموم اور رنجیدہ ہو جاتا ہے اور وہ جگہ بھی تقریباً دو اڑھائی سو میل دور ہے۔ اور اس واقعہ کو تقریباً بائیس تئیس سال ہو گئے ہیں۔ اب تو اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ کون زندہ ہے کون نہیں۔ جو واقف تھے ان کو بھی بھول گیا ہے۔ جہاں تک ان کو مطلع کرنے کی صورت ہے تو اب یہ ناممکن سی بات ہو گئی ہے۔ اس کے کفارہ و تلافی کی شرعاً کوئی دوسری صورت ہو تو ارشاد فرمائیں۔

المستفتی قاری سیف اللہ خالد قادری شاہجمال ٹاؤن لاہور

الجواب امام اور مؤذن پر لازم تھا کہ فوری طور پر ان کو اطلاع دیتے کہ اپنی نمازوں کا اعادہ کر لیں اب بھی اگر کسی بھی آدمی کا پتہ چل سکے تو اسے ضرور اطلاع دیں بالکل اطلاع ناممکن ہو تو ان کی طرف سے اس نماز کا فدیہ ادا کر دیں شاید اس طرح کچھ تلافی ہو جائے۔

ویلزم الامام الذی تبین فساد صلوتہ اعلام القوم باعادۃ صلوتہم بالقدر الممکن ولو بکتاب او رسول فی المختار۔ الی قولہ و علی رضی اللّٰہ تعالی عنہ صلی بالناس ثم تبین لہ انہ کان محدثا فاعاد وامرھم ان یعیدوا۔ (مراقی الفلاح، ص۱۶۳)۔
والصحیح انہ لکل صلوۃ فدیۃ ھی نصف صاع من براو دقیقہ اوسویقہ او صاع تمر او زبیب او شعیر او قیمتہ وھی افضل لتنوع حاجات الفقیر وان لم یوص و تبرع عنہ ولیہ أو اجنبی جاز ان شاء اللّٰہ۔ (مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی ص۲۳۶)

فقط واللّٰہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللّٰہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان، ۲۰ر۲ر ۱۴۱۱ھ

الجواب صحیح، بندہ عبد الستار عفا اللّٰہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان۔

قومہ و جلسہ کی صحیح مقدار

۱، قومہ اور جلسہ کی صحیح مقدار کیا ہے؟

۲، عند الاحناف قومہ اور جلسہ میں ذکرِ مسنون ثابت ہے یا نہیں؟

المستفتی حکیم محمد عبد الحق، حقانی دواخانہ، ٹی، آئی، خان

الجواب

۱، قومہ اور جلسہ میں اتنی دیر ٹھہرنا کہ ہر عضو اپنی جگہ میں قرار پکڑ لے محققین احناف کے نزدیک واجب ہے اور اس کا اندازہ ایک تسبیح کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یعنی قومہ میں سیدھا کھڑے ہونے اور جلسہ میں بیٹھنے کے بعد ایک دفعہ سبحان اللّٰہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا۔
صاحب درمختار فرماتے ہیں۔

وتعدیل الارکان ای تسکین الجوارح قدر تسبیحۃ فی الرکوع والسجود وکذا فی الرفع منھما۔ (شامی ج۱۔ص۴۶۴)۔

۲، قومہ میں منفرد کے لئے ربنا لک الحمد کہنا مسنون ہے۔ نیز منفرد جلسہ میں بھی ادعیہ ماثورہ پڑھ سکتا ہے۔ البتہ امام کے لئے قومہ و جلسہ میں کوئی ذکر عند الاحناف مسنون نہیں ہے۔

كذا فى الشامية ج۱ ص۳۴۰ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفر اللہ لہٗ رئیس الافتاء جامعہ ہذا ۸/۳/۱۴۰۱ھ معین مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

تشہد عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وجوہ ترجیح

مسند ابو عوانہ اور بیہقی وغیرہ میں تشہد ابن مسعودؓ میں "السلام علی النبی ورحمۃ اللہ" کے الفاظ ہیں بعض دوسرے صحابہؓ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے بعد خطاب کے صیغہ کو ترک کر دیا ہے۔ ہم اہلسنت والجماعت احناف پہلے الفاظ پر کیوں اڑے ہوئے ہیں؟

الجواب — عن القاسم قال اخذ علقمة بيدى قال علقمة اخذ ابن مسعود بيدى قال عبد الله اخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيدى فقال اذا جلست فى الصلوة فقل التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔ الحديث ۔ اخرجه محمد فى كتاب الحجه ،ص۱۳۴ - وجماعة من المحدثين منهم ابوداؤد والطحاوى والدارمى ودارقطنى والبيهقى وبخارى ومسلم وغيرهم۔

وجوہ ترجیح

۱: امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ خاص حضرت امام محمد رحمہ اللہ کا فیصلہ۔ — وليس فى التشهد شئ اوثق من حديث عبد الله ابن مسعود رضى الله عنه۔ اس سے زیادہ پختہ حدیث تشہد کے باب میں موجود نہیں۔ (کتاب الحجہ ص۱۳۰)

۲: وفى المؤطا كان عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه يكره ان يزاد فيه حرف اوينقص منه حرف۔ (ج۱: ص۱۵۷)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تشہد میں ایک حرف کی بھی کمی زیادتی کو جائز نہیں رکھتے تھے۔

۳ : ایسے ہی طحاوی شریف میں مروی ہے کہ ایک شخص نے تشہد سے قبل بسم اللہ کا اضافہ کیا۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ نے فرمایا " اتأکل " کیا تو کھانا کھاتا ہے کہ بسم اللہ کہہ ڈالا ہے۔ بسم اللہ کے اضافہ پر بھی تنبیہ فرمائی۔

۴ : ایسے ہی کسی شخص نے " وحدہ لاشریك " کا اضافہ کرنا چاہا تو عبداللہ بن مسعود رضؓ کے شاگرد حضرت علقمہ رحؒ نے اس کی اصلاح فرمائی۔

۵ : جتنے محدثین نے مذکورہ بالا حدیث کی تخریج کی ہے مسئولہ حدیث کی تخریج اتنے محدثین نے نہیں کی۔

۶ : یہ تشہد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمودہ ہے۔ مسئولہ تشہد تعلیم فرمودہ ہی نہیں۔

۷ : حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حدیث میں یہ تفصیل بیان نہیں فرمائی کہ یہ تشہد میری زندگی تک ہے۔ میرے رخصت ہو جانے کے بعد اس میں یوں تبدیلی کر لینا۔

۸ : جب حضرت عبداللہ ابن مسعود رضؓ کمی و زیادتی کو مکروہ جانتے تھے تو پھر انہوں نے یہ تبدیلی کیسے کر لی تبدیلی اور مکروہ کیسے جمع ہو گئے۔ نیز یہ تبدیل شدہ الفاظ آپؐ کے ارشاد فرمودہ الفاظ کے مقابلہ میں حجت نہ ہونگے۔ کیونکہ آپؐ کی حیات میں بھی جو صحابہ رضؓ حاضر خدمت نہ ہوتے تھے وہ بغیر تبدیلی کے تشہد پڑھتے تھے۔

۹ : حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وھو أصح حدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التشہد والعمل علیہ عند اکثر أھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدھم من التابعین - ترمذی : ج ۱ : ص ۶۱)۔

یہ حدیث تشہد کے باب میں سب سے اصح ہے۔ اکثر حضرات صحابہ رضؓ اور تابعین رحؒ کا اسی پر عمل ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	۲۹ ۱۱ ۳ ۰ ۴ ۱ ھ	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا		نائب مفتی ۲۶ / ۱۱ / ۱۴۰۳ ھ

ہاتھ باندھنے کا حدیث سے ثبوت

بارہ ائمہ عظام میں سے کسی ایک یا زیادہ سے نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی ہو تو اس کا ثبوت کتب

اہل السنۃ والجماعۃ اور کتب شیعہ سے کیا ہے۔

الجواب حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بہت سی روایات آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جو روایت ہے وہ درج کی جاتی ہے۔

ان علیا قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرۃ رواہ ابن ابی شیبہ۔

واضح رہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا بھی یہی مذہب ہے۔ نیز ادب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ رب العالمین کی بارگاہ میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۱۲/۱۳۷۱ھ

تشہد میں "محمد رسول اللہ" کے بعد "صلی اللہ علیہ وسلم" کا اضافہ صحیح روایات میں منقول نہیں

احادیث تشہد میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک حدیث نقل کی ہے۔ جس کے متن کے الفاظ یہ ہیں واشہد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۱۴۰۔ ایسے ہی ترمذی شریف کی جامع الدعاء میں بھی درود شریف ذکر کیا گیا ہے۔

اللھم انا نسئلک من خیر ما سئلک منہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ : ص ۱۹۲)۔

ان کی تحقیق مطلوب ہے کہ آیا مذکورہ درود شریف حدیث مرفوع سے ثابت ہے یا نہیں ؟

الجواب ابوداؤد اور ترمذی شریف کے متعدد نسخے دیکھے گئے موجودہ نسخوں میں صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ موجود ہیں۔ ابوداؤد کے بعض نسخوں میں مذکورہ الفاظ پر (ن) کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ جامع ترمذی کی شرح عارضۃ الاحوذی جو مصر کی مطبوعہ ہے اس کے جزء ثالث عشر کی روایت میں " صلی اللہ علیہ وسلم " کے الفاظ موجود نہیں۔ (ج ۱۳ : ص ۱۸)

ایسے ہی ابوداؤد کی شرح " عون المعبود " صفحہ ۲۶۹ پر حدیث ابوداؤد میں بھی "صلی اللہ علیہ وسلم"

کے الفاظ نہیں ہیں۔ ان سے بظاہر معلوم ہوا کہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شاید یہ الفاظ نہیں ہیں۔ کسی راوی یا نسخہ کا قصہ ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ادعیۂ ماثورہ میں معمول صلوٰۃ کے تذکرہ کا نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اونی کمبل پر نماز پڑھنا

اون کے کپڑے مثلاً کمبل وغیرہ پر سجدہ کرنا جائز ہے یا نہیں ہمارے ہاں ایک مولانا نے کہا ہے کہ اون پر سجدہ کرنا جائز نہیں کیونکہ حکم زمین پر سجدہ کرنے کا ہے۔

الجواب اونی کمبل پر نماز پڑھنا درست ہے پیشانی کو بوقت سجدہ خوب جما کر رکھے۔ کہ کمبل کی تہہ مزید نہ دب سکے۔ سجدہ کی جگہ کا از جنس تراب ہونا شرط نہیں۔ البتہ افضل یہ ہے کہ سجدہ زمین پر کیا جائے یا ایسی چیز پر جو زمین سے پیدا ہوتی ہے۔

لکن الافضل عندنا السجود علی الارض او علی ما تنبتہ۔ الخ

(شامی، ج ۱، ص ۴۷۰)۔

نیز شامی میں ہے۔ فصح علی طنفسۃ وحصیر۔ (شامی قدیم ج ۱ ص ۳۱۲) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی ۷ / ۷ / ۱۳۸۵ھ

جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں امام مقتدیوں کی طرف رُخ کر کے بیٹھے

جن فرضوں کے بعد سنتیں ہیں امام قوم کی طرف متوجہ ہو کر دعاء مانگے اور اس انصراف کو واجب یا فرض و مستحب کا درجہ نہ دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب جن فرضوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں امام کو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا چاہیئے جیسا کہ منیۃ المصلی اور شامیؒ میں اس کی تصریح ہے لیکن

جن فرضوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں اصل تو یہی ہے کہ پہلی حالت پر دعا مانگ لے۔ اور اگر مقتدیوں کی طرف چہرہ پھیر لیا تو بھی کوئی حرج نہیں جیساکہ مراقی الفلاح میں مصرح ہے۔ (طحطاوی ص۱۷۱)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۴ / ۷ / ۱۳۸۵ھ

ملہ وکذا یکرہ مکثہ قاعدا فی مکانہ مستقبل القبلۃ فی صلوۃ لا تطوع بعدھا کمافی شرح المنیۃ عن الخلاصۃ و الکراھۃ تنزیھیۃ کما دلت علیہ عبارۃ الخانیۃ۔

(شامی ج۱ ص ۳۹۲)۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب فتاوی ہذا۔

جسے رکعت مل جائے اسے تکبیر افتتاح کا ثواب ملجائیگا

س تکبیر تحریمہ کو کب تک حاصل کیا جاسکتا ہے۔

الجواب تکبیر اولیٰ کی فضیلت کب تک حاصل ہو سکتی ہے اس کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ عالمگیریہ میں صحیح اس کو کہا ہے کہ رکعت اولیٰ جب تک مل جاتی ہے اس وقت تک تکبیر اولیٰ کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ قال فی الھندیۃ۔

اما فضیلۃ تکبیرۃ الافتتاح فتکلموا فی وقت ادراکھا والصحیح ان من أدرك الرکعۃ الاولی فقد ادرك فضیلۃ تکبیرۃ الافتتاح کذا فی الحصر فی باب ابی یوسف رح (عالمگیریہ ج۱ ص۳۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۱ / ۴ / ۱۴۰۳ھ

موٹر میں وضو سے نماز ممکن نہ ہو تو جیسے ہو اشارہ سے پڑھ لے بعد میں اعادہ کرے

سواری کے چلتے ہوئے اگر نماز کا وقت ہو جائے اور ڈرائیور موٹر نہ روکے اور نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب ہو تو نماز قضا کر دے اور بعد اترنے کے قضا پڑھے موٹر میں بیٹھ کر نہ پڑھے نماز نہ ہوگی۔ یہ عذر نہیں چلتا یہ زید نامی کہتا ہے۔ اور دلیل اس پر یہ کہ ایک شخص موٹر سے اس وقت اترتا ہے کہ سورج ڈوبنے کو ہوتا ہے اور اس نے نماز پڑھنی ہوتی ہے اور پانی قریب بھی ہوتا ہے اور اسے معلوم بھی ہوتا ہے تو اگر پانی کی طرف جاتا ہے تو نماز قضا ہوتی ہے تو جیسا اب پانی کے قریب ہونے کی وجہ سے تیمم نہ کرے۔ نماز قضا کرے۔ پانی تک پہنچ کر وضو کر کے نماز قضا پڑھے۔ اب یہی نماز موٹر کا مسئلہ ہے۔

مثلاً ایک عورت ہے نماز اس نے پڑھنی ہے ڈرائیور موٹر نہیں روکتا۔ اب وہ عورت مردوں میں کس طرح نماز پڑھے۔ قیام بھی نماز میں فرض ہے موٹر میں قیام ہو نہیں سکتا۔ تو زید کی اس دلیل کا کیا جواب ہے۔

الجواب بحر میں ہے کہ

وفی الخلاصة و قاضیخان وغیرهما الاسیر فی ید العدو اذا منعه الکافر عن الوضوء و الصلوة یتیمم ویصلی بالایماء ثم یعید الی قوله فعلم منه ان العذر ان کان من قبل الله تعالی لا تجب الاعادة وان کان من قبل العبد وجبت الاعادة - (بحر الرائق ج۱ : ص۱۴۹)

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں نماز کو قضا نہ کرنا چاہیئے البتہ ایسی صورت میں نماز اشارہ کے ساتھ ادا کر لینی چاہیئے۔ دوبارہ بوقت فرصت اعادہ واجب ہوگا۔ کیوں کہ اشارہ کیا تھا ادا کردہ نماز پر اکتفا صحیح نہیں۔ اور یہی حکم ہے جب کہ مذکورہ وجہ کی بنا پر بیٹھ کر گاڑی یا موٹر میں نماز ادا کی گئی ہو۔ پس سائل کے کلام سے یہ جو مترشح ہوتا ہے کہ موٹر میں اشارہ سے یا بیٹھ کر نماز نہ پڑھے بعد میں قضا ضروری ہے (یہ غلط ہے) بلکہ بعد از اترنے موٹر کے اس نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفرلہ مفتی خیرالمدارس ملتان

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی
خیرالمدارس ملتان ۲۴ / ۱۱ / ۹۰ ۱۳ھ

نماز میں وساوس سے بچنے کی ایک ترکیب

نماز میں گمراہ کن وساوس آتے کیسے ہیں اور ان کا دفعیہ کیا ہے۔ نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آتی۔ وضاحت سے ارشاد فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب نماز میں تلاوت وتسبیحات وغیرہ کی طرف دھیان رکھے ہر لفظ کو منہ سے نکالنے سے پہلے یہ خیال کرے کہ اب میں یہ لفظ منہ سے نکال رہا ہوں سوچ سوچ کر ہر لفظ زبان سے نکالے جب دھیان ہٹ جائے تو یاد آنے پر پھر الفاظ ومعانی کی طرف دھیان کو لے آئے۔ پھر خیال ہٹے تو پھر الفاظ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ چند دنوں تک کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا اور وساوس میں تخفیف ہونا شروع ہو جائے گی۔ اس طرح نماز پڑھنے میں انشاء اللہ پورا ثواب ملے گا۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیرالمدارس ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیرالمدارس ملتان

۲۹ / ۳ / ۸۶ ۱۳ھ

يجب الاتيان بالتحريمة قائما

هل تجوز صلوة من ادرك الامام في الركوع فنشمل فيه ولم يقم ساعة واحدة ؟

شیر محمد فاروقی قمبر لاڑکانہ سندھ

الجواب لا تجوز صلوة من دخل في الصلوة منحنيا بل يجب الاتيان بالتحريمة قائما "من شروط صحة التحريمة الاتيان بالتحريمة قائما" (مراقي الفلاح : ص ۱۱۹)۔

فقط واللہ اعلم : بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح : خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۹ / ۱ / ۱۳۷۴ھ

رکوع وسجود سے ہوا خارج ہو جاتی ہو تو اشارے سے نماز پڑھ لے

زید کو ناسور کی تکلیف تھی اپریشن کرانے سے اس کو آرام آگیا۔ اب زید نماز میں رکوع وسجدہ کرتا ہے تو اس کی ہوا خارج ہوتی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اس میں سے اس کو نجات مشکل ہے اور رکوع وسجدہ کے بغیر وضو صحیح رہتا ہے۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ زید نماز کو رکوع وسجود کیساتھ ادا کرے یا اشارہ کرکے نماز پڑھے؟

سائل عبدالرحمن ملتانی

الجواب وفی الشامیۃ ج۱ ص۲۸۳ - (قولہ ولو بصلاتہ مومئا) ای کما اذا سال عند السجود ولم یسل بدونہ فیومی قائما او قاعدا الخ -

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور رکوع وسجدہ کو اشارہ کے ساتھ ادا کرے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۱ / ۶ / ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا

جن چٹائیوں پر رقص کیا گیا ہو ان پر "نماز" پڑھنے کا حکم

ایک شخص نے مسجد کی چٹائیاں بلا اجازت اٹھا کر قوالی کے لئے فرش بنایا اور ان پر حقہ وسگریٹ نوشی کی گئی اور کھینچا تانی سے ان کو خراب کیا گیا۔ اب ان چٹائیوں کا مسجد میں استعمال کرنا کیسا ہے۔

قاری غلام قادر
شاہ جمال ٹاؤن ، والٹن روڈ لاہور

الجواب مسجد کی چیز کو مسجد کے علاوہ دوسرے کاموں میں استعمال کرنا خصوصاً ایسے منکرات میں جہاں حقہ اور سگریٹ نوشی بھی ہوتی ہو جرم اور گناہ ہے شریعت میں اس پر ضمانِ مانقص واجب ہے۔ اگر چٹائیاں نجس ہو چکی ہوں دھونا بھی ضروری ہے۔ اگر نجس نہ ہوں تو اسی طرح استعمال کر سکتے ہیں مگر احتیاط دھو لینے میں ہے۔ علامہ ابن الحاج مدخل ، ج ۲ ، ص ۱۵۴ - میں فرماتے ہیں۔

قالت الحنفية الحصر التي يرقص عليها لا يصلى عليها۔ اھ

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہ
خادم الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا۔ یکم محرم ۱۳۶۹ھ

جس کا کچھ ذریعہ آمد ناجائز ہو اسے نماز پڑھنے کا کوئی فائدہ ہوگا یا نہیں

زید نے بکر سے کہا کہ بھائی نماز پڑھا کرو۔ تو بکر نے جواب دیا کہ مجھ کو نماز کا ثواب تو ملے گا ہی نہیں لہذا نماز پڑھنے سے کیا فائدہ ؟ بکر چونکہ اپنی تنخواہ کے علاوہ کچھ رقم ناجائز ذرائع سے حاصل کرتا ہے۔ بکر نے یہ جواب مندرجہ ذیل احادیث کی وجہ سے دیا۔

۱ : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کا گوشت پوست مال حرام سے پلا ہوگا اس پر بہشت حرام ہے اور دوزخ حلال۔

۲ ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے جسم پر ایک کپڑا ہے اور اس میں دسواں حصہ حرام مال کا ہے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

لہذا بکر نے مندرجہ بالا احادیث کا حوالہ دے کر نماز پڑھنے سے مجبوری ظاہر کی۔ لہذا نماز پڑھنے سے کیا فائدہ ۔ لیکن زید نے اس کو ایک اور حدیث مقدس کا حوالہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے لہذا نماز پڑھا کرو انشاء اللہ تم حرام روزی کو ترک کر دو گے۔ اور دوسرا یہ کہ فرضیتِ نماز قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ زید و بکر میں سے کس کی بات صحیح ہے۔

سائل دلاور خان کرمانی ، عام خاص باغ ملتان

الجواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے شخص مذکور کا یہ رویہ اختیار کرنا کہ ناجائز وحرام امور سے بچنے کی بجائے نماز ہی کو بے فائدہ سمجھ کر ترک کر دینا یہ نہایت ہی نادانی کی بات ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مقصد تو یہ ہے کہ حرام کام چھوڑ دو اور نماز ادا کرو۔ اور یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حرام چھوڑنے کی بجائے نماز ہی چھوڑ دو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو رحمۃ للعلمین اور ہادی کی ہے۔ اور جو رویہ بکر نے اختیار کیا ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور ہادیٔ امت نہیں بلکہ نعوذ باللہ۔ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے گمراہ کنندہ ہیں۔ کیونکہ اس کے نماز چھوڑنے کا سبب فرمان نبوی ہے۔ یعنی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں نہ فرماتے تو یہ نماز نہ چھوڑتا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور ہادی امت اور خیر خواہ ہیں یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے وہ چیزیں جو اللہ کی عبادت کو نقصان پہنچانے والی ہیں ان کو بیان فرما دیا تاکہ اللہ کے بندے اپنے فریضہ عبادت کو اچھی طرح ادا کر سکیں۔

اس کی مثال تو یوں سمجھئے کہ ایک طبیب یا ڈاکٹر بیمار کو یوں کہہ دے کہ میری دوائی تجھے تب فائدہ کرے گی جب تو فلاں فلاں چیز سے پرہیز کرے گا۔ تو کیا اگر بیمار یہ کہہ کر چھوڑ دے کہ پرہیز تو مجھ سے ہوتی نہیں تو چلو دوائی ہی چھوڑ دوں۔ کیونکہ فائدہ تو ہوگا نہیں تو اس کو عقل مند کہا جائیگا؟ اور کیا بیماری سے نجات پا جائے گا۔ اور کیا طبیب یا ڈاکٹر نے اس کو خیر خواہی اور فائدے کی بات نہیں بتلائی کہ بیچارہ دوائی پر پیسے بھی خرچ کرے گا اور بد پرہیزی کی وجہ سے اس کو فائدہ بھی نہیں ہوگا۔ تو کیا یہ ڈاکٹر یا طبیب کا اس پر احسان نہیں ہے۔ اس طرح بھائی انسان کے لئے جیسے ایک یہ ظاہری زندگی ہے ایسی طرح ایک روحانی زندگی بھی ہے جس کی غذا و دوا اطاعت اللہ ہے اور اس میں بد پرہیزی ارتکاب معاصی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طبیب ہیں تو آپ نے اپنی امت پر احسان کرتے ہوئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اپنی قیمتی عمر کا ذخیرہ خرچ کر کے اللہ کی عبادت کریں گے لیکن بد پرہیزی کی وجہ سے اس کا فائدہ نہ ہوگا۔ ان کی عمر رائیگاں جائے گی، یہ بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ فلاں فلاں چیز سے پرہیز بھی کرتے رہو۔ اب اگر کوئی الٹی سمجھ والا یوں کہے کہ حرام تو مجھ سے چھوٹتا نہیں چلو نماز ہی چھوڑ دو۔ تو ایسی عقل پر سوائے ماتم کرنے کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ اور اس سے ذرا یہ تو پوچھو کہ حرام کا مال جمع کر کے کہاں جاؤ گے۔ اور یہاں تو ہمیں

یہ جواب دیتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے کیا جواب سوچا ہے۔

فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح　　　　　　　　　　　　بندہ اصغر علی غفرلہٗ

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان　　۷ محرم ۱۳۹۳ھ　　نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

حیّ علی الصّلوٰۃ کے وقت کھڑے ہونے کے بارے میں ایک تحقیق

یہ تحریر لاہور کے رسالہ "انوار العلوم" میں شائع ہوئی تھی حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ نے اسے پسند فرمایا۔ اور فرمایا کہ اسے رجسٹر نقل فتاویٰ میں نقل کر لیا جائے۔ غالباً منشا یہ ہوگا کہ جب فتاویٰ چھپے تو یہ بھی ساتھ چھپ جائے۔ اس لئے اسے شاملِ فتاویٰ کیا جاتا ہے۔

محمد انور مرتب خیر الفتاویٰ

ابتداءِ تکبیر یا حیّ علی الصّلوٰۃ پر اٹھنا تمام فقہائے احناف میں سے کسی کے نزدیک بھی نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنتِ مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ۔ اس لئے اس پر کسی ایک صورت پر اتنا جمنا کہ ایک دوسرے پر اعتراض کرے اسکو خطا کار بتائے اور گناہ گار قرار دے محض غلو اور شریعت کے اصول میں ناپسند اور قابلِ انکار ہے۔ تمام فقہائے احناف نے ان باتوں کو مستحبات یا آداب میں شمار کیا ہے۔

"بدائع الصنائع" میں و یستحب ہے۔ "بحر الرائق" اور "تبیین الحقائق" میں فیستحب المسارعة ہے۔ نور الایضاح میں فصل من آدابہا ہے۔ کنز الدقائق میں اور ملتقی الابحر میں وآدابہا ہے۔ درمختار میں ولہا آداب ہے۔ اور اسی طرح تمام فقہائے احناف نے حیّ علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو بیان کیا ہے۔ کسی نے فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ وغیر مؤکدہ نہیں کہا کہ ایسا نہ کرنے والے کو کوئی شخص کسی درجہ کا مجرم کہہ سکے۔

علامہ عینی حنفی رح نے عمدۃ القاری شرح بخاری رح میں لکھا ہے کہ سلف میں اختلاف ہے کہ لوگ نماز کے لئے کب کھڑے ہوں۔ امام مالک رح اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ ان کے کھڑے ہونے کی کوئی حد نہیں۔

لیکن علمائے امت نے اس وقت کے کھڑے ہونے کو مستحب قرار دیا ہے جب مؤذن اقامت شروع کردے۔ (ج ۲ ، ص ۶۷۶)۔ لفظ یہ ہیں۔

اختلف السلف متی یقوم الناس الی الصلوٰة فذهب مالك وجمهور العلماء الی أنه لیس لقیامهم حد ولكن استحب عامتهم القیام اذا اخذ المؤذن فی الاقامة ۔(عمدة القاری)۔

درمختار اور شامی وغیرہ کتب فقہ میں اس کی پانچ صورتیں لکھی ہیں جن میں سے صرف ایک صورت میں اختلاف ہے اور چار میں سب حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق ایک ہی بات مستحب ہے۔

۱ : امام خود تکبیر نہ کہہ رہا ہو ، دوسرا شخص کہہ رہا ہو۔ اور امام محراب سے دور مسجد سے باہر ہو اور نمازیوں کے پیچھے کی طرف سے آرہا ہو تو جس صف کے پاس پہنچے وہ لوگ کھڑے ہوجائیں۔

۲ : تکبیر دوسرا شخص کہہ رہا ہو امام محراب یا مسجد سے باہر ہو۔ اور نمازیوں کے سامنے کی جانب سے آئے۔ تو جب امام پر نمازیوں کی نظر پڑ جائے تو سب کھڑے ہوجائیں۔

۳ : امام محراب یا مسجد سے باہر ہو اور خود تکبیر کہتا ہوا آئے تو جس صف کے پاس پہنچے وہ کھڑی ہوجائے۔

۴ : امام محراب میں ہو اور خود تکبیر کہہ رہا ہو۔ تو جب تکبیر ختم ہوجائے اس وقت سب کھڑے ہوجائیں۔

ان چاروں صورتوں میں ان احکام بالا کے مستحب ہونے میں ائمہ احناف کا اختلاف نہیں۔

۵ : تکبیر دوسرا شخص کہہ رہا ہو اور امام اور مقتدی سب مسجد میں اور محراب کے قریب ہوں تو امام اور مقتدیوں کو کس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اس میں ائمہ احناف کا اختلاف ہے۔ علامہ عینیؒ بحوالہ بالا لکھتے ہیں۔

۱ : امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کا قول تو یہ ہے۔ کہ یہ سب لوگ صف میں اس وقت کھڑے ہوں کہ تکبیر کہنے والا حی علی الصلوٰة کہے۔

۲ : امام زفر رح کہتے ہیں کہ جب مؤذن قد قامت الصلوٰة پہلی بار کہے تو سب لوگ کھڑے ہوں اور جب دوسری بار کہے تو نماز شروع کردیں۔

۳ : امام ابویوسف رح فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ جب تک مؤذن تکبیر سے فارغ نہ ہولے نہ کھڑے

ہوں اور یہی امام شافعی رح کا مذہب ہے۔ علامہ طحطاوی رح نے درمختار کی شرح ج ۱ ص ۳۴۱۔ میں اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔

قوله والقيام لامام و مؤتم الخ الظاهر أنه احتراز عن التاخير لا التقديم حتى لو قام اوّل الاقامة لا بأس۔

صورت نمبر ۵ کا فیصل شدہ مفہوم یہ ہوا کہ جب امام اور مقتدی سب مسجد میں اور محراب کے قریب ہوں تو مستحب یہ ہے کہ ابتدائے تکبیر پہ یا کچھ بعد مگر حی علی الصلوۃ سے پہلے کھڑے ہو جائیں۔ اور درمختار میں مستحبات نماز کے ذکر میں، جن میں حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہونے کا بھی بیان ہے

ولها اداب تركه لا يوجب اساءة ولا عتابا كترك السنة الزوائد لكن فعله افضل۔ (ص ۴۴۷)

علامہ ابن عابدین شامی رح لکھتے ہیں۔

قوله كترك سنة الزوائد هي السنن الغير المؤكدة كسيره عليه الصلوٰة والسلام الخ ويقابلها سنن الهدى كالاذان والجماعة ويقابل النوعين النفل ومنه المندوب والمستحب والادب۔ (ج ۱، ص ۴۹۸)

اس سے پہلے ایک اور مقام پر مندوب و مستحب کا حکم بتاتے ہوئے صاف کہا ہے کہ

وصرح القهستاني بانه دون سنن الزوائد۔ (ج ۱، ص ۱۲۹)۔

طحطاوی نے اس کو اور صاف کر دیا ہے۔ شرح درمختار میں ہے۔ قوله تركه لا يوجب اساءة اى كراهة تنزيهية۔ (ج ۱، ۲۳۰)۔

ممکن ہے بعض لوگوں کو فقہائے متقدمین کے بعض لفظوں سے غلط فہمی ہو جاتی ہو کہ انہوں نے منع یا مکروہ کے لفظ لکھ دیئے ہیں۔ تو اصل یہ ہے کہ خلافِ مستحب یا خلاف ادب یعنی خلافِ افضل کو بھی بدائع میں منع اور طحطاوی شرح مراقی الفلاح وغیرہ میں مکروہ سے تعبیر کیا ہے۔ ان بزرگوں کا انتہائی تقوی خلافِ ادب کو مکروہ سمجھتا ہے مگر یہ بات راجح نہیں۔ تقوی کے درجہ میں منع یا مکروہ کہہ لیا جائے تو یہ اور بات ہے ورنہ فتوے کے درجہ میں ترکِ مستحب و ادب کو مکروہ تنزیہی بھی نہیں کہا جاتا۔

علامہ شامی رح نے اس پر بڑی اچھی بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ترکِ مستحب مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہو سکتا۔ آخری جملے یہ ہیں۔

وقال فی البحر ھناک ولا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لا بد لھا من دلیل خاص اھ اقول وھذا ھو الظاھر اذلا شبھۃ أن النوافل من الطاعات کالصلوٰۃ والصوم ونحوھما فعلھا اولیٰ من ترکھا بلا عارض ولا یقال ان ترکھا مکروہ تنزیھا۔ (شامی ج ۱ ص ۹۱۵ - کوئٹہ)

کراہت سمجھنے میں ایک اور غلطی بھی ہو رہی ہے۔ کہ لوگوں نے اس اختلافی پانچویں صورت میں کہ امام و مقتدی سب مسجد میں ہوں اور دوسرا شخص تکبیر کہہ رہا ہو۔ اس میں پہلے سے کھڑے ہونے کو مکروہ سمجھ لیا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ کراہت بمعنی خلاف افضل ہونا ضروری ہے۔ اس صورت سے تعلق ہی نہیں رکھتی بلکہ یہ تو صرف پہلی اتفاقی صورت کے متعلق ہے۔

طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں اس کراہت کو اس صورت کے تحت لکھا ہے۔ وان لم یکن حاضرا یقوم کل صف حین ینتھی الخ (ص ۱۵۱)

اب صورت نمبر ا سے تعلق رکھنے والی عبارت کو صورت نمبر ۵ سے متعلق کرنا اچھی بات نہیں معلوم ہوتی۔ اس کے علاوہ خود حضرات نے اس لفظِ کراہت کے ضعیف ہونے کی طرف بھی فقہاء نے اشارہ کیا ہے کہ اس کو ضعیف کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے۔

طحطاوی حاشیہ درمختار میں ہے۔ وربما یؤخذ منہ کراھۃ تقدیم الوقوف فی البحث السابق۔

درمختار میں آداب نماز میں یہاں مذکورہ بالا صورت کو لکھا ہے وہیں آگے لکھا ہے۔ کہ جب تکبیر کہنے والا قد قامت الصلوٰۃ کہے امام نماز شروع کردے۔ یعنی اس کو بھی اسی طرح ادب اور مستحب بیان کیا ہے جس طرح مذکورہ بالا صورتوں کو مستحب بیان کیا ہے۔ پھر آگے لکھا ہے کہ امام اگر تکبیر کے ختم ہونے پر شروع کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اور خلاصۃ الفتاویٰ سے اس کو اصح ہونا نقل کیا ہے۔

شامی رح نے اس کی علت یہ بیان کی ہے۔ لان فیہ محافظۃ علی فضیلۃ متابعۃ المؤذن واعانۃ لہ علی الشروع مع الامام۔ (ج ۱ ص ۴۹۹)۔

اور علامہ طحطاوی رح نے اس کی علت یہ قرار دی ہے۔ لانہ لا یقع الاشتباہ علی المصلین ج ۱ ص ۲۲۲

فقہاء سلف نے خود بھی دو مقام پر اس کی تصریح کی ہے کہ مسجد و محراب کے قریب ہونے کے وقت نہ بیٹھیں یہ دو وقت جن میں لوگ مسجد ہی میں ہوتے ہیں۔ مغرب اور جمعہ کے وقت ہیں۔ مغرب کی اذان

اور تکبیر کے درمیان امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کھڑا ہی رہنا چاہئے۔ درمختار میں ہے ویجلس بینہما الا فی المغرب فیسکت قائما ۔ نیز درمختار میں جمعہ کی بحث میں ہے۔ فاذا اتم اقیمت ۔ شامی میں ہے ۔ بحیث یتصل اول الاقامۃ باخر الخطبۃ وتنتھی الاقامۃ بقیام الخطیب مقام الصلوۃ ۔ (ج ۱، ص ۶۰۸ مطبوعہ کوئٹہ)۔

فقہاء کرام رح نے تصریح کی ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب پر اس قدر سختی کرتا ہے وہ ضرور گمراہ اور گناہگار ہوتا ہے اور خود وہ فعل اس کے لئے بجائے مستحب ہونے کے ناجائز ہوجاتا ہے۔

ملا علی قاری حنفی رح نے فرمایا ہے ۔ قال الطیبی ان اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال ۔ (مرقات : ج ۲ ص ۳۵۳)

عالمگیری میں بعض افعال کے مکروہ ہونے کی علت یہ قرار دی ہے۔ مکروہ لان الجھال یعتقدونہ سنۃ واجبۃ ۔

اور علامہ شامی رح نے نماز کے لئے ایک سورت معین کر لینے کے مکروہ ہونے کی علت یہ بیان کی ہے لان الشارع اذا لم یعین علیہ شیئا تیسیرا علیہ کرہ لہ ان یعین ۔ (شامی ج ۱ ص ۔۔۔)

ماخوذ از رسالہ " انوار العلوم " لاہور : بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ

استقبال کس حد تک ضروری ہے

ایک مسجد کا رخ صحیح قبلہ کی طرف نہیں تھا کچھ فرق تھا اب قبلہ کا رخ صحیح معلوم ہوگیا ہے۔ آیا سابقہ نمازیں ہوگئیں ۔ نیز اب اگر صحیح سمت یعنی عین قبلہ کی طرف منہ نہ کریں بلکہ غلط سمت کی طرف منہ کرکے نماز پڑھیں جس طرف مسجد بنی ہوئی ہے ۔ تو نماز درست ہوگی یا نہیں ۔ نیز صفوں کا رخ عین قبلہ کی طرف بہتر ہے یا مسجد کے مطابق ۔ پیمانے کے لحاظ سے جہت قبلہ سے تیرہ ڈگری کا فرق ہے ؟

الجواب سمت قبلہ اور استقبال کی جو حد ضروری ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ انسان کے چہرے کا ذرا سا کوئی حصہ خواہ وسط چہرہ کا ہو یا داہنی جانب کا ہو، یا بائیں کا بیت اللہ کے کسی حصہ کے ساتھ مقابل ہوجائے اور فن ریاضی کی اصطلاح میں عین قبلہ سے پینتالیس درجہ تک بھی انحراف ہوجائے تو استقبال فوت نہیں ہوتا اور نماز صحیح ہوجاتی ہے لہذا

سابقہ نمازیں صحیح ہیں۔ امداد المفتیین ، ج ۱ ، ص ۲۶)۔

جب معمولی انحراف سے استقبال فوت نہیں ہوتا تو تکلف کر کے صفوں کا رُخ بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان
۱۲/۱۲/۱۴۱۰ھ

عورت اور مرد کی نماز میں فرق کا حدیث سے ثبوت

یہاں پر کچھ غیر مقلد رہتے ہیں جو ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ تم حنفیوں نے عورت اور مرد کی نماز کا فرق از خود کیا ہے۔ حدیث سے اس کا کوئی ثبوت براہ کرم ہو تو باحوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا طریقہ نماز مرد سے مختلف ہے۔ عن یزید بن حبیب انہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ لیست فی ذلک کالرجل۔ اھ (رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ والبیہقی)۔

عن ابن عمر رض مرفوعا اذا جلست المرأۃ فی الصلوۃ وضعت فخذھا علی فخذھا الاخری فاذا سجدت الصقت بطنھا علی فخذھا کاستر ما یکون فان اللہ تعالیٰ ینظر الیھا یقول یا ملٰئکتی اشھدکم انی قد غفرت لھا۔ (اعلاء السنن ج ۳ ، ص ۳۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ، رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۷/۸/۱۳۹۹ھ

بار بار کپڑا نجس ہوجاتا ہو تو تبدیل نہ کریں

بواسیر خونی کا ایک مریض ایسا ہے کہ ہر وقت اس کا خون رستا رہتا ہے اور وہ معذور ہے نماز کے لیئے تو اس کو ایک بار وضو کرنا پڑے گا لیکن جو پاک کپڑا پہن کر وہ نماز پڑھتا ہے وہ تھوڑی دیر میں پھر خون آلود ہو کر ناپاک ہوجاتا ہے۔ تو اس سلسلہ میں ارشاد فرمائیں کہ وہ مریض اسی آلودہ کپڑے سے ہی نماز پڑھ لے یا وہ نماز توڑ کر کپڑا تبدیل کرے ؟

الجواب اسی کپڑے سے نماز پڑھ لے نماز توڑ کر نیا کپڑا بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وان سال علی ثوبہ فوق الدرھم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ تنجس قبل الفراغ منہا ای الصلوۃ والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ھو المختار للفتوی - اھ (درمختار علی الشامیۃ : ج ۱، ص ۲۲۲)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نماز کے بعد پتہ چلا کہ رُخ صحیح نہ تھا

احقر نے دورانِ سفر ایک مسجد میں نماز پڑھی بعد میں نمازی آئے تو پتہ چلا کہ رُخ صحیح نہ تھا بندہ کو ضعفِ بصر ہے اور جگہ بھی نئی تھی اس لیئے غلطی لگی۔ تو کیا نماز ہوگئی ؟

الجواب اگر سمتِ قبلہ کے بارے میں سوچ کر اس جانب کو قبلہ سمجھ کر اس طرف نماز پڑھی ہے تو نماز ہوگئی۔ خواہ رُخ قبلہ کی طرف تھا یا نہ تھا۔ اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ معمولی انحراف مفسد ہی نہیں۔ اذا دخل المسجد رجل وھو مظلم وصلی المغرب فلما فرغ من صلاتہ جیئ بالسراج فاذا ھو صلی الی غیر القبلۃ ان صلاھا بالتحری جاز ولا اعادۃ علیہ افادہ فی الشرح (طحطاوی، ص ۱۳۳)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۵ ر ۲ ر ۱۴۱۱ھ

مایتعلق

بالقراءۃ وزلۃ القاری

سانس ٹوٹ جائے تو جملہ کا تکرار درست ہے

نماز میں قرأت کرتے ہوئے انقطاعِ نفس کی وجہ سے لفظ و جملہ مکمل نہ ہونے کی صورت میں اگر اسی لفظ یا جملہ کا تکرار کیا جائے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں ؟ جیسے کہ قراء حضرات عام طور پر کرتے ہیں۔

(مولانا) ابوسعید خدا بخش دہلی گیٹ ملتان

الجواب یہ تکرار تو عین اصولِ قرأت کے موافق ہے لہٰذا مفسدِ صلوٰۃ نہیں کما لا یخفی علی من مارس الکتب الفقہیۃ ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۸/۱۲/۱۳۶۸ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح : ابراہیم عفی عنہ میانچنوں

بڑی آیت کو تقسیم کرکے تین رکعت میں پڑھا جائے تو نماز کا حکم

اگر بڑی آیت سے تھوڑا تھوڑا کرکے تین رکعت پوری کردی جائیں تو نماز کو صحیح کرنے والی قرآت جو کہ رکن صلوۃ ہے متحقق ہو کر نماز کو صحیح مانیں گے یا باطل؟ مثلاً لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض الخ کو تین رکعتوں میں پڑھا۔ عبدالعلیم جالندھری

الجواب لمبی آیت مثلاً آیت مداینت یا آیت الکرسی کو اگر دو رکعتوں میں تقسیم کرکے پڑھا جائے تو اصح یہی ہے کہ نماز ہو جائے گی۔

کما فی الدر ولو قرأ آیة طویلة فی الرکعتین فالاصح الصحة اتفاقا لانه یزید علی ثلاث آیات قصار قاله الحلبی ۔(درمختار علی الشامیہ ج ۱ ص ۴۹۷)

اور اگر تین رکعات میں پڑھے تو اس کے متعلق صریح جزئیہ تو نہیں ملا البتہ احتیاط اس میں ہے کہ اس نماز کا اعادہ کیا جاوے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۲۹؍۹؍۱۳۸۴ھ

مجرمین کی جگہ "محسنین" پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی

اگر تراویح میں فساد معنوی ہو مثلاً پ ۲۶ رکوع ۳ میں قوم عاد کی کفریہ حالت کا تذکرہ کرکے آخر میں کذلک نجزی القوم المجرمین ہے اس کی جگہ بجائے "مجرمین" کے "محسنین" پڑھا گیا بعد میں صحیح بھی نہیں کیا گیا۔ کیا نماز درست ہوگی؟ عبدالعلیم جالندھری

الجواب صورت مسئولہ میں نماز فاسد ہوگئی اس لئے جس دوگانہ میں یہ آیت پڑھی گئی ہے وہ ادا نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۲۹؍۹؍۱۳۸۴ھ

نماز میں "سورۂ توبہ" کے شروع میں "اعوذ باللہ من النار" پڑھنے کا حکم

سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ شریف کی جگہ

"اعوذ باللہ من النار ومن شر الکفار ومن غضب الجبار العزۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین" پڑھنی چاہیئے یا نہیں؟ اگر تراویح یا نماز میں پڑھی جاوے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب اعوذ باللہ من النار ومن شر الکفار نہ آیت ہے اور نہ قرآن میں داخل ہے لہٰذا اس کا نماز میں بسم اللہ کی جگہ پڑھنا ٹھیک نہیں۔ معہذا اگر کسی شخص نے تراویح میں پڑھ بھی دیا تو نماز میں فساد نہیں آئے گا۔ البتہ کراہت کے تحت آجائے گا۔

ولا بأس للمتطوع المنفرد ان یتعوذ من النار و یسئل الرحمۃ عند آیۃ الرحمۃ او استغفر وان کان فی الفرض یکرہ واما الامام و المقتدی فلا یفعل ذلک فی الفرض ولا فی النفل کذا فی المنیۃ۔

(عالمگیری: ج ۱ ص ۵۶)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: خیر محمد عفی عنہ | بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ

"خیراً یرہٗ" کی جگہ "شراً یرہٗ" پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی

امام صاحب نے بجائے خیراً یرہٗ کے شراً یرہٗ پڑھ دیا نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب اگر خیراً یرہٗ کی جگہ شراً یرہٗ پڑھا ہے تو دوسری جگہ بھی "شراً یرہٗ" پڑھا ہوگا یا "خیراً یرہٗ" پڑھا ہوگا۔ پہلی صورت میں تکرارِ آیت و ترکِ آیت ہوا۔ اور دوسری صورت میں آیت کی تقدیم و تاخیر ہوئی اور یہ دونوں مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔

ومنہا الخطاء فی التقدیم والتأخیر ان قدم کلمۃ علی کلمۃ او اخر ان لم یتغیر المعنی لا تفسد۔ اھ (عالمگیری: ج ۱ ص ۸۱)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: خیر محمد عفی عنہ | بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ، ۲۵ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ

اَلْقِیَا فِی جَہَنَّمَ کُلَّ الآیۃ میں کُلُّ کو مرفوع پڑھنے کا حکم

امام صاحب نے نماز میں اَلْقِیَا فِی جَہَنَّمَ کُلَّ نصب کیساتھ پڑھنے کے

بجائے "لام" پر پیش پڑھا گیا نماز ہو جائے گی؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں معنیٰ تبدیل نہ ہونے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

"وفی العالمگیریۃ ومنہا اللحن فی الاعراب اذا لم یغیر المعنی بان قرأ لا ترفعوا اصواتکم برفع التاء لا تفسد صلوتہ بالاجماع۔ اھ (ج ۱ ص ۸۱)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: خیر محمد عفی عنہ | بندہ محمد صدیق غفرلہٗ ۱۴ صفر ۱۳۷۰ھ

"ص" کی جگہ "س" پڑھ دیا تو نماز کا حکم

اگر ایک آدمی نماز میں صٓ کی جگہ س پڑھ دے تو نماز ہو جائیگی یا نہیں؟

الجواب اگر "س" اور "ص" میں امتیاز کر سکتا ہے اور قصداً جان بوجھ کر ایک کی جگہ دوسرا حرف پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور سبقتِ لسانی سے بلا اختیار پڑھ گیا یا وہ امتیاز نہیں کر سکتا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

قال القاضی ابو عاصم ان تعمد ذلک تفسد وان جری علی لسانہ او لا یعرف التمییز لا تفسد وھو المختار حلیۃ وفی البزازیۃ وھو اعدل الاقاویل وھو المختار۔ اھ (شامی: ج ۱ ص ۴۶۸)۔

فقط واللہ اعلم

جواب صحیح ہے | احقر خیر محمد مفتی خیر المدارس ملتان
عبد الشکور غفرلہٗ: ۱۷/۱/۱۳۶۸ھ | ۱۵ محرم ۱۳۶۸ھ

"مسلمین" کی جگہ "مسرفین" پڑھا گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی

ایک جگہ نماز میں "مسلمین" کی بجائے "مسرفین" پڑھا گیا، اس سے نماز تو فاسد نہیں ہوئی؟ ظہور الحق مدرسہ امداد العلوم، ایبٹ آباد، ہزارہ۔

الجواب یہ غلطی فاحش ہے نماز نہیں ہوئی۔ لوٹانا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

لولا کا تکرار مفسدِ صلوٰۃ نہیں

ایک صاحب نے نمازِ جمعہ پڑھائی۔ سورۃ منافقون کا آخری رکوع پڑھنا شروع کیا۔ جب فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا پر پہنچے تو اتفاقیہ سانس ٹوٹ گیا۔ دوبارہ انہوں نے پھر لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ سے آخر سورت تک پڑھا۔ ایک شخص نے کہا کہ نماز بالکل نہیں ہوئی۔ دلیل دریافت کی تو فرمایا کہ نفی کے تکرار سے اثبات لازم آتا ہے لہذا نماز بالکل نہیں ہوئی۔ جناب نمازیوں کی تسلی فرمائیں؟

الجواب نماز ہوگئی ہے اور فساد کے لئے دلیل مذکور فی السؤال کافی نہیں۔ جب تک کہ فساد پہ کوئی نقلی ثبوت نہ پیش کیا جائے۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ : ۲۴ / ۸ / ۱۳۷۸ھ

سانس ٹوٹ جانے کے بعد لولا کا تکرار کرنا تو مناسب بلکہ ضروری تھا اس سے نماز ہرگز نہیں ٹوٹی، مطمئن رہیں۔ والجواب صحیح : بندہ محمد عبد اللہ عفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان۔

مِن مکانٍ قریبٍ میں قریبًا منصوب پڑھنے کا حکم

ایک شخص نے بحالت امامت یوم ينادِ المنادِ مِن مكانٍ قريبٍ میں "قریبٍ" کو "قَرِيبًا" منصوب پڑھا۔ آیا نماز درست ہوگئی یا نہیں؟

الجواب نماز صحیح ہوگئی ہے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کما فی الخانیہ ج ۱ ص ۷۰ ۱۔ اما الخطاء فی الاعراب اذالم یغیر المعنی لا تفسد الصلوٰۃ عند الکل الی قولہ لان الخطاء فی الاعراب مما لا یمکن الاحتراز عنہ فیعذر۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح : بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
۸ / ۳ / ۱۳۷۷ھ

اَكِيدُ كَيْدًا کی جگہ يَكِيدُ كَيْدًا پڑھنے کا حکم

صبح کی نماز کی جماعت میں اِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَّاَكِيدُ كَيْدًا کی بجائے اِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَّيَكِيدُ كَيْدًا پڑھا گیا۔ نماز ہوگئی یا نہیں۔ یا نماز لوٹانے کی ضرورت ہے؟

الجواب کتبِ فقہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ صورتِ مسئولہ میں نماز فاسد نہیں ہوئی لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔ قال فی فتاوی قاضی خان ، ج ۱ ، ص ۹۹ ۔

وفعال لما یرید قرأ با لتاء ترید لاتفسد صلوتہ ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ، بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ
مفتی خیر المدارس ، ملتان

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
۱۸ / ۱۲ / ۱۳۷۶ ھ

"خیر البریۃ" کی جگہ "شر البریۃ" پڑھ دینے سے نماز کا حکم

امام صاحب نے نماز میں ان الذین امنوا وعملوا الصٰلحٰت اولٰئک ھم خیر البریہ کی جگہ "شر البریہ" پڑھا یا "رسول من اللہ" کی جگہ "رسول منہم" پڑھا تو نماز ہو گئی یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں بہ تقدیر صحتِ واقعہ دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہو گئی ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ، محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۶ ربیع محرم الحرام ۱۳۹۳ ھ ۔

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ، ملتان

ثم لم یتوبوا ۔ کو بوجہِ وقف دوبارہ یتوبوا ۔ پڑھا تو نماز فاسد ہوئی یا نہیں

ایک امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے انہوں نے سورۂ بروج پڑھی ان الذین فتنوا المؤمنین آیت پڑھتے ہوئے ثم لم یتوبوا پر سانس ٹوٹ گیا ۔ جب دوبارہ لوٹا کر پڑھا تو پھر یتوبوا سے پڑھا لم نہیں پڑھا ۔ پہلی دفعہ پڑھا تھا ۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ نماز فاسد ہو گئی کیونکہ معنی بدل گئے ۔ کیا یہ صحیح ہے ؟

الجواب وان تغیر المعنی تغیرا فاحشا نحو ان یقرأ لا الٰہ ویقف ثم یبتدأ بقولہ الا ھو او قرأ وقالت الیہود ویقف ثم یبتدأ عزیر ن ابن اللہ ونحو ذلک قال عامۃ العلماء لا تفسد صلوتہ لما قلنا

من المعنی وقال بعضهم تفسد ۔ (قاضی خان ۔ جلد ۔ ص ۵۵)۔
اس روایت سے نماز کے صحیح ہونے کی گنجائش نکلتی ہے آئندہ اس سے احتیاط کی جائے ۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان

فقط واللہ اعلم
بندہ اصغر علی عفرلہٗ ۲۱ / ۴ / ۱۳۸۸ھ

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ پڑھنے کا حکم

ایک امام صاحب کی قرأت غلط ہے انہوں نے مختلف اوقات میں یہ غلطیاں کی ہیں ۔

۱ : سورۃ قارعہ میں فاما من ثقلت موازینہ کے بعد بھول کر فامہ هاویه وما ادرىك ماهيه پڑھ دیا ۔
۲ : ایک دفعہ اذا زلزلت الارض میں خَیْرًا یَّرَهٗ کی بجائے شَرًّا یَّرَهٗ پڑھا ۔
۳ : سورۃ لم یکن ۔ میں بھولے سے "خیر البریۃ" کی بجائے "شر البریۃ" پڑھا ۔
۴ : سورۃ والضحیٰ میں ولا سوف یعطیك اور سورۃ والتین میں لاقد خلقنا الانسان
ان صورتوں میں نماز ہوتی یا نہیں ؟ عبد الرشید راولپنڈی

الجواب پہلی اور تیسری صورت میں نماز فاسد ہوگئی
دلیلہ ما فی الھندیۃ اما اذا غیر المعنی بان قرأ ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئك هم شر البریۃ تفسد صلوته عند عامة علمائنا وهو الصحیح اھ (ج ۱ : ص ۸۲)
دوسری صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی ۔ چوتھی صورت میں احتیاطاً نماز کو لوٹا لینا ضروری ہے ۔
فقط واللہ اعلم ۔
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۷ / ۸ / ۱۳۸۸ھ

مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ کے بعد علی اللہ کے اضافے سے نماز فاسد نہیں ہوگی

صبح کی نماز میں امام صاحب نے پہلی رکعت میں سورۃ مدثر پڑھی پھر دوسری رکعت میں سورۃ صف پڑھی کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ

کی بجائے کبر مقتاً عند اللہ علی اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون پڑھا یعنی علی اللہ کا لفظ بڑھا دیا۔ کیا یہ نماز درست ہوگئی یا اعادہ کیا جائے۔

الجواب ومنها زیادۃ کلمۃ لاعلی وجہ البدل الکلمۃ الزائدۃ ان غیرت المعنی ووجدت فی القرآن نحو ان یقرأ والذین امنوا وکفروا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون اولم یوجد نحو ان یقرأ انما نملی لھم لیزدادوا اثما وجمالاً تفسد صلوتہ بلاخلاف وان لم تغیر المعنی فان کانت فی القرآن نحو ان یقرأ ان اللہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا لا تفسد بالاجماع وان لم تکن فی القرآن نحو ان یقرأ فیھا فاکھۃ ونخل وتفاح ورمان لا تفسد صلوتہ عند عامۃ المشائخ اھ (عالمگیری : ج ۱ : ص ۸۱)۔

جزئیہ بالا سے ظاہر ہے کہ صورتِ مسئولہ میں نماز فاسد نہ ہوگی۔ پہلی سورتوں کو دوسری رکعت میں دانستہ پڑھنا مکروہ ہے۔ جیساکہ امام مذکور نے پڑھا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ : ۱۴/ ۵/ ۱۳۸۴ھ

الجواب صحیح : بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ۔

یوم تشقق الارض عنھم سراعًا کی جگہ سرًا پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائیگی

امام صاحب نے نماز پڑھاتے ہوئے آیت کریمہ یوم تشقق الارض عنھم سِرَاعًا میں سِرَاعًا کی جگہ سِرًّا پڑھا اس سے مقتدیوں میں اختلاف ہوا کہ نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ آپ شرعًا حکم بیان فرماویں۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں "سِرَاعًا" کی جگہ "سِرًّا" پڑھنے سے نماز فاسد ہوگئی۔ کیونکہ کسی کلمہ کا حرفِ اصلی حذف ہونے سے اگر معنی بدل جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ وان حذف حرفا اصلیا من کلمۃ فتغیر المعنی تفسد صلوتہ فی قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ۔ (قاضیخان ج ۱ ص ۲۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح : بندہ محمد عبداللہ غفرلہ — بندہ اصغر علی غفرلہ ۱۰ محرم ۱۳۷۶ھ

سورۂ بقرہ کے پہلے رکوع میں اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا والی آیت چھوڑ دی تو نماز کا حکم

امام صاحب نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کا پہلا رکوع شروع کیا المفلحون تک پڑھا درمیان میں ان الذین کفروا والی آیت چھوڑ دی اور ختم اللہ پڑھ کر رکوع پورا کر دیا، کیا نماز صحیح ہوگئی؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں اگر تو مفلحون پر وقفِ تام کرنے کے بعد ختم اللہ کو شروع کیا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوئی اور اگر ملا کر پڑھا ہے تو نماز فاسد ہوگئی۔

ولو قرأ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت ووقف وقرأ بعد الوقف التام اولٰئک اصحاب الجحیم او اولئک هم شر البریة وما اشبه ذلک مما فیه تغییر حکم الله تعالیٰ علی احد الفریقین بضده لا تفسد لصیرورة الکلام الثانی مبتدأ له غیر متصل بالاول فلم یتعین الحکم بالضد ولو لم یقف ووصل قال عامة المشائخ تفسد صلوته لانه اخبر بخلاف ما اخبر به الله تعالیٰ ولو اعتقده یکون کفرا۔ اھ

(کبیری ص۴۵۳)

الجواب صحیح: محمد صدیق غفرلہ
مدرسہ خیر المدارس، ملتان

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۸ : ۹ : ۹۶ ۱۳ھ

لا یملکون منہ الا خطابا پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی

ایک امام صاحب نے فجر کی نماز کی امامت کرتے ہوئے سورۂ نبا پڑھی۔ پڑھتے ہوئے غلطی وخطا سے لا یملکون منہ خطابا کے بجائے لا یملکون منہ الا خطابا پڑھ دیا۔ آیا یہ نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ اگر نماز نہیں ہوئی تو پھر تمام مقتدیوں اور خود امام صاحب کو جو کہ وہاں کے مقیم نہیں تھے کیسے اطلاع دی جائے۔ اور جب تک اطلاع نہ پہنچ سکے تو ان کی نماز کا کیا بنے گا۔ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب مذکورہ نماز نہیں ہوئی جہاں تک ممکن ہو انکو اطلاع دیجائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ — محمد انور عفا اللہ عنہ: ۲۰/۱/۱۴۰۸ھ

امام نے پہلی رکعت میں والناس پڑھی تو دوسری میں کون سی پڑھے

ایک اسلامی مملکت کے سربراہ صاحب لحیہ مسنونہ ایک جلسۂ عظیم میں تقریر کر رہے تھے دوران جلسہ نماز کے لئے اذان ہوگئی۔ جلسہ میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اذان ہوگئی چلو نماز پڑھنے چلیں۔ سربراہ نے کہا آپ پڑھیں میں شام کو پڑھوں گا اور اپنی تقریر جاری رکھی۔ کیا یہ نماز شام کو ادا کرنی درست ہے؟

۲: ایک شخص نماز پڑھاتا ہے۔ اور جن آیات کو پہلی رکعت میں پڑھ چکا ہے دوسری میں اس سے بھی پچھلی آیات پڑھتا ہے۔ مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ والناس اور دوسری میں اس سے پچھلی سورت پڑھتا ہے۔ کیا اسطرح قرأت درست ہے اور نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب ۱: قرآن حکیم میں پانچوں نمازوں کے لئے وقت متعین ہے جو نماز متعینہ وقت کے بعد ادا کی جائے وہ قضا ہوتی ہے ادا نہیں اور بلا عذر تاخیر جائز نہیں۔

۲: فرائض میں جو پہلے سورت پڑھی گئی ہے اس کے بعد پیچھے والی سورتیں پڑھنی چاہئیں۔ بالقصد اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔ بھول کر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں نماز ہر حال میں ہوگئی۔ اگر پہلی رکعت میں والناس پڑھی ہے تو دوسری میں بھی والناس پڑھے۔

قرأ فی الاولیٰ بقل اعوذ برب الناس یقرأ فی الثانیة هذه السورة اھ (فتح القدیر ص۲۴۳ ج۱)

الجواب صحیح
محمد صدیق عفی لہٗ

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۰/۴/۱۳۹۸ھ

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی پر وقف کے بعد فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی پڑھا تو نماز کا حکم

امام صاحب نے نماز عشاء میں سورت واللیل اذا یغشی پہلی رکعت میں پڑھی اور غلطی یہ کی کہ فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی پڑھ کر فسنیسرہ للیسری پڑھنا تھا لیکن اس نے یوں پڑھا فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للعسری وما یغنی عنه ماله اذا تردی الخ یعنی درمیان میں دو تین چھوٹی چھوٹی آیتیں بھی چھوٹ گئیں اور معنی بھی غلط ہو گئے۔ اور وہ صحیح نہیں کر سکا۔

تو کیا نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب اگر حُسنیٰ پر وقف کرنے کے بعد فسنیسرہ للعسریٰ پڑھا ہے تو نماز ہوگئی۔ ورنہ فسادِ معنی کی وجہ سے نماز نہیں ہوئی۔

وان ذکر اٰیۃ مکان اٰیۃ ان وقف علی الاولی وقفا تامًا وابتدأ بالثانیۃ لا تفسد صلوتہ کما لو قرأ والتین والزیتون فوقف ثم ابتدأ لقد خلقنا الانسان فی کبد لا تفسد صلوتہ وکذا لو قرأ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت فوقف ثم قرأ اولٰئک ھم شر البریۃ اھ (شامیہ ج۱ ص۳۹۳)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۴ / ۴ / ۱۴۰۷ھ

أرأیت الذی ینھٰی پر وقف کر کے اگلی رکعت میں عبدًا اذا صلّٰی پڑھا

تراویح میں حافظ صاحب نے پہلی دو رکعتوں میں سے دوسری رکعت میں سورت اقرأ میں سے أرأیت الذی ینھٰی تک پڑھ کر رکوع میں چلے گئے اور سلام پھیر کر بعد کی دو رکعتوں میں پہلی رکعت میں عبدًا اذا صلی سے شروع کیا۔ آیا اس صورت میں نماز ہوگئی؟ اور اگر نہیں ہوئی تو چاروں رکعت یا پہلی دو رکعت یا بعد کی دو؟ وضاحت کر دیں۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں نماز درست ہے شرط و جزا صفت و موصوف میں اگر شرط پہ وقف کیا اور پھر ابتداء جزا سے کی یا موصوف پر وقف کرنے کے بعد صفت سے ابتداء کی تو اس صورت میں فسادِ صلوٰۃ نہیں۔ تو ایسے ہی صورتِ مسئولہ میں فعل و مفعول میں جدائی کرنے سے بھی فسادِ صلوٰۃ نہ ہوگا۔ خصوصًا جب کہ اس جگہ آیت بھی ہے اور مفعول فضلہ ہے صفت و جزا فضلہ بھی نہیں۔

قال فی البزازیہ۔ الابتداء ان کان لا یغیر المعنی تغیرا فاحشا لا یفسد نحو الوقف علی الشرط قبل الجزاء والابتداء بالجزاء وکذا بین الصفۃ والموصوف وان غیر المعنی نحو شھد اللہ انہ لا الٰہ ثم ابتدأ بالا ھو لا یفسد عند عامۃ المشائخ۔ (شامیہ ج۱ ص۴۶۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۸ / ۱۰ / ۱۴۰۸ھ

قرأۃ خلف الامام کی ممنوعیت اسّی صحابہ کرامؓ سے منقول ہے

قرأت خلف الامام جائز ہے یا نہیں؟ دلائل قرآن وحدیث سے مطلوب ہیں۔

الجواب حنفیہ کے نزدیک قرأت خلف الامام ممنوع ہے۔ دلیل اس کی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا الآیۃ ہے۔

دوسری دلیل صحیح مسلم کی روایت ہے واذا قرأ فانصتوا۔ (الحدیث)۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ شامی میں بحوالۂ خزائن منقول ہے۔

ومنع المؤتم من القرأۃ ماثور عن ثمانين نفر من كبار الصحابة منهم المرتضى والعبادلة وقد دوّن اهل الحديث اساميهم۔ اھ (شامی ج ۱: ص ۳۰۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۹/۷/۱۴۰۰ھ

ہر رکعت میں مختلف سورتوں سے کچھ کچھ حصہ پڑھنا

احقر نے جمعرات کو عشاء کی نماز آپ کے شاگرد کے پیچھے پڑھی اس نے دونوں رکعتوں میں دو سورتوں کے آخر کے رکوع پڑھے۔ بندہ نے یہ سنا ہے کہ دو رکعت میں دو سورتوں کے آخر کے رکوع پڑھنا مکروہ ہے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ پوری سورۃ پڑھے؟

الجواب افضل تو یہی ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد پوری سورت پڑھی جائے۔ گو صورتِ مسئولہ کو بھی مکروہ نہیں کہہ سکتے۔

وكذا لو قرأ في الاولى من وسط سورة او من سورة اولها ثم قرأ في الثانية من وسط سورة اخرى او من اولها او سورة قصيرة الاصح انه لا يكره لكن الاولى ان لا يفعل من غير ضرورة اھ

(رد المحتار: ج ۱: ص ۵۱۰)

فقط واللہ اعلم ۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۷/۲/۱۴۰۸ھ

بالغہ عورت جہراً قرأت کرے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

جو لڑکی بالغہ حافظہ ہو وہ فرض نمازوں میں جہراً تلاوت کر سکتی ہے یا نہیں ؟

سائل : عبدالرؤف میانوالوی ۔

الجواب بالغہ کے لئے نماز میں جہر جائز نہیں ۔ اس لئے کہ کلام عورت بھی عند البعض عورت ہے ۔ و علی ھذا لو قیل اذا جھرت بالقراءۃ فی الصلوۃ فسدت کان متجھا ۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۳۷۷) ۔ لیکن بناء علی الراجح نماز فاسد نہیں ہوگی ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۸/۲/۱۳۹۷ھ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس دارالافتاء

لَا يَتَمَنَّوْنَهٗ کی جگہ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ پڑھا تو نماز کا حکم

امام صاحب نے سورۃ جمعہ کی آیت ولا یتمنونہٗ ابداً پڑھتے ہوئے یوں پڑھا ولن یتمنوہ ابداً کیا نماز ہوگئی یا اعادہ کیا جائے ؟

الجواب مذکورہ تبدیلی سے معنی فاسد نہیں ہوتے لہذا نماز ہوگئی اعادہ کی حاجت نہیں ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۱۱/۱۳۹۷ھ

گونگا نماز کیسے پڑھے

گونگا نماز کیسے پڑھے جب کہ وہ نہ سن سکتا ہے اور نہ بول سکتا ہے ؟

ریٹائرڈ پٹواری عبدالعزیز کوٹ میلارام

الجواب گونگا قیام وغیرہ کرے زبان کا ہلانا ضروری نہیں ۔ اس کی نیت ہی تکبیر تحریمہ کے قائم مقام

ہے۔ ولایلزم الاخرس تحریک لسانہ وکذا الامی بل یکتفیان بمجرد النیۃ علی الصحیح اھ (مراقی الفلاح ؛ ص ۱۱۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس دارالافتاء

۲۵/۲/۱۳۹۰ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

موجودہ ترتیب قرآن کے خلاف قصداً پڑھنا مکروہ ہے

ایک شخص نے فرض نماز میں پہلی رکعت میں سورۃ لم یکن الذین کی آخری تین آیات پڑھیں اور دوسری رکعت میں الم نشرح پڑھی کیا نماز ہوگئی ؟ محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب قصداً خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ بھول کر پڑھنے کی صورت میں کراہت بھی نہ ہوگی۔

افاد ان التنکیس او الفصل بالقصیرۃ انما یکرہ اذا کان عن قصد فلو سہوا فلا کما فی شرح المنیۃ۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۵۰۷)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

پانچوں نمازوں میں مسنون قرأت

پانچوں نمازوں کی مسنون قرأت تفصیلاً تحریر فرمائیں ؟ سائل محمد دلدار علی شاہ جمال ٹاؤن لاہور۔

الجواب فجر اور ظہر میں سورۃ حجرات سے لے کر سورۃ بروج تک۔ عصر اور عشاء میں سورۃ بروج سے لیکر سورۃ بینہ (لم یکن الذین) تک۔ اور مغرب میں لم یکن الذین سے لے کر آخر تک قرأت کرنا مسنون ہے۔ (مراقی ؛ ص ۱۴۳)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

ﻠﻪ (حاشیہ صفحہ گزشتہ) ویسن ان تکون السورة المضمومة للفاتحة من طوال المفصل الطوال والقصار بکسر اولهما جمع طویلة وقصیرة والطوال بالضم الرجل الطویل وسمی المفصل به لکثرة فصوله وقیل لقلة المنسوخ فیه وهذا فی صلوة الفجر والظهر (و من اوساطه) جمع وَسَطٍ بفتح السین مابین القصار والطوال (فی العصر والعشاء ومن قصاره فی المغرب) وهذا التقسیم لوکان المصلی هذا (مقیما) والمنفرد والامام سواء اھ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاوی

سورۃ فاتحہ میں "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ" چھوڑ دیا تو نماز کا حکم

ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور سورۃ فاتحہ میں ایاك نعبد وایاك نستعین چھوڑ جاتا ہے تو کیا اس کی نماز ہو گئی یا نہیں ؟ سجدہ سہو واجب ہو گا یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں نماز ہو گئی سجدۂ سہو کی بھی ضرورت نہیں۔ ولها...... واجبات ......وهی..... قرأة فاتحة الکتاب فیسجد للسهو بترك اکثرها لا اقلها اھ (درمختار علی الشامیة :ج۱ ،ص۴۲۶)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۳/۱۴۱۱ھ

آخرِ بقرۃ میں "وَرُسُلِہٖ" کے بعد "وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡقَدۡرِ خَیۡرِہٖ" کے اضافے کا حکم

اگر کوئی نمازی نماز میں سورۃ بقرۃ میں ورسلہ کے بعد والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ بھول کر پڑھ دے تو سجدۂ سہو واجب ہو گا یا نہیں ؟ ایک فتویٰ میں آیا تھا کہ سجدۂ سہو واجب

نہیں۔کیونکہ یہ الفاظ قرآنی ہیں۔ آپ تصدیق فرمائیں یا اپنا جواب رقم فرمائیں؟

الجواب جواب درست ہے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ عالمگیری میں ہے۔

ومنها زيادة كلمة لاعلى وجه البدل الكلمة الزائدة ان غيرت المعنى ووجدت فى القرآن نحوان يقرأ والذين آمنوا وكفروا بالله ورسله اولئك هم الصديقون اولم يوجد نحوان يقرأ انما نملى لهم ليزدادوا اثما وجمالا تفسد صلوته بلاخلاف وان لم تغير المعنى فان كانت فى القرآن نحو ان يقرأ ان الله كان بعباده خبيرا بصيرا لا تفسد بالاجماع وان لم تكن فى القرآن نحو ان يقرأ فيها فاكهة ونخل وتفاح ورمان لا تفسد صلوته عند عامة المشائخ۔اھ (ج ۱، ص ۸۰) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفااللہ عنہ
مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

۲۵/۲/۱۴۰۰ھ

ایک رکعت میں ایک روایت اور دوسری میں دوسری روایت پڑھنے کا حکم

واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک روز معلمین حضرات میں سے بعض نے فرمایا کہ آج عشاء کی نماز روایت حفصؒ کی بجائے دیگر روایات میں پڑھا دیں۔ تو احقر نے عشاء کی نماز میں پہلی رکعت میں روایت ورشؒ اور دوسری میں روایت خلادؒ پڑھ دی۔ نماز کے بعد چند معلمین حضرات نے فتویٰ دیا ہے کہ نماز نہیں ہوئی احقر لال مسجد بیرون دہلی گیسٹ میں امام تھا تو ایک ایک ہفتہ میں ایک ایک روایت میں نماز پڑھاکرتا تھا۔ بہرحال روایات عشر میں قرأت عشرہ حسب متواتر اور منزل من اللہ ہیں اور ان میں سے روایت حفصؒ بھی ہے اگر روایت حفص میں نماز ہو جاتی ہے تو پھر اور باقی انیس ۱۹ روایات سے نماز کیوں نہیں ہوتی۔ یہ ترجیح کس لئے ہے؟ ایک رکعت میں ایک روایت، دوسری رکعت میں دوسری روایت پڑھنے سے تو جمع الجمع لازم نہیں آتی بلکہ ایک ہی رکعت میں اگر سب روایتیں ایک دو تین جمع کرکے پڑھے پھر تو مکروہ ہے۔ پھر بھی نماز تو لوٹانی نہیں پڑتی۔ تو عرض یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین احناف اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز اس صورت میں

دوبارہ پڑھنی ہوگی یا نہیں؟ نیز جن حضرات نے فتوے دیا ان کے فتوے سے انکار منزل من اللہ لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ جملہ روایاتِ متواترہ کے ساتھ نماز درست ہے۔ لیکن روایاتِ غریبہ غیر معروفہ کو نماز میں پڑھنا اچھا نہیں کیونکہ عوام کو پتہ نہیں ہوتا اس لئے وہ کچھ کا کچھ کہہ جاتے ہیں۔ بلکہ بعض خواص کو بھی معلوم نہیں ہوتا کما ھو الظاھر من السوال۔

۱ ، ویجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرأ بالغریبة عند العوام صیانة لدینهم اھ (درمختار)۔

(قوله بالغریبة) ای بالروایات الغریبة و الامالات لان بعض السفهاء یقولون مالا یعلمون فیقعون فی الاثم و الشقاء ولا ینبغی للائمة ان یحملوا العوام علی ما فیه نقصان دینهم ولا یقرأ عندهم مثل قرأة ابی جعفر وابن عامر وعلی بن حمزة والکسائی صیانة لدینهم فلعلهم یستخفون او یضحکون وان کان کل القرآت صحیحة نصیحة ومشائخنا اختاروا قرأة ابی عمرو وحفص عن عاصم ۔ اھ (شامیه : ج ۱ ص ۵۰۵)۔

۲ ، قرأة القرآن بالقرأة السبع والروایات کلها جائزة لکن اری الصواب ان لا یقرأ بالقرأة العجیبة والروایات الغریبة لان بعض السفهاء ربما یقعون فی الاثم ویقولون مالا یعلمون ولا ینبغی للامام ان یحمل العوام علی ما فیه نقصان دینهم ودنیاهم وهو حرمان ثوابهم فی عقباهم ولا یقرأ علی رؤس العوام والجهال و اهل القری و الجبال مثل قرأة ابی جعفر المدنی و ابن عامر و علی و حمزة و الکسائی صیانة لدینهم فلعلهم یستخفون و یضحکون وان کان کلها صحیحة طیبة و مشائخنا اختاروا قرأة ابی عمرو وحفص عن عاصم انتهی ذکر

ذلک کلہ فی التتارخانیۃ ۔اھ (کبیری، ص ۴۹۵)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۰/۷/۱۳۹۷ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

فرائض میں حفص عن عاصمؒ کے علاوہ کوئی اور روایت پڑھنا

کیا امام فرض نماز میں امام حفص رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی اور راوی کی ایسی روایت جو متواتر منقول ہو جہراً جہری نمازوں میں پڑھ سکتا ہے۔ مثلاً امام شعبہ کی روایت متواترہ عن عاصمؒ پر قرأت پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ یا مثلاً قالونؒ کی ایسی متواترہ روایت جو کہ امام نافعؒ سے منقول ہے۔ اسی طرح کسی بھی امام سے روایت منقولہ متواترہ کے مطابق قرأت کا فرض ادا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

سائل عبدالحفیظ بھٹہ، سکھر سندھ۔

الجواب مشہور روایت یعنی حفص عن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر روایات کے پڑھنے سے عوام وجہلاء میں کسی مفسدہ کا اندیشہ ہو تو ان کو نہ پڑھا جائے۔

ویجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرأ بالغریبۃ عندالعوام صیانۃ لدینھم۔اھ قولہ ویجوز بالروایات اسبع بل یجوز بالعشر ایضا کما نص علیہ اھل الاصول۔اھ قولہ بالغریبۃ ای بالروایات الغریبۃ و الامالات لان بعض السفھاء یقولون مالا یعلمون فیقعون فی الاثم و الشقاء ولاینبغی للائمۃ ان یحملوا العوام علی مافیہ نقصان دینھم ولا یقرأ عندھم مثل قرأۃ ابی جعفر و ابن عامر و علی بن حمزۃ و الکسائی صیانۃ لدینھم فلعلھم یستخفون او یضحکون و ان کان کل القرآت و الروایات صحیحۃ فصیحۃ و مشائخنا اختاروا قرأۃ ابی عمرو وحفص عن عاصم۔ (شامی، ج ۱، ص ۵۰۵)۔

حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں ۔

" آیت اور حدیث اور فقہ سب سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جس عمل سے عوام دجہلا میں مفسدہ وفتنہ اعتقادیہ یا عملیہ یا حالیہ پیدا ہو اس کا ترک خواص پر واجب ہے " (امداد الفتاوی ج۱ ص۱۸۳)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ — ۱۲/۳/۱۴۱۰ھ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ سے لیکر " وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ " تک پڑھنے سے واجب قرأت ادا ہو گئی یا نہیں؟

امام نے صبح کی نماز کی دوسری رکعت میں الحمد شریف پڑھنے کے بعد سورۃ مزمل کا آخری رکوع جو کہ صرف ایک آیت بنتی ہے۔ وما تقدموا لانفسکم من خیر تک پڑھا اور رکوع کر دیا اور ایک آیت پوری نہ پڑھی گئی ۔ اس نے سجدہ سہو بھی نہیں کیا ۔ تو کیا نماز ہوئی یا نہیں ؟

الجواب جب امام نے وما تقدموا لانفسکم من خیر تک پڑھ لیا ہے تو نماز درست ہو گئی ۔ کیونکہ قرأت کم از کم فرض مقدار تین چھوٹی آیتیں جیسے کہ سورۃ کوثر کی یا ایک آیت بڑی جو چھوٹی تین آیتوں کے مساوی ہو ۔ تو سورۃ مزمل کے دوسرے رکوع کی ایک آیت تو بہت لمبی ہے اس میں سے اگر تین چھوٹی آیتوں کے برابر پڑھ کر رکوع کر دیا جائے تو نماز صحیح ہو جاتی ہے ۔ اور سجدہ سہو نہیں آتا ہے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — ۲۹/۵/۱۳۷۹ھ

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ رئیس الافتاء — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ کو لِیُفْجِرَ پڑھنے کی صورت میں نماز کا حکم

زید نے امامت کرائی اور لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ کو بجائے لازم کے متعدی لِیُفْجِرَ اَمَامَهٗ بضم یاء پڑھا ۔ تو کیا اس سے نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں ؟

الجواب نماز ہوگئی ، باب افعال بھی لازم استعمال ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا۔ ۲۱ ، ۱۰ ، ۱۴۰۱ھ

مقیم مسافر کی اقتداء کرے تو بقیہ رکعتوں میں قرأت نہ کرے

اگر امام مسافر ہو اور دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقتدی کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ پڑھے گا یا نہیں ؟ اگر پڑھے گا تو اس کی کیا دلیل ہے ؟ اور اگر نہیں پڑھے گا تو اس کی کیا وجہ ہے ؟ دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ جان بوجھ کر پڑھ لیتا ہے تو اس صورت میں گنہگار ہوگا یا نہیں ؟ اگر گنہگار ہوگا تو اس کی کیا وجہ ہے ؟ اگر گنہگار نہیں ہوگا تو اس کی کیا دلیل ہے ؟

الجواب صورت مسئولہ میں مقتدی کھڑا ہو کر سورۃ فاتحہ اور دیگر سورتیں نہیں پڑھے گا کیونکہ یہ مقتدی (جس کا امام مسافر ہو) حکم میں لاحق کے ہوتا ہے جو شروع سے جماعۃ میں شریک ہو۔ تو جیسے لاحق کو سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح اس کو بھی۔ پس اگر مقتدی کھڑا ہو کر جان بوجھ کر سورۃ فاتحہ پڑھے گا تو بنا بریں کہ یہ مرتکب ایک فعل مکروہ کا ہے گنہگار ہوگا۔

والدلیل علیہ ما فی الدر المختار وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعدہ فاذا قام المقیم الی الاتمام لایقرأ ولا یسجد للسہو فی الاصح لانہ کاللاحق اھ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ ؛ ص ۸۴)

والمؤتم لا یقرأ مطلقاً ولا الفاتحۃ فی السریۃ فان قرأ کرہ تحریماً۔ (درمختار علی الشامیۃ ، ج ۱ ، ص ۵۰۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفرلہ

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ رئیس الافتاء — ۱۱/۲/ ۱۳۷۲ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

نماز میں سورۃ فاتحہ ایک سانس میں پڑھنے کا حکم

ایک امام سورۃ فاتحہ کو ایک سانس میں ختم کرتا ہے اور آیت نَسْتَعِیْنُ اھْدِنَا الصِّرَاطَ

پڑھتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسے پڑھنا گناہ ہے اور نماز نہیں ہوتی ؟

الجواب طریقۂ بالا سے پڑھنا جائز ہے اور جو شخص اس طرح پڑھنے کو غلط کہتا ہے اور یہ کہ اس طرح نماز نہیں ہوتی وہ غلطی پر ہے اور اس کا یہ کہنا بلا دلیل ہے۔

فقط واللہ اعلم۔ محمد اسحاق نائب مفتی خیر المدارس ملتان

اگرچہ نماز تو جائز ہے بشرطیکہ ایک سانس میں حروف کی ادائیگی صحیح انجام پائے مگر اطمینان کے ساتھ کئی دفعہ وقف کرکے پڑھنا اولیٰ ہے۔ والجواب صحیح۔

بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۴ر۱ر۱۳۸۳ھ

پہلی رکعت کی طرح بقیہ رکعات میں تعوّذ کیوں نہیں پڑھتے

ایک دن بندہ کو خیال آیا کہ قرآن حکیم شروع کرنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا سنت ہے۔ تو جیسے پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے تعوذ پڑھتے ہیں اسی طرح ہر رکعت کے شروع میں بھی ہونا چاہیے؟

سرفراز حسین ڈوگر ممتاز آباد ملتان

الجواب قرأت کے شروع میں وساوس سے بچنے کے لئے اعوذ باللہ پڑھتے ہیں۔ اور جب پہلی رکعت میں فاتحہ سے پہلے اعوذ باللہ پڑھ لی تو اس کے بعد جتنی بھی قرأت ہوگی خواہ دوسری رکعات میں ہو یہ اعوذ باللہ اس کے لئے کافی ہے۔

(قوله ولا يتعوذ) لانه شرع في أول القرآن لدفع الوسوسة فلا يتكرر الا بتبدل المجلس كمالو تعوذ وقرأ ثم سكت قليلا وقرأ اھ۔ (بحر الرائق ج ۲، ص ۳۲۴)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۶؍۱۰؍۱۴۰۶ھ

نماز میں سہواً خلافِ ترتیب پڑھنے کا حکم

نماز میں قرأت علی الترتیب فرض ہے واجب ہے یا سنت ؟ اگر بغیر ترتیب کے قرأت پڑھی گئی تو کیا نماز ہوگئی۔ مثلاً سورۃ الناس پہلے اور سورۃ فلق بعد میں پڑھی۔

الجواب دانستہ خلافِ ترتیب پڑھنا مکروہ ہے۔ سہواً ایسا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ پہلی رکعت میں اگر سورۃ ناس پڑھی ہے تو دوسری میں بھی یہی پڑھے۔

ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ وان یقرأ منکوسًا الا اذا ختم القرآن۔ (درمختار)۔ قولہ منکوسًا بان یقرأ فی الثانیۃ سورۃ اعلی مما قرأ فی الاولی لان ترتیب السور فی القرأۃ من واجبات التلاوۃ۔ (شامی ج۱ ص۵۱۰)۔ قال فی الفتح قرأ فی الاولی بقل اعوذ برب الناس یقرأ فی الثانیۃ ہذہ ایضاً۔ اھ (فتح القدیر ج۱ ص۲۴۳)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	۳/۷/۱۴۰۹ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

یٰسین سے مرسلین تک پڑھنے سے واجب قرأت ادا ہوگئی

فرض نماز کی ایک رکعت میں یٰسٓ ۔ والقرآن الحکیم ۔ انک لمن المرسلین ۔ تین آیات پڑھ لی جائیں تو کیا نماز بالکل درست ہو جائے گی۔ یہ اشکال اس وجہ سے ہوا کیوں کہ یٰسین پر اختلافی آیت کا نشان ہے ؟

الجواب اگر بعد از فاتحہ صرف " مرسلین " تک پڑھا ہے تو عند البعض نماز ہو جائے گی۔ فمع عدم وجودہ یعمل باطلاق عبارۃ الحلبی من الاکتفاء بالایۃ التی بلغت ثمانیۃ عشر حرفا لاقامۃ واجب القرأۃ اھ (تقریرات رافعی ج۱ ص۵۷)۔

لیکن نماز کے معاملہ میں احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی پر اکتفاء نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱۴۰۷ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اَحَدُنِ اللّٰہُ الصَّمَدُ پڑھنا بھی جائز ہے

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد میں اگر اللہ کے لفظ سے پہلے ن ملا کر پڑھا جائے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ ایسا پڑھنے سے نماز کے اندر کوئی نقص تو واقع نہیں ہوتا؟ غلام فرید امام مسجد نشتر میڈیکل کالج ملتان۔

الجواب سورۂ اخلاص میں وصل کی صورت میں اللہ الصمد کی بجائے نِ اللّٰہُ الصمد پڑھ لینا جائز ہے اور اس سے نماز کے اندر کوئی نقص نہیں آتا مطمئن رہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر لہٗ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۲/۹/۱۳۷۶ھ

فرائض کی آخری رکعتوں میں سورۃ نہ ملانے کی وجہ

فرائض کے سوا سنن و نوافل کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور کچھ حصہ قرآن پاک کا پڑھنا ضروری ہے حالانکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نماز تو ذکر اور تلاوت کا نام ہے۔ اس لحاظ سے فرائض میں ذکر اور تلاوت کی کثرت ہونی چاہیئے تھی اور ماسوا میں تخفیف۔ لیکن معاملہ برعکس ہے اس کی عقلی وجہ کیا ہے؟

الجواب حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ نہ ملانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ

دراصل ابتداء میں نماز دو رکعت ہی مقرر ہوئی تھی بعد ازاں خدا تعالیٰ نے ان دو رکعتوں کی تکمیل و اکمال کے لئے ظہر و عصر و عشاء کے فرائض کیساتھ دو دو رکعتیں اور مغرب کی نماز میں حکمت وتر کو ضائع نہ کرنے کی وجہ سے ایک رکعت ملائی۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز کا جبر کسر مطلوب ہوتا ہے تو اس کے

ساتھ اس کے نوع کی ایسی چیز ملائی جاتی ہے جو حیثیت و درجہ میں اس سے ادنیٰ ہو۔ پس اگر پہلی دو رکعت فرائض کے ساتھ دوسری دو رکعت کامل مع ضم سورت ملائی جائیں جو ہر وجہ و پہلو سے پہلی دو رکعت کے برابر ہوتیں تو جبر کسر و اکمال رکعتین کی حکمت ضائع ہو جاتی اور خود پہلی دو رکعتوں کا جبر کسر اسی مصلحت سے ہوا کہ بسا اوقات بقصور توجہ یا فہم قرأت یا ارکان میں سے کسی رکن میں نقص وکسر رہ جاتا ہے۔ اس کے عوض میں دوسری رکعتیں ملائی گئیں۔ (المصالح العقلیہ، ص ۴۷)

چونکہ سوال دلیل عقلی سے تھا اس لئے دلائل نقلیہ اور مذکورہ حدیث کے جواب سے تعرض نہیں کیا۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۵/۳/۱۴۰۸ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا کو لِيَرَوْا پڑھنے کا حکم

اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا کی بجائے اَشْتَاتًا لِيَرَوْا پڑھ دیا جائے یا لَهَب کی بجائے لَعَب پڑھ دیا جائے یا "اغنیٰ" کی بجائے "اضنی" تو کیا نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب ان صورتوں میں نماز تو صحیح ہو گئی لیکن امام صاحب پر یہ بات ضروری اور لازم ہے کہ وہ پہلے کسی قاری صاحب سے نماز اور چند سورتیں صحیح کرائیں پھر امام بنیں۔ پھر اسی طرح آہستہ آہستہ سارا قرآن مجید صحیح پڑھنے کی کوشش کریں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ رئیس الافتاء — ۱۷/۹/۱۳۹۰ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

رَبِّ الْعَالَمِيْنَ نِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنے کا حکم

امام قرأت پڑھے الحمد للہ رب العالمین ، ن الرحمن الرحیم تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب نماز تو فاسد نہیں ہوئی لیکن یہ عمل قرأت کے اعتبار سے درست نہیں امام صاحب کو چاہیئے کہ آئندہ کے لئے اس فعل کو چھوڑ دے۔ الحمد للہ رب العالمین پر ٹھہرنے کے بعد صرف ن کو الرحمن کے ساتھ نہ ملانا چاہیئے۔ بلکہ ن کے ملائے بغیر الرحمن الرحیم پڑھنا چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

معین مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ

اگر العالمین پر وقف نہیں کیا اور وصل کیا ہے تو لا محالہ نون پہ فتح آئے گا اور اگر وقف کرکے پھر نون کو ملایا تو یہ غلط ہے۔ والجواب صحیح

بندہ محمد عبد اللہ عفر اللہ لہٗ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۳/۴/۱۳۷۹ھ

قرأت اس طرح کرے کہ خود بھی سنے

میں بہشتی زیور کا مطالعہ کرتا ہوں۔ اس میں پڑھا ہے کہ قرأت اس طرح کرے کہ آواز کان میں آئے اگر ایسا نہ کیا تو نماز نہ ہوگی یہ فرض پڑھنے کے بیان کے آخر میں ہے (ص ۲۷)۔ میں اب تک اس طرح نماز نہیں پڑھتا رہا کہ کان میں آواز آئے۔ کیا اتنے سالوں کی نمازیں قضاء کروں؟

الجواب یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ بہشتی زیور میں احوط کو اختیار کیا گیا ہے اور پوری تفصیل شامی[۱]، ج ۱، ص ۴۹۸۔ میں موجود ہے۔ لہذا گزشتہ سالوں کی نمازوں کی قضاء کی ضرورت نہیں آئندہ بہشتی زیور کے مطابق عمل کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۳/۸/۱۳۸۷ھ

---

[۱] و ادنی الجهر اسماع غيره و ادنى المخافتة اسماع نفسه اھ (درمختار)

(قوله وادنی الجهر اسماع غيره) اعلم انهم اختلفوا فی حد وجود القرأة على ثلاثة اقوال فشرط الهندوانی و الفضلی لوجودها خروج صوت يصل اذنه وبه قال الشافعی رح و شرط بشر المريسی

واحمد خروج الصوت من الفم وان لم يصل الى اذنه لكن بشرط كونه مسموعا فى الجملة حتى لو ادنى احد صماخه الى فيه يسمع ولم يشترط الكرخى و ابوبكر البلخى السماع و اكتفيا بتصحيح الحروف واختار شيخ الاسلام وقاضى خان و صاحب المحيط و الحلوانى قول الهندوانى كما فى معراج الدراية ونقل فى المجتبى عن الهندوانى انه لا يجزيه مالم تسمع اذناه ومن بقربه و هذا لا يخالف ما مر عن الهندوانى لان ما كان مسموعًا له يكون مسموعا لمن فى قربه كما فى الحلية والبحر ثم انه اختار فى الفتح ان قول الهندوانى و بشر متحدان الى قوله وان ما قاله الهندوانى اصح وارجح لاعتماد اكثر علمائنا عليه اھ (شامی ج ا ص ۴۹۸ و ۴۹۹)۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ

قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰہ اور فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَۃَ کے

بارے میں ایک سوال و جواب

جملہ حضرات فضلاء دار العلوم ہذا کے تبحر علمی کے سامنے پرخلوص اور نہایت دردمندانہ اپیل ہے کہ صحت تلفظ قرآن کی پوری پوری اہمیت کو بنظر غائر مدنظر رکھتے ہوئے اپنے صحیح علمی فیصلہ سے مطلع فرماکر عند الناس مشکور و عند اللہ ماجور ہوں۔ الفاظ یہ ہیں۔

۱: سورۃ نمل، رکوع دوسرا۔ واقعہ داؤد اور سلیمان علیہما السّلام۔ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ الخ

۲: سورۃ اعراف، رکوع دوسرا۔ واقعہ آدم اور حواء علیہما السّلام۔ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَۃَ۔ الخ

قَالَا اور ذَاقَا میں بلحاظ سیاق و سباق معنوی دونوں الف علامت تثنیہ ہیں۔ صرفی قانون التقاء ساکنین علیٰ حدہٖ کا عام تقاضا ہے کہ التقاء ساکنین علیٰ حدہٖ میں حروف مدہ کا حذف لازمی

ہے۔ جیسے اِضْرِبُوا القوم ۔ اِضرِبَا القوم ۔ اِضرِبِی القوم ۔ لہٰذا قَالَا اور ذَاقَا دونوں تثنیہ لفظوں میں الف ساکن مدہ کو حذف کرکے قَالَ الحَمْدُ اور ذَاقَ الشَّجَرَۃ پڑھنا چاہیئے۔

دوسرا گروہ تثنیہ کے لفظ میں تثنیہ کے الف کو گرا کر صیغہ واحد مذکر کی شکل میں قَالَا کو قَالَ اور ذَاقَا کو ذَاقَ پڑھنا سیاق وسباق معنوی کے زبردست خلاف سمجھتا ہے۔ اور دعویٰ کرتا ہے کہ الف کا حذف یہاں غلط ہے۔ قَالَا کو بغیر الف واحد بنا کر قَالَ پڑھنا اور ذَاقَا کو ذَاقَ پڑھنا یہ ایک قرآن میں کھلی معنوی تحریف ہے۔ کیونکہ دونوں فعلوں کا مرجع تثنیہ ہے نہ کہ واحد۔

لہٰذا بمصداق ما من عام الا خصّ منہ البعض دونوں تثنیہ صیغوں میں بجائے حذفِ الف الف کو بَیْن بَیْن کرکے پڑھنا چاہیئے۔ نہ حذف نہ اثبات قَا۔لَاۤ حَمْدُ ۔

صحیح فیصلہ فضلاءِ دارالعلوم کے سامنے ہے۔ دونوں میں سے صحیح استدلال اور صحیح موقف کی وضاحت فرما کر عند الناس مشکور وعند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب سورۂ نمل اور اعراف کے مذکورہ دونوں کلمات تثنیہ کے صیغے ہیں التقاءِ ساکنین کے ضابطہ کے تحت دونوں الف پڑھنے میں نہ آئیں گے۔ لیکن لکھنے میں برقرار اس لئے رکھے جائیں گے تاکہ صیغہ کے تثنیہ ہونے پر دلالت کریں اور فعل کا صدور دونوں سے ہونا معلوم ہو جائے۔ ان دونوں مقامات پر کوئی متواتر قرأت بَین بَین کی نہیں ہے۔ قرأتِ متواترہ میں کسی زید وعمرو کو دخل اندازی کی اجازت نہیں۔

قرآن کریم میں اس کی بہت سی نظائر موجود ہیں کہ التقاءِ ساکنین کے وقت مدہ کو صرف تلفظ میں حذف کیا گیا ہے کتابت میں باقی رکھا گیا ہے۔

والذین صبروا ابتغاء وجہ ربہم واقاموا الصلوٰۃ ۔ الآیۃ

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۱۵/۹/۱۴۰۸ھ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اکیلے نماز پڑھنے والے کیلئے مسنون قرأت

جب آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو نماز میں مسنون قرأت کی مقدار کیا ہے ؟

المستفتی : حافظ مقبول احمد ، قادر آباد فارم ، ضلع ساہیوال

الجواب غیر مسافر اکیلے نماز پڑھنے والے کے لئے بھی مسنون قرأت وہی ہے جو امام کے لئے مسنون ہے۔ یعنی فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل ، عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصل اور مغرب میں قصارِ مفصل پڑھنا مسنون ہے۔

(ویسن فی الحضر لامام و منفرد) ذکره الحلبی والناس عنه غافلون (طول المفصل) (درمختار)۔

قال ابوحنیفةؒ والذی یصلی وحده بمنزلة الامام فی جمیع ما وصفنا من القراءة سوی الجهر قال الزاهدی وهذا نص علی ان القراءة المسنونة یستوی فیها الامام والمنفرد والناس عنه غافلون اھ (شامی ، ج ۱ ، ص ۳۹۹) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفسدِ معنی غلطی مفسدِ صلوٰۃ ہے

اگر نماز میں قرأت کرتے ہوئے غلطی سے یوں پڑھ دیا مثلاً المنٰفقون والمنٰفقٰت بعضهم من بعض یأمرون بالمنکر وینهون عن المعروف کی جگہ یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر پڑھ لیا تو نماز کا کیا حکم ہے آیا نماز فاسد ہوگئی یا نہ ۔ بینوا توجروا۔

الجواب چونکہ صورت مسئولہ میں معنی میں تغیرِ فاحش ہوگیا ہے۔ لہذا نماز فاسد ہوگئی وہ نماز دوبارہ پڑھی جائے ۔ (کذا فی فتاوی قاضی خان ، ج ۱ ، ص ۷۰)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱ر۴ر۱۱ ۱۴ ھ

مایتعلق

بالامامة والجماعة

اقتداء فاسق مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی

نحمدہ اللہ وحدہ ونصلی علی من لانبی بعدہ۔

سوال اقتداء فاسق کی کراہت میں دو شخصوں کا اختلاف ہوا ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ خلاصۃ الفتاوی میں ہے۔

اذا کان امام الحی زانیا او آکل الربا له ان یتحول اھ۔

اور طحاوی میں ہے۔ وفی السراج ھل الافضل ان یصلی خلف ھؤلاء ام الانفراد قیل اما فی الفاسق فالصلوۃ خلفه اولی وھذا انما یظھر علی ان امامته مکروھة تنزیھا۔ (ص ۱۶۵)۔

اور شرح عقائد میں ہے۔ ویجوز الصلوۃ خلف کل بر وفاجر لان علماء الامة کانوا یصلون خلف الفسقة واھل الاھواء والبدع من غیر نکیر: ص۱۱۰

اور درمختار میں ہے۔ صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة۔

اور نیز درمختار میں ہے۔ ان الصلوۃ خلفه اولی من الانفراد ولکن لاینال کما ینال خلف تقی۔

اور فرماتا ہے کہ آج کل ہر شخص فاسق ہے۔ اور فسق میں عموم بلوی ہے۔ لہٰذا بوجہ لاچاری کے اقتداء فاسق مکروہ تنزیہی ہے۔

اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ ہر شخص کو فاسق ماننا خلاف واقعہ ہے۔ امت میں لاکھوں متقی موجود ہیں اور لاکھوں ائمہ پرہیزگار ہیں۔ علاوہ ازیں امامت میں فاسق سے مراد ظاہر الفسق ہے۔ علامہ شامی رح فرماتے ہیں۔

واستظھرنا ھناك عدم کراھة الاقتداء مالم یعلم منه مفسدا کما مال الیه الخیر الرملی، ص ۲۶۵ ج ۱۔

اور مغنی فقہ حنبلی میں ہے۔ وان لم یعلم حاله ولم یظھر منه ما یمنع الائتمام به

فصلوٰۃ الماموم صحیحۃ نص علیہ احمد لان الاصل فی المسلمین السلامۃ ص۳۰ ج ۲۔

اورظاہرالفسق شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ علامہ شامی رح فرماتے ہیں۔

اما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لا یہتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم اھانتہ شرعا ولا یخفی انہ اذا کان اعلم من غیرہ لا تزول العلۃ فانہ لا یؤمن ان یصلی بہم بغیر طہارۃ فہو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ تحریم لما ذکرنا ص۵۲۳ ج ۱۔

اور شرح عقائد میں جو سلف صالح کا اقتداء ائمہ جور سے کرنا نقل ہے مجبوراً ضابطہ الضرورات تبیح المحظورات کے تحت تھا۔ حاصل یہ کہ اقتداء فاسق مکروہ تحریمی ہے۔ دلائل اور بھی تھے مگر سب کو لکھا نہیں۔ فقط۔

نذیر احمد مسجد قبہ والی احمد پور شرقیہ۔

الجواب وفی در المختار علی الشامیۃ ص۵۲۳ ج ۱۔ ویکرہ تنزیہا امامۃ عبد ولو معتقاً الی قولہ وفاسق واعمی وفی رد المحتار لقولہ فی الاصل امامۃ غیرھم احب الی بحر عن المجتبی والمعراج ثم قال فیکرہ لہم التقدم ویکرہ الاقتداء بہم تنزیہاً فان امکن الصلوٰۃ خلف غیرھم فہو افضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد۔

وفی البحر ص۳۷۰ ج ۱۔ تحت قول وکرہ امامۃ الاعرابی والعبد والفاسق والمبتدع والاعمی وولد الزناء فالحاصل انہ یکرہ لہؤلاء التقدم ویکرہ الاقتداء بہم کراھۃ تنزیہیۃ۔ وفی منحۃ الخالق فالحاصل انہ یکرہ قال الرملی ذکر الحلبی فی شرح منیۃ المصلی ان کراھۃ تقدیم الفاسق والمبتدع کراھۃ التحریم۔

بحر الرائق کے حاشیہ پر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ فاسق اور مبتدع کی امامت مکروہ بکراہتِ تحریم ہے۔ اور عبد اور اعمٰی اور ولد الزنا کی امامت مکروہ بکراہتِ تنزیہ ہے۔ لہٰذا ہر دو قائلین میں سے دوسرے کا قول صحیح ہے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب
بندہ محمد عبد اللہ عفر لہٗ
خادم الافتاء خیر المدارس، ملتان

۱۴ / ۹ / ۱۳۷۶ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

امامۃ الالثغ لغیرہ : سوال

امامۃ الالثغ لغیرہ جائز ہے یا نہیں ؟ قول راجح اور مفتی بہ مع حوالہ تحریر فرمادیں ۔

حافظ قرآن یا امام الحی کی زبان میں قدرے لکنت ہو اور لاؔم و راؔء کو اچھی طرح ادا نہ کرسکتا ہو تو ان کی اقتداء کا حکم کیا ہے ؟

الجواب وفی الدر المختار ولا غیر الالثغ بہ ای بالالثغ علی الاصح وفی رد المحتار ای خلافاً لما فی الخلاصۃ عن الفضلی من انہا جائزۃ الی قولہ وظاہرہ اعتمادھم الصحۃ ثم قال ولکن الاحوط عدم الصحۃ وفیہ قال فی المغرب ھو الذی یتحول لسانہ من السین الی الثاء وقیل من الراء الی الغین اواللام اوالیاء زاد فی القاموس او من حرف الی حرف وفیہ انہ (ای اللثغۃ) بانہ لوکانت یسیرۃ بان یأتی بالحرف غیر صاف لم تؤثر ۔ (ص۴۴۵ ج ا شامیۃ)

ان روایات سے یہ امور مستفاد ہوتے

ا : اگر الثغ سے حرف صاف نہ نکلے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اس کی امامت جائز ہے ۔

۲ : اگر ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جاتا ہے تو اس میں اختلاف ہے ۔

۳ : لیکن جہاں عموم بلوی ہو صحت کا حکم مناسب ہے ۔ (کذا فی امداد الفتاوی ص ۲۰۴ ج ۱)

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفرلہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفرلہ

○

غلط خوان کی اقتداء کا حکم

سوال یہاں کے ننانوے فی صد لوگ مشتبہ الصوت حروف میں امتیاز نہیں کرتے ۔ مثلاً ثؔ کو سؔ اور ذاؔل کو زاؔر اور حاؔء مہملہ کو خاؔء معجمہ پڑھتے ہیں ۔ اسی طرح عین مہملہ اور معجمہ میں فرق نہیں کرتے ۔ ضاؔد کو دال مفخم دواؔد پڑھتے ہیں بعض لوگ فتحہ کو بعد مد الف بڑھا کر مفرد سے تثنیہ اور لاؔم تاکید سے لاؔم نفی بنا دیتے ہیں جیسے جَعَلَ لکم الارض کو جَعَلاَ لکم الارض اور مثلاً انی اذا لفی ضلل مبین کو انی اذا لا فی ضلل مبین پڑھتے ہیں ۔ بعض لوگ الف کو نہیں پڑھتے جس سے صیغہ بدل جاتا ہے جیسے اَرْسَلْنَا کو اَرْسَلْنَ اور اِنَّا کو اِنَّ پڑھتے ہیں ۔ موضع وقف کی کوئی تمیز نہیں ۔ جہاں دل نے چاہا وقف کردیا ۔ مثلاً اَلْحَمْدُ پر وقف کرکے لِلّٰہِ سے ابتداء کی ۔

یا اَوِ انْقُصْ پر وقف کرکے مِنْہُ قَلِیْلاً سے ابتدا کی۔

جہاں رموز اوقاف لگے ہوئے ہیں وہاں حالت وقف میں بھی آخری حرف پر سکون پڑھتے ہیں۔ اسی طرح تمام حرکات کو مجہول پڑھتے ہیں۔ اور طآ کو توا۔ اور صآد کو سوآد پڑھتے ہیں۔

بہشتی زیور حصہ دوم میں حضرت تھانوی رح لکھتے ہیں "اگر کسی سے کوئی حرف صحیح نہیں نکلتا جیسے ح کی جگہ ہ پڑھتی ہے یا عین نہیں نکلتا یا ث، س، ص، سب کو سین پڑھتی ہے تو صحیح پڑھنے کی مشق لازم ہے۔ اگر صحیح پڑھنے کی مشق نہ کرے گی تو گناہگار ہوگی اور اس کی کوئی نماز صحیح نہ ہوگی"

اور حصہ یازدہم میں فرماتے ہیں۔ جس شخص سے صاف حروف ادا نہیں ہو سکتے۔ مثلاً سین کو ث اور حرف میں ایسا ہی تغیر و تبدل ہوتا ہو تو اس کے پیچھے صاف اور صحیح پڑھنے والے کی نماز درست نہیں۔

اسی طرح امداد الفتاوی، ج ا، ص ۱۹۳ پر فرماتے ہیں۔ البتہ الیسول کی امامت سے احتراز لازم ہے۔

فی فتاوی قاضی خان فان کان لا ینطق لسانہ فی بعض الحروف الخ قولہ لا یؤم غیرہ کذا الرجل اذا کان لا یقف فی مواضع الوقف الخ (امداد الفتاوی)

کبیری میں ہے۔

والذی ینبغی ان یکون الحکم علیہ کالحکم فی الالثغ انہ یجتہد فی اصلاح لفظہ ولا یفسد مادام علی الاجتہاد ولکن لا یجوز لغیرہ الاقتداء بہ فانہم عموا ھذا الحکم فی کل من لا یمکنہ النطق بحرف۔ (ص ۴۹۹)

اسی طرح کبیری کے اگلے صفحہ پر فرماتے ہیں۔

ولہذا اجبت من سألنی انہ صلی خلف امام نقرأ واما بنعمۃ ربک فحدث، بالسین مکان الثاء بأن صلوتہ فاسدۃ۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بندہ اکیلے نماز پڑھ لیا کرے یا بعد میں اعادہ کیا کرے۔؟

الجواب وفی فتاوی قاضیخان ص۷۷؛ اما الخطأ فی الاعراب اذا لم یغیر المعنی لا تفسد الصلوۃ عند الکل کما لو قرأ الخ

وان غیر المعنی تغیرا فاحشا بان قرأ وعصی آدم ربہ فغوی بنصب میم آدم ورفع باء ربہ اوقرأ الباری المصور بنصب الواو اوقرأ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یرفع اللہ ونصب العلماء الی قولہ وما اشبہ ذلک مما لو تعمد بہ یکفر اذا قرأ خطاءً فسدت صلوتہ فی قول

المتقدمين واختلف المتأخرون في ذلك قال محمد بن مقاتل وابونصر محمد بن سلام و ابوبكر بن سعيد البلخي والفقيه ابوجعفر الهندواني والشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل والشيخ الامام اسمٰعيل الزاهد وشمس الائمة الحلوائي لا تفسد صلوته وما قاله المتقدمون احوط لانه لو تعمد يكون كفرًا وما يكون كفرًا لا يكون من القرآن وما قاله المتأخرون اوسع لان الناس لا يميزون بين اعراب و اعراب فلا تفسد الصلوٰة وهذا على قول ابي يوسف ظاهر - وفيه بعد سطور وعامة المشائخ على ان ترك المد و التشديد بمنزلة الخطاء في الاعراب لا يفسد صلوته في قول المتأخرين وايضا فيه ، ص ۱۳۵ - وان ذكر حرفا مكان حرف و غير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد تفسد صلوته وان كان لا يمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء اختلف المشائخ فيه قال اكثرهم لا تفسد صلوته -

روایاتِ بالا سے معلوم ہوا کہ جو غلطیاں سوال میں ذکر کی گئی ہیں ان غلطیوں سے عند المتأخرین نماز فاسد نہیں ہوتی ۔ پس اگر کوئی صحیح پڑھنے والا شخص مذکور فی السوال غلطیوں کے ساتھ پڑھنے والے امام کی اقتداء میں نماز پڑھے گا تو اس کی نماز ہو جائے گی ۔ اس نماز کا اعادہ ضروری نہیں ۔ اور نہ صحیح پڑھنے والے شخص کو ترک جماعت کر کے علیحدہ نماز پڑھنی چاہیئے ۔ چونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف بھی ہے ۔ اس وجہ سے صاحب بہشتی زیور اور صاحب کبیری نے دوسرے فقہاء کے قول کو راجح سمجھ کر اس کے مطابق اپنی اپنی کتابوں میں جواب لکھا ہے ۔ اس لیے جب تک آپ کو دوسری جگہ جماعت نہ ملے اس وقت تک امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھتے رہیں ۔ اور یہ بھی کوشش کریں کہ امام صاحب صحیح قرأت کی کوشش کریں ۔

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
معین مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان

۳۰ / ۱ / ۱۳۷۱ھ

افضل مفضول کی اقتدار کر سکتا ہے

سوال ایک شخص جو عقائد بریلویہ سے تعلق رکھتا ہے اپنے وعظوں میں اکثر کہتا ہے کہ جس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے لئے عرش بھی یہ آرزو رکھے کہ کاش یہ جوتی میرے اوپر ہوتی اس کے سامنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا صحابی امام بن کر کھڑا ہو سکتا ہے؟ پھر کہتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ بات نہ کتابوں میں ہے اور نہ حدیثوں میں ہے۔ بلکہ دیوبندی فرقہ نے آپ ہی گھڑی ہے۔

اب صورت یہ ہے کہ دیوبندی فرقہ کے ایک سو چالیس آدمی ہیں جنہوں نے مجھے بھیجا ہے کہ میں خیر المدارس سے اس چیز کا حوالہ لے آؤں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امامت کی ہے اور حضور ﷺ آپ کے مقتدی ہوتے ہیں۔

الجواب شخص مذکور جھوٹا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے[1] اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے[2] صحیح احادیث میں صحیح سند کے ساتھ یہ واقعہ موجود ہے۔ محدثین اور فقہاء نے لکھا ہے کہ افضل مفضول کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبداللہ عفرلہ مفتی جامعہ ہذا ۲۵ / ۱۳۷۶ھ

[1] عن عائشة رضي الله عنها انه عليه السلام صلى في مرضه الذي توفي فيه خلف ابي بكر قاعدا. رواه الترمذي وقال حسن صحيح۔

(حکبیری: ص ۲۸۰)۔

[2] رواه مسلم عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۵۲)۔

احقر محمد انور مرتب خیر الفتاویٰ

○

قلعی بھرے ہوئے دانتوں سے امامت کرانا

سوال زید کے دانت اندر سے کھوکھلے اور خوردہ ہیں۔ اگر وہ دانتوں کو کسی دوا یا قلعی سے بھرا لے تو اس صورت میں غسل وغیرہ میں کوئی حرج تو نہیں؟ اور اس حالت میں امامت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب بھروانا جائز ہے، غسل ہو جائے گا، امامت کرا سکتا ہے۔

لو تحركت ثنية الرجل لا فشدها بذهب او فضة لا باس به اه

(امداد المفتیین ج ۱ ص ۲۱ بحوالہ قاضی خاں)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ

○

معذور کی اقتداء کا حکم : سوال

ایک لڑکا بالغ سترہ سال کا ہے اور چار جماعت سکول و فارسی و صرف و نحو اور ترجمہ قرآن شریف کا چار سپارے بھی پڑھا ہوا ہے اور وہ ایک مرض میں مبتلا ہے وہ یہ ہے کہ اس کی اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اور نماز ادا کرتے وقت کبھی کبھی پیشاب کی بوندیں گرتی رہتی ہیں۔ کبھی بند ہو جاتی ہیں۔ اور کبھی شروع۔ گرمی ہو یا سردی۔ اسٹیشن کے اوپر وہ رہتا ہے۔ اور کوئی جماعت کرانے والا نہیں ہے۔ جماعت کرنے کے لئے بہت لوگ تنگ ہیں۔ کیا وہ جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب معذور شرعاً وہ شخص ہے کہ اس کو وقت نماز پڑھنے کا اتنا بھی نہیں مل سکتا کہ وہ وضو کر کے فرض ہی پڑھ سکے۔ بلکہ اتنی دیر میں ہی اس کو پیشاب کا قطرہ وغیرہ ضرور آتا ہے۔ جب کسی آدمی کو ایسی حالت پیش آجائے تو وہ معذور سمجھا جاتا ہے اور اس وقت تک معذور سمجھا جائے گا جب تک کہ نماز کے وقت میں اگر ایک دفعہ بھی حدث ہو جاتا ہے۔ پہلی تعریف ابتداء عذر کے لئے ہے اور دوسری بقاء عذر کے لئے۔ پس جو شخص معذور ہو، اس کے پیچھے تندرست آدمی کی اقتداء جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر یہ معذور وضو کر کے نماز پڑھائے، نہ وضو کرتے وقت قطرہ نکلا اور نہ نماز میں، تب جائز ہو جائے گی۔

فی الدر المختار ص۳۹۹ ج ۱۔ ولا طاهر بمعذور هذا ان قارن الوضوء الحدث او طرء علیہ بعده۔ وصح لو توضأ علی الانقطاع وصلی کذلک۔

فقط واللہ اعلم	الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ	خیر محمد عفا اللہ عنہ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان	مہتمم خیر المدارس ملتان
۱۳ : ۵ : ۱۳۷۱ھ	مورخہ ۱۵ جمادی الاول ۱۳۷۱ھ

سنن قبلیہ پڑھے بغیر امامت کرانا : سوال

امام صاحب ایسے وقت میں پہنچے کہ جماعت تیار تھی انہوں نے بجائے ظہر کی چار سنتیں ادا کرنے کے جماعت کرا دی۔ تو کیا یہ جماعت درست ہو گئی ؟

الجواب صورت مسئولہ میں جماعت درست ہو گئی نماز میں کسی قسم کی کراہت نہیں آئے گی۔

(فتاوی امدادیہ : ص ۲۵۸ ، ج ۱)

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
۱۳۹۵/۱۲/۲۶ھ

امام کے لئے ضروری ہے کہ متدین و متورع ہو

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ڈاڑھی منڈا یا بے نمازی امام ہوسکتا ہے یا دوسرے غیر شرعی کاموں کا مرتکب امام ہوسکتا ہے یا نہیں ؟ متولی و امام میں کیا فرق ہے ۔ آیا متولی کا ہر نماز میں شریک ہونا فرض ہے ؟ یا متولی کا تنخواہ وغیرہ وصول نہ کرنا اس کی تولیت پر اثر انداز ہوسکتا ہے ؟ کیا ایک مسجد کے متولی کا مکان اگر دوسرے محلہ میں ہو تو اس سے متولی نہ ہوسکنے کی صورت نکلتی ہے جب کہ انتظام وغیرہ میں کوئی فرق نہ ہوتا ہو۔؟

المستفتی مولوی غلام محمد متولی و صدر مسجد بیری والی

بستی باغبان بیرون دہلی گیٹ ملتان شہر

الجواب امام اس شخص کو مقرر کیا جاوے جو عالم ، متدین ، متورع ہو ۔ ڈاڑھی منڈانا اور بے نمازی ہونا گناہ کبیرہ ہے جس کا مرتکب فاسق ہوتا ہے ۔ فاسق کو ہرگز امام نہ بنایا جائے ۔ اور اگر پہلے سے امام چلا آ رہا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے معزول کردیں ۔ متولی مسجد کے انتظامات و مالیات کا نگران ہوتا ہے تنخواہ متولی کے لئے ضروری نہیں ہے تنخواہ وصول نہ کرنے سے تولیت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے ۔ اس کا ہر نماز میں شریک ہونا اسی مسجد میں ضروری نہیں ہے ۔

فقط واللہ اعلم

محمود عفی عنہ

مفتی قاسم العلوم ملتان

۲۴ : ۸ : ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد اسحاق غفرلہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۱۹۵۳ء کی تحریک میں معافی مانگنے والے کی امامت

سوال : ہمارے ہاں ایک امام عالم و فاضل ہیں ان میں امامت کی صلاحیت بھی ہے ، سند یافتہ ہیں ۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں رضا کاروں کے ساتھ جیل میں بھی گئے ۔ پھر معافی مانگ کر باہر آئے اور کہتے ہیں کہ میں بیمار تھا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے ؟

الجواب امام موصوف کی اقتداء میں نماز درست ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

اس تحریک کے اختتام پر کافی لوگوں نے معافی مانگ کر رہائی حاصل کی لہذا اس وجہ سے ان پر ملامت نہیں کی جاسکتی ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد اللہ عفا اللہ عنہ ، مفتی خیر المدارس ملتان : ۱۵ ، ۹ ، ۱۳۸۲ھ

کبھی شیعہ کبھی سنی بن جانے والے کی امامت

سوال ایک شخص عرصہ تک سنیوں کا امام رہا۔ پھر ایک شیعہ نے اس کو لالچ دے کر شیعہ بنالیا۔ اس دوران وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو برسر عام گالیاں دیتا رہا۔ پھر اس کو ایک سنی راہ راست پر لے آیا۔ ایک سال امامت کرانے کے بعد پھر شیعہ ہوگیا۔ اب پھر سنیوں کی مسجد میں امامت کراتا ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب ایسے شخص کی اقتداء سے احتراز لازم ہے۔ جس کو اپنے دین کی حفاظت کا ذرہ بھی خیال نہ ہو اور لالچ کی خاطر کبھی شیعہ بن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تبرا کرے۔ اور سنیوں سے نفع ملنے کی توقع ہو تو اپنے آپ کو سنی کہلوانا شروع کردے، ایسے شخص کو امام نہ بنایا جاوے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ

سنی رہ کر شیعہ کو نماز نہیں پڑھا سکتا۔ البتہ شیعہ رہ کر تقیہ کے طور پر سنیوں کو نماز پڑھا سکتا ہے۔ لہذا سنیوں کی نماز اس کے پیچھے نہیں ہوسکتی۔ والجواب صحیح

خیر محمد عفا اللہ عنہ

مزامیر کیساتھ قوالی سننے والے کی امامت

سوال ایک آدمی مزامیر کے ساتھ قوالی بھی سنتا ہے اور موجودہ دور کے بریلوی مولویوں خصوصاً عمر اچھروی اور عنایت اللہ سانگلی کو بلوا کر تقریر بھی کرواتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کا قائل ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

المستفتی

محمد یوسف رحمانی

ناظم مدرسہ خیر العلوم لودھراں

الجواب دُرِمختار میں ہے۔ وکرہ کل لهو لقوله علیه السلام کل لهو المسلم حرام الا ثلثة ملاعبته اهله وتأدیبه لفرسه ومناضلته بقوسه (قوله وکره کل لهو) ای کل لعب و عبث ؛ شامل لنفس الفعل واستماعه کالرقص والسخریة والتصفیق وضرب الاوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق فانها کلها مکروهة لانها زی الکفار واستماع ضرب الدف والمزمار وغیر ذلک حرام وان سمع بغتة یکون

معذورا ویجب ان یجتہد ان لا یسمع قہستانی ۔ (شامی ص ۲۲۰ ج ۵، فتاوی دارالعلوم ص ۱۵۱ ج ۳)
روایت بالا سے معلوم ہوا کہ مزامیر کے ساتھ قوالی سننا حرام ہے بناءً علیہ سوال میں مذکور صفات کے حامل امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

بندہ محمد اسحاق غفرلہ — خیر محمد عفا اللہ عنہ

استاد کی ہتک کرنے اور تصویر کھینچوانے والے کی امامت

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنے پاس اپنے پیر یعنی مرشد کی تصویر رکھی ہوئی ہے تصویر رکھنے کی یہ ہے کہ محض زیارت مقصد ہے یعنی کبھی نہ کبھی چوم لیتا ہے اس کے بارے میں علماء دین کیا فرماتے ہیں یعنی اپنے مرشد کی تصویر کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں ؟
دیگر عرض یہ ہے کہ ایک آدمی نے اپنے استاد صاحب کو گالیاں دی ہیں اور اس پر طعن تشنیع کرتا ہے یعنی برا سمجھتا ہے کیا ایسے شخص کی امامت ہو سکتی ہے یا نہیں شاگرد کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں کیونکہ شاگرد استاد کو گالیاں دیتا ہے۔ نیز جو شخص اپنے مرشد کی تصویر رکھتا ہے اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے وہ امامت کرا سکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی عبدالرؤف

الجواب عن عبداللہ ابن مسعود رضؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اشد الناس عذابًا عند اللہ المصورون متفق علیہ ۔
تصویر بنانا اور کھینچنا اور کھینچوانا شریعت میں حرام ہے لہذا شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے ۔
۲ ۔ بلا وجہ اپنے استاد عالم دین کی مخالفت کرنا اور عداوت اور توہین کرنا معصیت ہے۔ شامی میں ہے قال الزند ویستی حق العالم علی الجاہل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء ۔ گالی بکنا فی نفسہ معصیت ہے اور پھر استاد کو گالیاں دینا تو اور برا ہے پس شخص مذکور اگر فعل بد سے توبہ تائب نہ ہو تو اس کو امام بنانا نہیں چاہیئے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

خیر محمد عفا اللہ عنہ

محکمہ اوقاف سے تنخواہ پانے والے کی امامت

سوال مساجد اوقاف میں جو امام رہتے ہیں یا مؤذن ہیں ان کو تنخواہ اوقاف سے ملتی ہے اس میں بنک کے پیسے اور خانقاہوں کے نذرانے وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں کیا ایسی مساجد میں جو محکمہ اوقاف نے بنائی ہوں اور محکمہ اوقاف کے ملازم ائمہ کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے ؟

الجواب جو مساجد اوقاف کی تحویل میں ہیں ان کی آمدنی ان کے اخراجات سے زیادہ ہے اور محکمہ اگرچہ اس آمدنی کو حرام مال کے ساتھ خلط کر دیتا ہے لیکن وہ مالِ حرام مغلوب ہوتا ہے۔ اور مال مخلوط (جس میں غالب حصہ حلال کا ہو) کا استعمال جائز ہے۔

کمافی العالمگیریۃ :ص ۳۴۲ ج ۵۔ آکل الربوا اوکاسب الحرام اھدیٰ الیہ او اضافہ وغالب مالہ حرام لا یقبل ولا یأکل مالم یخبرہ ان ذلک المال اصلہ حلال ورثہ او استقرضہ وان کان غالب مالہ حلالاً لا بأس بقبول ھدیتہ والاکل منہا کذا فی الملتقط۔

لہٰذا ان ائمہ اور مؤذنوں کو محکمہ سے تنخواہ وصول کرنا جائز ہے اور ان ائمہ کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

۲/۲/۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

نسب بدلنے والے کی امامت

سوال : ایک شخص اپنی ذات تبدیل کر لیتا ہے مثلاً پہلے وہ سید نہیں تھا لیکن اب وہ اپنے آپ کو سید کہلواتا ہے۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے ؟

الجواب غیر قوم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا فسق ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ومن ادعی الی غیر ابیہ او انتمیٰ الی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ المتتابعۃ الی یوم القیمۃ۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۶۹۵) حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایسے شخص پر لعنت ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس : ملتان ۲۷ / ۴ / ۱۳۹۵ھ

داڑھی کے بارے میں مودودی ائمہ کی غلط فہمی کا مدلل و مفصل جواب

آج کل کئی مساجد میں مودودی ائمہ امامت کرا رہے ہیں ان میں سے اکثر داڑھی شرعی مقدار سے کم رکھتے ہیں معہذا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ داڑھی کی شرعی مقدار یہی ہے۔ لہذا براہ کرم آپ تحریر فرمائیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کتنی روایات میں داڑھی رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

۲ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کی کوئی حد مقرر فرمائی ہو یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے داڑھی کے بارے میں کوئی حد مقرر ہو تو اس کی جتنی روایات ہوں تحریر کریں۔

۳ : حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی داڑھی مبارک کی کس قدر تحدید تھی۔ اس بارے میں صحابہ کرام رضؓ سے جتنی روایات ثابت ہیں وہ بھی ضرور تحریر کریں۔

۴ : صحابہ کرام رضؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے معاذ اللہ کہ ان میں سے دو تین حضرات کے علاوہ کسی کی داڑھی نہ تھی جیساکہ مودودی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ اگر اس بارے میں روایات ہوں تو ضرور لکھیں تاکہ مودودی صاحب کے شبہات کا منہ توڑ جواب دیا جائے۔

المستفتی محمد شریف پانی پتی سانگھڑ

الجواب ۱ : عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحیۃ۔

(صحیح مسلم : ج ۱ : ص ۱۲۹)۔

(ب) : عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واوفوا اللحی۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)۔

(ج) : عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)

(د) : عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)

(ہ) : قال النووی وفی روایۃ البخاری وفّروا اللحی۔ (مسلم ج ۱ : ص ۱۲۹)

۲ و ۳ ۔ احادیث بالا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کو بڑھانے اور لمبی کرنے کا حکم دیا

اور حدیث نمبر ۴ میں اسے نہ صرف اپنی بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار دیا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ لفظِ فطرت کا معنی لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

قالوا ومعناه انها من سنن الانبياء صلوات الله وسلامه عليهم۔

(مسلم: ج ۱ ؛ ص ۱۲۹)۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ " اعفاء اللحیۃ " جسے سنت الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام قرار دیا گیا ہے اور اس کے اختیار کرنے کا ہمیں مکلف بنایا گیا ہے اس کی عملی صورت باعتبار مقدار کیا تھی کیونکہ داڑھی کی جو مقدار حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار پائی گئی۔ وہی مقدار امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الوف التحیات والتسلیمات) کے لئے مسنون و مأمور ہوگی بوجہ اشتراک و اتحاد لفظی کیونکہ دونوں جگہ پر لفظ " اعفاء " وارد ہے۔

قرآن کریم میں حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے۔ یا ابن أم لا تأخذ بلحیتی الآیۃ وکان اخذھا بشمالہ۔ (تفسیر جلالین شریف)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریش مبارک ایک مٹھی سے کم نہ تھی۔ اور ایک حدیث شریف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی بھی یہی مقدار بلکہ اس سے بھی زائد معلوم ہوتی ہے۔

عن ابی معمر قلت لخباب ابن الارت اکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الظهر والعصر قال نعم قلت بای شیٔ کنتم تعلمون قرأته قال باضطراب لحيته۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۰۵)

صف میں کھڑے ہوئے مقتدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سری قرأت کو باضطراب لحیہ شریفہ کے معلوم کرتے تھے۔

جس سے یہ ظاہر ہے کہ لحیہ مبارکہ جہلاء زمانہ کی طرز پر تراشیدہ خشخشی داڑھی نہ تھی بلکہ اہلِ حق کی طرح پوری اور مکمل داڑھی تھی۔ اور یہی حقیقت آیت بالا سے ظاہر ہو رہی ہے۔ پس آیت شریفہ اور اس حدیث کو حدیث نمبر ۱-۴ کے ساتھ ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یہی مکمل داڑھی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث نمبر ۲ میں جس کا امر فرمایا وہ بھی یہی مکمل داڑھی ہے نہ کہ بریدہ و تراشیدہ خشخشی داڑھی۔ اس کی مقدار مأمور کا مسئلہ حل ہوگیا۔

ثانیاً :- یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے داڑھی بڑھانے کے سلسلہ میں مخالفتِ مجوس کا حکم بھی دیا ہے۔ (دیکھئے حدیث ۲) اور مخالفت مجوس مکمل داڑھی رکھنے میں ہے نہ کہ خشخشی رکھنے اور کتراتے رہنے میں۔ کیوں کہ کتراتے رہنا بھی مجوسیوں کی عادت تھی۔

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

واما اعفاء اللحیۃ فمعناہ توفیرھا وھو معنی اوفوا اللحی فی الروایۃ الاخری وکان من عادۃ الفرس قص اللحیۃ فنھی الشرع عن ذلک۔ (شرح مسلم ج۱ : ص ۱۲۹)۔

بذل المجہود میں ہے

وکان من عادۃ الفرس قص اللحیۃ۔ (ج ۵ ، ص ۷۹)۔

پس معلوم ہوا کہ مخالفت مجوس کرتے ہوئے مکمل داڑھی رکھنا مامور ہے۔ اور خشخشی رکھ کر کتراتے رہنا مجوسیوں کی موافقت ہے اور ممنوع ہے۔ اس سے معلوم وظاہر ہے کہ خشخشی رکھنا امتثال امر نبوی کے لئے کافی نہیں۔ اور یہ مقدار مسنون نہیں بلکہ عادت مجوس ہے۔

ثالثاً :- یہ کہ حدیث نمبر ۲ میں مخالفت مشرکین کا حکم دیا گیا ہے اور یہ مخالفت پوری داڑھی رکھنے میں ہے۔ کیوں کہ مشرکین داڑھی کتراتے تھے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ میں اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ لانھم کانوا یقصون اللحی۔ اھ پس اگر ہم بھی کتراتے رہیں تو اس میں مشرکین کی موافقت ہے نہ مخالفت۔

رابعاً :- ان احادیث میں پانچ قسم کے الفاظ موجود ہیں۔ واعفوا - واوفوا - وارخوا - وارجوا - ووفروا - ان میں سے ہر لفظ کا مقتضٰی یہ ہے کہ کامل لمبی لمبی داڑھی رکھی جائے نہ کہ خشخشی و فیشنی۔ "الشعر الوافی" کا ترجمہ "الشعر الطویل" ہے "وعفا شعر البعیر کثر وطال فغطی دبرہ - عفا الارمل غطاھا النبات والعفا ما کثر من ریش النعام او الشعر الطویل الوافی۔

(قاموس : ص ۹۵۸)

یہ تمام استعمالات "واعفوا" کے معنی کی وضاحت کے لئے کافی ہیں۔ اور اسی طرح وفّروا وفرۃ سے ماخوذ ہے۔ "وفرہ" سر کے اتنے لمبے بالوں کو کہتے ہیں جو کانوں کی لو تک بڑھ گئے ہوں

یا اس سے بھی متجاوز ہوں۔

والوفرة الشعر المجتمع على الراس وما سال على الاذنين منه وما تجاوز شحمة الاذن۔ (قاموس، ص ۳۶۲)۔

ان میں سے ایک لفظ "ارخوا" ہے۔ یہ ارخار سے لیا گیا ہے۔ اور ارخار کا معنی لٹکانا ہے۔ الیفار اور ارجار کے معنی بھی ان کے قریب قریب ہیں۔

كان كبير اللحية وطويل اللحية۔ (اسد الغابة ج۴، ص ۳۹)۔

ان الفاظ کے معانی لغویہ پر نظر کرنے سے کامل داڑھی کی مسنونیت ثابت ہوتی ہے انکار کی جرأت نہیں۔ ہاں جو شخص حقائق لغویہ و شرعیہ سے آنکھیں بند کرتے ہوئے "وفروا" وغیرہ کا صرف اردو ترجمہ (داڑھی رکھو) دیکھ کر مجتہد بننے کے شوق میں ہو یا اسے صرف علماء حق کی مخالفت مقصود ہو تو اس سے یہ انکار کچھ بعید نہیں۔

"وفّروا" کا لفظ ارشاد فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ داڑھی وفرہ کی مثل مطلوب ہے۔ وفرہ سر کے اتنے لمبے بالوں کو کہتے ہیں جو کانوں سے بھی نیچے تک چلے گئے ہوں۔ اگر کسی نے دو دن سے سر کے بال نہیں منڈوائے بلکہ ماہ تک بھی نہیں منڈوائے تو انہیں وفرہ نہیں کہا جا سکتا۔ ہندی میں یہ نہیں کہتے کہ "اس نے پٹے رکھے ہوئے ہیں" تو چند دن تک داڑھی نہ منڈوانے کو وفروا اللحی ارشاد نبوی کی تعمیل کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

عجیب جہالت کا دور ہے کہ اپنی نادانی سے حقائق شرعیہ کو مسخ کیا جا رہا ہے۔ بدعات کو سنت اور سنت کو بدعات بنایا اور بتلایا جا رہا ہے۔ احادیث صحیحہ میں مشرکین و مجوس کے جس طرز قصر اللحیۃ کی مخالفت مصرح ہے اسے سنت قرار دیتے ہوئے اختیار کرنے پر زور دیا جا رہا ہے اور عاملین سنت پر طنز و تشنیع، استہزاء و تمسخر۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ نے سوال کیا ہے کہ۔

"ان صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ذکر کیا جائے جنہوں نے داڑھی رکھی۔ کیونکہ مودودی صاحبان کہتے ہیں کہ دو یا تین کے علاوہ صحابہ کرامؓ میں کسی کی داڑھی نہ تھی۔" والعیاذ باللہ۔

یہ اعتراض پہلے بھی سننے میں آیا تھا لیکن اسے ایک بازاری گپ سمجھ کر قابل اعتناء نہیں سمجھا گیا۔ مگر سخت حیرت ہوئی جب کہ ایک فاضل کی تحریر میں یہ اعتراض دیکھا۔ فاضل موصوف کے

کلام کا حاصل یہ ہے۔

"کتب رجال میں سوائے چند راویوں کے کسی کی داڑھی کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوا کہ ثقہ ہونے کے لئے داڑھی کی پیمائش ضروری نہیں۔ (او کما قال)

اس عبارت میں موصوف نے اپنی عادت کے مطابق سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو طنز واستہزاء کیا ہے اس سے قطع نظر ہم اس مفروضہ پر کلام کرتے ہیں جس پر موصوف کی کلام مبنی ہے۔

۱: موصوف کا پہلا مفروضہ یہ ہے کہ جب چند راویوں کے علاوہ کسی کی داڑھی کا ذکر نہیں ملتا تو معلوم ہوا کہ ان چند کے علاوہ کسی کی داڑھی نہ تھی۔ (جیسا کہ مودودی صاحبان کہتے ہیں)۔

۲: دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ عدم ذکر داڑھی کے غیر اہم ہونے کی دلیل ہے۔

پہلے مفروضے کا بدیہی البطلان ہونا اظہر من الشمس ہے۔ کیونکہ سب عقلاء و اہل علم کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں۔ بلکہ عدم علم بھی عدم وجود کو مستلزم و مقتضی نہیں۔ حالانکہ عدم علم عام ہے۔ جب کسی چیز کا ہمیں معلوم نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا تو اس کا کتابوں میں ذکر نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل کیسے بن سکتا ہے۔

کائنات میں ہزاروں اشیاء ایسی موجود ہیں کہ جن کا نہ کسی کتاب میں ذکر ہے اور نہ کسی انسان کو ان کا علم تھا۔ سائنس کی ترقی اور جدید انکشافات کی اس کثرت کے باوجود بھی اب بھی ایسے ہی ہے۔ اور معلومات سے مجہولات کا دائرہ وسیع ہے۔ کروڑہا بلکہ اربوں انسان ہو گزرے ہیں لیکن ہر انسان کا اجمالی تذکرہ صرف نام تک بھی کسی کتاب میں لکھا ہوا نہیں ملے گا۔ رفتگان سے گزر کر موجود انسانوں اور دیگر اشیاء کا بھی یہی حال ہے تو کیا اگر ہوتا تو ذکر ہوتا کہ مفروضے کی بناء پر ان موجودات کا انکار کرنا جائز ہوگا؟ اپنے گرد و پیش بلکہ اپنی یومیہ حرکات و سکنات اور اعمال و اقوال پر غور کیجئے ان میں سے ہر ایک مفروضہ "موجود، مذکور" کی نفی نہیں کر رہا ہے؟ کیونکہ یہ سب موجود ہیں لیکن کتاب میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔ شرعیات اعمال حسنہ و عبادات کا بھی یہی حال ہے۔ کروڑوں انسان ان پر عمل پیرا ہیں۔ سرکاری محکمہ شماریات میں ان کا کوئی اندراج موجود نہیں اور نہ ہی کسی وقائع نگار ہی کی یاد داشت میں ان کا محفوظ ہونا ضروری ہے۔ ان حقائق پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اصل اشیاء اعمال و عبادات وغیرہ میں مذکور نہ ہونا ہے۔ ذکر کسی عارض کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پس جو شخص مفروضہ "موجود، مساوی مذکور" پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھتا ہے اس کی جہالت و نادانی اظہر من الشمس ہے۔

حاصل یہ کہ اگر چند صحابہ کرام رضہ کے علاوہ کسی کی داڑھی کا ذکر کتب وتاریخ میں نہیں ملتا تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ دو، تین کے علاوہ کسی صحابی کی داڑھی نہ تھی۔ یہ ایسے ہی غلط ہے جیسے دھوپ میں کھڑے ہوئے طلوعِ شمس کا اس لئے انکار کر دیا جائے کہ اس کی خبر آج کسی اخبار میں نہیں چھپی۔ الغرض یہ مفروضہ باطل ہے۔ پس اس کی بنا، پر امر متواتر کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

پہلے کی طرح دوسرا مفروضہ بھی غلط ہے اور باطل ہے۔ کیونکہ عدمِ ذکر جیسے عدمِ وجود کو مستلزم نہیں ایسے ہی عدمِ اہتمام کو بھی مستلزم نہیں کبھی ایک چیز کو غیر اہم ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا جاتا ہے اور کبھی غایت ظہور اور بدیہی ہونے کی وجہ سے اس کا ذکر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ ذکر کی حاجت نہیں ہے۔

غور کیجئے اخبارات میں خبریں چھپتی ہیں لیکن "سورج طلوع ہوگیا" یہ خبر کبھی نہیں چھپی۔ حالانکہ دنیا کی حیات طلوعِ شمس پر موقوف ہے۔ اس اہمیت کے باوجود یہ خبر شائع نہیں ہوتی۔ کیوں؟ غایتِ ظہور کی وجہ سے۔

کتب سیر واسماء الرجال میں آپ یہ کہیں نہیں پائیں گے کہ فلاں راوی پنجوقتہ نماز کا پابند تھا۔ رمضان المبارک کا کوئی روزہ نہیں چھوڑتا تھا، بے وضو نماز نہیں پڑھتا تھا، غسل جنابت کرتا تھا۔ وغیر ذالک۔

گو یہ اہم ترین مسلمہ فرائض میں سے ہے۔ لیکن غایتِ ظہور کیوجہ سے ان کو ذکر نہیں کیا جاتا۔ کیوں کہ ایک مسلمان مقتدا، راوی حدیث سے متصور ہی نہیں کہ وہ ان پر عامل نہ ہو۔ البتہ فرائض وواجبات وشرائع دینیہ کے علاوہ نوافل وتطوعات کی کثرت وغیرہ کا ذکر ملے گا۔ مثلاً

كان يقوم ليله . و يصوم نهاره . وكان يقرأ القرآن فى ركعته وحج اربعين حجة . وغير ذلك .

اسی طرح کامل داڑھی رکھنا سنت انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام، سنت صحابہ کرام علیہم الرضوان اور شعار ملت اسلامیہ میں سے ہے۔ اور اہل اسلام بالخصوص مقتدا۔ اور صلحاء کے عملی تواتر سے بھی یہی ثابت ہے۔ تو ایک مقدس صحابی رضہ سے یا ایک متدین راوی حدیثِ رسول مقبول صلعم سے یہ متصور ہی نہیں تھا کہ وہ ایسے علانیہ گناہ کا ارتکاب کرتے یا اس سنتِ متواترہ کی مخالفت کرتے۔ لہذا غایت ظہور کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ پنجوقتہ نماز کی پابندی

بھی اہم نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ۔ کیونکہ تارکِ صلوٰۃ ہونا کسی کے ماتھے پر لکھا نہیں ہوتا ، لیکن داڑھی منڈوانا یا داڑھی کترانا ہر شخص کو نظر آجاتا ہے ۔

الحاصل فاضل موصوف کا یہ مفروضہ بھی باطل ہے۔ اور حق یہ ہے کہ کامل داڑھی رکھنا سنتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے ہے جس کی پابندی حضراتِ صحابہ رض ، تابعین رح وتبع تابعین رح ، ائمہ مجتہدین رح ، اولیاءِ عظام رح اور صلحاءِ امت نے کی ہے۔ اور اس کی سنیت دیگر دلائل کے علاوہ تعامل و توارثِ امت سے ثابت ہے۔ سوائے اہلِ زیغ کے کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا ۔ حق جل شانہ اس سنت پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ؛ پاکستان

مقتدی امام کے سلام سے پہلے سلام پھیر دے تو نماز کا حکم

" تذکرۃ الرشید " میں ہے کہ اگر مقتدی نے سلام پھیرتے ہوئے امام کے لفظ " رحمۃ اللہ " کہنے سے پہلے سلام پھیر لیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی ۔ نیز " تذکرۃ الرشید " میں یہ بھی ہے کہ یہ مسئلہ اہتمام کے ساتھ لوگوں کو بتانا چاہیئے ۔

" فتاویٰ دار العلوم دیوبند " ج ۳ ، ص ۳۷۳ ۔ میں لکھا ہے کہ امام نے جس وقت لفظِ " السلام " کہا تو اقتدا ختم ہو جاتی ہے ۔ پس اس قول کے موافق تو لفظِ " السلام " میں تقدیم نہ کرنی چاہیئے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی ۔

اس بارے میں وضاحت فرمائیں کہ کیا یہ درست ہے ؟ بینوا توجروا ۔

سائل ۔ محمد طیب طاہر

جامع مسجد الحسن ؛ نیو نقشبند کالونی ؛ ملتان

الجواب " تذکرۃ الرشید " کا مسئلہ اور " فتاویٰ دار العلوم " کی توجیہ دونوں سمجھ میں نہیں آئیں ۔ مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی آخری قعدہ بقدرِ تشہد

بیٹھنے کے بعد اگر امام سے پہلے سلام پھیر کر چلا جائے تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔ البتہ بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ عذر کی وجہ سے ہو تو کراہت بھی نہیں۔

فی رد المحتار لو اتم المؤتم التشہد بان اسرع فیہ وفرغ منہ قبل اتمام امامہ فأتی بما یخرجہ من الصلوۃ کسلام او کلام او قیام جاز ای صحت صلوتہ لحصولہ بعد تمام الارکان الی قولہ وانما کرہ المؤتم ذلک لترکہ متابعۃ الامام بلا عذر فلو بہ کخوف حدث اوخروج وقت الجمعۃ او مرور مار بین یدیہ فلا کراھۃ۔ (امداد الفتاوی ج ۱ ص ۲۵۰)

اس جزئیہ سے ظاہر ہے کہ انقطاع قدوہ کا اس مسئلے کے ساتھ کوئی ایسا تعلق نہیں ہے۔ خواہ یہ انقطاع پہلے سلام پر ہوجاتا ہو یا دوسرے سلام پر۔ امام کی اقتداء میں داخل ہونے کا مسئلہ تو اس پر متفرع ہوسکتا ہے۔ امام کی اقتداء سے خارج ہونے کا مسئلہ انقطاع قدوہ کے ساتھ منسلک نہیں۔ امام کے دونوں طرف سلام پھیرنے سے بھی مقتدی کی نماز ختم نہیں ہوتی جب تک مقتدی خود سلام نہ پھیرے۔ اور متابعت امام میں مقارنت یا تعاقب کے ساتھ بھی اس مسئلے کا تعلق نہیں۔ امام سے پہلے السّلام علیکم کہہ دیا تو بھی نماز ہوجاتی ہے البتہ "تذکرۃ الرشید" کے مسئلہ کے بارے میں ایک خیال یہ رہا ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے درحقیقت ابتداءِ نماز کا مسئلہ بتلایا ہوگا۔ سامع کو التباس ہوا، اس نے اسے آخر نماز کا مسئلہ سمجھا۔ دراصل یہ مسئلہ تکبیرِ تحریمہ کے لفظ "اللہ" کے بارے میں ہے (کہ اگر کسی نے امام سے پہلے لفظِ "اللہ" ختم کرلیا تو اس کی نماز نہ ہوگی) "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کے اسم جلالہ (اللہ) کے بارے میں یہ مسئلہ نہیں۔ کما مرّ۔ اور متقارب ومتماثل مسائل میں ایسا اشتباہ خارج از امکان نہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان

○

دفتری اوقات میں آنے والی نمازیں افسران بالا کے روکنے کے باوجود بھی وقت میں ادا کی جائیں

بعض ملازمین جو دین کے ساتھ شغف رکھتے ہیں انہوں نے بھی یہ طریقہ اپنایا ہوا ہے کہ کام کو اوّلیت دیتے ہیں اور نماز کو ثانوی درجہ دیتے ہیں دفتری اوقات میں اکثر ظہر قضاء کر دیتے ہیں اور گھر آکر ظہر و عصر اکٹھے ادا کرتے ہیں۔ اگر افسرانِ بالا دفتر کے اوقات میں نماز پڑھنے کو محسوس کریں تو کیا حکم ہے ؟

الجواب دنیا دی کام کی وجہ سے نماز کو قضاء کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں اگر افسرانِ بالا دفتر کے اوقات میں آنے والی نمازیں اس وقت پڑھنے سے روکیں تب بھی ان نمازوں کو وقت پر ادا کرنا فرض و لازم ہے۔ تمام کتب فقہ میں یہ مسئلہ صراحۃً موجود ہے۔ "محیط" میں ہے۔

لو استأجر رجلا یومًا یعمل کذا فعلیہ ان یعمل ذلک العمل الی تمام المدۃ ولا یشتغل بشئ اخر سوی المکتوبۃ اھ

اور "فتاوی سمرقندیہ" میں ہے۔

وقد قال بعض مشائخنا لہ ان یؤدی السنۃ ایضا واتفقوا علی ان لا یؤدی نفلا وعلیہ الفتوی۔ (شامی ج ۵ ص۳۵) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	۲۵ / ۸ / ۱۳۸۵ھ	بندہ محمد اسحاق عفراللہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا		نائب مفتی خیر المدارس ملتان

جماعت ثانیہ کا حکم

جس مسجد میں امام اور نمازی متعین ہوں وہاں جماعتِ ثانیہ کرانا از روئے شریعت کیسا ہے ؟

المستفتی : ملک محمد صدیق ڈوگر سراج سنز

دولت گیٹ ملتان

الجواب مسجدِ محلہ میں جماعتِ ثانیہ مکروہِ تحریمی ہے۔ مسجدِ محلہ کی تعریف یہ ہے کہ جس کے نمازی اور امام متعین ہوں۔

اما مساجد المحلة وهی مالها امام وجماعة معینون اھ

(الفقه علی المذاهب الاربعة ، ج ۲ ، ص ۴۳۶)۔

یہ کراہت تب ہے جب اہلِ محلہ نے اس مسجد میں اعلانِ اذان کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔ اور اگر اہلِ محلہ نے بلا اعلانِ اذان یا بلا اذان جماعت کرائی ہو تو اس صورت میں جماعتِ ثانیہ درست ہوگی۔

« عن ابی بکرة رضی الله تعالی عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اقبل من نواحی المدینة یرید الصلوة وقد صلوا فمال الی منزله فجمع اهله فصلی بهم رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط »

اگر جماعتِ ثانیہ مکروہ نہ ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں دوبارہ جماعت سے نماز ادا فرماتے۔ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا اہلِ کرام کو جمع کرکے گھر جماعت فرمانا واضح دلیل ہے اس بات پر کہ مسجد میں ایک مرتبہ جماعت ہو جانے کے بعد دوبارہ جماعت مکروہ ہے۔

ویکره تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة اھ (درمختار)

قال الشامی عبارته فی الخزائن اجمع مما هنا و نصها یکره تکرار الجماعة فی مسجد محلة باذان واقامة الا اذا صلی بهما فیه اولاً غیر اهله او اهله لکن بمخافتة الاذان ولو کرر اهله بدونهما اوکان مسجد طریق جاز اجماعاً۔ اھ

(شامی ج ۱ ، ص ۴۰۸ ، مطبوعہ کوئٹہ)۔

وروی عن انس رضی الله تعالی عنه ان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم کانوا اذا فاتتهم الجماعة فی المسجد صلوا فی المسجد فرادی اھ (شامی ج ۱ ص ۲۶۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۱/۱/۱۴۰۰ھ

منکوحۂ غیر کو گھر رکھنے والے کو امام نہ بنایا جاوے

سوال ایک شخص تین سال سے منکوحۂ غیر کو گھر لے کر بیٹھا ہوا ہے۔ لوگوں کو اس کے ساتھ ترک موالات کرنی چاہئے یا نہیں؟ اگر لوگ اس سے کھانا پینا نہیں چھوڑتے تو ان کو جماعت سے نکالنا چاہئے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب منکوحۂ غیر کو اپنے گھر رکھ لینا سخت گناہ ہے۔ اہل اسلام پر واجب ہے کہ ان میں علیحدگی کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اگر علیحدگی کرانے پر قدرت نہ ہو تو ان سے قطع تعلقات کیا جاوے۔ ان کی شادی غمی میں شرکت نہ کی جاوے۔ شخص مذکور یا اس کا کوئی معاون لائق امامت نہیں۔ لیکن ان میں سے اگر کوئی شخص جماعت میں آکر شامل ہو تو اسے جماعت سے الگ نہ کیا جاوے، دیگر مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب گفتگو کرنے سے حضرات صحابہ رضہ کو روک دیا تھا اور ان کی بیویوں سے بھی انہیں الگ کر دیا تھا تو اس کے باوجود انہیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ممانعت نہ تھی۔ حدیث کعب رضہ کے الفاظ یہ ہیں۔

فاستكانا وقعدا فى بيوتهما واما انا فكنت اشب القوم واجلدهم فكنت اشهد الصلوة مع المسلمين۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
۲۱ / ۴ : ۱۳۸۵ھ

حقہ ساز کی امامت

زید ایک مسجد کا امام ہے اس کا پیشہ حقے بنا کر فروخت کرنا ہے حالانکہ خود حقہ نہیں پیتا۔ صرف بنا کر فروخت کرتا ہے وہ کہتا ہے اگر شریعت میں منع ہو تو چھوڑ دوں گا۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حقے بنانا معصیت نہیں۔ لہٰذا زید کے پیچھے نماز درست ہے۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفر لہٗ

۱۸ / ۲ / ۱۳۸۷ھ

جس کا لڑکا کالج اور لڑکی نارمل سکول میں پڑھتی ہو اس کی امامت کا حکم

سوال امام صاحب جن کا لڑکا کنز الدقائق وغیرہ پڑھتا ہے نیز مقامی کالج میں ایف اے میں داخل ہے خود پابند شریعت ہیں اور اولاد میں بھی اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ نیز انہوں نے اپنی بچی کو گھر پر قرآن تجوید کے ساتھ اور کچھ مسائل کی کتابیں پڑھا کر مقامی زنانہ اسکول میں داخل کرا دیا ہے، اب کچھ لوگ ان کی امامت پر اعتراض کرتے ہیں، شریعت کے حکم سے آگاہ فرمادیں۔

الجواب اگر کوئی مسلمان اپنے دینی فرائض و واجبات بجالا کر کوئی دنیوی علم حاصل کرتا ہے تو اس پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے زمانہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کو عبرانی زبان اور دیگر علوم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اُس وقت سے اس وقت تک علماء نے دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم کو مستحسن سمجھا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح ——— محمد اسحاق عفی عنہ

محمد علی خطیب سنہری مسجد لاہور ——— ۱۶ : ۹ ، ۱۳۷۴ھ

——— عبید اللہ انور دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

شخص مذکور کی امامت میں کوئی خلل نہیں۔ کیونکہ دین کو محفوظ رکھتے ہوئے دنیاوی تعلیم حاصل کرنا مضر نہیں۔ اور اگر پردے وغیرہ کا معقول انتظام ہو تو لڑکی کو نارمل سکول میں بھیجنے میں کوئی حرج نہیں۔

الجواب صحیح ——— والجواب صحیح

بندہ اصغر علی غفرلہٗ ——— بندہ محمد عبد اللہ غفرلہٗ

معین مفتی خیر المدارس ملتان ۱۷ ، ۹ ، ۱۳۷۴ھ ——— مفتی خیر المدارس : ملتان

ھذا کذلک وانا مصدق بذلک۔

افقر الی اللہ محمد عبد اللہ درخواستی ، مہتمم مدرسہ مخزن العلوم ، خانپور

۱۹ : ۹ ، ۱۳۷۴ھ

دنیوی تعلیم کا مستحسن ہونا تصحیح نیت پر موقوف ہے۔ علی الاطلاق مستحسن قرار دینا درست نہیں والباقی صحیح۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان

جھوٹے تلے والی کلاہ پہننے والے امام کا حکم

سوال ایک امام مسجد سر پر جھوٹے تلے والا کلاہ رکھتا ہے اور اس کا تلا چار انگل سے زیادہ ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں ؟ یہاں کے علماء اس کو خالص تلے کا حکم دیتے ہیں۔ اور اس امام کے پیچھے نماز کو ناجائز کہتے ہیں ؟

الجواب جھوٹے تلے کا حکم خالص تلے کا نہیں۔ اور اس کا پہننا چار انگل سے زائد جائز ہے۔ لہٰذا امام مذکور کے پیچھے نماز جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہ
خیر المدارس ملتان
۲۱ : ۴ : ۱۳۷۶ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

اغوا شدہ کے خاوند کی امامت درست ہے

سوال ایک پیش امام کی عورت کو ایک شخص بھگا کر لے گیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تمہاری عورت چلی گئی ہے لہٰذا تمہارے پیچھے نماز درست نہیں اور اسے امامت سے ہٹا دیا گیا۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے ؟

الجواب صورت مسئولہ میں امام مذکور بے قصور ہے اس کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ بلکہ گاؤں والوں کو چاہیئے کہ اس کی عورت تلاش کرنے میں مدد کریں نہ کہ امامت سے بھی ہٹا دیں۔

فقط واللہ اعلم
بندہ اصغر علی غفرلہٗ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ ۵ / ۸ / ۱۳۷۹ھ

یک چشم کی امامت

اگر کوئی شخص ایک آنکھ سے نابینا ہو دوسری آنکھ بالکل صحیح ہو تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب یک چشم کے پیچھے نماز مکروہ نہیں۔ کما فی فتاویٰ دارالعلوم ، ص ۱۹۴ ، ج ۳۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

صرف ٹوپی پہن کر امامت کرانا

سوال: ایک آدمی ٹوپی سے نماز پڑھاتا ہے اور مقتدی اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے سر پر صافہ ہوتا ہے اور امام صاحب صرف ٹوپی سر پر رکھ کر نماز پڑھاتے ہیں۔ کیا ان کا اعتراض درست ہے؟

۲: ایک مقتدی امام کو کہتا ہے کہ یہ ٹوپی جو آپ نے پہن رکھی ہے ہندوؤں کی رسم ہے۔ اگر آپ ٹوپی سے نماز پڑھائیں گے تو ہم آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔ کیوں کہ ہماری نماز مکروہ ہوتی ہے۔

عبدالرحمٰن مدرسہ اصلاح المسلمین کرم پور

الجواب: جو امام عام حالات میں بھی ٹوپی پہنتا ہو، اس کا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھانا بلا کراہت جائز ہے اگرچہ افضل یہ ہے کہ عمامہ کے ساتھ ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۷۰، ج ۳)

۲: یہ مقتدی جاہل ہے۔ ٹوپی کا استعمال قدیم سے چلا آتا ہے گو کیفیات میں اختلاف ہوتا رہتا ہے صحیح بخاری میں ہے۔ وضع ابو اسحاق قلنسوته فی الصلوٰة ورفعها اھ (بخاری ص ۱۵۹: ج ۱)

صحابۂ کرام علیہم الرضوان ٹوپیوں کے ساتھ بھی نماز پڑھتے تھے۔ کان القوم یسجدون علی العمامة والقلنسوة۔ اھ (بخاری، ص ۵۶، ج ۱)

مروجہ گول اور دوپلی ٹوپی ہندوستان میں علماء و مشائخ بھی پہنتے تھے۔ اسے صرف ہندوؤں کا شعار کہنا محض ضد اور زیادتی ہے۔ اور بلا علم نماز کے مکروہ ہونے کا حکم لگا دینا جہل مرکب ہے۔

فقط واللہ اعلم

محمد انور

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۱۴۰۰/۶/۲ھ

○

تعویذ فروش کی امامت

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے ساتھ ہی تعویذ بھی بیچتا ہے۔ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: زید کی امامت صحیح ہے۔ کیوں کہ تعویذ دے کر پیسے لینا شرعاً جائز ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہٗ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ

مفتی خیر المدارس ملتان

○

منکرِ حدیث کا جنازہ پڑھانے والے کی امامت

سوال ۱ : ایک شخص حدیثِ پاک کا قطعی منکر ہے ۔ مشہور منکرِ حدیث عبداللہ چکڑالوی کے مذہب کا پیرو کار ہے ۔ اپنے آپ کو اہلِ قرآن کہلاتا ہے ۔ ایسا شخص از روئے شریعت مسلمان ہے یا کافر؟

۲ : جو شخص ایسے آدمی کا جنازہ پڑھائے اس کی اقتدا میں پانچ وقت کی نماز ، جمعہ وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ۱ : حدیث قرآن پاک کی توضیح وتشریح ہے ۔ حدیث کو یکسر نظر انداز کر کے قرآن حکیم پر عمل قطعاً ناممکن ہے ۔ اور جو اس محال کا دعوٰی کرے وہ بلا ریب جھوٹا ہے ۔ چونکہ اتباعِ رسول کا فرض ہونا نصوصِ صریحہ قطعیہ سے ثابت ہے اس لئے حدیث کا منکر کافر اور خارج از دائرۂ اسلام ہے ۔

۲ : امام مذکور تاوقتیکہ علانیہ توبہ نہ کرے اس کی اقتدا میں ہرگز نماز ادا نہ کی جائے ۔

الجواب صحیح — فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — محمد انور

۵ : ۱۲ : ۹۹ ۱۳ھ — نائب مفتی خیر المدارس ملتان

اہلسنت والجماعت کے خلاف عقائد رکھنے والے کو امام نہیں بنانا چاہیئے

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کا عقیدہ اس طرح کا ہے حالانکہ امیر جماعت ہے اور بہت سے لوگ اس کے پیرو کار ہیں اور اپنے آپ کو جماعت اسلامی کا امیر کہہ کر لوگوں کو اپنی طرف بلا رہا ہے ۔

۱ : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتا ہے کہ حضور ؐ کو اپنے زمانے میں اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا اس کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو جائے ۔ لیکن ساڑھے تیرہ ۱۳۵۰ سو سال کی تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ حضور ؐ کا اندیشہ صحیح نہیں تھا ۔ کمافی رسائل مسائل ۵ ستمبر ۱۹۵۷ء ۔

۲ : حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں ۔ کہ حضرت عثمان رض کی پالیسی کا یہ پہلا غلط کام تھا ۔ اور غلط کام بہر حال غلط ہے ۔ خواہ کسی نے کیا ہو ۔ اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش نہ عقل وانصاف

کا تقاضا ہے اور نہ ہی دین کا مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے ۔ (خلافت وملوکیت ص۱۴۲)

۳ : حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں حضرت معاویہ رضہ نے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی ۔ (خلافت وملوکیت ص۱۴۲)

۴ : حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہن کے خلاف لکھتے ہیں ۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جری ہوگئی تھیں اور زبان درازی کرنے لگیں ۔ (اشاعت ہفت روزہ ایشیا ، ۱۹ نومبر ۱۹۶۶ء)

اب کوئی شخص اس قسم کا عقیدہ رکھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقائص بیان کرے تو اس کے پیچھے نماز وجمعہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب شخص مذکور کے عقائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اہلسنت والجماعت کے خلاف ہیں اس لئے اس کو امام نہیں بنانا چاہئے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ‏ ‏ ‏ ‏ بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

خیر محمد عفا اللہ عنہ ‏ ‏ ‏ ‏ نائب مفتی خیر المدارس : ملتان

عباسی صاحب کے معتقد کی امامت

سوال ہمارے امام مسجد ، عباسی صاحب کی کتاب جو کہ خلافت حضرت امیر معاویہ رضہ اور یزید کے بارے میں ہے ، کی بہت تعریف کرتے ہیں ۔ جب وہ کتاب بندہ نے پڑھی تو اس میں حضرت حسین رضہ کی صحابیت کا کھلم کھلا انکار تھا ۔ اور اہلبیت ہونا بھی کچھ مشکوک لکھا ہوا تھا ۔ تو بندہ نے اپنے امام مسجد سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حضرت حسین رضہ تو صحابی ہیں ، لیکن ایک غلطی سے عباسی صاحب کی ساری کتاب غلط تو نہیں ہوسکتی ۔ اور کہا مولوی غلام اللہ خانؒ پنڈی والے وعظ کے لئے یہاں آئے تھے ۔ ان کے سامنے بھی عباسی صاحب کی کتاب کا ذکر ہوا تو انہوں نے بھی کتاب کی تعریف کی ۔ بندہ نے کہا کہ مجھے تو آپ سے مطلب ہے کیونکہ بندہ آپ کے پیچھے نماز پڑھتا ہے ۔ بندہ نے کہا اتبعوا السواد الاعظم والی حدیث پر عمل کریں ۔ دو تین شہروں کے علماء سے دریافت کرلیویں ۔ جدھر خیال ہوگیا اس طرح مان لیا جائے گا ۔ امام مسجد نے انکار کیا ۔ کہا السواد الاعظم والی حدیث عقائد کے بارے میں ہے اور یہ فروعی بات ہے ۔ اب بندہ کو اور کوئی خیال نہیں صرف اپنی نماز کا فکر ہے ۔ کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے ؟ اور یہ بھی

کہتا ہے کہ مجھے علماء سے زیادہ تحقیق ہے کیونکہ عدم تحقیق کی وجہ سے شاہ ولی اللہ رح نے امیر معاویہ رض کو باغی لکھ دیا ہے اگر اسکے پیچھے نماز درست نہیں تو سابقہ نمازوں کی قضا کروں ؟

الجواب سابقہ نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں، آئندہ کے لئے یہ احتیاط کرلی جائے کہ نماز دوسری قریبی مسجد میں کسی صحیح العقیدہ امام کے پیچھے ادا کرلیا کریں ۔ فقط ۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیرالمدارس ملتان
۱۴ : ۲۳ : ۱۳۸۱ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفرلہٗ
مفتی خیرالمدارس ملتان

امامت کیلئے شادی شدہ ہونا ضروری نہیں

سوال ایک شخص جو کہ غیر شادی شدہ اور پابند شریعت بھی ہے، چند اشخاص کی رائے یہ ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھا سکتا۔ اس کی امامت درست نہیں ۔ اور بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ وہ نماز پڑھا سکتا ہے ۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ نماز نہیں پڑھا سکتا، انہوں نے شاہ احمد نورانی کے پاس بھی تصدیق کے لئے خط بھیجا ہے

الجواب امامت کے لئے عالم متقی اور متبع سنت ہونا ضروری ہے یہ صفات اگر غیر شادی شدہ میں پائی جاویں تو وہ بلا شبہ امامت کا اہل ہے ۔ اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں ہے ۔ اور اگر کوئی شخص شادی شدہ ہے مگر ان صفات کا حامل نہیں ہے تو اس کی امامت درست نہیں ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ امامت اور شادی کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے نیک ہونا ضروری ہے ۔ چونکہ عام طور پر شادی شدہ سے غلطیاں کم ہوتی ہیں اس لئے عوام کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ امام شادی شدہ ہو ۔ ورنہ کوئی ضروری نہیں ۔

لعموم قوله عليه السلام لابني ابي مليكه وليؤمكما خياركما ۔ الحديث فقط ۔

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیرالمدارس ملتان
۱۳ : ۵ : ۱۳۹۹ھ

قاتلِ عمد کی امامت

ایک آدمی خانگی جھگڑوں کو مٹانے کی خاطر کسی کو عمداً قتل کرنے کے بعد مقدمۂ قتل سے بری ہوا ہے۔ اور اس گناہِ کبیرہ سے توبہ پختہ بھی کر چکا ہے۔ چنانچہ اس توبہ پر بارہ تیرہ سال سے پختہ ہے۔ لیکن اولیائے مقتول سے صلح نہیں کر سکا ہے بوجہ انقلاب پاک و ہند۔ ورنہ خلوصِ دل سے صلح کا خواہاں ہے۔ تو کیا ایسے شخص کے پیچھے فرض نماز پڑھنی جائز ہے یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہے تو باطل ہوگی یا مکروہ۔ اور مکروہ بھی کون سا۔ اسی طرح اگر نماز پنجگانہ کے علاوہ تراویح میں اس کا امام بنانا جب کہ یہ شخص حافظ ہو، درست ہے یا نہ ؟

الجواب جس مقام پر ورثۂ مقتول مقیم ہوں قاتل پر لازم ہے کہ وہاں جاکر ان سے صلح وصفائی کرے اگرچہ اسے اس معاملہ میں خون کا معاوضہ مالی ہی ادا کرنا پڑے اور جس معاوضہ مالی پر بھی ورثۂ مقتول راضی ہو جائیں اسے قبول کر کے ادا کرنا چاہیے۔ جب یہ صلح ہو جائے تب قاتلِ مذکور کی امامت سب نمازوں میں درست ہو جائے گی بلا کراہت۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	۱۷/۷	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
بندہ عبداللہ عفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان	۱۳۹۶ھ	نائب مفتی خیر المدارس ملتان

اقتداءِ صبی بمثلہ

مدارس میں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ بچوں کو جب چھٹی ہوتی ہے تو ان میں سے ایک نابالغ بچہ، نابالغ بچوں کی جماعت کراتا ہے۔ شرعی طور پر یہ صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب نابالغ کی اقتداء نابالغ کے پیچھے درست ہے۔

وامامة الصبی المراهق لصبیان مثله یجوز كذا فی الخلاصة۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۸۴)۔ وفی الدر المختار وصح لو توضأ علی الانقطاع وصلی كذلك كاقتداء بمفتصد أمن خروج الدم وكاقتداء امرأة بمثلها وصبی بمثله ومعذور بمثله و ذی عذرین بذی عذر۔ اھ (شامیة ج ۱ ص ۴۲۸)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

اگلی صف پوری کرنے کے لئے نمازی کے سامنے سے گزرنا جائز ہے

بعض آدمی پچھلی صف میں سنت وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں اس دوران فرض کی جماعت کھڑی ہو جاتی ہے تو پہلی صف میں سب نمازی جمع ہو جاتے ہیں اس میں لازماً پیچھے نماز پڑھنے والوں کے سامنے سے گزرنا پڑتا ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ یہ گزرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل قاری محمد رمضان ۷/۷ ر ۵ آر ساہیوال

الجواب اس صورت میں بضرورت، نمازی کے سامنے سے گزرنا روا ہے۔

والظاہر ان من الصورة الثانية مالو صلى عند باب المسجد وقت اقامة الجماعة لان للمار ان يمر على رقبته كما يأتي اھ (شامية ج ۱ ص ۵۹۴)۔ وايضا في الشامية واذا كان له ذلك فله ان يمر من بين يديه بالاولى فافهم اھ (شامية ج ۱، ص ۵۹۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی ۸ / ۳ / ۱۳۸۹ھ

گھر یا دوکان میں جماعت کرانے سے صرف جماعت کا ثواب ملیگا

بندہ نے اس خیال سے کہ جو دکان میں مریض موجود ہوتے ہیں ان کو تکلیف نہ ہو۔ نیز میرے ملازمین اور اسٹاف کے لوگ بھی جماعت سے محروم نہ رہیں دکان میں جماعت کرانے کا انتظام کیا ہے کیا یہ درست ہے۔

المستفتی ڈاکٹر محمد سلیم

بمعرفت مولانا نیاز احمد صاحب مہتمم جامع العلوم عیدگاہ بہاولنگر

الجواب الاصح ان اقامتها فی البیت کاقامتها فی المسجد وان تفاوتت الفضیلۃ اھ (طحطاوی، ص ۱۵۶)۔

صورت مسئولہ میں جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن مسجد کی فضیلت کا ثواب نہیں ملے گا [1] کما فی الجزئیۃ المذکورہ۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح ۲۴/۵/۱۳۸۵ھ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا نائب مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

[1] قال المرتب عفا اللہ عنہ دکان میں جماعت کرانے کا مستقل معمول بنا لینا درست نہیں جبکہ مسجد بھی کچھ خاص دور نہ ہو۔ کبھی کبھار اتفاق ہو جائے تو گنجائش ہے۔

نماز میں ٹخنے سے ٹخنا اور کندھے سے کندھا ملانے کا حکم

کیا ایک نمازی جماعت میں کھڑا ہو تو دوسرے نمازی کے کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنا ملا سکتا ہے۔ اور جو امام بخاری رح نے اپنی صحیح میں بایں طور باب منعقد کیا ہے۔

باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف وقال النعمان بن بشیر رأیت رجلا منا یلزق کعبہ بکعب صاحبہ

اور اس کے بعد حدیث روایت فرماتے ہیں۔

حدثنا عمرو بن خالد قال حدثنا زھیر عن حمید عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اقیموا صفوفکم فانی اراکم من وراء ظھری وکان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ۔

تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں صفوف بندی کا یہی طریقہ ہے۔ تو گزارش ہے کہ حدیث ہذا کا مفہوم فقہاء کرام رح کیا بیان کرتے ہیں۔ مہربانی فرما کر فقہاء احناف رح کی عبارات پیش کریں۔

الجواب مسنون طریقے پر صف بندی کے لئے تین امور کا ہونا ضروری ہے۔

۱: صفوں کا سیدھا ہونا۔ ۲: مل کر کھڑے ہونا کہ درمیان میں

فرجات نہ رہیں۔

۳:۔ پہلی صف پوری کر کے دوسری صف شروع کی جائے۔

کما یدل علیہ الاحادیث ففی المشکوۃ عن انسؓ قال اقیمت الصلوۃ فاقبل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوجہہ فقال اقیموا صفوفکم وتراصوا فانی اراکم من وراء ظہری رواہ البخاری وفی المتفق علیہ قال اتموا الصفوف۔

ہر سہ امور بالا کا مامور بہ ہونا حدیث مذکور سے ظاہر ہے۔

امر دوم کے لئے حدیث میں "تراصّوا" کا لفظ وارد ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ کما فی القاموس وغیرہا تراص القوم ای تضاموا وتلاصقوا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مل کر کھڑے ہونے کے مفہوم میں الزاق الکعب بالکعب داخل نہیں بلکہ مل کر کھڑے ہونا اس سے عام ہے۔ کما لایخفی۔ پس حدیث مرفوع سے تراص کا مامور بہ ہونا معلوم ہوتا ہے نہ کہ "الزاق الکعب بالکعب" کا۔ پس صف بندی میں اصل سنت مل کر کھڑے ہونا ہے نہ کہ الزاق مذکور۔ رہا حضرات صحابہ کرام رض کا یہ عمل سو تعدیل صفوف اور سد فرجات کے سلسلہ میں مبالغہ پر محمول ہے۔ جیسے کہ شارح بخاری نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امام بخاری رح کے ترجمۃ الباب مذکور کی شرح میں حافظ ابن حجر رح فرماتے ہیں۔

المراد بذلک المبالغۃ فی تعدیل الصفوف وسد خللہ۔

(فتح الباری: ج ۲، ص ۱۶۷)۔

علامہ عینی رح عمدۃ القاری میں: ج ۱ ص ۴۹۷۔ میں ترجمۂ مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں۔

واشار بہذا الی المبالغۃ فی تعدیل الصفوف وسد الخلل فیہ الخ۔

اور حضرات صحابہ رض کا یہ خصوصی امتیاز بھی ہے کہ فرمان نبوی ص کی تعمیل میں مبالغہ سے کام لیتے تھے۔ نیز واضح ہے کہ یہ معمول صحابہ کرام رض کے زمانے میں عام نہیں ہو سکا۔ نیز باقی بھی نہیں رہ سکا تھا جیسا کہ فتح الباری۔ ج ۲۔ ص ۱۶۷۔ سے ظاہر ہے کہ حدیث انسؓ کے آخر میں بروایت معمر یہ زیادتی منقول ہے۔ لوفعلت باحدہم الیوم لنفر الخ اوکما قال۔ پس الزاق مذکور

کا سنت سے زائد ہونا ظاہر ہے یا الزاق مذکور سے مراد محاذات ہے۔ کما فی البذل۔ وجہ
اس کی یہ ہے کہ حدیث مرفوع میں الزاق الرکبۃ بالرکبۃ بھی وارد ہے۔ کما فی روایت
ابی داؤد۔ جو بلا تکلف متعذر ہے پس الزاق کی تفسیر محاذات سے کی جائے گی۔ واللہ اعلم۔

الحاصل حنفیہ کے نزدیک الزاق مذکور سنت نہیں۔ اصل سنت وہی امور ثلاثہ ہیں جو شروع میں
مذکور ہیں۔ تعدیل صفوف کے لئے محاذات المنکب بالمنکب اور ٹخنوں کا ٹخنوں کے سیدھ میں ہونا
ضروری ہے ورنہ صف سیدھی نہیں ہوسکے گی۔ حدیث مرفوع میں حاذوا المناکب بالمناکب وارد ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا
۱/۱۱/۱۳۸۱ھ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

جماعت فجر میں شمولیت کیلئے ثناء وغیرہ چھوڑنے کا حکم

کوئی سنتیں پڑھنے لگا جب کہ ایک رکعت ملنے کی قوی امید تھی اس نے الحمد شریف سے
شروع کر دیا۔ اب نماز کیسی ہوئی؟ مکروہ تنزیہی یا تحریمی؟ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تاکہ
جلد جماعت میں شریک ہو جائے خصوصاً جب کہ ایک رکعت ملنے کی امید بھی نہ ہو صرف قعدہ ملتا ہو۔

سائل غلام مصطفی رائیونڈ لاہور

الجواب بلا وجہ ترک سنۃ اساءۃ ہے اور اساءۃ کا درجہ کراہت تحریمیہ سے نیچے
اور تنزیہیہ سے اوپر ہے۔ (درمختار علی الشامیہ ج ۱ ص ۴۴۲)۔

اور صورت مسئولہ میں حاجت معتبرہ متحقق نہیں۔ کیونکہ ترک تعوذ و تسمیہ کا مسئلہ اس صورت میں
ہے جب کہ دونوں رکعتیں فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

کما یظہر من الشامیۃ ج ۱ ص ۶۷۲۔ لو خاف أن تفوتہ
الرکعتان یصلی السنۃ ویترک الثناء والتعوذ وسنۃ القرآۃ۔

اگر ایک رکعت ملنے کی امید ہو تو ثناء و تعوذ نہ چھوڑے۔ کما یفھم من الجزئیۃ المارۃ۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی۔ ۱۳۸۲/۱۰/۲۰ھ

تنہا فرض ادا کرنے کے بعد جماعت میں شریک ہوئے تو فرض کونسے شمار ہونگے

ایک آدمی نماز ظہر بغیر جماعت پوری پڑھ بیٹھا بعد میں جماعت کھڑی ہوگئی۔ پھر اس نے فرض جماعت سے بھی پڑھ لئے تو ان میں فرض کون سے شمار ہوں گے ؟ جو اکیلے پڑھے ہیں یا جو جماعت کے ساتھ ؟

الجواب جو پہلے ادا کئے ہیں وہ فرض شمار ہوں گے اور جماعت کے ساتھ جو نماز ادا کی ہے وہ نفل ہوگی ۔

لو صلی ثلاث رکعات من الظہر ثم اقیمت الجماعة یتم ویقتدی متطوعا۔اھ (شامی : ج ۱، ص ۴۲۶)۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۔ ۲۹ / ۱۱ / ۱۳۹۹ھ

اقتداء قائم بقاعد یرکع ویسجد

امام صاحب معذور آدمی ہیں کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکتے بیمار ہیں باوجود دوسرے آدمی کے ہوتے ہوئے جو نماز پڑھانے کے قابل ہے پھر بھی مصلا نہیں چھوڑتے ۔ امام صاحب خود ہی نماز پڑھاتے ہیں ۔ آیا نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

الجواب بہتر یہ ہے کہ جو قیام و رکوع اور سجود پر قادر ہو وہ نماز پڑھائے ۔

(قولہ وصح اقتداء قائم بقاعد) ای یرکع و یسجد وھذا عندھما خلافا لمحمد وقولہ احوط کما فی البرھان وغیرہ والدلائل مستوفاة فی المطولات اھ (طحطاوی : ص ۱۶۱) ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۔ ۲۱ / ۱۰ / ۱۴۰۷ھ

پرویزی کا جنازہ پڑھنے والا ـــــــ لائق امامت نہیں

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مشہور منکرِ حدیث غلام احمد پرویز جس کو جمہور علماء امت نے کافر قرار دیا ہے اس کا ایک پیروکار، ہم عقیدہ و ہم مسلک و مسلکِ پرویز کا مبلغ مر گیا ہے جب کہ جمہور علماء امت نے پرویز کے متبعین کو بھی خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اس پرویزی پر اہلسنت والجماعت مسلمانوں کے ایک پیش امام نے جنازہ پڑھا ہے۔ لہٰذا شریعتِ اسلامی میں مذکورہ امام کا کیا حکم ہے؟ (ب) نمازِ جنازہ کی اس امامت کے بعد اس امام کے پیچھے اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

الجواب ایسا شخص عاصی و فاسق ہے اس کا امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ علماء نے غلام احمد پرویز کو اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہے۔ کما فی فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۴ ج ۳۔ اہلسنت والجماعت کے امام کو ان کی میت پر نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیئے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۲۰ / ۱۲ / ۱۳۸۷ھ

جس کی لڑکی بیوہ ہو اس کی امامت

سوال ایک شخص پیش امام ہے اس کی ایک لڑکی بیوہ ہے لڑکی کا پہلا خاوند فوت ہوا تو باپ نے دوسرا نکاح کرا دیا۔ دوسرا خاوند بھی فوت ہو گیا اس لڑکی کے ۵، ۶ بچے بھی ہیں۔ باپ نے تیسری جگہ نکاح کرنے کے لئے لڑکی کو کئی بار کہا لیکن لڑکی نہیں مانتی۔ اب چک کے چند افراد ذاتی رنجش کی بنا پر اس شخص پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی کیونکہ اس کی لڑکی بیوہ بیٹھی ہے۔ کیا شرعاً درست ہے کہ نماز نہیں ہو گی۔؟

الجواب ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے۔ اس امام کے پیچھے نماز بالکل درست ہے کوئی شبہ نہ کیا جاوے۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح — محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۲ / ۹ / ۱۳۹۰ھ

جس کی بیوی پردہ نہ کرتی ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں ایک غریب گھرانے کا آدمی ہوں ۱۹۳۹ئہ میں سے قرآن مجید حفظ کیا اور مزدوری کر کے گھر کا کاروبار چلا رہا ہے۔ اس کے بعد چندہ کر کے مسجد تعمیر کرائی ہے ۱۹۵۲ئہ میں امامت شروع کی ہے اور محض فی سبیل اللہ درس قائم کیا ہے۔ میں نے مسجد میں درس پڑھانے کی کوشش کی تو اہل محلہ نے نکتہ چینی کی کہ مسجد کی چٹائیاں خراب ہوتی ہیں، کوزے ٹوٹتے ہیں اور مسجد کی دیواریں وغیرہ خراب ہوتی ہیں۔ لہذا میں نے قرآن مجید کا درس گھر میں پڑھانا شروع کر دیا ہے۔ کم ازکم تعداد ۶۰، ۷۰، ۸۰ کی ہوتی ہے ختم قرآن و درس قرآن دینے کی کوئی اجرت وغیرہ نہیں ہے۔ صرف رضائے الٰہی کی خاطر درس قائم کیا ہے اور مسجد کی امامت بھی فی سبیل اللہ ہے۔ میں نے دین اسلام کی اتنی خدمت کی ہے کہ پانچ چھ ہزار کی آبادی میں شہر کا کوئی گھر ایسا نہیں کہ جس میں قرآن مجید پڑھے ہوئے افراد نہ ہوں سینکڑوں لوگ قرآن مجید پڑھ چکے ہیں اور کچھ حفظ بھی کر چکے ہیں۔ اس وقت بھی درس قائم ہے اور بچے پڑھ رہے ہیں۔

میرا اپنا کاروبار دوکانداری ہے اور میں گھر میں دوکانداری کرتا ہوں۔ میری دوکانداری ۱۹۳۶ئہ سے چلی آ رہی ہے۔ میرا گزر اسی دوکانداری پر ہے اور کسی قسم کا ذریعہ معاش نہیں ہے۔

اس کے بعد سائل کا سوال یہ ہے کہ سائل کو امامت کراتے ہوئے پندرہ سال گزر چکے ہیں کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا ہے لیکن آج پندرہ سال کے بعد ایک محلہ دار نے اعتراض کیا ہے کہ سائل کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے کیونکہ سائل کی بیوی دوکان پر سودا دیتی ہے۔ اس اعتراض سے سارے شہر میں ہلچل مچ گئی ہے۔ صرف اہل اعتراض نے سائل کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے اور باقی تمام لوگ سائل کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔

سائل کی دوکان گھر پر ہے اور اپنے ہی گھر میں بچوں کو درس دیتا ہے۔ درس اثناء سائل کی بیوی دوکان پر محلہ کی عورتوں کو سودا دیتی ہے۔ اور اگر کوئی مرد آجاتا ہے تو سائل درس سے اٹھ کر سودا دیتا ہے۔ ہاں اگر محلہ کا کوئی شریف مرد آجاتا ہے تو سائل کی بیوی بھی دوکان پر سودا دیتی ہے۔ فرمائیے کہ سائل کے پیچھے نماز ہوتی ہے کہ نہیں ؟

العارض رضا محمد ولد غلام محمد دوکاندار

رتہ خیل بمقام، خاص ڈاکخانہ، میانوالی ضلع۔

الجواب جتنا پردہ واجب ہے اس کے ترک سے گناہ اور اس میں بے پرواہی کرنے سے امامت میں کراہت ہے اور تمام کتب فقہ میں مصرح ہے کہ حُرّہ کا تمام بدن بجز وجہ وکفین کے واجب الستر ہے۔ اور وجہ و

کا سترلعارض فتنہ ہے لہذا اگر آپ کی زوجہ سن رسیدہ ہے کہ کشف وجہ سے خوفِ فتنہ نہیں ہے تو آپ کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ورنہ اپنی گھر والی کو کہہ دو کہ کسی آدمی کو سودا نہ دیا کرے صرف عورتوں کو سودا دیتی رہے۔ اور اگر کوئی مرد سودا لینے کے لئے آجائے تو آپ کو بلا لیا کرے۔ کما فی امداد الفتاویٰ : ص ۲۲۲ : ج ۱۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

شطرنج کھیلنے والے کی امامت : سوال

ایک شخص فارغ التحصیل ہو کر دین کی تعلیم دیتا ہے اور تعلیم بھی احادیث وغیرہ کی۔ لیکن اس کیساتھ ہی وہ تفریح طبع کے لئے شطرنج بھی کھیلتا ہے۔ اور اسے کئی مرتبہ اس فعل سے روکا بھی گیا ہے۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے ؟

الجواب شطرنج کھیلنا مکروہ تحریمی ہے قال فی الدر وکرہ تحریما اللعب بالنرد وکذا الشطرنج قولہ والشطرنج الی قولہ فہو حرام وکبیرۃ۔ (درمختار مع الشامی : ج ۵ : ص ۲۶۱)۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شطرنج کھیلنا موجب فسق ہے۔ لیکن امام ابو یوسف رح سے ایک روایت میں اباحت بھی ثابت ہے۔ اور امام شافعی رح نے بھی مباح فرمایا ہے۔ اور یہ اختلاف اسوقت ہے جبکہ اس پر قمار نہ ہو۔ یعنی شرط وغیرہ نہ باندھی جائے۔ اور اس کے شغل میں واجبات (صلوٰۃ وجماعت) میں خلل نہ پڑتا ہو، اور دوام بھی نہ کرتا ہو۔ ورنہ حرام بالاجماع۔

کما قال فی الدر وھذا اذا لم یقامر ولم یداوم ولم یخل بواجب و الا فحرام بالاجماع۔ قال فی الشرح وبدون ھذہ المعانی لا تسقط عدالتہ للاختلاف فی حرمتہ عبد الرحمن ادب القاضی۔ (درمختار مع الشامی : ج ۵ : ص ۲۶۱)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر شطرنج کھیلنے والا دوام کرتا ہو یا اس میں منہمک ہو کر واجبات میں خلل ڈالتا ہے یا اس پر شرط باندھی جاتی ہو تو فاسق ہوں گا وجہ سے اسکو امام بنانا مکروہ ہوگا۔ اور اگر مفاسد سے خالی ہو کر کھیلتا ہے تو اس کی عدالت ساقط نہ ہوگی اور اسکے پیچھے نماز بھی مکروہ نہ ہوگی۔ لیکن اولیٰ ہر حال میں یہی ہے کہ امام ایسے کام سے جس کو عرف میں قبیح سمجھا جاتا ہے پرہیز کرے۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
۲۱ : ۱ : ۱۳۷۱ھ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

بیٹوں کے بدکردار ہونے سے باپ کو یہ کہنا کہ امامت کے لائق نہیں درست نہیں ہے

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید امام مسجد ہے اور وہ اپنے لڑکے خالد وغیرہ کو ذوقی یا شوقی یا اتفاقی دے دیتا ہے اور لڑکا خالد اس رقم کی سگریٹ یا افیون خرید کر پیتا کھاتا ہے تو اب مولوی صاحب کہتے ہیں کہ سگریٹ کا پینا شرعاً ناجائز ہے اور افیون بھی منع ہے اس لئے خالد گنہگار ہے اور اس کا باپ بھی اس کا معاون ہے وہ بھی گنہگار ہے۔ لہٰذا اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۲ : دوسرے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جب تک سگریٹ و افیون خرید کر نہ دے گنہگار نہیں ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا بلاکراہت جائز ہے یہ اس کا معاون نہیں ہو سکتا ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے صح بیع الکلب والفهد یعنی کتے اور چیتے کی بیع اور درندہ جانوروں اور پرندوں کی بیع درست ہے سوائے سؤر اور شراب کے اور تمباکو کی ذات پاک ہے۔ جس کی بیع بھی درست ہے جیسے کہ مجموعۃ الفتاویٰ ص ۳۹۶ ج ۱ میں ہے کہ اما بیعه وشراءه فیجوز ہاں البتہ سگریٹ کا پینا منع ہے اور افیون کا کھانا منع ہے اس صورت میں زید امام مسجد کے پیچھے نماز کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ آپ سے استفتا ہے کہ قول مولوی صاحب پہلے کا درست ہے یا دوسرے کا ؟

فقط

فضل الٰہی امام مسجد چک نمبر ۳۹ : ۱۴ ایل ڈاکخانہ خاص براستہ کسووال ضلع ساہیوال

الجواب اگر زید خود صالح اور لائق امامت ہے تو اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں۔
قال اللّٰہ تعالیٰ ولا تزر وازرة وزر اخری۔ فقط واللّٰہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس : ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللّٰہ عنہ

○

سُود خور کو امامت سے ہٹانا لازم ہے

سوال ایک امام یہاں امامت کے فرائض سرانجام دیتا ہے مع ہذا سود پر لوگوں کو قرض دیتا ہے۔ وہ بنک سے سود پر قرض لیتا ہے اور لوگوں سے دس فیصد سود وصول کرتا ہے۔ پتہ چلنے پر اس کو ملامت کی

گئی تو اس نے یہ کام اپنے بیٹے کے نام کردیا مگر حقیقت میں نفع وہی لیتا ہے۔ ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے ؟

الجواب چونکہ سود لینا شرعاً حرام قطعی ہے۔ اس لئے اگر واقعی امام مذکور سود لیتا ہے تو وہ شرعاً فاسق اور مرتکب کبیرہ ہے، فاسق لائق امامت نہیں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے امام کو امامت سے ہٹانا مقتدیوں پر لازم ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ
نائب مفتی قاسم العلوم ، ملتان
۳۰ : ۱۲ : ۸۳ ۱۳ھ

اصاب من اجاب
عبداللطیف غفرلہٗ
قاسم العلوم : ملتان

الجواب صحیح
سید مسعود علی قادری
مفتی انوار العلوم ، ملتان
ارمحرم الحرام : ۱۳۸۴ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ، ملتان

افیون کھانے والے کی امامت

سوال :- اگر امام افیون کھاتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ ؟ ———— حاجی عبداللہ : ممتاز آباد : ملتان ۔

الجواب ضرورت کی بنا پر افیون کی اتنی مقدار جو نشہ آور نہ ہو کھائی جائز ہے۔ اس صورت میں کھانے والے کی امامت میں بھی کوئی کراہت نہ ہوگی۔ اور اگر لہو ولعب کے لئے کھائی جاتی ہے تو یہ حرام ہے اور امامت ایسے شخص کی مکروہ تحریمی ہے۔ واما القلیل فان کان للھو فھو حرام اھ

(شامی ، ص ۳۳۴ ، ج ۵)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

زبردستی امام نہیں بننا چاہیئے

سوال :- ایک شخص زبردستی مصلے پر چڑھ جاتا ہے، اور اس کی امامت پر کوئی بھی راضی نہیں۔ اس شخص کی امامت کا کیا حکم ہے ؟

الجواب زبردستی امام بننا درست نہیں ۔ عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ لا تقبل منہم صلوتہم من تقدم قوماً وہم لہ کارہون ۔ الحدیث
(مشکوۃ : ص ۱۰۰ ، ج ۱)

الجواب صحیح
محمد صدیق غفرلہٗ

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۶ ار رمضان المبارک ۱۳۹۶ ھ

منکرِ شفاعت کی امامت کا حکم

سوال : ایک شخص قرآنی آیات یاایہا الذین امنوا انفقوا مما رزقنکم من قبل ان یأتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ اور من یعمل سوءا یجز بہ الآیۃ اور فوفیت کل نفس ما عملت الآیۃ اور الیوم تجزی کل نفس بما کسبت الآیۃ اور ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ الآیۃ وغیرہ سے استدلال کرتا ہے کہ مرتکب کبیرہ وغیرہ کی شفاعت نہیں ہے ۔ وجہ استدلال ۔ اللہ تعالے نے قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ ہر عامل عمل خیر اور عامل عمل شر مستوجب ثواب وعقاب ہے ۔ اور اللہ تعالے کی کلام میں احتمال تغیر و تبدل نہیں ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ ما یبدل القول لدی تو پھر شفاعت مرتب کرنا (نعوذ باللہ) غلط ہے ۔ بلکہ مخالفت قرآن ہوگی اور نقض قانون الٰہی ہوگا ۔ جو کہ موجب عتاب ہے ۔ اور جن احادیث سے ثبوت شفاعت ہے جیسے قولہ علیہ السلام "شفاعتی لاہل الکبائر من امتی" وغیرہ

ان کو آیات سے متعارض قرار دے کر گرا دیتا ہے ۔ اور ساتھ ہی لوگوں کو کہتا ہے کہ میں شفاعت کا قائل اور متفق اہلسنت ہوں اور مراد من الشفاعۃ لا یشفعون الا لمن ارتضیٰ لیتا ہے یعنی جسے اللہ تعالے پسند کرے ۔ اور اللہ تعالیٰ زانی و سارق کو پسند نہیں کرتا ۔ اب اگر بغیر توبہ فوت ہوگا تو اس کی شفاعت بھی نہیں ہوگی ۔ اور بجانب مخالف کو مزاحاً کہتا ہے کہ کیا اللہ تعالے نے زانی و سارق کو پسند کرتا ہے اور احادیث وغیرہ لوگوں کو گناہ پر جرأت دیتی ہیں ؟ (نعوذ باللہ من ذالک) ۔

لہذا جناب کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کہ اس شخص کا یہ عقیدہ صحیح ہے یا باطل ؟ یہ شخص مسلمان ہے یا کافر ؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب شخص مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ منکرِ شفاعت اگر کافر ہو تب تو یقیناً نماز پڑھانے کے قابل نہیں۔ اور اگر فاسق کہا جائے جو کم از کم درجہ ہے تب بھی امامت کے قابل نہیں۔ اکفار الملحدین، ص ۴۰، ۴۱ میں ہے۔

والحاصل ان من کان من اهل قبلتنا ولم یغل حتی لم یحکم بکفره تصح الصلوٰة خلفه وتکره ولا یجوز خلف منکر الشفاعة والرؤیة وعذاب القبر والکرام الکاتبین لانه کافر لتواتر هذه الامور من الشارع علیه السلام۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۳ شعبان ۹۴ / ۱۳ھ

اہلِ تشیع سے وسیع تعلقات رکھنے والے کی امامت

سوال ایک امام و خطیب نے فرقہ شیعہ کے ساتھ وسیع تعلقات قائم کر رکھے ہیں یہاں تک کہ خود بھی ان کی شادیوں میں شریک ہوتا ہے اور ان رافضیوں تبرائیوں کو بھی اپنے بچوں کی شادی میں مدعو کرتا ہے۔ اہل محلہ جب اعتراض کرتے ہیں تو شرعی جواز پیش کرنے سے عاجز آ کر ادھر ادھر کی باتیں کرتا ہے۔ یا یہ کہہ دیتا ہے کہ شیعہ لوگ میری امداد کرتے ہیں۔ بعض اہل محلہ اس کی دینی بے حمیتی اور مداہنت کی بنا پر اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے۔ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ تشیع سے اپنے جملہ تعلقات منقطع کر دے اور اعلان کرے کہ میں آئندہ کے لئے اہل تشیع سے کسی قسم کے مراسم نہیں رکھوں گا۔ کیوں کہ شیعوں سے مراسم اسلامیہ رکھنا اور ان کی غمی و شادی میں شریک ہونا ناجائز ہے۔ اس پر وہ لوگ امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مستند اور جامع فتویٰ پیش کرتے ہیں جس کو تمام علماء دیوبند کی تائید حاصل ہے۔ جن میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رہ، علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ اور مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رہ بھی شامل ہیں۔ بعض دستخطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ ۱۳۴۸ھ کا ہے۔ جن عبارات سے اہلِ تشیع سے مقاطعت پر استدلال کیا جاتا ہے وہ عبارات و اقتباسات پیش کرتا ہوں تاکہ مسئلہ کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے اور فتویٰ کے بعد کسی فریق کو کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

---

۱ : ایک تو اس فتویٰ کا نام ہی ہے "شیعہ اثنا عشریہ کے کفر و ارتداد کے متعلق علماء کرام کا متفقہ فتویٰ"

جب اثنا عشریہ مرتد ہیں تو مرتدین سے اسلامی مراسم قائم رکھنا کیسے جائز ہے؟

۲ ؛ اس فتویٰ کی ضرورت اشاعت کے متعلق امام اہل سنت لکھتے ہیں کہ بعض برادران اسلامی کو دیکھ کر صدمہ ہوا کہ اہلسنت والجماعت بوجہ ناواقفیت کے شیعوں کو مسلمان سمجھ کر ان کے ساتھ مناکحت تک سے پرہیز نہیں کرتے، بالآخر جن کے تلخ ترین نتائج سوہان روح ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہی مسلمان شیعوں کو مسلمان سمجھ کر ان کا ذبیحہ استعمال کرتے ہیں۔ لہذا بعض حضرات کا اصرار ہوا کہ علماء کرام کا متفقہ فتویٰ ان کے متعلق شائع کیا جاوے تاکہ فسادات کا سد باب ہو۔ عقیدہ تحریف قرآن کے ظاہر ہونے کے بعد شیعوں کی تکفیر میں کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تحریف قرآن کا قائل کافر ہے۔ امید ہے کہ برادران اسلام اس مختصر مگر مستند فتویٰ کے دیکھنے کے بعد شیعہ اثنا عشریہ رافضیہ سے جمیع مراسم اسلامیہ بالخصوص مناکحت، ذبیحہ، شرکت جنازے سے پرہیز کریں گے۔ امام اہلسنت تو اپنے فتویٰ کا مقصد ہی یہ فرماتے ہیں کہ شیعہ سے جمیع مراسم اسلامیہ سے پرہیز کیا جاوے۔

۳ ؛ الاستفتاء: ہمارے ملک میں جو فرقہ شیعہ اثنا عشریہ ہے یہ مسلمان ہے یا کافر؛ اور ان کے ساتھ مناکحت جائز ہے یا نہیں؟ ان کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ اور ان کی جنازہ کی نماز پڑھنا یا اپنے جنازہ میں شریک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر شیعہ تعمیر مسجد کے لئے پیسے دینا چاہیں تو وصول کئے جائیں یا نہیں؟ بینوا و توجروا من عند اللہ۔

جواب :- شیعہ اثنا عشریہ رافضیہ قطعاً خارج از اسلام ہیں۔ تمام محققین ان کی تکفیر پر متفق ہو گئے ہیں۔ ضروریات دین کا انکار قطعاً کفر ہے اور قرآن شریف ضروریات دین میں سے اعلیٰ اور ارفع چیز ہے۔ اور شیعہ بلا اختلاف ان کے متقدمین اور متاخرین سب کے سب تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ لہذا شیعوں سے مناکحت ناجائز ان کا ذبیحہ حرام اور ان کا چندہ ناجائز ہے۔ اور ان کا جنازہ پڑھنا یا ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا شرعاً قطعاً ناجائز ہے۔ سُنی جنازہ میں یہ لوگ میت کے لئے بد دعا کرتے ہیں۔ کما فی کتبہم۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ محمد عبد الشکور فاروقی عفا اللہ عنہ واز مدرسہ دار المبلغین لکھنو (ہند)۔

۴ ؛ شیعوں کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا منکر ہونا، حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ وطاہرہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر قذف (تہمت) کرنا کفر ہے۔ علامہ ابن عابدین رح متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں۔

لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضى الله عنها وانكر صحبة الصديق۔

(شامی: ص ۲۹۴، ج ۳)

علامہ موصوف نے دوسرے مقام پر اسی کتاب میں شیعوں کو مرتد اور واجب القتل لکھا ہے۔ فانہ مرتد يقتل۔ (شامی: ص ۶۸۳، ج ۲، مطبوعہ ۱۲۸۸ھ)

جو کلام اللہ کی تحریف کا قائل ہو وہ مرتد اور کافر ہے۔ اہل کتاب نہیں۔ ان سے مناکحت اور تعلقات رکھنا اشد حرام ہیں ...... لہٰذا شادی دعمی میں شرکت نہ کی جاتے۔ ایسے عقیدہ کے لوگ کافر ہی نہیں بلکہ اکفر ہیں۔

ریاض الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند : ۱۹ رصفر ۱۳۴۸ھ

۵ : عقائدِ مذکورہ فی السوال کے روافض صرف مرتد اور کافر خارج از اسلام ہی نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن بھی اس درجہ کے ہیں کہ دوسرے فرق کم نکلیں گے۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے مراسم اسلامیہ ترک کرنا چاہیئے۔اھ

محمد مرتضیٰ حسن ناظم شعبہ تعلقات، دارالعلوم دیوبند

۶ : شیعہ روافض کے متعدد فرقے ہیں۔ اور ان کے مختلف عقائد اور ظنون باطل ہیں۔ بعضوں کی تکفیر واجب ہے جیسے اثنا عشریہ ہیں۔ اس لئے ان سے مناکحت ناجائز بلکہ جمیع مراسم اسلامیہ کا ترک کرنا ضروری ہے۔

محمد اعزاز علی مدرس ادب و فقہ دارالعلوم دیوبند

۷ : شیعہ اپنے عقائد کی بنا پر خارج از اسلام اور کافر ہیں۔ لہٰذا ان سے مراسم اسلامیہ مثلاً مناکحت قربانی و ذبیحہ استعمال کرنا، جنازہ پڑھنا، اور ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا، ان کو اپنے نکاحوں میں گواہ بنانا، مسجد کے لئے چندہ لینا وغیرہ کا ترک واجب ہے۔ جو شخص شیعوں سے ترک مراسم نہیں کرتا وہ اسلام سے خارج ہے اور ان ہی جیسا کافر ہے۔ فہو کافر مثلہم۔ واللہ اعلم

مسعود احمد عفی اللہ عنہ، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

۸ : شیعہ واقعی کافر ہیں کیونکہ وہ قذف اُمّ المؤمنین رضہ اور سبِّ شیخین کے علاوہ تحریف فی القرآن کے بھی قائل ہیں۔ کما فی کتبہم۔

مفتی محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ (دہلی)

بنا بر اختصار ان عبارات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اب یہ فتویٰ صادر فرمائیں کہ اہل محلہ کا مطالبہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب اہل تشیع سے امام صاحب کا اس قدر میل جول کسی صورت درست نہیں۔ اہل محلہ کا مطالبہ صحیح ہے جب تک امام صاحب کے بارے میں اطمینان نہ ہو جائے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے احتیاط کی جاوے۔ جو ضروریات دین کا منکر ہو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۶ / ۱ / ۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲۶ / ۱ / ۱۴۰۰ھ

میلاد میں قیام کرنے والے کی امامت

سوال کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ جناب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حاضر ناظر ہر مجلس و ہر مکان میں ہیں اور علم کلی ہے۔ میلاد وغیرہ میں جو اصحاب قیام کرنا لازمی سمجھ کر اور حاضر و موجود سمجھ کر کرتے ہیں شرعاً ثبوت ملتا ہے؟ خیرالقرون میں کبھی قیام کرتے تھے؟ اگر ایسے اعتقاد والا صاحب امامت کرے تو نماز کا اعادہ کریں یا کہ ہو چکی؟

الجواب غیراللہ کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ ایسے عقیدہ سے توبہ کرنا لازم ہے۔ اس پر قائم رہنے والے کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے لئے کھڑے ہونے سے منع فرمایا تھا۔ جب آپ کا انتقال شریف ہوا اس کے بعد بھی وہی حکم باقی ہے۔ خیرالقرون میں کہیں قیام معروف و معمول نہیں۔ لہٰذا مجرد قیام بغیر اس عقیدۂ باطلہ کے بھی نہ کرنا چاہیئے، کرنے والا مبتدع ہے۔ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ اعلم۔

محمود عفی اللہ عنہ

مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ
مفتی خیرالمدارس ملتان ۱۱ : ۷ : ۱۳۷۲ھ

المجیب مصیب
محمد شفیع عفی عنہ
مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

گیارہویں کو ضروری کہنے والے کی امامت

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک بستی میں دو فرقے ہیں۔ ایک فرقہ گیارہویں کو اچھا اور ضروری سمجھتا ہے۔ اور جمعرات کے ختم کو بھی ضروری سمجھتا ہے۔ اور جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو تیسرے دن قل کہتے ہیں یعنی چنے بھون کر تقسیم کرتے ہیں اور چالیس دن کے بعد چاول وغیرہ پکاتے ہیں اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں۔

اور دوسرا گروہ ان سب چیزوں کو برا سمجھتا ہے اور پھر کھا بھی لیتے ہیں۔ نیز یہ دوسرے گروہ والے لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑے بھائی جتنا درجہ ہے۔

تو آپ بندہ کے دل کی تشفی فرمائیں کہ کون سا ان دونوں میں حق پر ہے اور میں کن کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھوں یا اکیلا ہی نماز پڑھوں؟ اور میں دیوبندی حضرات کا معتقد ہوں۔

الجواب گروہ اول کا رسومات مذکورہ کو کرنا اور ضروری سمجھنا ناجائز ہے کیونکہ ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور ان کو ترک کرنا ضروری ہے۔ اور ان رسومات میں شامل ہونا اور کھانا بھی ناجائز ہے۔ اور گروہ ثانی کا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑے بھائی جتنا درجہ ہے یہ بھی گمراہی ہے۔ لہٰذا دونوں فرقے ہی حق سے ہٹے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اکیلا ہی نماز پڑھنا بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ
۲ : ۸ : ۱۳۷۴ھ

بندہ اصغر علی عفرلہٗ
معین مفتی خیر المدارس ملتان
۲ ؍ ۸ ؍ ۱۳۷۴ھ

یزید کو اچھا سمجھنے والے کی امامت

آج کل ایک فرقہ تیزی سے پھیل رہا ہے جو یہ کہتا ہے کہ یزید خلیفہ برحق تھا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے خلاف خروج کیا جو کہ درست نہ تھا اور وہ لوگ یزید کو اچھا سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب معتبر کتب تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عازم کوفہ ہوئے تھے اس وقت یزید کی حکومت مستحکم نہ ہوئی تھی بلکہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقرر کردہ امراء آئندہ خلیفہ کے بارے میں مذبذب تھے لہٰذا ایسے حالات میں خلافت علیٰ منہاج النبوت کے لئے سعی کرنا عین عزیمت تھا نہ کہ خروج علی الامام۔ بعد میں جب حالات تیزی سے تبدیل ہوئے تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے بھی تبدیل ہوگئی۔ لہٰذا اس معاملہ میں حضرت حسین رضؓ کو مطعون کرنے والے شریعت اور تاریخ سے ناواقف ہیں۔ اور تجربہ شاہد ہے کہ ایسے لوگ اکثر افراط وتفریط کا شکار ہوتے ہیں لہٰذا ان کو امام بنانے میں احتیاط سے کام لیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۱۱ھ

کبھی دائیں کبھی بائیں ٹانگ پر زور دینے والے کی امامت

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نیت باندھنے کے بعد قرأت پڑھتے وقت باری باری کبھی دائیں ٹانگ اور کبھی بائیں ٹانگ پر زور دیتا ہے۔ نیت باندھنے کے بعد انگوٹھوں سے کھیلنا قیام میں انگلی شہادت اور انگوٹھے کو لٹکائے رکھنا سلام پھیرتے وقت پوری جماعت کو دیکھنا۔ تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟

الجواب ایسے امور نماز میں ممنوع ہیں ان سے خشوع خضوع باقی نہیں رہتا۔ اور یہی نماز کی لُب ہے۔ امام کو ان سے اجتناب ضروری ہے۔

وان من لوازمه (ای الخشوع) ظهور الذل و غض الطرف وخفض الصوت وسكون الاطراف ۔

(شامی: ص ۴۰۰ ، ج ۱)

الجواب صحیح
محمد صدیق غفرلہٗ

محمد انور عفا اللہ عنہ

○

نابینا کی امامت کے بارے میں ایک حدیث پر شبہ اور اس کا ازالہ

سوال ایک شخص نابینا ہے مگر عالم دین ہے اپنے لباس کو صاف ستھرا رکھتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا مکروہ ؟ کیونکہ عام لوگ نابینا کی امامت میں کراہت کرتے ہیں۔ اگر مکروہ ہے تو حدیث انس بن مالک رض قال استخلف رسول الله صلى الله عليه وسلم ابن ام مكتوم يؤم الناس وهو اعمٰى ۔

اور علامہ توربشتی رح کا فرمان۔ (حاشیہ مشکوٰۃ) استخلفه على الامامة حين خرج الى تبوك مع ان عليا فيها ۔ کا کیا جواب ہوگا ؟

الجواب ایسے نابینا کی امامت مکروہ نہیں۔ سوال میں مذکور حدیث ہی اس کی دلیل ہے اور عوام کے کراہت کرنے کا کوئی اعتبار نہیں۔

قيد كراهة امامة الاعمىٰ فى المحيط وغيره بان لايكون افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولىٰ اهـ (شامی ص ۵۲۳ ج ۱)

علامہ توربشتی کی عبارت کا تعلق جواز امامت اعمیٰ سے نہیں بلکہ وہ اس سوال کا جواب دے رہے ہیں کہ امامت افضل القوم کو کرانی چاہیئے۔ جب مدینہ منورہ میں رہنے والوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے تو ظاہر ہے کہ وہ افضل تھے۔

امامت میں خلیفہ ان کو بنانا چاہتے تھا۔ اور جواب یہ دیا کہ ان کے ذمہ کچھ اور اہم ذمہ داریاں تھیں۔ اس لئے یہ اہم ترین ذمہ داری ان کے ذمہ نہیں ڈالی گئی۔ ہاں اگر بصیر و اعمیٰ، علم اور ورع میں مساوی ہوں تو ترجیح بصیر کو دی جائے گی۔

الجواب صحیح | فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ | محمد انور عفا اللہ عنہ

۲۷ : ۶ : ۱۳۹۸ھ

داڑھی منڈا یا غیر مسنون داڑھی والے کی امامت

سوال غیر مسنون داڑھی رکھنے والے کی اقتداء میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ نیز داڑھی منڈے کی اقتداء کا کیا حکم ہے؟

الجواب ایک مشت داڑھی رکھنا ضروری ہے۔ اس سے کم رکھنا یا منڈانا ناجائز اور حرام ہے۔ ایسا کرنے والا گناہگار اور فاسق ہے ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر اتفاقاً کوئی نماز پڑھ لی تو ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے۔

واما قطعها وهى دونها فلم يبحه احد اه وفيه والسنة فيها القبضة ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته اه (شامی ص ۴۵۹ ج ۵)

الجواب صحیح | فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ | محمد انور عفا اللہ عنہ

۲۵ : ۷ : ۱۳۹۸ھ

داڑھی منڈے کی امامت حدیث کی روشنی میں

سوال: داڑھی منڈے کی امامت حدیث کی روشنی میں بیان فرما دیں۔؟

الجواب حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر تم یہ چاہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نماز قبول فرما دے تو چاہئے کہ امامت وہ لوگ کرائیں جو تم میں بہتر ہوں۔ اس لئے کہ امام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قوم کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اھ۔ اور ظاہر ہے کہ خلاف سنت کام کرنے والا کیسے بہتر ہو سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ

کیسے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ایسا کرنے والے کی امامت مکروہ ہے۔ رواہ الامام حاکم فی مستدرکہ: (شامی: ص ۴۰۵: ج ۱)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۳: ۹: ۱۳۹۸ھ

مردوں کی علامات رکھنے والے خنثیٰ کی امامت

سوال ایک آدمی خنثیٰ ہے مگر اب وہ بالغ ہے داڑھی بھی رکھ لی ہے۔ مرد کی طرح احتلام میں انزال بھی ہوا۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب داڑھی نکل آنے کی وجہ سے شخص مذکور مردوں کے حکم میں ہے۔ اقتدار امامت اور نکاح میں عام مردوں کے برابر ہے۔ فان بلغ وخرجت لحیتہ او وصل الی امراۃ او احتلم کما یحتلم الرجل فرجل۔ اھ (درمختار علی الشامیہ ص ۷۲۸ ج ۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۱۴: ۹: ۱۳۹۸ھ

گھٹنوں کے بل کھڑا ہونے والے کی امامت

سوال ایک شخص تپ محرقہ ہونے کی وجہ سے ٹانگوں سے معذور ہو گیا ہے۔ کپڑوں کی پاکیزگی اور طہارت وغیرہ کا اچھی طرح خیال رکھتا ہے وہ امامت کے فرائض انجام دے سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ اس کے پیچھے مقتدی ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی امامت کے فرائض نہیں انجام دے سکتے۔ کیونکہ سب لوگ دین شریعت سے ناواقف ہیں اور یہ معذور شخص حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ قدوری وغیرہ تک کتابیں بھی پڑھ چکا ہے اور کنز الدقائق پڑھ رہا ہے۔ کیا یہ عندالشرع امامت کرا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز یہ امام گھٹنوں کے بل کھڑا ہو سکتا ہے۔

الجواب امام مذکور کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز درست ہے مگر مستقل امام ایسے شخص کو بنایا جاوے جو تندرست ہو مکمل طور پر کھڑا ہو سکے۔ وکذا اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولی اھ۔ (شامی ص ۵۲۵ ج ۱)

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲۹ : ۱۰ : ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

ملاوٹ کرنے والے کی امامت

سوال ایک امام مسجد جو موبل آئل کا کاروبار کرتے ہیں، اور موبل آئل میں ملاوٹ کرتے ہیں تاکہ نفع زیادہ ہو مقتدی ان پر ناراض ہیں۔ اگر ان امام صاحب کو منع کیا جاوے تو جمعہ میں منع کرنے والوں کی مختلف طریق پر مذمت کرتے ہیں۔ نیز مسجد کے لاؤڈ سپیکر پر بسوں وغیرہ کی آمد و روانگی کا اعلان کرتے ہیں۔ کیا ان صفات کا مالک امام بن سکتا ہے؟

الجواب اگر واقعۃً وہ ملاوٹ کرتے ہیں اور خالص کہہ کر فروخت کرتے ہیں تو وہ دھوکہ دہی کی وجہ سے فاسق ہیں ایسے شخص کی امامت شرعاً مکروہ تحریمی ہے۔ اگر وہ توبہ کر کے اصلاح نہ کریں تو انہیں امامت سے علیحدہ کر دیا جاوے۔ نیز مسجد کے لاؤڈ سپیکر پر بسوں وغیرہ کا اعلان کرنا درست نہیں فوراً بند کر دیا جائے۔

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
۸ : ۱۱ : ۱۳۹۸ھ

دائمی سگریٹ نوش کی امامت

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دائماً سگریٹ نوشی کرنے والے مقیم امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ ——— العارض محمد نواز مقام شناب گڑھ براستہ ملتان

الجواب نماز ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

آغاخانی کا جنازہ پڑھانے والے کی امامت

سوال گزشتہ ہفتہ ایک آغا خانی اسمٰعیلی خاندان کے افراد کی جو کہ ایک حادثہ میں ہلاک ہوئے نماز جنازہ ایک خطیب نے پڑھائی اور کہا کہ یہ بریلویوں سے تو اچھے ہیں۔ اور خاص بات یہ ہے کہ تمام علماء کے فیصلہ متفقہ کے باوجود فاضل خطیب نے یہ کہا کہ میں اپنی ذمہ داری پر نماز پڑھاتا ہوں۔ لہذا آپ سے فتویٰ درکار ہے۔

الجواب فرقہ آغا خانی کے اعمال وعقائد شریعت کے سراسر منافی ہیں۔ لہذا یہ فرقہ خارج از اسلام ہے اس لئے ان پر نماز جنازہ پڑھنا ہرگز درست نہیں۔ پس خطیب صاحب موصوف پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ باوجود فہمائش کے اگر تائب نہ ہو تو لائق امامت نہیں۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۷ : ۵ : ۱۳۸۱ھ

الجواب
عبداللہ
مفتی خیر المدارس ملتان
۹ : ۵ : ۱۳۸۱ھ

مرزائیوں کے رکھے ہوئے امام کے پیچھے نماز کا حکم

سوال کارخانہ میں ایک مسجد ہے جس کی سرپرستی فرقہ مرزائیہ لاہوری پارٹی کو حاصل ہے ان کی جانب سے باتنخواہ امام مقرر ہے۔ ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب اگر امام کے عقائد اہل سنۃ والجماعت کے مسلک کے مطابق ہیں تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے۔ اہل سنۃ پر لازم ہے کہ مسجد کا انتظام اپنے ذمہ لے لیں۔

فقط واللہ اعلم
بندہ اصغر علی غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
مفتی خیر المدارس ملتان

وجوب کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کی امامت

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص صاحب مال و زکوٰۃ ہوتے ہوتے عمداً دیدہ دانستہ طور پر قربانی پر جانور نہ ذبح کرے یعنی قربانی نہ کرے چپ جائے کہ امام مسجد ہو۔ اگر وہ امام مسجد ہے تو اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

مستفتی

حکیم حشمت علی قادریہ دواخانہ : ۵۸ / ۱۲ / ایل براستہ کسووال ضلع ساہیوال۔

الجواب قربانی واجب ہونے کے باوجود نہ کرنا سخت گناہ ہے۔ حدیث میں ایسے شخص کے لئے شدید وعید آئی ہے۔ لہٰذا امام صاحب کو چاہئے کہ سابقہ قربانیوں کا بھی تدارک کریں معہذا توبہ واستغفار کریں۔ من وجد سعة فلم یضح فلا یقربن مصلانا الحدیث۔ بصورت دیگر وہ امام بننے کے لائق نہیں۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۱۸/۱۲/۹۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس : ملتان

مشرک کی اقتدا جائز نہیں

سوال زید نے اپنے امام مسجد کو شرک میں مبتلا پایا، کیا زید کی نماز مشرک امام کے پیچھے ہو سکتی ہے یا نہیں؟ نیز مفتی جواز یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ پوری جماعت کی نماز امام کی نماز کے ماتحت ایک مجموعہ کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوتی ہے اور اگر امام کی نماز مقبول نہ ہو تو سارے مقتدیوں کی نماز بھی غیر مقبول ہو جائے۔ جماعت کی پابندی تو مسلمانوں کو ایک امت بنانے کے لئے ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہر فرد کی نماز انفرادی حیثیت ہی سے خدا کے حضور پیش ہوتی ہے۔ اور اگر وہ مقبول ہونے کے قابل ہو تو بہرحال وہ مقبول ہو کر رہتی ہے۔ خواہ امام کی نماز مقبول ہو یا نہ ہو۔ یہ عبارت رسائل مسائل حصہ اول ص ۲۵۲ مصنفہ ابوالاعلیٰ مودودی میں ہے۔

مستفتی

یار محمد خطیب غلہ منڈی چیچہ وطنی

الجواب شرک کرنے والے امام کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی مشرک کی اقتداء ناجائز ہے اور مفتی جواز کا قول غلط ہے۔ ایسے رسائل کا دیکھنا عوام کیلئے ٹھیک نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

۱۶/۱۲/۱۳۷۶ھ

الجواب صحیح : اصغر علی غفرلہٗ
الجواب صحیح : بندہ عبد اللہ غفرلہٗ

جبراً کسی کے مکان پر قبضہ کرنے والے کی امامت

سوال ۱ : ایک شخص عرصہ سے جابرانہ طور پر کسی کے مکان میں بغیر معاوضہ یا کرایہ کے رہائش پذیر ہے ۔ مالک مکان بوجہ نحیف و کمزور ہونے کے مکان کی واپسی کے لئے کوئی کارروائی کرنے سے قاصر و معذور ہے ۔ تو کیا اس قابض شخص کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں ؟ اور بحالت مجبوری جب کہ دوسری جگہ جماعت کی نماز نہ مل سکتی ہو تو مذکور امام کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے یا تنہا اپنی علیحدہ نماز پڑھیں ۔ ؟

۲ : قبر اطہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شرعاً کیا حیثیت رکھتی ہے ۔ یعنی قبر اطہر کی زیارت کرنا مستحب ہے یا سنت یا واجب ؟

الجواب اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو یہ شخص ظالم و فاسق ہے اور امامت اس کی مکروہ ہے ۔ لیکن اگر اور امام نہ ملتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے اولیٰ و افضل ہے ۔

۲ : روضۂ اطہر کی زیارت مستحب ہے ۔ بلکہ ایک قول ذی وسعت کے لئے وجوب کا بھی ملتا ہے ۔

وزيارة قبره (صلى الله عليه وسلم) مندوبة بل قيل واجبة لمن له سعة ۔

(درمختار علی الشامیہ ، ص ۲۵۲ ، ج ۲)

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفرلہٗ

بندہ اصغر علی عفرلہٗ
۹ : ۲ : ۱۳۷۷ھ

○

سلسلۂ بیعت کا قائل نہ ہونیوالے کی امامت

سوال ایک شخص بے مرشد ہے اور درحقیقت اس سلسلۂ بیعت کو برا کہتا ہے کبھی کہتا ہے کہ کوئی کامل مرشد ہی نہیں ، کبھی کہتا ہے میں جو زندہ ہوں ملتا ہی نہیں ۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے ؟

الجواب بے مرشد ہونا تو کوئی قابلِ مواخذہ جرم نہیں ۔ کیونکہ کسی بزرگ کی بیعت کرنا ضروری نہیں یہ ایک مستحب ہے لیکن شخص مذکور کا سلسلۂ بیعت کو برا سمجھنا اور اس سلسلے والے حضرات کو برا کہنا اور توہین کرنا ناجائز ہے اگر یہ شخص ایسا ہے تو اس کی امامت درست نہیں ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ

بندہ اصغر علی عفرلہٗ

○

جمہور امت کی تکفیر کرنے والے کی اقتداء مکروہ ہے

مولوی احمد سعید چتروڑ گڑھی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ یا اس کے ہم عقیدہ لوگوں کے پیچھے نماز درست ہے۔ اگر پڑھ لی جائے تو نماز درست ہے یا اعادہ واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ مولوی احمد سعید کے عقائد اور نظریات کی تفصیل ہمیں معلوم نہیں۔ اس کے بغیر حکم لگانا مشکل ہے۔ مگر ایک بات مولوی صاحب مذکور کے متعلق ثقات سے معلوم ہوئی ہے کہ وہ جہاں جمعہ پڑھاتا ہے تو غیر مقلدین کی طرح نماز پڑھاتا ہے۔ اور جب باہر سفر میں ہوتا ہے تو حنفیہ کی طرح نماز پڑھتا پڑھاتا ہے اور یہ ایک قسم کا تصنع اور ریا ہے۔ پس اگر یہ روایت درست ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

درمختار میں ہے۔ ونمّام ومراء ومتصنع۔ (شامی ج ۱ : ص ۵۲۴)۔

علاوہ ازیں مولوی صاحب کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ سماع موتی اور سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر شریف کا منکر ہے اور قائلین کی تکفیر کرتا ہے۔ اس سے جمہور امت کی تکفیر ہوتی ہے اور جمہور امت کی تکفیر کرنے والا مبتدع ہے۔ پس اگر اس نے توبہ کر کے اس عقیدہ سے رجوع نہیں کیا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

درمختار میں ہے۔ ومبتدع ای صاحب بدعة۔ (ج ۱ ، ص ۵۲۳)۔

جو عالم مندرجہ بالا عقیدہ رکھے یعنی قائلین سماع موتیٰ کی تکفیر کرے اسکا بھی یہی حکم ہے جو اوپر لکھا گیا ہے۔

فقط واللہ اعلم

عبد القادر عفی عنہ

مدرس دار العلوم کبیر والا : ضلع ملتان

الجواب صحیح : علی محمد عفی عنہ
مہتمم وشیخ الحدیث دار العلوم کبیر والا

الجواب صحیح : احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۰ / ۶ / ۱۴۰۱ھ

ڈاکٹر عثمانی کے متبعین کی اقتداء میں پڑھی جانے والی

نمازیں واجب الاعادہ ہیں

ڈاکٹر مسعود الدین کے نظریات درج ذیل ہیں۔

۱ : عذابِ قبر اس ارضی قبر میں نہیں ہوتا بلکہ روح کو برزخی جسم میں ڈال کر علیین یا سجین میں ڈال کر عذاب یا راحت کی کیفیات ہوتی ہیں۔

۲ : وفات کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ والی قبر اقدس میں نہیں ہیں۔

۳ : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دور یا قریب سے سننے والا جاننا بہرحال مشرکانہ عقیدہ کا حامل ہے۔

۴ : آدم علیہ السلام کا ذات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانے والی احادیث اور قبر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسیلہ بنانے والی احادیث غلط ہیں۔

۵ : زیارتِ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جملہ احادیث بناوٹی ہیں۔

۶ : خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت والی احادیث من گھڑت ہیں۔

۷ : ہر طرح کے تعویذات کرنا اور پانی پر دم کرنا وغیرہ کفر و شرک ہے۔

۸ : ۲ھ سے لے کر ۱۴۰۰ھ تک جتنے بزرگانِ دین، اولیاء کرام بشمول خاندان ولی اللہ شاہ عبدالرحیم، شاہ عبدالعزیز، شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتا ہے کہ آج جو دین اسلام کے نام سے اس دنیا میں پایا جاتا ہے وہ انہیں حضرات کا ایجاد کردہ ہے قرآن و حدیث کے دین سے بالکل الگ ہے۔

۹ : اصل دین تو اس برصغیر پاک و ہند میں کبھی آیا ہی نہیں۔

۱۰ : جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ پاک والی قبر اقدس میں زندہ مانتے ہیں تاکہ ان کا درود و سلام سنیں ان کے عقائد باطل ہیں۔

دریافت طلب امور یہ ہیں۔

۱ :۔ ایسے عقائد والا شخص کافر ہے یا مسلمان، ہدایت پر ہے یا ضلالت پر۔

۲ : مندرجہ بالا عقائد والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

۳ : جن لوگوں نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں آیا وہ اعادہ کریں۔

الجواب ۱۔ ڈاکٹر عثمانی خطرناک گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے اقرب الی الکفر ہے۔

۲۔ ایسے عقائد کے حامل کی اقتداء میں ہرگز نماز نہ پڑھیں۔

۳ :۔ نمازوں کا اعادہ کرلیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴/۵/۱۴۰۷ھ

داڑھی مونڈنے کو پیشہ بنانے والے کی امامت

ایک امام مسجد کے پیچھے بعض لوگ نماز پڑھتے ہیں اور بعض نہیں پڑھتے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ امام مسجد لوگوں کی داڑھیاں مونڈتا ہے از روئے شریعت ایسے امام کے بارے میں کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

سائل عبداللطیف المنذر بھکر

الجواب اگر وہ داڑھی مونڈنے کا پیشہ نہ چھوڑے تو اسے امام نہ رکھا جائے۔

فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۲/۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس ملتان

ہیرا پھیری کرنیوالے کی امامت

چولستان کے لوگوں کو گورنمنٹ زمین تقسیم کرتی ہے جس میں شرط یہ ہوتی ہے کہ جس شخص کو زمین تقسیم کی جاتی ہے وہ چولستان کا رہائشی ہو۔ نمبر دار اس کی تصدیق کرے کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے اور یہاں کا مستقل رہائشی ہے مذکورہ شرائط سے وہ شخص زمین کا حقدار ہے۔ لیکن ایک شخص نے نمبر دار سے دھوکہ سے تصدیق کروا کر اور ہیرا پھیری کرکے زمین حاصل کرلی۔ آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے اور یہ امامت

کے لائق ہے یا نہیں ؟

الجواب امام صاحب تا وقتیکہ توبہ کر کے اس ہیرا پھیری کی تلافی نہ کریں ان کی امامت مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۸/۱۱/۱۴۰۷ھ

خلاء پر کرنے کیلئے بحالتِ نماز پچھلی صف سے اگلی صف میں آنا

ایک آدمی جماعت میں دوسری صف میں آکر شریک ہوا نماز شروع کرنے کے بعد دیکھا کہ پہلی صف میں سامنے ایک آدمی کے کھڑے ہونے کی گنجائش ہے تو وہ یہیں کھڑا رہے یا چل کر اگلی صف میں شریک ہو جائے۔

الجواب چل کر اگلی صف کو جا کر پُر کرے اس چلنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

" اذا رأى الفرجة بعد ما احرم هل يمشى اليها لم أره صريحا وظاهر الاطلاق نعم ويفيده مسئلة من جذب غيره من الصف كما قدمناه فانه ينبغى له ان يجيبه لتنتفى الكراهة عن الجاذب فمشيه لنفى الكراهة عن نفسه اولى فتأمل ثم رأيت فى مفسدات الصلوة من الحلية عن الذخيرة ان كان فى الصف الثانى فرأى فرجة فى الاولى فمشى اليها لم تفسد صلوته لانه مأمور بالمراصة قال عليه الصلوة والسلام تراصوا فى الصفوف ولو كان فى الصف الثالث تفسد - اهـ - اى لانه عمل كثير وظاهر التعليل بالامر انه يطلب المشى اليها تأمل اهـ (شامى ج ۱ ص ۴۲۱) - فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۷/۳/۱۴۱۰ھ

جماعت کے وقت کوئی بزرگ آجائیں تو کون نماز پڑھائے

ہماری مسجد کے امام وخطیب مقرر ہیں اور وہ نماز کے وقت موجود بھی ہوتے ہیں اور بسا اوقات کوئی اور عالم یا بزرگ آجاتے ہیں تو کچھ مقتدی اصرار کرتے ہیں کہ آنے والے نماز پڑھائیں۔ شرعاً یہ وضاحت فرمائیں کہ سابق امام ہی امامت کے زیادہ حقدار ہیں یا نووارد امام نماز پڑھائیں۔ بینوا توجروا۔

نفیس الرحمن ساہیوال

الجواب پہلے سے مقرر امام ہی نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہیں ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے نووارد کو آگے کریں تو کوئی حرج نہیں۔

واعلم ان صاحب البيت ومثله امام المسجد الراتب اولى بالامامة من غيره مطلقا۔ اھ۔ (درمختار)۔ (قوله مطلقا) اى وان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم واقرأ منه وفى التارخانية جماعة اضياف فى دار يريد ان يتقدم احدهم ينبغى ان يتقدم المالك فان قدم واحدا منهم لعلمه وكبره فهو افضل۔ اھ (شامية: ج ۱، ص ۴۱۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۲/۱۴۰۱ھ

نماز کے بعد نمازیوں کا آپس میں یا امام صاحب سے مصافحہ کرنا بدعت ہے

مسجد میں نماز باجماعت کے بعد اکثر نمازی امام صاحب سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اس کی علماء کے نزدیک کیا حیثیت ہے؟

سائل عبدالرزاق خان ساہیوال

الجواب نماز کے بعد لوگوں کا آپس میں یا امام صاحب سے مصافحہ کرنا بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے اس سے احتراز لازم ہے۔

وينبغى له ان يمنع ما احدثوه من المصافحة بعد صلوة الصبح

وبعد صلوة العصر وبعد صلوة الجمعة بل زاد بعضهم في هذا الوقت فعل ذلك بعد الصلوة الخمس وذلك كله من البدع - (المدخل، ج ۲، ص ۵۰)- فقط والله اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

۱۴ ۔۔۔ ۱۴۰۰ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

اجنبیہ کے ساتھ میل جول رکھنے والے کی امامت

ایک امام مسجد جو قرآن مجید صرف ناظرہ پڑھا ہوا ہے دیگر مسائل سے بھی واقف نہیں ہے۔ ایک نامحرم عورت کو روزانہ سائیکل پر اسٹیشن سے چک تک لاتا ہے جو تین میل کا فاصلہ ہے کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا یا اسے مستقل امام رکھنا درست ہے۔

الجواب اجنبیہ عورت کے ساتھ اس قدر میل جول رکھنے والا شخص قابل امامت نہیں اور قطع نظر ان تعلقات کے امام کے لئے نماز کے مسائل کا عالم ہونا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا کسی متبع سنت عالم کو امام بنایا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

غرہ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

امام مقتدی کے تشہد پورا کرنے سے پہلے اٹھ جائے تو مقتدی پورا کر کے اُٹھے

۱:۔ جب امام کی قیادت میں مقتدی نماز پڑھتا ہے اور امام "التحیات" کو جلدی سے پڑھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اب مقتدی کو "التحیات" پوری کر کے کھڑا ہونا چاہئے یا فوراً امام کے ساتھ ہی کھڑا ہو جائے اور التحیات کو چھوڑ دے حالانکہ مقتدی کو یہ بھی اعتماد ہے کہ امام کے رکوع سے پہلے ہی قیام میں شامل ہو جائے گا۔ اب آیا امام کا اتباع ضروری ہے یا التحیات کو پورا کرے۔

۲:۔ امام کے پیچھے اگر مقتدی سے کوئی فرض بھول کر چھوٹ جائے جیسے قیام، رکوع، سجدہ وغیرہ تو

امام کے پیچھے مقتدی کی نماز ہوجائے گی یا نہیں۔ ایسی صورت میں مقتدی کو کیا کرنا چاہیئے؟

نثار احمد۔ ساہیوال

الجواب: ۱: اس صورت میں مقتدی التحیات پوری کرکے اٹھے۔

والحاصل ان متابعة الامام فی الفرائض والواجبات من غیر تأخیر واجبة فان عارضها واجب لا ینبغی ان یفوته بل یأتی به ثم یتابع کما لو قام الامام قبل ان یتم المقتدی التشهد فانه یتمه ثم یقوم لان الاتیان به لا یفوت المتابعة بالکلیة وانما یؤخرها والمتابعة مع قطعه تفوته بالکلیة فکان تأخیر احد الواجبین مع الاتیان بهما اولی من ترك احدهما بالکلیة اھ

(شامی ج ۱ ص ۴۳۹)۔

۲: وہ فرض ادا کرکے جہاں امام ہو وہاں شامل ہوجائے۔ فرض ترک ہوجانے کی صورت میں نماز نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۲/۲/۱۴۰۲ھ

حافظ و قاری میں سے امامت کیلئے قاری کو ترجیح دیجائے

ایک امام صاحب کالڑکا حافظ قرآن مع قرأت سند یافتہ ہے۔ دوسرے حافظ صاحب سادہ لوح بچوں کے درس و تدریس کیلئے متعین ہیں نیز دوکاندار ہیں اور گناہ بے لذت کا شکار ہیں۔ دونوں میں سے کس کو تراویح کا امام مقرر کیا جائے؟

الجواب: اگر مسائل نماز کے متعلق دونوں کی قابلیت مساوی ہے تو سند یافتہ قاری قابل ترجیح ہے حافظ محض سے۔ نیز حافظ محض کا مبتلائے معصیت ہونا بھی اس کے مرجوح ہونے کی قوی دلیل ہے۔

والاحق بالامامة تقدیما بل نصبا الاعلم باحکام الصلوة الخ

ثم الاحسن تلاوة وتجويدًا افاد بذلك ان معنی قولہم اقرأ
ای اجود لا اکثرهم حفظا الخ ومعنی الحسن فی التلاوة ان یکون
عالما بکیفیة الحروف والوقف ومایتعلق بہا۔ اھ (شامی
ج ۱ص ۵۲۱)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی ۔ ۱۸/۱/۱۳۹۷ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اکیلا آدمی اگلی صف سے کسی کو کھینچ لے یا اکیلا کھڑا ہو جائے ؟

جماعت کی پہلی صف مکمل ہے اور پیچھے سے ایک آدمی نماز میں ملتا ہے اور کوئی آدمی نہیں اور پہلی صف میں جگہ بھی نہیں ہے ۔ کیا وہ پہلی صف سے آدمی کو کھینچ کر اپنے ساتھ ملا سکتا ہے یا نہیں ۔ اگر ملائے تو وہ آدمی کہاں سے پکڑ کر اپنے ساتھ ملائے ۔ ایک طرف سے یا درمیان سے یا امام کے پیچھے سے ؟

سائل محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب آج کل جہالت عام ہے اگر اگلی صف سے کسی کو کھینچا گیا تو غالب گمان یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے گا کہ جس سے نماز خراب ہو جائے گی ۔ لہذا کسی کو کھینچنا، مناسب نہیں ۔ اور اگر آدمی سمجھ دار، مسائل جاننے والا ہے اور اس کا خطرہ نہ ہو کہ نماز فاسد کرلے گا تو یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بائیں طرف سے کسی کو کھینچ لے ۔ اور اگر داہنی جانب سے کھینچے تو بھی مضائقہ نہیں ۔ (امداد المفتین)۔

وقدمنا کراہیة القیام فی صف خلف صف فیہ فرجة للنہی
وکذا القیام منفردًا وان لم یجد فرجة بل یجذب احدا
من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولی
فلذا قال فی البحر یکرہ وحدہ الا اذا لم یجد فرجة۔ اھ
(درمختار)۔

(۱) قولہ لکن قالوا الخ) القائل صاحب القنیة فانہ عزا الی بعض

الکتب الی جماعة ولم یجد فی الصف فرجة قیل یقوم وحدہ ویعذر وقیل یجذب واحداً من الصف الی نفسه فیقف بجنبه والاصح ما روی هشام عن محمد انه ینتظر الی الرکوع فان جاء رجل والا جذب الیه رجلا او دخل فی الصف ثم قال فی القنیة والقیام وحدہ اولی فی زماننا لغلبة الجهل علی العوام فاذا جرہ تفسد صلوته اھ قال فی الخزائن قلت وینبغی التفویض الی رأی المبتلی فان رأی من لا یتأذی لدین او صداقة زاحمه او عالما جذبه والا انفرد۔ اھ۔ قلت وھو توفیق حسن اختارہ ابن وهبان فی شرح منظومته اھ (شامیه ج۱ ص۵۶۸)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰/۷/۶ ۱۴۰ھ

ثالث بالخیر کی امامت کا حکم

س: ولد الزنا (ثالث بالخیر) مسلم اہل علم امامت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر حاضرین میں علم وعمل کے لحاظ سے وہی افضل ہے تو بلا کراہت امامت کرا سکتا ہے۔

وفی الشامیة ولو عدمت ای علة کراهة بان کان الاعرابی افضل من الحضری والعبد من الحر وولد الزناء من ولد الرشدة والاعمی من البصیر فالحکم بالضد۔ اھ۔

(شامی ج۱ ص۵۲۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

ایک حدیث سے عورت کی امامت پر استدلال کا جواب

فرانس کی یونیورسٹی کے ایک ڈاکٹر نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ پر تشریف لے گئے تھے تو فرائض امامت ایک بی بی کے سپرد فرما گئے تھے ۔ وہ محترمہ خاتون مرد و زن کی امامت فرمایا کرتی تھی یہ ایک استثنائی صورت ہے ۔ اب بھی عورت مردوں کی امامت سرانجام دے سکتی ہے ۔ سنن نسائی اور ابو داؤد کا حوالہ دیا ہے اس کے متعلق وضاحت کیجائے ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب حوالہ بقید باب وصفحہ لکھا جاتا تو بہتر تھا تاکہ پوری تحقیق ہو سکتی ۔ ابو داؤد میں ایک روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ بدر پر تشریف لے جانے لگے تو ام ورقہ بنت نوفل نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بھی ساتھ جانے کی اجازت دیجئے میں وہاں زخمیوں کی خدمت کرتی رہوں گی شاید مجھے بھی شہادت نصیب ہو جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے گھر ہی ٹھہرو تمہیں اللہ تعالیٰ شہادت عطا فرمائیں گے پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ میں اپنے احاطہ میں واقع گھروں کے لئے ایک مؤذن رکھ لوں تو آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اجازت دے دی ۔ اور بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ

وامرها ان تؤم اهل دارها اى نساء المحلة ۔ اھ (بذل المجهود ج ۱، ص ۳۳۱) ۔

شاید ڈاکٹر صاحب موصوف اس حدیث کو بنیاد بنا کر اپنا مدعا ثابت کرنا چاہتے ہوں ۔ مگر اس حدیث سے ان کا استدلال درست نہیں ۔ جو کچھ ڈاکٹر صاحب کہنا چاہتے ہیں وہ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا ۔

محدثین نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس سے یہ استدلال کرنا کہ عورت مردوں کی امامت کرا سکتی ہے صحیح نہیں ۔ کیوں کہ اس حدیث سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ مردوں کی امامت بھی کراتی تھیں ۔ اسی کے تحت یہ بھی لکھا ہے کہ احادیث و اجماع امت کی رو سے عورت مردوں کی امامت نہیں کرا سکتی ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بذل المجهود شرح ابو داؤد ؛ ج ۱ ص ۳۳۱

اور عورت کا عورتوں کی امامت کرانا بھی منسوخ ہے۔

ہدایہ میں عورت کی امامت کی کراہت کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے جو امامت کرانا منقول ہے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہے اور منسوخ ہے۔

وحمل فعلها (ای عائشة رضی الله تعالیٰ عنها) الجماعة علی ابتداء الاسلام قال فی الفتح الحاصل انه منسوخ۔ (حواشی هدایه ج ۱، ص ۱۰۳)۔

الحاصل عورت نہ مردوں کی امامت کرا سکتی ہے، اور نہ عورتوں کی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی ۱/۳/۱۴۰۶ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

حسین وجمیل امرد کی امامت

ایک طالب علم حافظ القرآن جس کی عمر تقریباً سولہ سال ہے اور بالغ ہے۔ داڑھی ابھی تک نہیں اتری۔ داڑھی کے اترنے کے معمولی آثار نظر آتے ہیں نیز معزز نمازی اس کے اچھے کردار کی تعریف کرتے ہیں۔ ابتدائی دینی تعلیم اب شروع کی ہے۔ بڑے مسائل سے ناواقف ہے۔ کیا اس کو مسجد میں امام مقرر کیا جا سکتا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب اگر نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہو حسین وجمیل بھی نہ ہو تو بلا کراہت نماز درست ہے۔ حسین وجمیل ہونے کی صورت میں نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

در مختار میں ہے۔

وکذا تکره خلف أمرد الخ۔ قال العلامة الشامی رح الظاهر انها تنزیهیة ایضا والظاهر ایضا کما قال الرحمتی أن المراد به الصبیح الوجه لانه محل الفتنة۔ (ج ۱، ص ۴۱۵ شامی نسخه جدید)۔

الحاصل اگر غیر امرد امام متبع السنة ملتا ہے تو بے ریش کو امام نہ بنانا اولیٰ ہے ورنہ اجازت ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی۔ ۱۲/۲/۱۴۰۶ھ

محقق نما متشکک کی امامت

ا : جو شخص ائمہ اربعہ کے مسالک کو بیک وقت جائز سمجھتا ہے اور متعین امام کی تقلید کو تعصب قرار دیتا ہے اور عوام الناس کو بھی اس کی تلقین کرتا ہے۔

ب : دعاء بعد الفرائض بہیئت اجتماعیہ من غیر لزوم مع رفع الیدین کو بدعت قرار دیتا ہے۔

ج : اکابر علماء مثلاً حضرت تھانوی رح۔ حضرت بنوری رح۔ حضرت شیخ الحدیث رح کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ ان کی عبارات میں شرک و کفر ہے۔

د : ان عقائد کے حامل کو امام بنانا اور اس کے درس میں شریک ہونا کیسا ہے۔

۲ : مذکورہ بالا عقائد کے باوجود اپنے آپ کو حنفی قرار دیتا ہے۔ کیا ایسا شخص حنفی ہو سکتا ہے اور معیار حنفیت کیا ہے ؟

الجواب امام صاحب موصوف سلف کے بارے میں ضروری اعتماد سے محروم معلوم ہوتے ہیں جو دور حاضر کا عام مرض ہے۔ یعنی " تشکیک بنام تحقیق " عوام کے لئے ایسی تشکیکات مضر ہیں۔ پس ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔ یہی حکم ان کے درس کا ہے۔ اس علاقے میں بھی ایک عالم تھے جنہوں نے پہلے دعاء بعد الفرائض کا انکار کیا۔ بعد چندے ٹھیٹھ غیر مقلد بن گئے۔ بلکہ غیر مقلدین کے مدرسہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اب ترقی کر کے شاید کہیں چلے گئے ہیں۔

۲ ، ۳ ، ۔ جو شخص حنفیت کا التزام نہیں کرسکتا وہ حنفی کیسے کہلا سکتا ہے۔ مواضع ضرورت کا استثناء امر آخر ہے۔ اس سے معیار حنفیت بھی معلوم ہو گیا۔ کہ مذہب حنفی کو قرآن و حدیث اور اجماع امت اور دلائل شرعیہ کے اقرب سمجھتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

امام میں ان امور کا ہونا ضروری ہے

ائمہ مساجد کے لئے شریعت میں از روئے قرائت و تجوید و تعلیم دین کے، کوئی معیار مقرر ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اس معیار پر پورا اتر آئے تو وہ اس منصب امامت کے قابل ہو۔ اور جو کم رہے تو اس

کے پیچھے نماز فاسد و مکروہ اور ناجائز ہو۔ از روئے فقہ حنفی دلائل سے مزین فرمائیں، بینوا توجروا۔

الجواب امامت کے لئے شرعاً کم از کم یہ معیار ضروری ہے ۱: قرآن مجید کا آخری پارہ مکمل یا نصف تجوید کے ضروری قواعد کی رو سے صحیح اور حفظ ہو۔

۲: پانی، وضوء، غسل اور نماز کے ضروری مسائل کا علم رکھتا ہو۔ نماز کے مفسدات و مکروہات، مستحبات و فرائض و واجبات کی تفصیلات سے آگاہ ہو۔

۳: اعمال میں کوئی علامتِ فسق داڑھی منڈانا، جماعت کی پابندی نہ کرنا، گناہِ کبیرہ کا ارتکاب ظاہر نہ ہو، مفسد نہ ہو۔[۱]

یہ ادنیٰ معیار ہے۔ نئے ائمہ کا تقرر اس وقت ہونا چاہیئے جب کہ امیدوار معیارِ مذکور پر پورا اترنے کی سند کسی مستند ادارے سے حاصل کرے۔ یا مقامی علماء امیدوار کو اس معیار کے مطابق پائیں۔ قدیم ائمہ کی بتدریج اصلاح ہونی چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ رئیس الافتاء

[۱] اذا اجتمع قوم ولم یکن بین الحاضرین صاحب منزل اجتمعوا فیہ ولا فیہم ذو وظیفۃ وھو امام المحل ولا ذو سلطان کامیر ووال وقاض فالاعلم باحکام الصلوۃ الحافظ مابہ سنۃ القرأۃ ویجتنب الفواحش الظاہرۃ وان کان غیر متبحر فی بقیۃ العلوم احق بالامامۃ۔ اھ (مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی، ص ۱۶۳)۔ فقط واللہ اعلم

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ

صرف نابالغ بچے مقتدی ہوں تو بھی جماعت کرائی جائے

مسجد میں اذان ہوگئی اور امام صاحب کے علاوہ چند نابالغ بچے جن کی عمریں تقریباً دس سال یا بارہ سال کی ہوں گی موجود ہیں اور جماعت کا وقت ہوگیا ہے اور بالغ کوئی موجود نہیں۔ تو کیا امام

ان نابالغ بچوں کو مقتدی بنا کر جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں ہ؟ ۔ محمد لطف اللہ خالد شاہجمال ٹاؤن لاہور

الجواب — فی العالمگیریۃ ج ۱ : ص ۸۳ - اذا زاد علی الواحد فی غیر الجمعۃ فھو جماعۃ وان کان معہ صبی عاقل کذا فی السراجیۃ ۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ مذکورہ صورت میں بھی جماعت سے نماز ادا کی جائے نابالغ لڑکوں کی صف بنا کر امام صاحب ان کو نماز پڑھائیں ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — ۱۱/۳ — بندہ محمد اسحاق غفر لہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱۴۱۱ھ — جامعہ خیر المدارس ملتان

مُقتدی "اللہ اکبر" کہہ کر سیدھا رکوع میں چلا جائے تو رکعت کا حکم

۱ :- فرضوں کی جماعت کھڑی ہے اور ایک آدمی بعد میں اس وقت شامل ہوتا ہے جب کہ امام رکوع میں چلا جاتا ہے ۔ اور آنے والا اللہ اکبر کہہ کر سیدھا رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے ۔ لیکن رکوع سے پہلے اللہ اکبر کے بعد ہاتھ باندھ کر قیام نہیں کرتا اور امام کے ساتھ نماز مکمل کر لیتا ہے تو کیا اس کی نماز ہو گئی یا نہیں ؟

۲ : بعد میں آنے والا شخص اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کر قیام کرتا ہے تو یہ قیام کتنی دیر کا ہونا چاہیئے

۳ : بعد میں شامل ہونے والا شخص اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کر معمولی سا قیام کر کے رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے ۔ ابھی اس نے ایک دفعہ ہی "سبحان ربی العظیم" کہا کہ امام صاحب رکوع سے کھڑے ہو گئے ۔ تو کیا اس کو وہ رکعت مل گئی یا نہیں ؟

۴ : بعد میں آنے والا شخص تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ کر قیام کر کے رکوع میں گیا ہی تھا اور کوئی تسبیح وغیرہ بھی نہیں کہہ سکا اور امام صاحب رکوع سے اٹھ کھڑے ہو گئے ۔ تو کیا اس کو وہ رکعت مل گئی یا نہیں ؟

المستفتی : محمد لطف اللہ خالد شاہجمال ٹاؤن لاہور

الجواب — ان تمام صورتوں میں وہ رکعت مل گئی اللہ اکبر کہنے کے بعد ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ ادرک الامام فی الرکوع فکبر قائما ثم

شرع فی الانحطاط وشرع الامام فی الرفع الاصح ان یعتد بھا اذا وجدت المشارکۃ قبل ان یستقیم قائما وان قل فی معراج الدرایۃ (عالمگیری، ج۱، ص ۶۲)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ

بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۱/۲/۱۴۰۱ھ جامعہ خیر المدارس ملتان

سجدہ سہو کے بعد جماعت میں شریک ہونے والے کا حکم

مسئلہ: اگر کوئی شخص امام کے ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد اقتداء کرے تو اس کی اقتداء درست نہیں۔ لیکن جب امام سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیرتا ہے تو اس صورت میں اگر کوئی سلام فراغ سے پہلے پہلے شریک ہو جائے تو اس کی اقتداء درست ہو جاتی ہے۔ ان دونوں میں وجہ فرق کیا ہے؟

الجواب اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے سجدۂ سہو کیا تو دوبارہ نماز کی طرف لوٹ آیا وہ تشہد اور قعدہ گویا ختم ہو گیا ہے۔ اب دوبارہ تشہد پڑھ کر بذریعہ سلام نماز سے نکلے گا۔ پس اس قعدہ میں اقتداء صحیح ہو گی۔ پہلے سلام پر نماز کا ختم ہونا یہ غیر ساہی کے لئے ہے۔ ساہی سجدۂ سہو کرنے پر دوبارہ نماز کی طرف لوٹ آتا ہے۔

قال فی الشامیۃ وھذا فی غیر الساھی اما ھو اذا سجد لہ بعد السلام یعود الی حرمتھا۔اھ (ج۱، ص ۴۹۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۱/۲/۱۳۹۱ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

صحت اقتداء کیلئے اتحادِ مکان ضروری ہے

ایک مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی جاتی ہے۔ مسجد کے شمالی جانب ایک گلی ہے اور مسجد کے کمرہ کے محاذ میں شمالی گلی کے شمالی جانب ایک وسیع محلہ کا ایک صحن متصل ہے اس صحن میں عورتوں

کی جمعہ کی اقتداء جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں عورتوں کی اقتداء اس مکان میں درست نہیں عدمِ اتحادِ مکان کی وجہ سے۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نقد تحرر بما تقرر أن اختلاف المکان مانع من صحۃ الاقتداء ولو بلا اشتباہ وأنہ عند الاشتباہ لا یصح الاقتداء وان اتحد المکان اھ (شامی ج۱ ص۵۵۰)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۲ الجواب صحیح
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰ / ۱۴۰۱ھ بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

اکیلے نماز پڑھنے والے کی اقتداء کا حکم

زید ظہر کے فرض پڑھ رہا تھا کہ بکر نے اس کے پیچھے آکر کہا کہ تو میرا امام ہے اور میں تیرا مقتدی حالانکہ زید کچھ رکعتیں پڑھ چکا تھا۔ پھر زید نے زور سے تکبیر کہنی شروع کردی کیوں کہ اس نے اسے مقتدی تصور کرکے نیت کرلی۔ کیا یہ امامت و اقتداء درست ہے۔ ؟

الجواب ہر دو کی نماز صحیح ہوگئی۔

وفی العالمگیریۃ ولا یحتاج الی نیۃ الامامۃ حتی لو نوی ان لا یؤم فلانا فجاء فلان واقتدی بہ جاز اھ (ج۱ ص۴۴) قال جابر سرت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ فقام یصلی فجئت حتی قمت عن یسارہ فاخذ بیدی فادارنی عن یمینہ ۔ اھ (شامی بحوالہ مسلم ج۱ ص۴۲۰)

الجواب صحیح احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۳۹۹ھ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مُردوں کو نہلانیوالے کی امامت

ایک مولوی صاحب ۱۹۴۷ء سے مسجد کی خدمت کر رہا ہے۔ امامت وغیرہ خدا واسطے کرتے ہیں اور تنخواہ مقرر نہیں۔

میت کو اگر گھر والا نہیں نہلا سکتا، تو مولوی صاحب اس میت کو غسل دے دیتے ہیں ثواب کی نیت سے۔ اگر کوئی کچھ دے دے تو لے لیتے ہیں۔ آیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب مردہ کو بہ نیت ثواب غسل دینا ایک نیک کام ہے۔ اس کی وجہ سے امامت میں کوئی کراہت وغیرہ پیدا نہیں ہوتی۔ جن فقہاء نے مکروہ لکھا ہے اس سے مراد وہ غسل دینے والا ہے جو بالاجرت یہ پیشہ رکھتا ہو۔ اور وہ بھی ان کے نزدیک جو کہ مردہ کے غسل کی اجرت کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ الحاصل مذکورہ امام صاحب کے پیچھے نماز درست ہے۔

ولا یجوز الاستیجار علی غسل المیت ویجوز علی الحمل والدفن واجازہ بعضهم فی الغسل ایضا۔ (شامی، ج ۱، ص ۸۰۴) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی خیر المدارس ملتان

مقتدی امام سے پہلے سجدہ سے سر اٹھا لے تو کیا کرے

زید جمعہ کی نماز ادا کر رہا تھا امام صاحب نے سجدہ لمبا کیا۔ زید کو شبہ ہوا کہ شاید امام صاحب سجدہ سے اٹھ گئے ہیں تو وہ بھی اٹھ گیا۔ مگر دیکھا تو ابھی امام صاحب سجدہ ہی میں تھے۔ تو زید التحیات کے لئے بیٹھ گیا یہ سمجھ کر کہ ابھی وہ اٹھنے والے ہیں۔ تو اس صورت میں زید کو کیا کرنا چاہئے تھا؟

الجواب مقتدی پر متابعت واجب ہے۔ لہذا زید کو دوبارہ سجدہ میں چلا جانا چاہئے تھا۔

من الواجب متابعة المقتدی امامه فی الارکان الفعلیة فلو

رفع المقتدی رأسه من الرکوع أو السجود قبل الامام ینبغی له ان یعود لتزول المخالفة بالموافقة ولا یصیر ذلک تکرارا و بالعود جزم الحلبی فی اخر الکتاب ۔اھ (طحطاوی ص۱۳)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ھذا

مقتدی کے تین تسبیحات پڑھنے سے پہلے امام رکوع یا سجود سے اُٹھ جائے

مقتدی نے ابھی تین تسبیحات پوری نہیں پڑھی تھیں کہ امام نے رکوع سے یا سجدہ سے سر اٹھا لیا تو مقتدی بھی ساتھ ہی سر اٹھا لے یا تین تسبیحات پوری کرنے کے بعد اٹھے؟

الجواب: اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ مقتدی بھی ساتھ اٹھ جائے۔

ولو رفع الامام رأسه من الرکوع او السجود قبل ان یسبح المقتدی ثلاثا تکلموا فیه والصحیح انه یتابع الامام لان متابعة الامام فرض فلا یترکها بالسنة ۔اھ (قاضیخان ج۱ ص۴)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بازو پر نام گدوانے والے کی امامت

ایک آدمی ہے اس کے بازو پر اس کا اپنا نام لکھا ہوا ہے۔ کیا وہ جماعت کرا سکتا ہے یعنی امام بن سکتا ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے وہ خود بھی فکرمند ہے کہ میری نماز ہوتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب: اگر اسے مٹانے میں کافی تکلیف ہوتی ہے تو کوئی حرج نہیں ایسا شخص امام بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ امامت سے متعلق دوسرے ضروری امور اس میں پائے

جاسکتے ہوں۔

وفی الفتاوی الخیریة من کتاب الصلوة سئل فی رجل علی یده وشم هل تصح صلوته وامامته معه ام لا؟ اجاب نعم تصح صلوته وامامته بلا شبهة والله اعلم ۔اھ

رشامیة: ج۱: ص ۳۰۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح   احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۴۰۸/۱/۱ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

پہلی جماعت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے دوبارہ کرائی جائے تو اس میں نئے بھی شریک ہوسکتے ہیں

ہم نے ظہر کی نماز باجماعت پڑھی۔ امام صاحب سے غلطی ہوگئی چار رکعت کی بجائے تین رکعت پڑھیں۔ دوبارہ پھر جماعت کرائی۔ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ نماز صرف ان نمازیوں کی ہوئی جو کہ پہلی جماعت میں شامل تھے اور ان کی نماز نہیں ہوئی جو بعد میں دوسری جماعت میں شامل ہوئے یعنی نئے آنے والوں کی نماز نہیں ہوئی۔ صرف پہلی جماعت کے لوگ دوسری جماعت میں شامل ہوسکتے ہیں نہ کہ نئے آنے والے بھی۔

الجواب صورت مسئولہ میں پہلی مرتبہ شامل ہونے والوں اور صرف دوسری نماز میں شامل ہونے والے دونوں کی نماز درست ہوگئی۔ مذکور فی السوال کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ نماز میں کوئی واجب چھوٹ جائے اور سجدۂ سہو کا وجوب تھا لیکن سجدۂ سہو ادا نہ کرنے کی وجہ سے نماز کا اعادہ کیا۔ تو اس صورت میں صرف وہ لوگ دوبارہ نماز میں شامل ہوں جو جماعت میں پہلی مرتبہ شامل ہوتے تھے جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ فرض کا پہلی نماز سے فرض ذمہ سے ساقط ہوگیا۔ دوسری نماز صرف نقصان کی تلافی ہے۔ مراقی میں ہے۔

فتكون مكملة وسقط الفرض بالاولى وقيل تكون الثانية فرضا

فی المسقطة : (۲۵۱)

صورتِ مسئولہ میں فرض نماز سرے سے ہوئی ہی نہیں ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ۱۶/۴ بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۴۰۸ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

عددِ رکعات میں امام و مقتدی کے اختلاف کا حکم

زید نے عصر کی نماز پڑھائی سلام پھیرنے پر کچھ مقتدیوں نے کہا کہ تین رکعات ہوئی ہیں ۔ اور کچھ نے یہ کہا کہ ہمیں پتہ نہیں چلا ۔ امام صاحب کہتے ہیں کہ میرا دل یہی کہتا ہے کہ چار ہوئی ہیں ۔

الجواب اگر تو امام صاحب کو پورا یقین ہے کہ چار ہوئی ہیں تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں ۔ اور اگر چار ہونے کا پختہ یقین نہ ہو تو نماز کا اعادہ کر لیں ۔

لو وقع الاختلاف بین الامام والقوم فقال القوم صلیت ثلثا و قال الامام صلیت اربعا ان کان الامام علی الیقین لا یعید الصلوۃ بقولهم وان لم یکن علی یقین یعید الصلوۃ بقولهم ۔ اھ

(عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۸) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳/۳/۱۴۰۶ھ

امام اونچا ہو اور مقتدی نیچے ہوں تو نماز کا حکم

اگر امام کے کھڑے ہونے کی جگہ مقتدیوں کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اونچی ہو تو نماز میں کراہت آئے گی یا نہیں ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب امام ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ مقتدیوں سے اونچا کھڑا ہو تو یہ مکروہ ہے ثم مقدار الارتفاع الذی یحصل به کراهة الانفراد

عن القوم ذكر الطحاوی انه مقدر بقامة الرجل وكذا روی عن ابی یوسفؒ وقیل مقدار ما یقع به الامتیان و قیل مقدار ذراع اعتبارا بالسترة قال فی الكفایة ناقلا عن الجامع الصغیر لقاضی خان و علیه الاعتماد ۔۔۔ الی قوله والظاهر ان مادون الذراع لا ینضبط به وقوع الامتیاز كل الضبط فان من الناس الطویل والقصیر فكان التقدیر بالذراع هو الاولی لانه الذی ینضبط به وقوع الامتیاز فی حق الكل۔ اھ (كبیری، ص ۳۴۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۰۲/۶/۲۲ھ

امام کو حدث لاحق ہوجائے تو کیا کرے

جماعت کھڑی ہوگئی۔ درمیان میں امام صاحب کا وضو ٹوٹ گیا۔ اب امام صاحب کے لئے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حدث لاحق ہوتے ہی پیچھے ہٹ جائے اور مقتدیوں میں سے کسی سمجھ دار کو اپنی جگہ خلیفہ بنا دے تاکہ وہ نماز پوری کرا دے۔

سبق الامام حدث الخ غیر مانع للبناء استخلف ای جاز له ذلك ولو فی جنازة باشارة او جر لمحراب اھ (شامی ج۱ ص ۵۶۱)۔
اگر مقتدی مسائل سے ناواقف ہوں تو بہتر یہ ہے کہ نماز توڑ دے اور وضو کرکے از سر نو جماعت کرا دے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۔ ۲۹/۱۱/۱۳۹۹ھ ۔ مفتی خیر المدارس ملتان

مقتدی تکبیرِ تحریمہ امام کے ساتھ ساتھ کہے

جو شخص شروع سے امام کے ساتھ شریک ہے وہ تکبیرِ تحریمہ امام کے ساتھ ہی کہے یا جب امام اللہ اکبر کہہ چکے تب کہے ؟

الجواب: بہتر یہی ہے کہ ساتھ ساتھ ہی کہے لیکن یہ خیال رہے کہ اگر اس نے لفظِ " اللہ " امام کے لفظِ " اللہ " ختم کرنے سے پہلے ختم کرلیا تو اس کی نماز درست نہ ہوگی ۔

والافضل ان تکون تکبیرۃ المقتدی مع تکبیرۃ الامام لابعدھا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ لان فیہ مسارعۃ الی العبادۃ وفیہ مشقۃ فکان افضل وقالا یکبر ای الافضل ان یکبر المقتدی بعد تکبیرۃ الامام لیزول الاشتباہ بالکلیۃ ۔اھ (کبیری ، ص ۲۵۸)۔

ولو افتتح ای کبر مع الامام وفرغ من قولہ " اللہ " قبل فراغ الامام من قولہ " اللہ " لا یصیر شارعا فی الصلوۃ فی اظہر الروایات کذا فی الفتاوی ۔اھ (کبیری ، ص ۲۵۷)۔ فقط واللہ تعالی اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ، ملتان

اصل میں افضل یہ ہے کہ امام کے ساتھ تکبیرِ تحریمہ کہے ۔ لیکن چونکہ اس میں سخت تیقظ و احتیاط کی حاجت ہے ۔ کہ امام کے لفظِ اللہ سے پہلے مقتدی کا لفظِ اللہ ختم نہ ہو ۔ اس لئے احتیاط یہ ہے کہ امام کے لفظِ اللہ ختم ہونے کے بعد تکبیر کہے تاکہ نماز کا شروع کرنا صحیح ہو جائے ۔ والجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ، ملتان

امام رکوع و سجود میں کتنی بار تسبیحات پڑھے

امام صاحب کے لئے رکوع و سجود میں کتنی دفعہ تسبیحات پڑھنا زیادہ بہتر ہے ؟

الجواب حامداً ومصلیاً امام صاحب تسبیحات میں عددِ وتر کی رعایت رکھتے ہوئے اتنی مرتبہ پڑھیں کہ مقتدی اطمینان سے تین دفعہ پڑھ لیں۔ بہتر یہ ہے کہ پانچ دفعہ پڑھیں۔

ولو زاد علی الثلاث فذلك افضل بعد أن یختم علی وتر خمس او سبع او تسع ولکن ان کان اماما لا یطول و قال سفیان الثوری رح ینبغی ان یقول خمسا حتی یتمکن القوم ان یقولوا ثلاثا اھ (خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۵۲) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

درود یا دعاء مکمل نہیں کیا کہ امام نے سلام پھیر دیا

بعض ائمہ کرام تیز تیز پڑھتے ہیں۔ مقتدی ابھی درود شریف یا دعاء ہی میں ہوتا ہے کہ وہ سلام پھیر دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں مقتدی درود و دعاء مکمل کر کے سلام پھیرے یا امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً ایسی صورت میں مقتدی امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دے۔

ولو سلم الامام قبل ان یفرغ المقتدی من الدعاء الذی یکون بعد التشہد او قبل ان یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ یسلم مع الامام۔ اھ (عالمگیری ج ۱، ص ۹۰ وکذا فی الخلاصۃ الفتاوی ج ۱، ص ۱۵۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

شافعیؒ و مالکیؒ ائمہ کرام کی اقتداء کا حکم

یہاں عرب امارات میں بعض ائمہ امام شافعیؒ یا دیگر ائمہ کے مقلد ہیں۔ تو جب ان کی مساجد میں نماز پڑھنے

کا اتفاق ہو تو اکیلے پڑھا کریں یا ان کی اقتدار میں ؟۔

الجواب حامداً ومصلیاً بعض مسائل ایسے ہیں کہ ان میں احناف اور دیگر ائمہ کا اختلاف ہے مثلاً احناف کے نزدیک اگر جسم کے کسی بھی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے جب کہ بعض ائمہ کے نزدیک اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ تو اگر یہ پتہ ہو کہ امام ایسے مسائل میں مقتدیوں کے مذہب کی رعایت رکھتا ہے تو اس کی اقتدار بلا کراہت درست ہے۔ اور اگر یہ یقین ہو کہ وہ مقتدیوں کے مذہب کی رعایت نہیں کرتا تو اقتدار نہ کریں۔ اکیلے پڑھ لیں۔

والذی یمیل الیہ القلب عدم کراھۃ الاقتداء بالمخالف ما لم یکن غیر مراع فی الفرائض لان کثیرا من الصحابۃ و التابعین کانوا ائمۃ مجتہدین وھم یصلون خلف امام واحد مع تباین مذاھبھم۔ اھ (شامیۃ ج۱ : ص ۴۱۷)۔

الحاصل انہ ان علم الاحتیاط منہ فی مذھبنا فلا کراھۃ فی الاقتداء بہ وان علم عدمہ فلا صحۃ وان لم یعلم شیئا کرہ۔ اھ (شامیۃ ج۱ : ص ۴۹۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اہلِ حدیث ائمہ کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک غیر مقلد حکیم جو ائمہ مجتہدین کی تقلید کو "جس پر امت اسلامیہ قرنہا قرن سے متفق چلی آرہی ہے اور ہزاروں اولیاء کبار، محدثین، مفسرین، فقہاء بلکہ مجددین کرام کا بھی اس پر تعامل رہا ہے"، بیک قلم یہودیوں کا نمونہ قرار دیتا ہے۔ اور بددیانتی اور خیانت سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی اس تصریح کو کہ

"دین میں تحریف کا سبب جو یہودیانہ تقلید ہے وہ وہ تقلید نہیں جس پر ائمہ اربعہ کی پیروی کی صورت میں امت متفق چلی آرہی ہے" یکسر ہضم کر کے یہودیانہ طریق کو نہ صرف ائمہ مجتہدین

کی تقلیدِ محمود پر منطبق کرتا ہے۔ بلکہ اپنی اس بداعتقادی کو حضرت شاہ صاحب رحمہ کے ذمہ لگا کر اتنی عظیم اسلامی شخصیت پر افتراء باندھتا ہے۔

۲ :- حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مسالک جن پر آج تک ہزاروں اولیاء اللہ اور فقہائے و محدثین چلے آرہے ہیں سب کو دائرۂ اہلسنت سے خارج قرار دیتا ہے۔ اور جملہ مقلدین کو یہودی صفت نابینا بعد عن الصواب کے خر سے مدہوش، دیو تقلید کے چنگل کا اسیر کہتا ہے۔ اور برملا کہتا ہے کہ تقلید کا دھندا بعد کے پیٹ پجاریوں نے نکالا ہے، اس بدعت کو ہوس کے دیوتوں نے جنم دیا۔ کوڑھ کی اس بیماری کا تعدیہ ہوا، اور ہوا و ہوس کے بندوں نے اسے پھیلایا۔ اور پھر سب مقلد علماء کو جن میں کل اکابر دیوبند، سہارنپور، ڈھابیل، ندوۃ العلماء اور جملہ زعماء مجلس ختم نبوت، تنظیم اہلسنت والجماعۃ جمعیت علماءِ اسلام، خدام الدین لاہور۔ نیز جامعہ اشرفیہ لاہور، خیر المدارس ملتان۔ دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار۔ جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک جیسے علمی مراکز شامل ہیں۔ ان سب کو علماء سوء کہتا ہے۔

۳ :- فقہ کی مستند کتابوں ہدایہ، درمختار، فتح القدیر وغیرہ کے مصنفین کو خود مسائل گھڑنے والا قرار دے کر علانیہ برا بھلا کہتا ہے۔ حنفی مذہب میں شراب کو حلال بتاتا ہے اور اس کو اپنی جہالت کی نذر کر دیتا ہے کہ فقہ حنفی کا فتویٰ کیا ہے۔ اکابر احناف کے خلاف فضاء کو مسموم کرنے کے لئے حدیث و فقہ کی کتابوں سے حوالے نقل کرنے میں بددیانتی اور جہالت سے کام لیتا ہے۔

۴ :- باوجود علومِ شرعیہ سے جاہل ہونے کے اپنے ادعائے مسلک اہل حدیث کے بھی خلاف ہے اور نہ صرف علماء دیوبند کی توہین اور مقلدین کو گالیاں دینا اس کی تبلیغ کا طول و عرض ہے بلکہ علمائے اہل حدیث مثلاً مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم کے خلاف بھی سوقیانہ اور بازاری زبان استعمال کرتا رہتا ہے۔ بزرگوں اور علماء کی شان میں توہین کا یہاں تک مرتکب ہوا ہے کہ اسے اہل حدیثوں نے بھی اپنی ایک جامع مسجد سے اس الزام میں نکال دیا ہے۔ اب وہ اپنی خود رائی میں کسی مسلک کے بزرگ کے ساتھ نہیں بلکہ بایں ہمہ اپنے کو اہلِ حدیث کہتا ہے۔

تو امر مطلوب اس باب میں یہ ہے کہ ایسے شخص کو نماز میں امام بنانا، اس کی خرافات سننا اور ہوا النفس کے ساتھ تعاون کرنا شرعاً کیسا ہے اور جو لوگ اسے مستقل طور پر نمازِ جمعہ کا پیش امام بنائیں تو کیا ان پر آخرت میں مواخذہ ہونے کا اندیشہ ہے یا نہیں ؟

المستفتی : علامہ ڈاکٹر خالد محمود پروفیسر، سیالکوٹ شہر

الجواب ایسا شخص یقیناً اہل ہوی میں سے ہے نہ تو اس کو امام بنانا جائز ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ اختلاط کرنا اور نہ ہی اس کی باتوں کو سننا جائز ہے۔ معتدل حضرات اور منصف مزاج علماء اہل حدیث نے کبھی بھی سلف صالحین وائمہ دین اور ان کے مقلدین کے بارے میں ہرگز ہرگز ایسا لب ولہجہ اختیار نہیں فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ اہلحدیث حضرات نے خود اس کو اپنی ایک جامع مسجد سے الگ کر دیا ہے۔

غلام نبی چکڑالوی جس نے بعد میں اپنا نام عبد اللہ چکڑالوی تبدیل کر کے شہرت حاصل کی۔ اس کا ابتدائی حال بھی یہی تھا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ النعمان رحمہ اللہ اور حضرت غوث الاعظم رحمہ اللہ کی شان میں سخت گستاخی کرتا تھا اور لاہور میں مسجد چینیانوالی میں امام تھا۔ اس کے تجاوز واعتداء کو دیکھ کر خود اہلحدیث حضرات نے اس کو امامت سے الگ کر دیا تھا۔ اس گستاخی وبیباکی کا وبال اس پر یہ پڑا کہ کچھ عرصہ بعد یہ شخص انکار حدیث میں مبتلا ہو کر منکرین حدیث کا ایک بہت بڑا داعی اور سرغنہ بن گیا۔

تمام اہل اسلام پر لازم ہے کہ ایسے فتنہ گر شخص سے بالکلیہ علیحدگی اختیار کر لیں۔ اور نہ اس کی باتیں سنیں اور نہ امام بنا کر اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳؍۴؍۱۳۷۷ھ

جواب صحیح اور حق ہے۔ والحق أحق أن يتبع۔ معتدل مسلک اہلحدیث کے نزدیک بھی ائمہ اربعہ کے تمام مقلدین خوش عقائد اہلسنت والجماعت ہیں۔ چنانچہ مولانا وحید الزمان صاحب حیدرآبادی اہلحدیث تحریر فرماتے ہیں۔ واما الاحناف والشوافع والمالكية والحنابلة فهم مسلمون داخلون في زمرة اهل السنة والجماعة الخ۔ (نزل الابرار، ص ۹، ج ۱، مطبوعہ سعید المطابع بنارس)۔

یعنی تمام حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی (مقلدین ائمہ اربعہ) مسلمان اہل السنۃ والجماعۃ ہیں۔

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳؍۴؍۱۳۷۷ھ

الجواب صحيح اذ جهالاته أظهر من ان تخفى وهو بخرافاته ابعد من ان يهدى هو ضال مضل بلا ارتياب فوجب عنه الاجتناب۔

محمود عفا اللہ عنہ، المفتی بقاسم العلوم ملتان، ۲۳؍۴؍۱۳۷۷ھ

مروجہ جرابوں پر مسح کرنے والے کی امامت

ہماری مسجد میں ایک اہلحدیث مولوی ..... صاحب آتے ہیں نماز پڑھانے کے لئے بعض دفعہ جب امام صاحب موجود نہیں ہوتے تو وہ اہلحدیث عالم نماز پڑھا دیتے ہیں اب بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ موجودہ مروجہ جرابوں پر مسح کرتا ہے۔ اور میں نے خود کئی مرتبہ جرابوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیا شرعی طور پر ان کی امامت صحیح ہے یا نہیں ؟

الجواب شریعت میں چمڑے کے موزوں پر مسح درست ہے یا ان جرابوں پر جو چرمی موزوں کے حکم میں ہوں۔ مروجہ جرابیں موزوں کے حکم میں نہیں آتیں لہٰذا ان پر مسح درست نہیں جس امام نے ان پر مسح کیا ہوا ہو وہ پاؤں کے غسل کا تارک ہے لہٰذا اسکی اقتدار درست نہیں پہلے جو نمازیں ایسی حالت میں پڑھ چکے ہوں ان کا اعادہ کریں۔ والرابع عشر من شروط صحة الاقتداء ان لا یعلم المقتدی من حال امامه المخالف لمذهبه مفسدا فی زعم المأموم کخروج دم سائل او قئ یملأ الفم وتیقن انه لم یعد بعده وضوءه ۔اھ (مراقی الفلاح) ۔ واذا علم مفسدا فی صلوة الامام لا یجوز له الاقتداء به اجماعا ۔ اھ (طحطاوی ؛ ص ۱۹۰) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنه مفتی جامعه هذا

کوزہ پشت کی امامت

ہمارے امام صاحب کافی معمر ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے ان کی کمر جھک گئی ہے اور صحیح طرح سے قیام نہیں کر سکتے تو کیا ہم ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

محمد خالد جھنگ صدر

الجواب اگر کمر اتنی زیادہ خمیدہ نہ ہو کہ جتنی رکوع میں ہوتی ہے تو ان کی اقتدار میں نماز بلاشبہ درست ہے۔ اور اگر اتنی ہی خمیدہ ہو مگر رکوع کے لئے مزید جھک جاتے ہوں تو بھی درست ہے ۔

وصح اقتداء باحدب لم یبلغ حدبه حد الرکوع اتفاقا علی الاصح واذا بلغ وهو ینخفض للرکوع قلیلا یجوز عندهما وبه اخذ عامة العلماء وهو الاصح ۔ اھ (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ، ص ۱۶۱ ۔ وکذا فی الشامیة ، ج ۱ ، ص ۴۳۶) ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنه

ماجاء في المسبوق

مقتدی سو گیا اور امام دوسری رکعت میں پہنچ گیا تو وہ نماز کیسے پوری کرے

ایک بوڑھا نابینا کانوں سے اونچا سنتا ہے۔ نماز باجماعت پڑھتا ہے۔ جب امام پہلی رکعت میں سجدہ میں گیا تو وہ بہرا نابینا سجدہ ہی میں پڑا رہا۔ امام اور باقی آدمیوں نے دوسرا سجدہ کیا وہ پہلے سجدہ میں رہا۔ امام نے دوسری رکعت شروع کی تو بہرے کو علم ہوا۔ جلدی سے دوسرا سجدہ کرکے کھڑا ہو گیا۔ اور باقی نماز باجماعت پڑھی۔ تو کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں بوڑھے کی نماز صحیح ہوگئی۔ کما یظہر من الہندیۃ ، ج ۱ ، ص ۹۲۔ وانا کبر مع الامام ثم نام حتی صلی الامام رکعۃ ثم انتبہ فانہ یصلی الرکعۃ الاولی وان کان الامام یصلی الرکعۃ الثانیۃ اھ ھکذا فی الذخیرۃ۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۳/۴ ۱۳۸۲ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مسبوق پہلی رکعت میں ثناء وتعوذ پڑھے

اگر مسبوق دوسری یا تیسری رکعت میں شریک ہو تو وہ بقیہ رکعت میں جو پہلی رکعت امام کے سلام

پھر نحکے بعد پڑھے گا اس میں ثنار ، اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھے یا نہ پڑھے ؟ کتاب الصلوۃ رکن الدین ص ۱۱۴ - میں صاف موجود ہے مگر ایک دو آدمی نہیں مانتے اس لئے آپ کے فتوے پر اتفاق ہوگا مدلل جواب تحریر فرمائیں ؟

الجواب: مسبوق اپنی باقی ماندہ رکعات میں منفرد کے حکم میں ہے - اس لئے اس کو پہلی رکعت میں ثنار و تعوذ پڑھ لینا چاہیئے -

کما فی الدر والمسبوق من سبقه الامام الی قوله وهو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ - (شامی، ج ۱، ص ۴۱۸) - فقط واللہ اعلم -

الجواب صحیح ۹/۴ بندہ محمد اسحاق غفرلہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۳۸۴ھ جامعہ خیر المدارس ملتان

جس نے ایک رکعت امام کے ساتھ پائی وہ باقی نماز کیسے پڑھے

اگر مقتدی نے ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھی تو باقی نماز مقتدی کیسے ادا کرے ؟ کن دو رکعتوں میں سورۃ ملائے اور کس ایک رکعت میں سورۃ نہ ملائے ؟

الجواب: ویقضی اول صلوته فی حق قراءة واخرها فی حق تشهد اھ (درمختار) وفی ردالمحتار قوله یقضی اول صلوته فی حق قراءة هذا قول محمد کما فی مبسوط السرخسی وعلیه اقتصر فی الخلاصة وشرح الطحاوی والاسبیجابی والفتح والدرر والبحر وغیرهم وذکر الخلاف کذلک فی السراج لکن فی صلوة الجلابی أن هذا قولهما وتمامه فی شرح الشیخ اسماعیل وفی الفیض عن المستصفی لو ادرکه فی رکعة الرباعی یقضی رکعتین بفاتحة وسورة ثم یتشهد ثم یأتی بالثالثة بفاتحة خاصة عند ابی حنیفة رح وقالا رکعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم رکعتین اولا هما بفاتحة و

سورۃ و ثانیتہما بفاتحۃ خاصۃ اھ وظاہر کلامہم اعتماد
قول محمد رح اھ (شامی ج ۱ ص ۵۵۸)

عبارت ہذا سے معلوم ہوا کہ جس کی کوئی رکعت امام کے ساتھ فوت ہوگئی ہو اس کو مسبوق کہتے ہیں۔ اس کی باقی ماندہ نماز حق قرأت میں اول ہوتی ہے اور حق تشہد میں آخر۔ پس جو شخص ظہر یا عصر میں چوتھی رکعت میں شریک ہوا۔ امام کے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہو کر ثناء و تعوذ پڑھ کر فاتحہ وسورۃ پڑھے اور یہ رکعت پوری کر کے قعدہ کرے۔ پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور فاتحہ وسورۃ کے ساتھ پڑھے۔ آخری رکعت فقط فاتحہ سے پڑھ کر نماز تمام کرے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح   ۲۶/۵/۱۳۷۶ھ   بندہ محمد اسحاق غفرلہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء   نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

جواب صحیح ہے، خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا۔

مسبوق نے امام کے ساتھ عمداً سلام سہو پھیرا تو نماز فاسد ہو جائیگی

زید نماز میں عمر کے پیچھے شریک ہوا جب کہ ایک رکعت ہوچکی تھی اور امام پر سجدۂ سہو تھا۔ جب امام نے سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیرا تو زید نے بھی سلام برائے سہو امام کی اتباع کرتے ہوئے پھیر دیا تو کیا سلام کی وجہ سے زید پر سجدۂ سہو دوبارہ واجب ہوگا؟

الجواب اگر مسبوق نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے ذمہ نماز باقی ہے جان بوجھ کر سلام پھیرا ہے تو نماز فاسد ہوگئی اعادہ لازم ہے۔ اور اگر سہواً پھیرا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوئی۔ اور اس سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو بھی واجب نہیں ہوگا۔

ثم المسبوق انما یتابع الامام فی السہو دون السلام بل ینتظر الامام حتی یسلم فیسجد فیتابعہ فی سجود السہو لا فی سلامہ وان سلم فان کان عامدا تفسد صلوتہ وان کان ساھیا لاتفسد صلوتہ ولا سہو علیہ لانہ مقتد وسہو المقتدی باطل۔ اھ

(البدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۷۶)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مسبوق ادائے مافات کے لئے کب اٹھے

جماعت سے رہی ہوئی نماز پوری کرنے کے لئے کس وقت کھڑا ہونا چاہیے؟ جب امام دوسرا سلام شروع کرے یا دوسرا سلام مکمل کر چکے تب کھڑا ہو۔ باحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: اصل تو یہ ہے کہ اس وقت اٹھے جب یہ اطمینان ہو جائے کہ امام کے ذمہ سجدہ سہو نہیں ہے۔ وینبغی ان یصبر حتی یفہم انہ لا سہو علی الامام۔ اھ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۴۲۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

امام جہراً قرأت کر رہا ہو تو مسبوق ثناء نہ پڑھے

مسبوق امام کے پیچھے ثناء اور تعوذ پڑھے یا نہ؟ جب کہ اس کو معلوم نہیں کہ یہ پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر امام قرأت میں مشغول ہو اور نماز جہری ہو تو اب ثناء نہ پڑھے بلکہ جب اپنی سابقہ نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو اس کے شروع میں پڑھے۔ اور اگر نماز سری ہو تو بوقتِ شمولیت بھی پڑھے اور جب بقیہ نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو اس وقت بھی پڑھے۔

انہ اذا ادرک الامام فی القراءۃ فی الرکعۃ التی یجہر فیہا لا یأتی بالثناء کذا فی الخلاصۃ الخ وفی صلوۃ المخافتۃ یأتی بہ اھ

(عالمگیری ج ۱ ص ۹۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا۔

مسبوق کے شریک ہوتے ہی امام نے سلام پھیر دیا تو یہ تشہد پڑھے یا نہ

مسبوق آخری قعدہ میں شریک ہوا ابھی تشہد کے ایک دو لفظ ہی پڑھے تھے کہ امام نے سلام پھیر دیا۔ تو اب مقتدی تشہد پورا کر کے اٹھے یا فوراً کھڑا ہو جائے۔ محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب: بہتر یہی ہے کہ پورا کر کے اٹھے لیکن اگر بغیر پورا کئے اسی وقت اٹھ جائے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

اذا ادرك الامام فی التشهد وقام الامام قبل ان يتم المقتدى او سلم الامام فی اخر الصلوة قبل ان يتم المقتدى التشهد فالمختار ان يتم التشهد وان لم يتم احزاه اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۹۰)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ تعالیٰ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۲/۲/۱۴۱۰ھ

امام رکوع میں ہو تو نئے شامل ہونے والے کے لئے ثناء کا حکم

ایک شخص نے امام کو رکوع میں پایا آیا وہ ثناء پڑھ کر رکوع میں شامل ہو یا بغیر ثناء پڑھے تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع میں چلا جائے؟ محمد نفیس الرحمٰن: ،، / ۵ / ار۔ ساہیوال۔

الجواب: اگر یہ خیال ہے کہ ثناء پڑھ کر امام کو رکوع میں مل جاؤں گا تو پڑھ لے ورنہ رکوع میں شامل ہو جائے اور ثناء چھوڑ دے وان ادرك الامام فی الركوع او السجود يتحرى ان كان اكبر رأيه انه لو اتى به ادركه فی شئی من الركوع او السجود يأتی به قائما و الا يتابع الامام ولا يأتی به۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۷۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

مسبوق امام کے آخری قعدہ میں تشہد کہاں تک پڑھے

ایک شخص جماعت میں ایسے وقت میں شریک ہوا کہ ایک رکعت ہو چکی تھی تو جب امام آخری قعدہ میں بیٹھے گا تو ظاہر ہے کہ یہ اس مسبوق کا آخری قعدہ نہیں ہے تو یہ اس میں تشہد کہاں تک پڑھے صرف التحیات تک یا آگے درود شریف اور دعا بھی پڑھے۔ بینوا توجروا۔

محمد شبیر الیکٹریشن شاہ جمال ٹاؤن لاہور

الجواب بہتر تو یہ ہے کہ تشہد اتنا آہستہ آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام تک اس کا تشہد ختم ہو لیکن اگر پہلے فارغ ہو جائے تو پھر سلام تک اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ بار بار پڑھتا رہے۔

عالمگیری میں مسبوق کے احکام میں لکھتے ہیں۔

و منها ان المسبوق ببعض الرکعات یتابع الامام فی التشهد الاخیر و اذا اتم التشهد لا یشتغل بما بعده من الدعوات ثم ما ذا یفعل تکلموا فیه وعن ابن شجاع أنه یکرر التشهد ای قوله اشهد ان لا إلٰه الا الله وهو المختار کذا فی الغیاثیة والصحیح أن المسبوق یترسل فی التشهد حتی یفرغ عند سلام الامام کذا فی الوجیز للکردری و فتاوٰی قاضیخان و هکذا فی الخلاصة و فتح القدیر ۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۹۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ، ۲۷ / ۹ / ۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۷/۹/۱۴۱۰ھ

مسبوق باقیماندہ ادا کرتے ہوئے ضم سورۃ بھول جائے تو سجدہ سہو کرے

میں نماز میں شریک ہوا جب کہ ایک رکعت ہو چکی تھی جب میں اپنی نماز امام کے سلام کے بعد ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو سورۃ ملانا بھول گیا تو آیا میرے اوپر سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں۔ کیونکہ اکثر نماز تو میں نے امام کے ساتھ پڑھی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب فرائض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا واجب ہے اور مسبوق کی پہلی رکعت وہی ہے جو امام کے سلام کے بعد ادا کرتا ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں ترک واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہے۔

تنویر الابصار میں واجبات صلوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

لها واجبات وهى قراءة فاتحة الكتاب وضم سورة فى الاوليين من الفرض اھ (شامی، ج ۱: ص ۳۳۸)۔

درمختار میں مسبوق کے مسائل میں ہے۔

ويقضى اول صلاته فى حق قراءة واخرها فى حق تشهد۔ اھ (شامی: ج ۱، ص ۴۴۱، مطبوعه كوئٹه)۔

وفيه فانه (اى المسبوق) اذا قضى ما فاته يقرء ويسجد للسهو اذا سها فيه۔ اھ (شامی: ج ۱: ص ۴۴۰)۔ فقط والله تعالىٰ اعلم

احقر محمد انور عفا الله عنه

مفتی جامعه خير المدارس ملتان

مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا

بلاضرورت سجدہ سہو کرلیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں

ایک شخص نے ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ کی جگہ خیرا یرہ پڑھ دیا اور شک کی بنار پر سجدہ سہو کرلیا۔ اس پر دو مولوی صاحبان کا تنازعہ ہوا۔ ایک نے کہا کہ سجدہ سہو کی وجہ سے نماز فاسد ہوگئی۔ دوسرے نے کہا کہ نماز صحیح ہے۔ سجدہ سہو مفسد صلوٰۃ نہیں جب کہ شک و وہم کی بنار پر ادا کیا جائے۔ آپ فیصلہ فرمائیں کہ کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب قرأت میں کوئی ایسا تغیر ہوجائے جس سے معنی کا فساد نہیں ہوتا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور نہ سجدہ سہو لازم آتا ہے لیکن اگر سجدہ سہو کیا گیا جیسا کہ سوال میں درج ہے کہ شبہ سے سجدہ سہو کیا گیا ہے تو اس سے بھی نماز کا فساد نہیں آتا۔ سجدہ نماز کے منافی چیزوں سے نہیں ہے۔ سجدہ سے سلام کی تاخیر ہوجاتی ہے اس لئے ناپسندیدہ ہے۔ اس ضمنی تاخیر سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا کہ ایک نماز میں دو سجدہ سہو معروف نہیں ہے جس شخص نے اعادہ کرلیا وہ نماز نفل کے درجہ میں ہوگئی عشار کے بعد نفل درست ہیں۔ اگر عصر کے بعد اسی طرح اعادہ ہوتا تو پسندیدہ نہ ہوتا۔ الغرض موجودہ صورت میں کچھ نقصان نہیں کہ محل نزاع بن جاتے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

نماز میں سپیکر استعمال کرنے کا حکم

بذریعہ لاؤڈ سپیکر اذان، خطبہ، نماز وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ عید الفطر قریب ہے۔ جواب جلدی دیں؟

حضرت مولانا نیاز محمد صدر مدرس عیدگاہ بہاولنگر۔

الجواب علمائے کراچی نے گو جواز خیال کرتے ہوئے بعض نے عمل بھی شروع کر دیا ہے۔ مگر ہم نماز میں خلاف احتیاط سمجھتے ہیں۔ البتہ اذان و خطبہ میں مضائقہ نہیں سمجھتے یہ حکم اور عمل لاؤڈ سپیکر کی صورت کے متعلق جدید تحقیق پر مبنی ہے۔ جس کی تفصیل فرصت میں معلوم کی جا سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

خیر محمد عفا اللہ عنہ

مہتمم خیر المدارس ملتان : ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ

سجدہ میں پاؤں سُرین کے ساتھ لگانے سے نماز فاسد ہو جائیگی

ایک شخص پورے سجدہ میں دونوں پاؤں اٹھا لیتا ہے اور سرین کے ساتھ لگا لیتا ہے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں ؟

الجواب اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ اشبہ بالتلاعب ہے۔ قال فی البحر و خرج ایضا بقولنا مما لا سخریة فیه ما اذا رفع قدمیه فی السجود فانه لا یصح لان السجود مع رفعهما بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم والاجلال اھ (ج ۱، ص ۳۳۶)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق عفرلہ : ۱۲ / ۳ / ۱۳۹۵ھ

قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی

کیا تراویح میں دیکھ کر قرآن پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے ؟ یہاں پر اکثر مصری اصحاب اور دیگر عرب بھی ایسا کرتے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ نماز میں دیکھ کر پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ محمد عبدالواحد افریقہ

الجواب دیکھ کر پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔ کما فی الدر و قرأته من مصحف اھ (فتاوی دارالعلوم ، ج ۳ ، ص ۵۲) فقط واللہ اعلم

محمد اسحاق عفرلہ الجواب صحیح : خیر محمد عفا اللہ عنہ

جنازہ سامنے ہو تو نماز مکروہ ہے

نمازِ عید سے قبل جنازہ پڑھا گیا۔ پھر جنازہ کو امام کے سامنے سے ہٹا کر مقتدیوں کی صف کے آگے رکھ دیا گیا اور عید کی نماز ادا کی گئی۔ کیا نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: عبدالکریم نورالمدارس خانپور

الجواب نماز سب کی ہو گئی لیکن میت جن کے سامنے تھی ان کی نماز میں کراہت آ گئی۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق عفرلہ ۔ ۲۳ / ۱ / ۱۳۸۸ھ

دورانِ نماز جیب سے ٹوپی نکال لینے کا حکم

جماعت ہو رہی تھی ایک نمازی آیا اس کے سر پر کپڑا نہ تھا ادھر ادھر دیکھ کر اس نے ننگے سر ہی نماز پڑھنی شروع کر دی۔ نمازیوں میں سے ایک آدمی نے جو امام صاحب کے پیچھے کھڑا تھا کپڑے کی ٹوپی نکال کر زمین پر پھینک دی تاکہ وہ پہن لے۔ کیا اس عمل سے اس کی نماز ٹوٹ گئی یا باقی رہی؟

المستفتی: محمد علی مدرسہ سبیل الرحمت چک نمبر ۵۴ چشتیاں

الجواب کبیری شرح منیہ میں لکھا ہے۔

ص ۳۴۶

ويكره ايضا في الصلوة نزع القميص والقلنسوة الخ

وكذا يكره لبسهما اذا كان النزع واللبس بعمل يسير اهـ

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حالتِ نماز میں جیب سے ٹوپی نکال کر پھینکنا اگر عمل یسیر سے ہو یعنی ایک ہاتھ سے ہو اور اس طور سے ہو کہ دیکھنے والا اس نمازی کو یہ خیال نہ کرے کہ یہ نماز میں نہیں۔ تو یہ مکروہ ہے مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۔ ۱۶ / ۱۰ / ۱۳۸۸ھ

بندہ محمد اسحاق عفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

نماز میں کلام کرنا منسوخ ہے

حدیث ذوالیدین جس میں کلام فی الصلوٰۃ کا جواز معلوم ہوتا ہے جو کہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۹۲ پر مذکور ہے جو کہ بہت لمبی

حدیث ہے۔ کیا کلام فی الصلوٰۃ منسوخ ہے؟ اور کونسی حدیث سے منسوخ ہے۔ جواب دیں۔

الجواب نسائی شریف ج ۱۔ ص ۱۳۶۔ میں ہے کہ۔

عن زید بن ارقمؓ قال کان الرجل یعلم صاحبہ فی الصلوۃ بالحاجۃ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزلت ھذا الأیۃ فامروا بالسکوت وایضا فیہ۔ (ج ۱ : ص ۱۳۷)۔
عن ابن مسعودؓ کنا نسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ان قال ان اللہ یحدث عن امرہ مایشاء وانہ قد احدث عن امرہ ان لایتکلم فی الصلوۃ ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان شہر ۱۳۹۱/۷/۵ھ

بلا ضرورت کھنکھارنے سے حروف پیدا ہوجائیں تو نماز فاسد ہوجائیگی

ہمارے امام صاحب نماز میں اکثر کھنکھارتے رہتے ہیں اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے یا نہیں؟
المستفتی، محمد امجد چک نمبر ۱۹۳ شمالی نزد مرید والا تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

الجواب نماز میں بلا عذر کھنکھارا جائے اور اس سے حروف پیدا ہوجائیں تو اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

" ویفسد الصلوۃ التنحنح بلاعذر بان لم یکن مدفوعا الیہ وحصل منہ حروف ھکذا فی العالمگیریۃ ج ۱ ص ۵۲)

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی

صرف دو چادروں میں نماز پڑھنے کا حکم

ایک شخص نے کرتہ اتار کر نماز پڑھائی ایک چادر باندھی ہوئی تھی اور ایک اوپر لی ہوئی تھی۔ کیا یہ درست ہے یا

نہیں ؟ عذر کی بنا پر درست ہے یا بغیر عذر کے بھی ؟ امام بخاری رحمہ نے باب عقد الازار علی القفاء فی الصلوٰۃ میں حدیث نقل کی ہے۔ اور باب الصلوٰۃ بغیر رداء میں بھی حدیث ہے۔

الجواب نماز تو دونوں صورتوں میں درست ہے۔ البتہ بغیر عذر کے اس طرح نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہے۔ کمافی الشامیۃ: ج ۱: ص ۵۹۹۔

(قوله وصلوته فی ثیاب بذلة) بکسر الباء الموحدة و سکون الذال المعجمة الخدمة والابتذال و عطف المهنة علیها عطف تفسیر وهی بفتح المیم وکسرها مع سکون الهاء وانکر الاصمعی الکسر حلیة قال فی البحر و فسرها فی شرح الوقایة بما یلبسه فی بیته ولا یذهب به الی الاکابر والظاهر ان الکراهة تنزیهیة۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
۲۴ / ۴ / ۱۳۸۵ھ

طلاء دار کلاہ پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

سچے طلاء کا یا جھوٹے طلاء کا ٹوپی اور کلاہ استعمال کرنا کیسا ہے ؟ جواز کی صورت میں اس کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا ہے ؟

المستفتی حضرت مولانا جمال الدین صاحب مدرس مدرسہ ہذا

الجواب وفی الشامیۃ ج ۵، ص ۲۲۲ ۔ وفی القنیة لا بأس بالعلم المنسوج بالذهب للنساء فاما للرجال فقدر اربع اصابع وما فوقها مکروه ۔ وایضا علی صفحة ۲۲۳ ج ۵ ، وکذا تکره القلنسوة ذکر ملا مسکین عند قول المصنف فی مسائل شتی الی قوله ولا بأس بلبس القلانس لفظ الجمع یشتمل قلنسوة الحریر والذهب و الفضة الخ قوله وفی الفتاوی هندیة یکره ان یلبس الذکور

قلنسوۃ من الحریر او الذھب او الفضۃ او الکرباس الذی خیط علیہ ابریسم کثیر او شئی من الذھب او الفضۃ اکثر من قدر اربع اصابع۔

مذکورہ بالا دو عبارتوں سے معلوم ہوا کہ خالص چاندی یا سونے کا طلاء کلاہ اور ٹوپی پر چار انگل کی مقدار جائز ہے۔ اس سے زیادہ مکروہِ تحریمی ہے۔ رہا نماز کا حکم، وہ یہ ہے کہ نماز ہر صورت میں درست ہوگی خواہ طلاء چار انگل سے زیادہ کیوں نہ ہو۔ البتہ اس فعل کا گناہ الگ ہے۔ اور جھوٹا طلاء جو کہ تانبے وغیرہ کو سونے یا چاندی کا پانی دے کر تیار کیا گیا ہو۔ اس کے بارے میں باوجود کوشش کے کوئی جزئیہ نہیں ملا۔ احتیاط یہی ہے کہ چار انگل سے زیادہ استعمال نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ

میاں بیوی ایک مصلے پر نماز پڑھیں تو نماز کا حکم

جب زوج اور زوجہ ایک دوسرے کے محاذاۃ میں ہوں اور نماز بغیر جماعت کے ادا کر رہے ہوں۔ یعنی ایک ہی مصلے پر یا جائے نماز پر، تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ جو بھی مسئلہ ہو اس کے ساتھ کسی چھوٹی کتاب کا حوالہ دیں۔ مثلاً بہشتی زیور یا شرح وقایہ یا اس جیسی کوئی اور کتاب تاکہ ہم بھی دیکھ سکیں۔ نیز محرم کے ساتھ یعنی محاذاۃ میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

محاذاۃِ مفسدۃ کی شرائط میں سے ہے کہ مرد و عورت دونوں تکبیرِ تحریمہ میں شرکت رکھتے ہوں۔ یعنی دونوں باہم امام و مقتدی ہوں یا کسی تیسرے شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں۔ اگر یہ شرط نہیں ہوگی تو محاذاۃ مفسد نہیں ہوگی۔ پس صورتِ مسئولہ میں میاں بیوی اگر ایک ہی جائے نماز پر برابر کھڑے بدوں جماعت کے اپنی اپنی نماز پڑھ رہے ہوں تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

فمحاذاۃ المصلیۃ لمصل لیس فی صلوتھا مکروھۃ لا مفسدۃ۔ (درمختار)۔

اگر شرائط سب موجود ہوں تو محرم عورت کی محاذات بھی مفسد ہے۔ شامی میں ہے

ولو محرمة او زوجته ۔ اھ (ج ۱ :ص ۵۳۶) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیرالمدارس ملتان ۵/ ۱۲/ ۱۳۸۶ھ

آمین بالجہر کے بارے میں چند اہم سوال اور ان کے جواب

۱ : عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ ، ج ۱ :ص ۱۳۶ - میں ہے کہ صحیح تو آمین بالجہر ہی ہے۔

۲ : امام محمد رحمہ اللہ شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے آمین بالجہر کو ترجیح دی ہے۔

۳ : مولانا عبدالحی لکھنوی رح اپنے فتاویٰ ، ج ۲ :ص ۲۷۰ - میں آمین بالجہر کو مسنون فرماتے ہیں۔

۴ : سعایہ شرح وقایہ میں مولانا موصوف رقم طراز ہیں ۔ فوجدنا بعد التامل والامعان القول بالجهر بآمين هو الاصح۔

۵ : درمختار مترجم ج ۱ :ص ۲۳۰ - میں آمین بالجہر کی بابت منقول ہے۔

۶ : حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح فتاویٰ رشیدیہ ، ص ۲۱ - میں فرماتے ہیں کہ جو شخص آمین بالجہر کہتا ہو اس کو ملامت نہیں کرنا چاہیئے ۔ نیز فتاویٰ رشیدیہ ، ج ۱ :ص ۶ - میں آمین و رفع یدین کرنے والے کو عامل بالحدیث لکھا ہے۔

حدیث یا سنت کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ منسوخ نہ ہوتی ہو اور مستمر رہی ہو۔ کیوں کہ دو مختلف قول ایک ہی وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کئے جا سکتے ۔ یقیناً دوسرا قول اس وقت کے لئے نہ سنت ہے اور نہ ہی حدیث کہلا سکتا ہے ۔ اس نظریہ کے متعلق بھی ارشاد فرمائیں؟

الجواب ۱ :۔ "عمدۃ الرعایہ" میں مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے جو لفظ تحریر فرمایا ہے وہ روایت شعبہ کے متعلق ہے کہ اس میں ایک لفظ خفض بها صوته آیا ہے اور دوسری میں جهر بها ہے ۔ تو مولانا نے اس روایت کے ان دو لفظوں میں سے از روئے روایت ایک کو صحیح کہا ہے نہ یہ کہ آمین بالجہر کو آمین بالسّر پر ترجیح دی ہے ۔ مولانا خود حنفی تھے ساری عمر سِرًّا آمین کہتے رہے ۔ اور نواب صدیق حسن خان کے ساتھ ان کے مناظرے ، مسائل مختلف فیہا میں رہے ہیں۔

۲ : حوالہ موجود نہیں لہذا حوالہ جواب دیا جائے گا ۔

۳ : فتاوی عبدالحی ؒ میں دراصل یہ بات مذکور ہے کہ کسی مقام پر غیر مقلدین آمین آہستہ کہنے والوں کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور ان میں سے بعض جاہل ، حنفیوں کو کافر بھی کہہ رہے تھے ۔ ان کلمات ناشائستہ کی وجہ سے بعض حنفیوں نے غیر مقلدین کو مارا جس کی وجہ سے جو روز روز فساد اور مناظرہ اور جھگڑا مسجد میں برپا رہتا تھا وہ ختم ہوگیا ۔ پھر مولانا سے استفتاء ہوا ۔ اس پر مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے مارنے والوں کو تنبیہ کی اور کہا کہ آمین بالجہر نہ کہنے والے کو برا کہنے والا اور آمین بالجہر کہنے والے کو مارنے والے دونوں گنہگار ہوئے ۔ دونوں پر توبہ لازم ہے ۔ یہ اصل عبارت ہے جسکو غلط الفاظ میں استفتاء کے اندر پیش کیا گیا ہے اب اس سے یکطرفہ مطلب نکالنا کہ آمین بالجہر ہی سنت ہے ، ٹھیک نہیں ۔

۴ : سعایہ ہمارے پاس موجود نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق کچھ لکھنے سے قاصر ہیں ۔ سائل کے دیگر سوالات کے موافق اس میں بھی کوئی مغالطہ ہوگا ۔

۵ : درمختار میں آمین بالجہر کے مسنون ہونے کے متعلق کچھ نہیں ہے بلکہ " سِرًّا " کہنے کا ذکر ہے ۔

۶ : مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے فتاوی رشیدیہ میں ایک شخص کے جواب میں تحریر فرمایا ہے اس نے سوال کیا تھا کہ غیر مقلد کے پاس کھڑے ہو کر رفع یدین و آمین بالجہر کرنے سے ہماری نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آئے گی ؟

اس کے جواب میں مولانا نے جو فرمایا وہ یہ لفظ ہیں " کچھ خرابی نہیں آئے گی ، ایسا تعصب اچھا نہیں ہے وہ بھی عامل بالحدیث ہے ، اگرچہ نفسانیۃ کرتا ہے مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے " اس عبارت میں مولانا نے غیر مقلدین کو نفسانیت سے عمل کرنے والا فرمایا ہے ۔ اور حقیقت بھی یہی ہے جو آج کل غیر مقلدین میں مشاہدہ ہے ۔ انہیں جہاں بھی موقع ملتا ہے احناف کو کافر مشرک اور خلاف سنت کرنے والا کے القاب دیتے ہیں ۔ اور ہمارے اکابر کی رواداری دیکھئے کہ ان پر ملامت کرنے یا برا بھلا کہنے سے روک رہے ہیں ۔ اس لئے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں فتنہ و فساد کرنا اچھا نہیں ہے اور ان مسائل میں الجھنا نہیں چاہئے ۔ دونوں امر صاحب شریعت سے ثابت ہیں اور یہی مطلب سبیل الرشاد کا ہے ۔ " سبیل الرشاد " کی عبارت ملاحظہ ہو ۔

"آمین کے باب میں دونوں طرف حدیث صحیح موجود ہے ۔ اس میں بھی دو فریق ہیں ایک جہر کو اولیٰ کہتے ہیں ، اور دوسرے خفیہ کو اولیٰ کہتے ہیں ، اصل آمین کہنے کے سنت ہونے میں اتفاق ہے ۔"

اس عبارت میں سے جیسے یہ نکلتا ہے کہ جہر والے عامل بالحدیث ہیں ، اسی طرح سِرّ والے بھی عامل بالسنہ ثابت ہوتے ہیں ۔ اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ خود سِرًّا آمین کہتے رہے ہیں ۔ تو پھر جھگڑا جس کی ابتداء غیر مقلدین کی طرف سے ہوتی ہے اور حنفی اکثر مدافعت کرتے ہیں ، اس میں حنفی کیوں قابلِ ملامت ہیں ۔

بعض ائمہ آمین بالجہر کو سنت مستمرہ مانتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں ۔ اور بعض ائمہ اس کو سنت منسوخہ قرار دیتے ہیں اور آخری عمل اخفاء کو سمجھتے ہیں اسلئے جب یہ کہا جاتا ہے کہ دونوں عمل مسنون ہیں ۔ یا دونوں فریق عامل بالسنہ ہیں ، تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ہر فریق اپنے دلائل اور ترجیح کی بناء پر مصیب ہے اور واقع میں حق تو ایک فریق کے ساتھ ہوگا ۔ لیکن اجر و ثواب کے دونوں فریق مستحق ہوں گے ۔ اس لئے کسی پر ملامت کرنا جائز نہیں ہے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	۲۵ صفر المظفر ۱۳۷۴ھ

چھوٹی سورۃ کا فصل مکروہ ہے

اگر کوئی امام پہلی رکعت میں سورۃ ماعون پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ کافرون پڑھے تو یہ پڑھنا کیسا ہے ؟

اگر امامِ مذکور عمدًا اس طریقہ پر اصرار کرے تو اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ اھ (درمختار علی الشامی ج ۱ ص ۵۱۰) ۔ اس جزئیہ سے ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا طریق سے درمیان میں ایک سورۃ چھوڑ کر قرأت کرنا درست نہیں ۔ مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود اصرار کرنا سخت نادانی ہے ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان	خیر المدارس ملتان ۲۲/ ۵/ ۱۳۸۴ھ

سجدۂ ثانیہ بالکل نہیں کیا تو نماز نہیں ہوئی

سجدۂ ثانیہ رہ جائے تو نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟
محمد شریف خان خطیب جامعہ مہاجرین کھروڑ پکا۔

الجواب

دوسرا سجدہ اگر بالکل نہیں کیا تو نماز باطل ہے کیونکہ دوسرا سجدہ بھی فرض ہے۔
السجود الثانی فرض کالاول باجماع الامۃ کذا فی الزاھدی (عالمگیری: ج ۱، ص۳۶)۔

البتہ اگر رہا ہوا دوسرا سجدہ دوسری یا تیسری رکعت میں ادا کرلیا اور سجدۂ سہو بھی کرلیا تو نماز ہوجائے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۸ / ۱۰ / ۱۳۹۶ھ

سجدہ میں جاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے پیچھے والا دامن درست کرنا

نماز پڑھنے والا شخص قومہ کے دوران سجدہ میں جانے سے پہلے دونوں ہاتھوں سے اپنا پیچھے والا دامن درست کرتا ہے اور عادتاً ایسا کرتا رہتا ہے۔ کیا اس شخص کی نماز فاسد ہے یا درست ہے؟
المستفتی، فضل احمد مالاکنڈ ایجنسی۔

الجواب

اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ یہ فعل عبث ہے۔ اس سے بچا جائے۔
فقط واللہ اعلم، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۱۹ / ۱۲ / ۱۴۰۰ھ

تشہد میں دونوں ہاتھوں سے دامن پھیلانا

ایک شخص نے تشہد کی حالت میں اپنی قمیص کا دامن دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں پر پھیلا لیا۔ کیا اس کی نماز ہوگئی؟ المستفتی: عبدالواحد بھٹی ۲۵۳/ بی شاہ جمال ٹاؤن لاہور۔

الجواب

تشہد میں اس طرح دامن پھیلانے سے نماز فاسد نہیں ہوئی لیکن بوجہ فعل عبث ہونے کے کراہت آجائے گی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان

خارج از صلوٰۃ کے لقمہ سے نماز فاسد ہونے کا حکم

اگر کسی نمازی کو خارج نماز شخص لقمہ دے اور وہ نمازی لقمہ سن کر ایک رکن سے کم دیر سوچنے لگے کہ آیا میں نے غلطی تو نہیں کی، پھر جلد ہی اس کے ذہن میں اپنی غلطی آجائے اور وہ درست کر کے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آئے گی؟

منیجر مکتبہ اسلامیہ راولپنڈی

الجواب وکذا الاخذ الا اذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح۔
(شامی ج ۱ ص ۴۱۸)۔

جزئیہ ہذا سے ظاہر ہے کہ اگر نمازی نے از خود یاد آنے پر لقمہ تام ہونے سے پہلے پڑھنا شروع کر دیا ہے تو نماز نہیں ٹوٹی ورنہ ٹوٹ جائے گی۔ علامہ شامیؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد کا مدار اس پر ہے کہ لقمہ کی وجہ سے یاد آیا ہو۔ اور اگر از خود یاد آیا ہے تو لقمہ تام ہونے سے پہلے یا بعد میں قرآت شروع کرنے کا کوئی اثر نہیں ہوگا نماز ہو جانی چاہیئے۔ لیکن احتیاط اوّل میں ہے۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۲۳ / ۴ / ۱۳۸۷ھ

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی

سر پر کپڑا لیکر نماز پڑھنا افضل ہے

نماز ننگے سر پڑھنا افضل ہے یا سر ڈھانپ کر۔ حدیث شریف کی روشنی میں مسئلہ حل فرمائیں؟

الجواب نماز کی حقیقت بارگاہِ خداوندی میں حاضری ہے۔ لہذا پورے ادب و احترام کے ساتھ حاضر ہونا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ جمعہ کے دن بہترین کپڑے حسب استطاعت پہنے جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک بہترین جوڑا فروخت ہوتے دیکھا تو خدمتِ نبوی میں عرض کیا۔

لو اشتریت ھذہ فلبستھا یوم الجمعۃ۔ (ابو داؤد)۔

اس لئے حضراتِ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ تین کپڑوں میں نماز مستحب ہے۔

والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثۃ اثواب قمیص و

وازار و عمامة - (کبیری صلا ۲۱۶) .

کیونکہ ننگے سر حاکم کی عدالت ، یا دربارِ شاہی میں جانا عام حالات کے اندر خلافِ ادب سمجھا جاتا ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ ننگے سر نماز پڑھنے کے بجائے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا افضل ہے اور بعض ضعیف احادیث میں نماز مع العمامہ کا ثواب بغیر عمامہ سے پچیس گنا زائد ہونا وارد ہوا ہے جیساکہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مشکوۃ کی شرح مرقاۃ : ج ۴ ص ۴۲۷ ۔ میں نقل کیا ہے ۔

روی ابن عساکر عن ابن عمرؓ مرفوعا صلوۃ تطوع او فریضۃ بالعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوۃ بلا عمامۃ ۔ اھ

البتہ اگر بغرض اظہارِ ذلت و افتقار ننگے سر نماز پڑھتا ہے تو اس کی بھی گنجائش ہے ۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
مفتی خیر المدارس ملتان	خیر المدارس ملتان ۱۹ / ۵ / ۱۳۹۲ھ

باریک کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم

آج کل عام رواج ہے کہ باریک کپڑا سر پر ہوتا ہے اور عورت نماز پڑھتی ہے کیا اس سے نماز ہو جاتی ہے ؟

۲ : یہ بھی عام رواج ہے کہ قمیص کی آستینیں آدھی ہوتی ہیں ۔ کیا اس قمیص سے عورتوں کی نماز ہو جاتی ہے ؟

الجواب

۱ ، اگر کپڑا اتنا باریک ہے کہ بال نظر آتے ہیں تو اسے اوڑھ کر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی ، دوبارہ پڑھنا ضروری ہے ۔

۲ ، اگر دورانِ نماز آدھی آستین ننگی رہیں تو نماز نہ ہوگی ۔ قمیص سے یا دوپٹہ سے انکا ڈھانپے رکھنا ضروری ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی	الجواب صحیح : خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم
خیر المدارس ملتان ۲۳ / ۴ / ۱۳۸۷ھ	جامعہ خیر المدارس ملتان

آواز سے رونا مفسدِ صلوٰۃ ہے

درد یا مصیبت کی وجہ سے نماز میں اس طرح رونا کہ آواز میں حروف ظاہر ہو جائیں تو بتحریر تعلیم الاسلام نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر آواز سے روئے اور حروف بھی پیدا ہوں مگر مخفی رہیں یعنی صرف خود سن سکے دوسرا نہ سن سکے تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں ؟

الجواب اس صورت میں نماز ٹوٹ جائے گی۔ تعلیم الاسلام کی عبارت کا بھی یہی مطلب ہے۔ حروف ظاہر ہو جائیں کا معنی یہ ہے کہ حروف پیدا ہو جائیں۔ اور یہ " والبکاء بصوت یحصل بہ حروف " کا ترجمہ ہے اور الیا رونا مفسد ہے۔

(درمختار علی الشامی ج ۱ ص ۵۸۹) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲۸ / ۵ / ۱۳۸۷ھ

قعدۂ اخیرہ نہیں کیا گیا تو نماز کا اعادہ کیا جائے

امام صاحب عصر کی نماز میں آخری قعدہ کئے بغیر سہواً پانچویں رکعت میں چلے گئے۔ مقتدیوں کی اطلاع پر بھی قعدۂ اخیرہ کو نہیں آئے۔ اور قعدۂ اخیرہ کیا ہی نہیں۔ چھ رکعت پوری کر کے سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دیا۔ دریافت کرنے پر کہنے لگے کہ میں نے چھ رکعت کر دی ہیں چار فرض ہو گئے اور دو نفل ہو گئے۔ کیا یہ نماز صحیح ہو گئی ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں اگر قعدۂ اخیرہ نہیں کیا گیا تو فرض ادا نہیں ہوئے۔ بلکہ تمام نماز نفل ہو گئی۔ فرض دوبارہ پڑھے جائیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس	بندہ محمد صدیق غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲/۸/۱۳۹۱ھ

تکبیر تحریمہ کے بعد نصف کھجور نگل لی تو نماز نہیں ہوئی

زید نے روزہ افطار کیا اور نماز پڑھائی۔ نصف کھجور اس کے منہ میں رہ گئی تکبیر تحریمہ کے بعد اسکو نگل لیا۔ کیا نماز ہو گئی ؟ ۔ حافظ مولا بخش ڈی جی خان ۔

الجواب

نماز نہیں ہوئی ۔ واکلہ وشربہ مطلقًا ولو سمسمة ناسیًا۔اھ

(درمختار علی الشامی : ج ۱ : ص۶۱۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ : ۸ / ۹ / ۱۴۰۰ھ

دورانِ نماز گھڑی پر وقت دیکھنا

نماز پڑھتے ہوئے گھڑی پر ٹائم دیکھنے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں ؟ یعنی ہاتھ میں گھڑی بندھی ہوئی ہے دورانِ نماز اس پر ٹائم دیکھنا مفسدِ صلوٰۃ ہے یا اس سے نماز میں کراہت آئے گی ؟

محمد شفیع کالی موری حیدر آباد

الجواب

قصدًا نماز میں گھڑی سے وقت دیکھنا مکروہ ہے لیکن مفسدِ نماز نہیں ۔ ولا یفسدھا نظرہ الی مکتوب وفھمہ ولو مستفھما وان کرہ ۔اھ

(درمختار علی الشامیہ ج ۱ ص ۵۹۳)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۵ / ۱۰ / ۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

صرف بنیان پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

کرتے اور قمیص کی موجودگی میں بنیان سے کہنیاں ننگی کرکے نماز پڑھنا اور اس فعل کی ہمیشہ عادت ڈالنا کیسا ہے ؟ ۔

الجواب

وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمُشَمِّر کم او ذیل اھ

(درمختار علی الشامیۃ ، ج ۱: ص ۴۴۹) ۔

قمیص کی بجائے بنیان پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے جب کہ کہنیاں کھلی ہوں ۔جیسا کہ جزئیہ بالا سے ظاہر ہے اور یہ شخص مشمر ذیل کے بھی مشابہ ہے ۔ یہ دوسری وجہِ کراہت ہے ۔

وذکر فی المغرب عن بعضھم ان الائتزار فوق القمیص من الکف ۔اھ (بحر ج ۲ ص ۲۵)

اور تیسری وجہِ کراہت اس میں یہ ہے کہ ثیابِ بذلہ کی تفسیر کے تحت داخل ہے ۔

" قال فی البحر وفسرھا فی شرح الوقایۃ بما یلبسہ فی بیتہ

ولا یذھب بہ الی الاکابر ۔ اور چوتھی وجہ تکاسل ہے کہ نماز کو ایسی اہمیت نہیں دینا جیسا کہ شریعت میں امر کیا گیا ہے ۔ الحاصل صرف بنیان پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے ۔ مستحب یہ ہے کہ پورے تین کپڑوں میں نماز ادا کی جائے ۔ (البحر الرائق ، ج ۲ ، ص ۲۷) ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۲۵/۵/۱۳۸۳ھ

مسجد میں پڑی ہوئی ٹوپیوں سے نماز کا حکم

آج کل مسجدوں میں تنکے کی ٹوپیاں رکھنے کا عام رواج ہے ۔ مستعملین کو ان کی پاکی و پلیدی کا کوئی علم نہیں ہوتا ۔ ان کا استعمال کیسا ہے ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب بہتر یہ ہے کہ ہر شخص رومال یا ٹوپی گھر سے اپنے ہمراہ لائے اور اسے پہن کر نماز پڑھے ۔ ایسی گری پڑی ٹوپیاں استعمال کرنا نظافت و نفاست کے خلاف ہے

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۷ / ۱۱ / ۱۳۹۷ھ

چوڑی دار پائجامہ پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

جو پائجامہ دہلی والے اور یوپی والے پہنتے ہیں کیا اس کے پہننے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

الجواب نماز ہو جاتی ہے لیکن لباس ایسا ہونا چاہئے کہ جس سے پورا پردہ حاصل ہو جائے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا ۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۱۷ ذی الحجہ ، ۱۳۹۲ھ

اسٹیل کا چین پہنا ہوا ہو تو نماز مکروہ نہ ہوگی

گھڑی کا چین جو عام طور پر اسٹیل کا ہوتا ہے اگر پہنا ہوا ہو تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟ اس بارے میں مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اپنی کتاب "احکام شریعت" میں لکھا ہے کہ " نماز مکروہ تحریمہ

ہوگی "۔ لیکن اس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں ۔ براہِ کرم حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمایئں کہ یہ مکروہ ہے یا نہیں ؟

المستفتی صاحبزادہ محمد لطف اللہ خالد ۲۵۳/بی شاہ جمال ٹاؤن لاہور نمبر ۴

الجواب اسٹیل کا چین پہننا درست ہے اور اس سے نماز بھی مکروہ نہ ہوگی ۔ لانہ تابع کالعلم للثوب فلا یعد لابسا لہ ۔ (شامیہ ج ۵ ص ۲۳۵)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان - ۱۷ / ۱۱ / ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح : بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمامہ صرف نمازوں کے لئے رکھا ہوا تھا

ننگے سر نماز پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے ۔ بعض افراد کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو کپڑوں میں نماز پڑھی اور ننگے سر نماز پڑھنے سے نماز کامل و مکمل ہے ۔ دلیل کے طور پر سیدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل پیش کرتے ہیں آنحضرت ﷺ سے بوقتِ خطبہ عمامے کا ثبوت تو ملتا ہے ۔

المستفتی : قاری محمد رمضان غریب ۵/۷۷ آر تحصیل و ضلع ساہیوال

الجواب یہ غلط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دو کپڑوں میں نماز پڑھتے تھے اور سر پہ عمامہ نہیں ہوتا تھا ۔ بلکہ ایک عمامہ آپ نے مستقل نمازوں کے لئے رکھا ہوا تھا ۔ محدثین نے اس عمامے کی مقدار بھی بتائی ہے ۔ دیکھئے "عرف الشذی شرح ترمذی ص۱۴۲" ۔ اور آپ نے جو لکھا ہے کہ خطبہ کے وقت آپ عمامہ پہنتے تھے تو آپ ہی بتائیں کہ نماز کے وقت اتار دیتے ہوں گے ؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب لوگوں کی طرف متوجہ ہوں تو سر پر کپڑا لیا ہوا ہو ۔ اور جب سب سے بڑی بارگاہ میں حاضری ہو تو سر سے کپڑا اتار دیں نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول تھا کہ سر پہ نماز کے وقت کپڑا لے کر نماز ادا کرتے تھے ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

ازراہِ تکبر چادر کو ٹخنوں سے نیچے رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم

ایک آدمی نے نماز اس حالت میں پڑھی کہ شلوار یا چادر ٹخنوں سے نیچے تھی۔ کیا نماز ہوگئی یا اس کا اعادہ واجب ہے۔ جواب باحوالہ درکار ہے؟

الجواب اگر تکبر کی وجہ سے چادر وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کر کے نماز پڑھی ہے تو اس کا اعادہ کیا جائے۔

" عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قال بینما رجل یصلی مسبلا ازاره فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم اذهب فتوضأ فذهب فتوضأ ثم جاء فقال اذهب فتوضأ فقال له رجل یا رسول الله امرته ان یتوضأ ثم سکت عنه قال انه کان یصلی وهو مسبل ازاره وان الله تعالی لا یقبل صلوة رجل مسبل اه (ابو داؤد از بذل المجهود، ج ۵، ص ۵۴) - وفی البذل تحت قوله رجل مسبل ازاره من الکبر والخیلاء - اه

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان - ۱۸ / ۱۰ / ۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

سمجھدار بچے کے لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

اگر کوئی نابالغ بچہ نماز میں لقمہ دے، تو امام کی نماز اس نابالغ مقتدی کے لقمے لینے کی وجہ سے ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟

الجواب قال فی فتاوی عالمگیری - وان فتح علی امامه لم تفسد ثم قیل ینوی الفاتح بالفتح علی امامه التلاوة والصحیح ان ینوی الفتح علی امامه الخ - قال وفتح المراهق کالبالغ .. (ج ۱ - ص ۵۱) -

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ سمجھدار لڑکے کے لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۷ / ۴ / ۱۴۰۹ھ

تکبیرِ تحریمہ کیلئے ہاتھ نہ اٹھائے تو نماز مکروہ ہوگی

فرضوں کی جماعت رکوع میں ہے اور مقتدی بعد میں آیا ہے اس نے تکبیرِ تحریمہ بھی کہی ہے اور قیام بھی کیا ہے مگر نہ کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور نہ ناف کے نیچے باندھے ہیں۔ تو کیا وہ نماز میں شامل ہوگیا ؟

الجواب نماز ہوگئی مگر وہ تارکِ سنت ہوا۔ (وسننها) ترك السنة لايوجب فساد او لا سهوا بل اساءة (رفع اليدين للتحريمة ووضع يمينه على يساره) اھ (شامیہ : ج ۱ ، ص ۳۲۰)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان ۷/۵/۱۴۰۰ھ

کہنی ننگی کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے

کہنی ننگی کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے ؟
احسان الٰہی ملتان

الجواب مکروہ ہے۔ ولو صلى رافعا كميه الى المرفقين كره كذا فى فتاوى قاضيخان۔ اھ (عالمگیری : ج ۱ ، ص۱۰۶)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۷/۷/۱۴۰۱ھ

اگر پورے سجدے میں پاؤں زمین سے نہ لگے تو نماز نہیں ہوگی

ایک آدمی سجدہ کی حالت میں دونوں پاؤں قصداً یا بھول کر زمین سے اٹھالے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟

الجواب اگر پورے سجدے میں پاؤں اٹھے رہے تو نماز نہیں ہوگی اور اگر ایک لمحہ کے لئے اٹھائے پھر رکھ دیئے تو نماز ہوگئی۔

ومنها السجود بجبهته وقدميه ووضع اصبع واحدة منهما شرط۔

(درمختار) وافاد انه لو لم يضع شيئاً من القدمين لم يصح السجود ـ اھ (شامی ج ۱ ص ۳۳) ـ فقط واللہ اعلم ـ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان ـ ۷/۵/ ۱۴۰۰ھ

نمازی اور قبر کے درمیان دیوار حائل ہو تو نماز بلا کراہت درست ہے

ہمارا مدرسہ تعلیم القرآن بہاولنگر کے قبرستان میں چار سال سے چل رہا ہے ـ یہ مکان مدرسہ قبرستان کی مشرقی طرف میں واقع ہے ـ یعنی مکان کے متصل مغرب کی طرف قبرستان ہے اور مشرق کی طرف قبرستان کا رقبہ تقریباً ایک مرلہ خالی پڑا ہے ـ اب مدرسہ کے لئے مسجد کی اشد ضرورت ہے مگر شنید میں آیا ہے کہ قبرستان میں مسجد شرعاً ناجائز ہے ـ ہم قبروں کے ساتھ ایک دیوار بنائیں گے اور پھر دیوار سے بجانب مشرق تقریباً پندرہ فٹ جگہ چھوڑ کر مسجد کی بنیاد رکھیں گے ـ شرعاً یہ مسجد جائز ہے یا نہیں ؟

۲ : جب نمازی کے سامنے مسجد کی دیوار کے علاوہ ایک دوسری دیوار بھی ہے جو کہ کامل و اکمل سترہ ہے تو اس نماز میں کراہت کس وجہ سے ہے ؟ عرصہ چار سال سے مذکورہ مکان میں جو نمازیں ادا کی گئی ہیں ان کا کیا حکم ہے ؟

مولانا محمد عارف مہتمم تعلیم القرآن قبرستان بہاولنگر

الجواب نمازی اور قبر کے درمیان دیوار حائل ہو تو نماز بلا کراہت جائز ہے ـ کیونکہ مقبرہ میں نماز سے منع کرنے کی علت تشبہ بعبدۃ الاصنام ہے اور دیوار کے حائل ہونے سے تشبہ نہیں رہتا ـ لہذا صورت مسئولہ میں تعمیر کی گئی مسجد میں نماز بلا کراہت درست ہے ـ البتہ یہ خیال رہے کہ اگر یہ جگہ قبرستان کے لئے وقف ہے تو وقف علی المقبرۃ میں مسجد بنانا درست نہیں ـ

لا بأس بالصلوٰة فی المقبرة اذا كان فيها موضع اعد للصلوٰة وليس فيها قبر وهذا لان الكراهة معللة بالتشبه باهل الكتب

وھو منتف فیما کان علی الصفۃ المذکورۃ ۔ اھ (کبیری : ص ۲۵۰)

ولا بأس بالصلوۃ فیھا اذا کان فیھا موضع اعد للصلوۃ ولیس فیہ قبر ولا نجاسۃ کما فی الخانیۃ ولا قبلتہ الی قبر ۔ اھ (شامی : ج ۱ ص ۳۵۲)۔

فتاوٰی دار العلوم میں ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں ۔

" گوشۂ مغربی میں اگر قبور بنائی جائیں تو نماز میں کراہت نہ ہوگی ۔ کیونکہ دیوار مغربی مسجد حائل کیلئے کافی ہے " (ج ۴ : ص ۱۰۶) ۔

۲ : اگر بالحائل پڑھی گئی ہیں تو بلا کراہت صحیح ہیں ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	ملتان ۲۳ / ۱۲ / ۱۳۹۹ھ

متعدد دفعہ لقمہ دینے سے نماز فاسد ہوگی

ایک امام صاحب نماز میں دو مرتبہ بھول گئے ، پیچھے سے لقمہ بھی دیا گیا ۔ کیا نماز ہوگئی ؟

الجواب اگر امام نے ، لقمہ دینے کے بعد صحیح پڑھ لیا تو ایک سے زائد مرتبہ لقمہ دینے سے نماز فاسد نہ ہوگی ۔

بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقا لفاتح و آخذ بکل حال ۔ اھ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ : ص ۵۸۲) ۔

لو قرأ فی الصلوۃ بخطاء فاحش ثم رجع وقرأ صحیحا قال عندی صلوتہ جائزۃ ۔ اھ (عالمگیری : ج ۱ ص ۴۳) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	خیر المدارس ملتان ۲ / ۱۲ / ۱۳۹۸ھ

عورت کی کلائی کا چوتھا حصہ نماز میں کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی

عورتوں کی قمیص عام طور پر نصف کلائی تک ہوتی ہے اور نصف کلائی کھلی رہتی ہے

توکیا اس طرح ان کی نماز ہو جائے گی۔؟

از تعلیم النساء خیر المدارس ملتان

الجواب اگر کلائی کا چوتھا حصہ یا اس سے زائد نماز میں تین تسبیحات رکوع یا سجود کہہ سکنے کے وقت تک کھلا رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر اتنی مقدار کلائی شروع ہی سے ننگی ہے تو نماز منعقد ہی نہیں ہوگی۔

ویمنع صحۃ الصلوۃ حتی انعقادھا کشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعہ من عورۃ غلیظۃ او خفیفۃ۔ اھ (درمختار علی الشامی ج ۱ ص ۲۳۰)

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان	ملتان ۱۷/۱۰/۱۳۹۶ھ

محراب میں لگے ہوئے شیشے خشوع میں مخل ہوں تو وہاں نماز مکروہ ہے

خانپور میں ایک جامع مسجد ہے جس کا محراب چھوٹے بڑے گول چوکور شیشوں سے مزین ہے۔ جب امام صاحب محراب میں کھڑے ہوتے ہیں یا مقتدی صفوں میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں تو ان کے وجود ان شیشوں میں نظر آتے ہیں۔ آیا ایسی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے؟ اور جو نمازیں پڑھی گئی ہیں ان کا اعادہ کیا جائے یا نہ؟

الجواب شیشہ میں دکھائی دینے والی صورتیں تصویر کا حکم نہیں رکھتیں کیونکہ یہ عکس ہے۔ ورنہ آئینہ کی کبھی اجازت نہ ہوتی۔ لیکن ایک دوسری وجہ سے کراہت موجود ہے بشرطیکہ مخل خشوع ہو اور دل کی مشغولی کا باعث ہو۔ مراقی میں ہے۔ وتکرہ بحضرۃ کل ما یشغل البال کزینۃ وبحضرۃ ما یخل بالخشوع - (ص ۱۹۸) - اعادہ مستحب ہے کیونکہ کسی واجب کا ترک نہیں - وتعاد استحبابا بترک غیرہ ـــــ (مراقی ص ۱۸۹) -

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۲/۳/۱۴۰۶ھ	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی۔

کپڑا ہوتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم

سر پر ٹوپی وغیرہ رکھ کر نماز پڑھنے کی حیثیت کیا ہے۔ فرض یا سنت یا واجب ہے

ہمارے ہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جو ننگے سر نماز پڑھنے کو سنت سمجھتے ہیں۔ اور بوقتِ نماز اپنے پاس کپڑا ہوتے ہوئے بھی اتار دیتے ہیں۔ کیا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار ایسا کیا ہے؟ اور اگر اکثر نہیں کیا، تو اب اکثر اور کبھی کبھار والی سنتوں میں سے کسے ترجیح دی جائے۔؟

الجواب تہاون کے طور پر ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ بحر میں ہے۔

وان صلی فی ازار واحد یجوز ویکرہ وکذا فی السراویل فقط بغیر عذر وکذا مکشوفا الرأس للتہاون (ج ۲ ص ۲۷)۔

نماز کے لئے مستحب لباس عمامہ باندھنا ہے۔

والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثۃ اثواب قمیص وازار وعمامۃ۔

(بحر، ج ۲، ص ۲۷)۔

ننگے سر نماز پڑھنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ حکم دیا ہے اور نہ ہی کپڑا موجود ہوتے ہوئے آپ نے ننگے سر نماز پڑھی ہے۔ ومن ادعی فعلیہ البیان بلکہ کپڑا موجود ہونے کی صورت میں استعمال کا حکم ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان لاحدکم ثوبان فلیصل فیہما۔ الحدیث۔ (ابوداؤد)۔ فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۳/۸/۱۴۰۸ھ
نائب مفتی۔

ٹائی باندھ کر نماز پڑھنے کا حکم

ٹائی گلے میں باندھے ہوتے نماز پڑھنی جائز ہے یا کہ نہیں اور نیز ننگے سر یا پینٹ وغیرہ پہنے ہوئے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب ٹائی لگانے سے یہود و نصاریٰ کے نظریۂ صلیب کی عملی تائید ہوتی ہے اور ان سے مشابہت بھی ہے۔ اس لئے اس کے پہننے کی کسی حالت میں اجازت نہیں۔ کراہت یقیناً ثابت ہے۔ سر ڈھانپنے کو اہمیت نہ دیتے ہوتے سستی کی بناء پر ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کیا یہ آدابِ خداوندی کے خلاف نہیں ہے؟ جب دوسرا کپڑا مہیا نہ ہو تو

پینٹ پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ الجواب صحیح

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۰۶/۱/۱۰ھ بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

والدین بلائیں تو نماز توڑنے کا حکم

اگر نماز پڑھتے ہوئے نمازی کو، والدین میں سے والد یا والدہ آواز دے کر بلائے تو کیا ان کے بلانے اور آواز دینے سے نمازی اپنی نماز درمیان میں توڑ کر والدین کی بات سن لے یا اپنی نماز پوری کرنے کے بعد والدین کی بات سنے۔ بالدلیل تحریر فرمائیں۔

المستفتی قاری سیف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب وفی العالمگیریۃ ج ۱ ص ۱۰۹ - المصلی اذا دعاہ احد ابویہ لا یجیب مالم یفرغ من صلوتہ الا ان یستغیث بہ لشیٔ لان قطع الصلوۃ لا یجوز الا لضرورۃ۔

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ محض بلا لینے سے نماز نہ توڑے۔ البتہ اگر والدین یا کوئی اجنبی شخص بھی ناقابل برداشت تکلیف پہنچنے کے وقت نمازی کو فریاد کرے تو پھر نماز توڑنا واجب ہے۔

کذافی العالمگیریۃ ج ۱ ص ۱۰۹ - وکذا الاجنبی اذا خاف ان یسقط من سطح او تحرقہ النار او یغرق فی الماء واستغاث بالمصلی وجب علیہ قطع الصلوۃ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۴۱۱/۲/۱۱ھ جامعہ خیر المدارس، ملتان

سینہ قبلہ سے پھر جائے تو نماز کا حکم

زید کا اٹھتے بیٹھتے وقت نماز میں سینہ پھر جاتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ اور اگر یہ بڑھاپے کے عذر

کی وجہ سے ہو تو کیا حکم ہے ؟

الجواب ایسے انحراف سے بچنا ضروری ہے ۔ کیونکہ سینہ اگر قبلہ سے بالکل پھر گیا ۔ اور قصدًا ایسا کیا گیا ہے تو نماز فورًا ٹوٹ جائے گی ۔ در مختار میں ہے ۔

وتحويل صدره عن القبلة اتفاقا بغير عذر قال الشامي واطلقه فشمل مالو قل اوكثر وهذا لو باختياره والا فان لبث مقدار ركن فسدت والا فلا اھ (شامية : ج ۱ : ص ۵۸۶)۔ وفي الخانية ففيما اذا تعمد ذلك فسدت صلوته وان قل ۔ اھ (شاميه : ج ۱ : ص ۳۷۹)۔

علامہ شامی رح کی کلام میں " اختیارہ " سے مراد تعمد ہے ۔ کذا فی الخانیہ ۔ واضح رہے کہ معمولی تحویل صدر مفسد نہیں مگر جب حدِ قبلہ سے نکل جائے ۔ حدِ قبلہ یہ لکھا ہے ۔

حد القبلة في بلادنا يعني سمرقند مابين المغربين مغرب الشتاء ومغرب الصيف فان صلى الى جهة خرجت من المغربين فسدت صلوته ۔ اھ قال الشامي الانحراف اليسير لا يضر ۔ اھ (شامي : ج ۱ : ص ۳۱۹)۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱/۷/۱۴۱۰ھ

گھڑی چوری ہونے کے اندیشہ سے نماز توڑنا

زید نے ظہر کی نماز سے پہلے مسجد کے غسل خانوں میں غسل کیا ۔ گھڑی وہیں رہ گئی اور مسجد میں آکر نماز شروع کر دی ۔ دورانِ نماز خیال آیا ۔ تو کیا زید گھڑی لانے کے لئے نماز توڑ کر جا سکتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب اگر چوری ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ کر جا سکتا ہے ۔

ويجوز قطعها ولو كانت فرضا بسرقة يخشى على

مایساوی درهما لانه مال وقال علیه الصلوٰة والسلام قاتل
دون مالک وکذا فی ما دونه فی الاصح لانه یحبس فی دانق اھ
(مراقی الفلاح ، ص ۲۰۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

۱۱ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۲/۱۴۱۱ھ

ایڑیوں پر بیٹھنے کا حکم

بعض لوگ جنہوں نے پینٹ یا چست پاجامہ پہنا ہوا ہوتا ہے۔ نماز پڑھتے وقت جب وہ سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں تو پاؤں کی ایڑیوں پر بیٹھ کر دوبارہ سجدہ میں چلے جاتے ہیں۔ اور بعض التحیات بھی اسی حالت میں پڑھتے ہیں۔ یعنی ایڑیوں پر بیٹھ کر۔ تو کیا پینٹ وغیرہ کی وجہ سے وہ معذور سمجھے جائیں گے ؟

الجواب دورانِ نماز اس طرح پاؤں کھڑے کرکے ان کی ایڑیوں پر بیٹھنا مکروہ ہے وکرہ الاقعاء وھو ان یضع الیتیه علی الارض و ینصب رکبتیه لقول ابی هریرة رضی اللہ عنه نهانی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن نقر کنقر الدیک واقعاء کاقعاء الکلب۔ (مراقی الفلاح) (وکره الاقعاء) کراهة تحریمة (وینصب رکبتیه) ویضمهما الی صدره ویضع یدیه علی الارض وقال الکرخی هو ان ینصب قدمیه و یقعد علی عقبیه واضعا یدیه علی الارض قال الزیلعی والاول اصح لانه اشبه باقعاء الکلب یعنی ان کون الاول هو المراد فی الحدیث اصح لا ان ما قاله الکرخی غیر مکروه بل یکره ذلک ایضا کما فی الفتح والمضمرات۔ (طحطاوی ، ص ۱۹۱)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳/۳/۱۴۱۰ھ

تصویر جیب میں ہو تو نماز کا حکم

آج کل تقریباً ہر ملک کی کرنسی پر کسی نہ کسی کی تصویر ہوتی ہے نیز ہر ملک میں شناختی کارڈ بھی لازمی ہے۔ تو کیا ان کے جیب میں ہوتے ہوئے اگر نماز پڑھی جائے تو اس نماز میں کراہت ہوگی یا نہیں؟ براہ کرم باحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب تصویر کسی چیز میں چھپی ہوئی ہو تو پھر اس کی وجہ سے نماز میں کراہت نہیں آتی۔

قال فی البحر ومفاده کراھة المستبین لا المستتر بکیس او صرة او ثوب آخر۔ اھ (درمختار)۔ (قوله لا المستتر بکیس او صرة) بان صلی ومعه صرة او کیس فیه دنانیر او دراھم فیھا صور صغار فلا تکرہ لاستتارھا۔ اھ (شامی: ج ۱، ص ۴۷۹)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنه

مفتی جامعه خیر المدارس ملتان ۲۷/۸/۱۴۱۰ھ

مصوّر کپڑے میں نماز پڑھنا

آج کل شرٹ کے لئے ایک ایسا کپڑا آتا ہے جس پر جاندار ہاتھی، گھوڑا وغیرہ کی تصویریں بنی ہوتی ہیں اسے پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب ایسے کپڑے میں نماز مکروہ ہے۔ اور نماز کے علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا مکروہ ہے۔ وکرہ ..... لبس ثوب فیه تصاویر اھ (کنز) لانه یشبه حامل الصنم فیکرہ وتکرہ التصاویر علی الثوب صلی فیه اولم یصل اھ (بحر: ج ۲، ص ۲۷۔ مطبوعہ کوئٹہ)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنه مفتی جامعه خیر المدارس، ملتان

فرضوں میں بلا عذر تکرارِ آیت مکروہ ہے

بعض اوقات دورانِ قرأت امام صاحب کا سانس ٹوٹ جاتا ہے اور وہ پہلے پڑھی ہوئی آیت کو دہراتے ہیں کیا اس سے نماز میں کراہت تو نہیں آتی ؟

الجواب حامداً ومصلیاً: درمیان میں سانس ٹوٹ جانے کی وجہ سے دہرانے کی صورت میں نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی، کیونکہ یہ عذر ہے البتہ بلا عذر دہرانا فرضوں میں مکروہ ہے۔

واذا کرر آیۃ واحدۃ مرارًا فان کان فی التطوع الذی یصلی وحدہ فذلک غیر مکروہ وان کان فی الصلوٰۃ المفروضۃ فھو مکروہ فی حالۃ الاختیار واما فی حالۃ العذر والنسیان فلا بأس اھ۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۵۶)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۔ ۲۳ / ۱ / ۱۴۰۸ھ

سردی کی وجہ سے محراب سے ایک طرف ہو کر جماعت کرانے کا حکم

ایک مسجد ہے جس میں پانچ وقت پابندی سے نماز باجماعت ہوتی ہے اگر سردی کے موسم میں کسی کونہ میں، دھوپ ہونے کی وجہ سے کونہ میں یا ایک طرف نماز پڑھ لی جائے تو ہو جائے گی، یا نہیں ؟ کیونکہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز مسجد کے وسط میں ہونی چاہیئے یعنی محراب کے سامنے۔

الجواب حامداً ومصلیاً: نماز ہو جائے گی لیکن امام کو چاہیئے کہ وسطِ صف میں کھڑا ہو۔

وینبغی للامام ان یقف بازاء الوسط فان وقف فی میمنۃ الوسط او فی میسرتہ فقد اساء لمخالفۃ السنۃ ۔ اھ (عالمگیری، ج ۱، ص ۸۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ — صدر مفتی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ — نائب مفتی

نمازیوں کی کثرت کے وقت مکبروں کا انتظام بہتر ہے یا آلہ مکبر الصوت کا

نماز کے وقت مکبروں کو مقرر کیا جائے یا لاؤڈ سپیکر بہتر ہے ؟ بینوا توجروا۔

سائل فضل الٰہی ساہیوال

الجواب بہتر یہی ہے کہ بوقتِ کثرتِ نمازیوں کے مکبر ہی کا انتظام کیا جائے اور یہ آلہ استعمال نہ کیا جائے ہاں اگر ایسی کثرت ہو کہ مکبرین کے انتظام میں بھی دشواری ہو تو اس آلہ کے استعمال کی گنجائش ہے۔ اور نماز دونوں صورتوں میں ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۱۳ / ۱۱ / ۱۴۰۰ھ

غیر مسلموں کے متروکہ معبد میں نماز پڑھنے کا حکم

ایک گوردوارہ ایک کمرہ کی شکل میں ہے اس کے اندر اور اوپر کوئی امتیازی نشان نہیں ہے ایک کمرہ اور آگے برآمدہ ہے کمرہ کو باریاں لگی ہوئی ہیں۔ اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

قاری محمد طیب ، علی پور

الجواب صورتِ مسئولہ میں مکان مذکور (جسے پہلے گوردوارہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا) کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے۔ ہاں قبلہ والی دیوار میں محراب بنا لینا چاہیے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ معین مفتی
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ مفتی خیر المدارس	خیر المدارس ملتان ۴ / ۴ / ۱۳۷۹ھ

چھینکنے والے کا جواب دینے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں

چھینک اور جمائی لیتے وقت بحالتِ نماز "الحمد للہ" اور "لاحول" وغیرہ علی الترتیب کہنا کیسا ہے ؟

الجواب: چھینکنے والا اگر خود " الحمد للہ " یا " یرحمک اللہ " کہے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور اگر کسی کے جواب میں کہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ شامی میں ہے۔

لو قال لنفسه یرحمک اللہ یا نفسی لا تفسد لانه لما لم یکن خطابا لغیره الخ (ج ۱، ص ۴۳۵) فقط واللہ اعلم۔

بندہ اصغر علی غفرلہٗ معین مفتی
خیر المدارس ملتان ۲/۱/۱۳۷۴ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

دودھ پی کر نماز سے پہلے کلی کرنا مسنون ہے

آج کل حفاظِ قرآن میں یہ رسم پھیل گئی ہے کہ تراویح پڑھاتے وقت دودھ میٹھا کر لیتے ہیں اور ہر دوگانہ کے بعد ایک گلاس نوش کر کے بغیر کلی کئے اگلی نماز شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ فعل خلافِ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حدیث یہ ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم شرب لبنا فمضمض الخ۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ دودھ پینے کے بعد بغیر کلی کئے نماز فاسد ہے۔ جواب کافی و شافی ہو۔

الجواب: اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ کیونکہ کلی کرنا سنت ہے۔ فرائض و واجبات میں سے نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہٗ
معین مفتی خیر المدارس ملتان
۲۰/۴/۱۳۷۴ھ

لیکن درمیان میں کلی کرنا مناسب اور سنت ہے۔ والجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

مسجد کے بالائی حصہ میں عورتیں اور نیچے مرد اقتداء کر رہے ہوں تو یہ مفسدِ صلوٰۃ ہے یا نہیں

ہماری مسجد میں نمازِ عشاء اور تراویح کے ساتھ رمضان شریف میں عورتیں بھی شرکت کرتی ہیں مسجد کے بالائی حصہ میں عورتیں ہوتی ہیں اور زیریں حصہ میں مرد ہوتے ہیں۔ کیا اس سے مردوں کی نماز فاسد تو نہیں ہوتی ؟

المستفتی محمد لطف اللہ خالد ۲۵۲ بی شاہجمال ٹاؤن لاہور

الجواب ایسی صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی۔

"ففی الطحطاوی فلو اختلف المکان بان کانت المرأۃ علی مکان عال بحیث لا یحاذی شئ منہ شیئا منہا لا تفسد اھ (ص۱۸۱)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
معین مفتی خیر المدارس ملتان
۲/ ۱۱/ ۸۰ ۱۳ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

عورت مردوں کی صف میں آکھڑی ہو تو کس کس کی نماز فاسد ہوگی

اگر عورت مردوں کی صفِ جماعت میں کھڑی ہو جائے تو اس کے دائیں بائیں دو مردوں ہی کی نماز فاسد ہوگی یا پچھلی صف کے کسی مرد کی بھی ؟

سائل اکرام الحق، راولپنڈی

الجواب ایک دائیں سے ایک بائیں سے ایک پیچھے سے کل تین آدمیوں کی نماز فاسد ہوگی[۱] ان کے علاوہ پہلی یا پچھلی صف والوں پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(شامی : ج ۱: ص ۵۳۵) ۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

[۱] وقد صرحوا بان المرأۃ الواحدۃ تفسد صلوٰۃ ثلاثۃ اذا وقفت

فی الصف من عن یمینها ومن عن یسارها ومن خلفها ۔ اھ (کذا فی الشامیۃ ، ج ۱ ، ص ۵۳۵)۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نماز میں انگلیوں کو مسلسل حرکت دیتے رہنا

ایک شخص نماز میں انگلیوں کو مسلسل اسطرح حرکت دیتا رہتا ہے جیسے ان پر کوئی چیز شمار کر رہا ہو اور روکنے کے باوجود باز نہیں آتا۔ ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے ؟

الجواب بحدہ اگر یہ حرکت اختیاری ہے تو مکروہ ہے بلکہ مسلسل کرنے سے نماز فاسد ہونے کا اندیشہ ہے۔ وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم او ذیل وعبثہ بہ ای بثوبہ وبجسدہ للنھی الا لحاجۃ ۔ اھ (در مختار)۔

(قولہ وعبثہ) ھو فعل لغرض غیر صحیح قال فی النھایۃ وحاصلہ ان کل عمل ھو مفید للمصلی فلا بأس بہ اصلہ ما روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرق فی صلوتہ فسلت العرق عن جبینہ ای مسحہ لانہ کان یؤذیہ فکان مفیداً وفی زمن الصیف کان اذا قام من السجود نفض ثوبہ یمنۃ او یسرۃ لانہ کان مفیداً کی لا تبقی صورۃ فاما ما لیس بمفید فھو العبث ۔ اھ ـــــــــ (قولہ للنھی) وھو ما اخرجہ القضاعی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ کرہ لکم ثلاثا العبث فی الصلوۃ والرفث فی الصیام والضحک فی المقابر وھی کراھۃ تحریم کما فی البحر (قولہ الا لحاجۃ) کحک بدنہ لشئی أکلہ واضرہ وسلت عرق یؤلمہ ویشغل قلبہ وھذا لو بدون عمل کثیر قال فی الفیض الحک بید واحدۃ فی رکن ثلاث مرات یفسد الصلوۃ ان رفع یدہ فی کل مرۃ اھ

وفی الجوہرۃ عن الفتاوی اختلفوا فی الحک ہل الذہاب والرجوع مرۃ او الذہاب مرۃ والرجوع اخری ۔ (شامی ج ۱ ص ۵۹۹)

فقط واللہ اعلم ۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

دورانِ نماز مکھی کو چہرے سے ہٹانا

بسا اوقات نماز میں مکھیاں تنگ کرتی ہیں۔ مکھی کو ہٹایا جائے تو پھر اسی جگہ پر آبیٹھتی ہے۔ تو کیا مکھی کو ہٹا سکتے ہیں ؟ المستفتی : آفتاب احمد قریشی ، ہمدرد دواخانہ ، گارڈن ٹاؤن ، لاہور ۔

الجواب بوقتِ ضرورت عمل قلیل سے مکھی کو اڑا سکتے ہیں۔ وفی الھندیۃ عن التتارخانیہ یکرہ ان یذب بیدہ الذباب او البعوض الا عند الحاجۃ بعمل قلیل۔ اھ (طحطاوی : ص ۱۹۲) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نماز میں آنحضرت علیہ السلام کا خیال لانے اور آنے کا مسئلہ

۱ : نماز میں پیغمبر علیہ السلام کا خیال لانا ضروری ہے کہ نہیں ۔ اگر کسی درجہ کا خیال لانا ضروری ہے تو کیا وہ بایں معنی لانا چاہیئے جس میں تمام شمائل ترمذی آجائے ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام حلیہ مبارک یا کہ محض شانِ نبوت کافی ہے ۔ کما قال العثمانی فی فتح الملہم واحضر فی نفسک شخص النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

۲ : اگر کوئی فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون ۔ سے مراد پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے خد و خال کا بھول جانا لکھے تو کیا یہ محض تحریف آیات باری ہے یا کہ نہیں ؟ باوجودیکہ کسی مفسر نے یہ جرأت نہیں کی ۔

محمد انور کلیم دار العلوم فیض محمدی لائلپور

الجواب خیال میں لانا اور ہے اور خیال میں آنا الگ ہے ۔ خیال میں آنا اور تصور بایں معنی کہ "اشہد أن محمدا عبدہ ورسولہ" پڑھے تو آپ کا تصور ہو۔ اور اسی

طرح درود شریف میں بھی تصور آپ کا آئے ۔ لیکن اس تصور سے توجہ الی اللہ اور دھیان میں کوئی فرق نہیں آتا تو یہ تصور جائز ہے اور نماز سے مانع نہیں ہے ۔ اور اس کے بالمقابل دوسرا تصور یہ ہے کہ نماز میں اللہ تعالے کی طرف توجہ کرنے کی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو قصداً تصور کر کے پوری توجہ اور ہمت اسی طرف صرف کر دے اور دھیان لگا دے جس سے توجہ الی اللہ منقطع ہو جائے یا منقسم ہو جائے یہ ناجائز ہے ۔

۲ : یہ تفسیر خود ساختہ اور بالرائے ہے اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ۔ تفسیر وہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین اور تابعین رح اور سلفِ صالحین سے منقول ہو ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان ، ۲ر محرم ۱۳۹۴ھ

کتنی دیر کشفِ ستر مفسدِ صلوٰۃ ہے

بکر نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کا ستر کھل گیا ۔ ستر کتنا کھلے اور کتنی دیر تک کھلا رہے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے ؟ المستفتی سیف اللہ خالد قادری

۲۵۳ / بی شاہ جمال ٹاؤن ، لاہور

الجواب چوتھائی حصہ اگر کسی ایسے عضو کا کھل گیا جس کا چھپانا فرض تھا اور تین مرتبہ " سبحان ربی العظیم " کہنے کی مقدار کھلا رہا تو نماز ٹوٹ گئی ورنہ نہیں ٹوٹی ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۰ر ۷ر ۱۴۰۳ھ

نوافل میں تکرارِ آیت کا حکم

اگر دورانِ نمازِ تہجد کسی آیت سے قلب پر رقت طاری ہو جائے تو اس کو بار بار پڑھنے سے کراہت تو نہ ہو گی ؟ عاصی نور احمد ، از فضل آباد : بہاولنگر

الجواب نوافل میں تکرارِ آیت مکروہ نہیں۔ آنحضرت علیہ السلام سے بھی اسی طرح کا تکرار ثابت ہے۔

واذا کرر اٰیۃ واحدۃ فان کان فی التطوع الذی یصلی وحدہ فذلک غیر مکروہ وان کان فی الصلوۃ المفروضۃ فھو مکروہ فی حالۃ الاختیار واما فی حالۃ العذر والنسیان فلا بأس اھ

(عالمگیری: ج ۱ : ص ۵۶)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ، ۱۳ / ۳ / ۱۴۰۹ھ

نماز کے متصل بعد سجدہ میں دعاء کرنا

بعض لوگ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ میں پڑ کر کچھ دعاء مانگتے ہیں اور بعض رخسار دل کو بھی زمین پہ رگڑتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے۔ اگر جائز ہے تو اس کا کسی کتاب سے ثبوت بھی ملتا ہے یا نہیں ؟ جواب تفصیل سے دیں۔

نفیس الرحمٰن بن محمد رمضان ساہیوال

الجواب نماز کے متصل بعد سجدہ کرنا مکروہ ہے۔ عام حالات میں دعاء کے لئے سجدہ جائز ہے۔ مگر التزام اس کا بھی بدعت ہے۔ رخساروں کو زمین پر ملنا عاجزی کے لئے ہو تو جائز ہے۔ وسجدۃ شکر ذکر الطحاوی عن ابی حنیفۃؒ قال لا اراہ شیئا الی قولہ ومایفعل عقیب الصلوۃ فمکروہ لان الجھال یعتقدونھا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ (کبیری مسائل شتی ص ۵۶۹)

فقط واللہ اعلم ، احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

گرمی کے عذر کی وجہ سے مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے

گرمی یا سردی یا روشنی کے عذر کی وجہ سے مسجد کی چھت پر جماعت کرا سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب مذکورہ عذروں کے باوجود مسجد کی چھت پر جماعت کرانا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ کوئی خاص عذر نہیں ہیں۔

الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولہذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہا الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ اھ (عالمگیری : ج ۴ : ص ۹۴)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — مفتی خیر المدارس ملتان ۲۹/۲/۱۳۹۷ھ

امام نے پانچویں رکعت شروع کردی مقتدیوں نے سلام پھیر دیا تو نماز کا حکم

امام چوتھی رکعت کے بعد بغیر قعدہ کئے کھڑا ہوگیا اور کچھ مقتدی بھی امام کے ساتھ کھڑے ہوگئے حتی کہ امام نے پانچویں اور چھٹی رکعت پڑھ لی۔ اور جو مقتدی بیٹھے رہے وہ امام کے ساتھ فارغ ہونے سے پہلے ہی سلام پھیر کر فارغ ہوگئے۔ اب سوال یہ ہے کہ جو مقتدی بیٹھے رہے کیا ان کو امام کی فراغت کا انتظار کرنا چاہیے تھا یا نہیں؟

مولانا اصغر علی

مدرس مدرسہ حسینیہ مکہ مسجد شہداد پور سندھ

الجواب اگر ان مقتدیوں نے امام کے پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد سلام پھیرا ہے تو ان کی نماز ہوگئی اور اگر اس سے پہلے پھیرا ہے تو ان کی نماز فاسد ہوگئی۔

کما فی الھندیۃ : ج ۱ : ص ۷۴۔ فان قید الخامسۃ بالسجدۃ سلم المقتدی ولو لم یقعد الامام علی الرابعۃ وقام الی الخامسۃ ساھیا وتشہد المقتدی وسلم ثم قید الامام الخامسۃ بالسجدۃ فسدت صلوتہم اھ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲۷/۱/۱۳۹۶ھ — الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ

نماز میں قہقہہ نماز و وضوء دونوں کے لئے مفسد ہے

ایک دفعہ جماعت ہو رہی تھی کہ امام کی کسی غلطی پر مقتدی ہنسنے لگے اس کے بعد نیا وضوء کر کے آئے۔ ایک مقتدی پھر بھی ہنستے رہے۔ لیکن دوبارہ ہنسنے میں شک ہے کہ وہ قہقہہ تھا یا ضحک کیا حکم ہے؟

ممتاز احمد قاسمی

الجواب قہقہہ اور ضحک میں شک ہونے کی صورت میں نماز تو بلا شک ٹوٹ گئی۔ کیونکہ نماز ٹوٹنے کے لئے تو قہقہہ ضروری نہیں۔ باقی رہا دوسری صورت میں وضوء کا معاملہ تو وہ ظن غالب پر موقوف ہے۔ اگر ظن غالب قہقہہ کی طرف ہے تو وضوء بھی ٹوٹ گیا۔ ورنہ صرف نماز ٹوٹے گی[1]۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۱۳۷۸/۱۰/۲۳ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس ملتان

[1] القهقهة في كل صلوة فيها ركوع وسجود تنقض الصلوة والوضوء عندنا كذا في المحيط سواء كانت عمدا او نسيانا كذا في الخلاصة۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص۷)۔ فقط

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲/۵/۱۴۰۱ھ

غلطی سے بچنے کے لئے سورتوں کو معین کر لینا مکروہ نہیں

ایک شخص نسیان کا مریض ہے اگر وہ یاد کرنے کی سہولت کے لئے اپنی نماز شروع کرنے سے پہلے سورتیں مقرر کر لے کہ فلاں فلاں سورۃ پڑھونگا جائز ہے یا نہیں؟

عتیق الرحمٰن ۵/۷۷ آر ساہیوال

الجواب کوئی حرج نہیں ہے۔ تعیینِ سورت اس وقت مکروہ ہے جب کہ کوئی اس اعتقاد سے متعین سورت پڑھے کہ دوسری سورتوں سے نماز اس کے نزدیک جائز ہی نہیں ہوتی۔

کمافی الطحطاوی۔ (ویکرہ تعیین سورۃ قید الطحاوی الکراھۃ بما اذا اعتقد ان الصلوٰۃ لا تجوز بغیرھا اما اذا لم یعتقد فلا کراھۃ اھ (ص ۱۹۹)۔

البتہ اگر کوئی تعیینِ سورت اس لیے کرتا ہے کہ بھولے نہیں اور پڑھنے میں آسانی ہو تو پھر اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے۔

ویکرہ تعیین سورۃ الی قولہ الایسر علیہ او تبرکاً بقرأۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا یکرہ۔ (طحطاوی، ص ۱۹۹)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
مؤرخہ ۱۳ ر ۱۱ ر ۱۳۸۱ھ

ایک رکعت پڑھنے کے بعد از خود یاد آنے سے کھڑے ہو کر نماز پوری کر لی تو نماز فاسد نہیں ہوئی

زید نے نمازِ تراویح کے دوگانے شروع کیے۔ ایک دوگانہ میں صرف ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا جب دوسری طرف سلام پھیرا تو ایک مقتدی کی آواز آئی کہ ایک رکعت ہوئی ہے اتنے میں اس کو یاد آ گیا کہ میں نے ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا ہے پھر فوراً اسیدھا کھڑا ہو کر ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو کر لیا۔

امام کا قول ہے کہ میں خود یاد آنے پر کھڑا ہوا ہوں جو لوگ امام کے ساتھ چپ چاپ کھڑے ہو گئے ہیں انکی نماز ہو گئی۔ البتہ پیچھے بولنے والوں کی نماز نہیں ہوتی۔ کیا امام صاحب کی یہ بات درست ہے؟

حافظ عبدالحق خطیب مدینہ مسجد چوک نواں شہر ملتان

الجواب درمختار میں ہے۔ الا السلام ساهیا للتحلیل ای للخروج من الصلوٰۃ قبل اتمامها علی ظن اکمالها فلا یفسد اھ

معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں سلام پھیر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوئی۔ پس جن لوگوں سے اس سلام کے بعد کوئی منافی صلوٰۃ عمل (گفتگو وغیرہ) نہیں پایا گیا اور انہوں نے دوسری رکعت امام کے ساتھ پڑھ لی ہے ان سب کی نماز درست ہوگئی۔ لہذا امام صاحب کا قول صحیح ہے۔

وان حصل تذکرہ من نفسہ لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقا وکون الظاهر انہ حصل بالفتح لا یؤثر بعد تحقق انہ من نفسہ لان ذلک من امور الدیانۃ اھ (شامی: ج ۱، ص ۵۸۲)۔

معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں جب امام مدعی ہے کہ میں خود یاد آنے کی وجہ سے اٹھا ہوں تو اس کا یہ قول شرعاً مقبول ہے پس نماز فاسد نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان: ۸/۹/۱۳۹۹ھ

جیب میں ناپاک کپڑا ہوتے ہوئے نماز پڑھنے کا حکم

ایک آدمی نے نماز پڑھائی اور اس کی جیب میں ناپاک کپڑا تھا۔ آیا اس کی نماز درست ہوئی یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب معاف مقدار سے اگر نجاست زیادہ تھی تو نماز نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہ نجاست کو اٹھانے والا ہے واذا امسک حبلا مربوطا بہ نجاسۃ وبقی من عمامتہ طرف طاهر ولم یتحرک الطرف النجس بحرکتہ صحت والا فلا کما لو اصاب رأسہ۔ (مراقی، ص ۱۱۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۲۷/۵/۱۴۰۶ھ

امام کا مکمل طور پر محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے

اگر امام مکمل طور پر محراب میں کھڑا ہو اس طرح کہ اس کے پاؤں بھی محراب میں ہوں تو مکروہ ہے یا نہیں ؟ اگر مکروہ ہے تو کون سی کراہت ہے اور اس کے مکروہ ہونے کی کیا وجہ ہے ؟

الجواب بلا عذر امام صاحب کا اس طرح کھڑا ہونا کہ ان کے پاؤں بھی محراب کے اندر ہوں مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس میں تشبہ ہے اہل کتاب کے ساتھ ۔

وکره التربیع (الی قوله) وقیام الامام فی المحراب لاسجوده فیه وقدماه خارجه لان العبرة للقدم مطلقا وان لم یشتبه حال الامام ان علل بالتشبه وان بالاشتباه ولا اشتباه فلا اشتباه فی نفی الکراهة اھ (درمختار)

(قوله ان علل بالتشبه الخ) قید للکراهة وحاصله انه صرح محمد فی الجامع الصغیر بالکراهة ولم یفصل فاختلف المشائخ فی سببها فقیل کونه یصیر ممتازا عنهم فی المکان لان المحراب فی معنی بیت اٰخر وذلک صنیع اھل الکتاب واقتصر علیه فی الهدایة واختاره الامام السرخسی وقال انه الاوجه وقیل اشتباه حاله علی من فی یمینه و یساره فعلی الاول یکره مطلقا وعلی الثانی لایکره عند عدم الاشتباه الخ وهذا کله عند عدم العذر کجمعة وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکره اھ (درمختار علی الشامیة ج ۱، ص ۶۰۵ وکذا فی المراقی ، ص ۱۹۸) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟ اس کی دو صورتیں ہیں ۔ ایک تو اس نے ابتدا ہی میں ہاتھ چھوڑ دیئے ۔ دوسرے ابتداء میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی لیکن آخر میں یا درمیان میں

ہاتھ چھوڑ دیئے ۔ بینوا توجروا۔

الجواب ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا مکروہ وخلاف سنت ہے۔ مراقی میں ہے۔

" ویسن وضع الرجل یدہ الیمنی علی الیسری تحت سرتہ لحدیث علی رضؓ ان من السنۃ وضع الیمنی علی الشمال تحت السرۃ " (ص ۱۴۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۶/۱/۱۴۰۹ھ

صفیں متصل ہوں تو درمیان میں سڑک کا گزرنا اقتداء سے مانع نہیں

ایک جامع مسجد کے شمالی پڑوس میں توسیع مسجد کے لیئے مزید جگہ حاصل کی گئی ہے تاکہ اس میں ہال تعمیر کر کے مسجد میں شامل کیا جائے اور جمعہ وغیرہ میں جب مسجد کا موجودہ ہال پُر ہو جائے تو نمازی شمالی ہال میں کھڑے ہو کر باجماعت نماز پڑھ سکیں۔ مگر موجودہ مسجد اور مذکورہ شمالی جگہ کے درمیان شرقاً غرباً ایک گلی گزرتی ہے جس کا نقشہ منسلک ہذا ہے۔ چونکہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ مذکورہ گلی شمالی ہال سے موجودہ مسجد کے امام کی اقتداء کے لیئے مانع ہوگی۔ لہٰذا فتوےٰ دیں کہ مذکورہ بالا صورت میں حنفی فقہ کی رو سے اقتداء جائز ہونے کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب المانع من الاقتداء ثلثة اشیاء منها طریق عام یمر فیه العجلة والاوقار هکذا فی شرح الطحاوی اذا کان بین الامام وبین المقتدی طریق ان کان ضیقا لا یمر فیه العجلة والاوقار لا یمنع وان کان واسعا یمر فیه العجلة والاوقار یمنع کذا فی فتاوی قاضی خان ۔ (عالمگیری ج ۱ ۔ ص ۸۴)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ اگر یہ گلی اس قدر چوڑی ہے کہ اس کے اندر بیل گاڑی وغیرہ گزر سکے تو مذکورہ گلی جواز کے لیئے مانع ہوگی ورنہ نہیں۔ البتہ اگر بوقتِ نماز صفیں گلی میں بھی کھڑی ہوتی ہیں اور صف شمالی ہال تک گلی میں سے ہو کر متصل ہو تو پھر ہال میں کھڑے ہونے والوں کی اقتداء درست ہوگی

عالمگیری میں ہے - ج۱ - ص ۴۵ -

هذا اذا لم تكن الصفوف متصلة على الطريق اما اذا اتصلت الصفوف لايمنع الاقتداء -

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی - ۲۳ / ۱۰ / ۱۳۹۲ھ

جس کمرے میں تصاویر ہوں اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

ایک بزرگ سے سنا ہے کہ جس کمرے میں ذی روح کی تصاویر ہوں اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیا یہ درست ہے ؟ اور یہ کراہت کس درجہ کی ہے ؟

الجواب: یہ درست ہے جس کمرہ میں تصاویر ہوں نماز پڑھنا مکروہ ہے - سب سے زیادہ کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر نمازی کے سامنے ہو - پھر اس صورت میں جب سر کے اوپر والی جانب میں ہو - پھر جب دائیں یا بائیں دیوار وغیرہ پر ہو - اور جب نمازی کی پشت کی طرف ہو تو پہلے درجوں سے کراہت کم ہوگی - اگر کسی پردے وغیرہ کے پیچھے چھپی ہوئی ہو یا صندوق وغیرہ میں ہو تو اس سے نماز میں تو کراہت نہیں آئے گی لیکن تصاویر کا گھر میں ہونا ٹھیک نہیں -

وان يكون فوق رأسه او بين يديه او بحذائه يمنة او يسرة او محل سجوده تمثال ولو في وسادة منصوبة لا مفروشة و اختلف فيما اذا كان التمثال خلفه والاظهر الكراهة ولا يكره لو كانت تحت قدميه او محل جلوسه لانها مهانة او في يده عبارة الشمنى بدنه لانها مستورة بثيابه او على خاتمه بنقش غير مستبين قال في البحر ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس أو صرة او ثوب آخر اھ (درمختار)-

وفي البحر قالوا واشدها كراهة مايكون على القبلة امام المصلي ثم مايكون فوق رأسه ثم مايكون عن يمينه

ویسارہ علی الحائط ثم ما یکون خلفہ علی الحائط اوالستر اھ
رشامیۃ ج ۱ ص ۶۰۲ وکذا فی العالمگیریۃ ج ۱ ص ۵۶ وکذا
فی قاضی خان ج ۱ ص ۵۷)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲۳/۱۲/۱۴۰۱ھ

سلام کے متصل بعد اونچی آواز سے اَللّٰہُ اَکْبَر کہنے کا التزام

فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے تکبیر یا کلمہ یا کوئی ذکر اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو باحوالہ تحریر فرمائیں۔ اور اگر ناجائز ہے تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی اس روایت کا کیا مطلب ہے، جس میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر اور تکبیر ہوتی تھی۔ باحوالہ فتویٰ صادر فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی قاری سیف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب نمازوں کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہنے کا التزام کرنا انفراداً ہو یا اجتماعاً ہو، کئی وجوہ سے ممنوع ہے۔ رہی حدیث ابن عباس رضؓ۔ تو وہ صلوٰۃ مجاہدین پر محمول ہے۔ اگر اس کا مصداق عام نماز ہی ہو تو بالاجماع یہ روایت منسوخ ہے۔

ذکر الامام الحسن بن بطال رحؒ فی شرح البخاری لما اذا تکلم علی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ فقال یحتمل ان یکون اراد بہ المجاھدین فان کان کذلک فھو الی الاٰن وعلیہ العمل وھو ان المجاھدین اذا صلوا الخمس فیستحب لھم ان یکبروا جھرا یرفعون اصواتھم لیرھبوا العدو قال فان لم یحمل علی ھذا فیکون منسوخا بالاجماع قال لانہ لا یعلم احد من العلماء یقول بہ والاجماع لا یحتج

علیہ۔ انتہی۔ (المدخل: ج۱: ص۱۹۰)۔ عالمگیری: ج ۵: ص۳۵۳، فتاوی بزازیہ: ج ۳: ص۳۷۷)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان: ۲۵ ر ۲ ر ۱۴۰۸ھ

رومال بغیر باندھے سر پر ڈال کر نماز پڑھنا

س سر پر جو کپڑا لیا ہوا ہو اگر اس کی دونوں اطراف سینے پر لٹک رہی ہوں تو اس سے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

قاری محمد رمضان ۷۷ ر ۵ ر آر: ساہیوال

الجواب اگر کپڑا سر پر باندھا ہوا ہو اور زائد اطراف دونوں طرف لٹک رہی ہوں تو یہ مکروہ نہیں۔ اور اگر کپڑا سر پر ویسے ہی ڈالا ہوا ہو اور اس کی اطراف سینے پر لٹک رہی ہوں تو یہ مکروہ ہے۔

وکرہ سدل ثوبہ ای ارسالہ بلا لبس معتاد اھ (درمختار)۔ (قولہ ای ارسالہ بلا لبس معتاد) قال فی شرح المنیۃ السدل ھو الارسال من غیر لبس ضرورۃ ان ارسال ذیل القمیص ونحوہ لا یسمی سدلاً اھ

ودخل فی قولہ ونحوہ عذبۃ العمامۃ وقال فی البحر وفسرہ الکرخی بان یجعل ثوبہ علی رأسہ اوعلی کتفیہ ویرسل اطرافہ من جانبہ اذا لم یکن علیہ سراویل اھ فکراھتہ لاحتمال کشف العورۃ وان کان مع السراویل فکراھتہ للتشبہ باھل الکتاب فھو مکروہ مطلقا وسواء کان للخیلاء اولغیرہ اھ (شامی: ج ۱: ص ۵۹۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

سوئے ہوئے آدمی کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا

بعض اوقات جگہ کی تنگی کی وجہ سے گھر میں ایسی جگہ نماز پڑھنی پڑتی ہے جہاں آگے کوئی سویا ہوا ہوتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

المستفتی قاری محمد رمضان ، ساہیوال

الجواب: اگر سوئے ہوئے کی وجہ سے توجہ ہٹنے کا اندیشہ نہ ہو تو بلاکراہت درست ہے ولا یکرہ صلاۃ الی ظہر قاعد او قائم ولو یتحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اھ (درمختار)۔

(قولہ الی ظہر قاعد) قید بالظہر احترازا عن الوجہ فانہا تکرہ الیہ کما مر وفی قولہ یتحدث ایماء الی انہ لاکراہۃ لو لم یتحدث بالاولی ولذا زاد الشارح ولو وفی شرح المنیۃ أفاد بہ نفی قول من قال بالکراہۃ بحضرۃ المتحدثین وکذا بحضرۃ النائمین وما روی عنہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تصلوا خلف نائم ولا متحدث فضعیف وصح عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من صلاۃ اللیل کلہا وأنا معترضۃ بینہ وبین القبلۃ فاذا أراد ان یوتر أیقظنی فاوترت رویاہ فی الصحیحین وہو یقتضی انہا کانت نائمۃ وما فی مسند البزار ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نہیت ان اصلی الی النیام و المتحدثین فہو محمول علی ما اذا کانت لہم اصوات یخاف منہا التغلیط او الشغل وفی النائمین اذا خاف ظہور شئی یضحکہ اھ (شامی ج ۱ : ص ۴۸۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا ۷ر ۱ر ۱۴۱۱ھ

نماز پڑھنے والے کی طرف منہ کر کے بیٹھنا

ایک امام فرض نماز پڑھنے کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں کوئی مقتدی اگر سامنے نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے اور امام صاحب سے کہے کہ اپنا رخ تبدیل کر لیں۔ تو امام صاحب اپنا رخ نہیں بدلتے بلکہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ حالانکہ شریعت کی رو سے ناجائز ہے۔ از راہ کرم حدیث کی رو سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں ؟

محمد لطف اللہ خالد ۲۵۳/ بی شاہ جمال ٹاؤن لاہور

الجواب اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو آگے بیٹھے ہوئے کو اس کی طرف منہ نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ حافظ الحدیث امام عبد الرزاق بن ہمام نے اپنی مصنف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر نقل کیا ہے۔

رای عمر رض رجلا یصلی و رجل مستقبلہ فاقبل علی ھذا وقال تصلی و ھذا مستقبلک واقبل علی ھذا بالدرۃ قال أتستقبلہ وھو یصلی۔ (مصنف عبد الرزاق، ج ۲، ص ۳۸)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲ / ۸ / ۱۴۰۷ھ

قبر زمین کے برابر کر دی گئی ہو تو اس جگہ پر نماز پڑھنے کا حکم

چند دن ہوئے ایک سید صاحب انتقال فرما گئے ہیں۔ ان کو مسجد کے ایک حجرہ میں دفن کر دیا جب کہ وہ جگہ خارج از مسجد ہے اور اس قبر سے چھ گز کے فاصلہ پر چھ عدد قبریں اور ایک مزار بھی موجود ہے۔ جس جگہ سید صاحب کو دفن کیا گیا ہے وہ جگہ نہ تو سجدہ کی جگہ میں آتی ہے اور نہ ہی پاؤں والی جگہ میں۔ اور جب کہ قبر بھی ہموار ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں نماز نہیں ہوتی برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں فتوے صادر فرمائیں ؟

الجواب مذکورہ قبر کو زمین کے برابر کر دیا گیا ہے تو اب وہاں نماز وغیرہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

حفر فدفن فیہ اخر میتا فھو علی ثلاثۃ اوجہ ان الارض للحافر فلہ نبشہ ولہ تسویتہ الخ وان وقف فکذالک الخ وفی الشامیۃ ھذا لو وقفت للمدفن فلو علی مسجد للزرع والغلۃ فکالمملوکۃ اھ (ص ۱۴۷ ج ۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۴ / ۱۰ / ۱۴۰۷ھ

معمولی انحراف عن القبلہ مفسد نہیں

۱ : کیا نماز سمتِ کعبہ سے پینتالیس ڈگری انحراف تک ہو جاتی ہے ؟

۲ : جب کہ نماز کے فرائض میں سے ایک فرض یہ بھی ہے کہ منہ کا رُخ سمتِ قبلہ ہونا چاہیے۔

۳ : سمتِ قبلہ اگر صحیح معلوم ہو جائے تو انحراف قصداً کہاں تک جائز ہے۔

۴ : اگر مسجد صحیح رُخ پر تعمیر نہ ہوئی ہو تو صحیح سمت معلوم ہونے پر اس کی صف بندی بذریعہ خطوط درست کر لینی چاہیے یا مسئلہ مذکورہ بالا کو جواز بنا کر اسی غلط رُخ پر نماز پڑھنا کہاں تک شرعاً درست ہے۔

۵ : جب کہ نمازی کو یہ معلوم ہو کہ رُخ صحیح نہیں ہے۔ کیا اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

۶ : اگر مقتدی اپنا رُخ تو صحیح سمت کرے اور امام صاحب کا رُخ صحیح سمت سے ہٹا ہوا ہو تو کیا مقتدی کی نماز اس طرح ہو جائے گی یا نہیں ؟

المستفتی قاری محمد رمضان ۷۷ / ۵ / آر ساہیوال

الجواب عن الکل جس درجہ تک شریعت نے انحراف کی گنجائش رکھی ہے اس کے اندر اندر جو نماز ادا کی جائے گی وہ صحیح سمتِ قبلہ کی طرف ہی شمار ہو گی۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ بلا تکلف جس حد تک اہتمام ہو سکے اس میں کمی نہ کی جائے۔ لیکن اس کیلئے

بہت زیادہ تکلف کرنا اور اسی کو موضوع بحث بنائے رکھنا درست نہیں ۔ اگر امام کا رُخ دائرہ اجازت کے اندر ہے تو وہ صحیح ہی شمار ہوگا ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۰ / ۱۰ / ۱۴۰۷ھ

آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا

نماز میں قرأت کے دوران بسا اوقات آنکھیں بند کر لیتا ہوں اس سے نماز میں کراہت تو نہیں آتی ؟

سائل محمد قاسم بستی عثمان والی ، بہاولنگر

الجواب درمختار میں مکروہات صلوٰۃ میں لکھا ہے کہ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے ۔ ہاں اگر سامنے کوئی ایسی چیز ہو جس کی وجہ سے اندیشہ ہو کہ آنکھیں کھلی رکھنے میں مکمل خشوع نہیں ہوگا تو بند کر سکتے ہیں ۔

وتغميض عينيه للنهي الا لكمال الخشوع ۔ اھ (درمختار)۔

(قوله للنهي) اي في حديث اذا قام احدكم في الصلوة فلا يغمض عينيه رواه ابن عدي الا ان في سنده من ضعف وعلل في البدائع بان السنة ان يرمي ببصره الى موضع سجوده وفي التغميض تركها ثم الظاهر ان الكراهة تنزيهية كذا في الحلية والبحر وكانه لان علة النهي ما مر عن البدائع وهي الصارف له عن التحريم۔

(قوله الا لكمال الخشوع) بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤية ما يفرق الخاطر فلا يكره بل قال بعض العلماء انه الاولى وليس ببعيد حليه وبحر (شامي ، ج ۱ ، ص ۶۴۷)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۹ / ۱ / ۱۴۱۱ھ

محاذاتِ مفسدہ کی شرائط

مندرجہ ذیل صورتوں میں نماز کے فساد و عدم فساد کے متعلق آگاہ فرمائیں۔

۱ : زید تنہا نماز پڑھتا ہے اور ایک عورت خواہ محرم ہے یا غیرمحرم اور اجنبی ہے۔ زید کے پیچھے نماز پڑھنے میں مشغول ہے مگر سجدہ کی حالت میں عورت کا سر زید کے پاؤں کے قریب ایسا پڑتا ہے کہ لگنے کے قریب ہے مگر لگتا نہیں۔

۲ : اسی صورت میں سجدہ کی حالت میں اگر عورت کا سر زید کے پاؤں کو لگتا ہے تو کیا حکم ہے۔

۳ : ایک عورت خواہ محرم یا غیر محرم، اجنبی یا غیر اجنبی تنہا نماز پڑھتی ہے۔ اور زید اس کے پیچھے تنہا نماز پڑھتا ہے مگر سجدے کی حالت میں زید کا سر مذکورہ عورت کے پاؤں کے قریب ایسا پڑتا ہے کہ لگنے کے قریب ہے مگر لگتا نہیں۔

۴ : اگر اسی صورت میں زید کا سر اس کے پاؤں کو لگ گیا تو کیا حکم ہے۔

۵ : زید تنہا نماز پڑھتا ہے ایک عورت خواہ محرم ہو یا غیر محرم، اجنبی ہو یا غیر اجنبی زید کے عین برابر کھڑی ہوگئی اور بیچ میں معمولی فاصلہ ہے مگر جسم کا کوئی حصہ ایک دوسرے کو مس نہیں کرتا۔ اگرچہ چادر یا قمیص کا دامن ایک دوسرے کو مس کرتا ہے اور سجدے کی حالت میں دونوں کے سر بالکل مساوی صورت میں پڑتے ہیں۔

۶ : بعینہ صورت نمبر ۵ کے مطابق اگر دونوں کے جسم کا کوئی حصہ مثلاً گھٹنے وغیرہ کا مس ہو جائے تو کیا حکم ہے۔

۷ : اگر یہ تمام صورتیں نماز کو فاسد کرنے والی ہیں تو ایسی حالت میں نماز کی صحیح پوزیشن کا ذکر کیجئے تاکہ نماز کے فساد اور غیر فساد سے مکمل علم حاصل ہو جائے۔

نوٹ : نماز باجماعت کی صورت میں مرد اور عورت کیا پوزیشن اختیار کریں کہ جس سے دونوں کی نماز میں فساد نہ آئے جب کہ دونوں ایک امام کے مقتدی ہوں ؟

الجواب بعون الملک الوہاب: محاذاتِ مرأۃ (عورت) چند شرطوں کے تحت مفسدِ صلوٰۃ ہے۔

۱ : محاذات یعنی عورت کے قدموں کے مرد کا کوئی عضو محاذی ہو جائے۔

۲ : رکوع و سجدہ والی نماز ہو۔

۳ : عورت عاقلہ بالغہ ہو۔

۴ : تحریمہ اور ادا کے لحاظ سے مرد و عورت میں اشتراک ہو۔

۵ : امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو۔

۶ : ایک رکنِ کامل میں محاذات ہو۔

۷ : جہت بھی متحد ہو۔

۸ : مکان ایک ہو۔

۹ : بلا حائل ہو۔

۱۰ : مرد نے اسے ہٹنے کے لئے اشارہ نہ کیا ہو۔ وغیرہ ذلک۔

تنہا تنہا نماز پڑھنے کی صورت میں محاذات مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔ مس نہیں ہونا چاہئے۔ جماعت کی صورت میں عورت کو پیچھے اس طرح کھڑا کیا جائے کہ عورت کا کوئی عضو مرد کے کسی عضو کے محاذات میں نہ آئے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۴ / ۴ / ۸ ۰ ۴ ۱ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نماز میں دعا اردو میں مانگی تو نماز کا حکم

زید نے صلوٰۃ الکسوف میں سجدہ طویل ہونے کی وجہ سے تسبیح کے علاوہ بھول کر اپنے گناہوں کی بخشش میں مشغول ہوگیا اور پنجابی یا اردو میں تین کلمات یا اس سے زیادہ کہہ دیئے کیا اس کی نماز ہوئی یا اعادہ واجب ہے۔ آیا اس پر کوئی گناہ تو نہیں ؟

الجواب نماز ہوگئی اور کوئی گناہ نہیں۔ وظاهر التعليل ان الدعاء بغير العربية خلاف الاولى وان الكراهة تنزيهية هذا (شامی ج ۱ ص ۴۸۶)۔

لیکن چونکہ صورتِ مسئولہ میں نسیاناً ایسا ہوا لہذا کراہت بھی نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا۔ ۱ / ۴ / ۰ ۰ ۴ ۱ھ

مسجد اور مقتدیوں کے درمیان وسیع پلاٹ حائل ہو تو اقتداء درست نہیں

عید الاضحیٰ کی نماز مدرسہ میں ادا کی گئی مسجد کا ہال اور برآمدہ پر ہوگیا لیکن بارش کی وجہ سے مسجد کا صحن اور اس سے ملحقہ وسیع پلاٹ خالی پڑا رہا اور سینکڑوں لوگوں نے مشرقی کمروں میں اقتداء کی ان کی اقتداء درست ہوئی یا نہیں ؟

حافظ گلزار احمد

اشرف المدارس مسجد آزاد چنیوٹ

الجواب مشرقی کمروں میں کھڑے ہونے والوں کی اقتداء درست نہیں۔ لہذا ان کی نماز نہیں ہوئی۔

وفی التنویر ویمنع من الاقتداء صف من النساء او طریق تجری فیہ عجلۃ او نہر تجری فیہ السفن او خلاء فی الصحراء یسع صفین اھ (شامیۃ ج ۱ ص ۴۱۱)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی خیر المدارس ملتان ۱۸ / ۱۲ / ۱۳۹۸ھ

امام قعدۂ اخیرہ کئے بغیر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لے تو سب کے فرض ختم ہو گئے

۱ ؛ کوئی سنت ترک ہو جانے سے یا کسی وہم کی وجہ سے اگر کوئی سجدۂ سہو کرے تو مکروہ تنزیہی ہے اور نماز ہو جاتی ہے۔ (عزیز الفتاویٰ)

۲ ؛ امام چوتھی رکعت پر بیٹھے یا بغیر بیٹھے پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو اگر امام چوتھی رکعت پر بیٹھ کر کھڑا ہوا ہے تو مسبوق منتظر رہے اگر وہ لوٹ آئے تو اس کے سلام تک رہے ورنہ اپنی نماز پوری کرلے اور اگر وہ چوتھی رکعت پر نہیں بیٹھا تو ابھی انتظار کرے۔ اگر پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے لوٹ آئے تو بھی سلام تک رہے اور اگر لوٹا تو سب کی نماز باطل ہو

ہوگئی ۔ (امداد الفتاویٰ)۔

۳ : اگر امام پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوا اور مسبوق نے اس کا اتباع کیا تو اگر امام قعدہ اخیرہ کر کے کھڑا ہوا ہے تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی ۔ اور اگر امام چوتھی رکعت پر نہیں بیٹھا ہے تو مسبوق کی نماز اس وقت تک فاسد نہ ہوگی جب تک امام پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کرلے۔ بعد پانچویں رکعت کے سجدہ کے امام اور مسبوق اور دوسرے مقتدیوں کی نماز فاسد ہوکر نفل ہو جائے گی ۔ (عالمگیری)۔

۴ : امام سجدۂ سہو کرے تو مسبوق سجدۂ سہو کے سلام میں شرکت نہ کرے صرف سجدہ کرے اور اگر بے علمی سے یہ سمجھتا رہا کہ مجھے امام کے ساتھ سلام پھیرنا ضروری ہے ۔ اور سلام میں بھی شرکت کرتا رہا تو ایسی نمازوں کی قضا کرے ۔ (در و شامی)

الف : اگر محررہ بالا مسائل صحیح ہیں تو ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام چوتھی رکعت پر بیٹھ کر یا بغیر بیٹھے پانچویں رکعت کیطرف کھڑا ہوگیا تو دونوں صورتوں میں مسبوق اس کی اتباع نہ کرے بلکہ خاموش بیٹھا رہے اگر وہ پانچویں رکعت کے سجدے سے پہلے لوٹ آئے تو اس کے ساتھ سجدۂ سہو کر کے آخری سلام شروع ہونے پر کھڑا ہو جائے اور اپنی نماز پوری کرلے۔ کیا یہ مطلب صحیح ہے ؟

ب : جبکہ مسبوق امام کا ساتھ چھوڑ کر اپنی نماز پوری کرسکتا ہے ۔ تو اگر اس کے نماز پوری کرلینے کے بعد ادھر امام کی وہ نماز فاسد ہو جائے یا فرض کی بجائے نفل ہو جائیں تو مسبوق کی فرض نماز درست رہے گی ؟

ج : اگر امام (قعدۂ اخیرہ کرنے کی صورت میں) پانچویں رکعت پڑھ کے اور سجدۂ سہو کر کے نماز ختم کرلے تو امام کی اور (اس کا ساتھ چھوڑ کر اپنی نماز پوری کرلینے والے) اس مسبوق کی فرض نماز درست ہو جائے گی ؟

الجواب

۱ : الف : یہ مطلب صحیح ہے ۔

ب : اگر امام قعدۂ اخیرہ کے بعد کھڑا ہوگیا اور پانچویں کا سجدہ بھی کرلیا تو مسبوق کھڑا ہو کر اپنی نماز پوری کرے اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر امام بدون قعدۂ اخیرہ اٹھ گیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کرلیا تو ایسی صورت میں مسبوق کے فرض نہیں ہوں گے ۔ جب کہ امام کے

فرض فاسد ہو گئے یا نفل ہو گئے۔ تو اس کی اقتدار کرنے والوں کے خواہ وہ مدرک ہوں، خواہ مسبوق ہوں فرض ادا نہیں ہوں گے۔

ج: ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی ۱۳/۱۰/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ رئیس الافتاء۔

محاذاتِ مفسدہ میں قدمِ عورت کا اعتبار ہے نہ کہ دوسرے اعضا کا

بہشتی گوہر باب مفسداتِ صلوٰۃ میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ میں جانے کے وقت عورت کا سر مرد کے پاؤں کے محاذی ہو جائے تب بھی نماز جاتی رہے گی۔ (درمختار، وشامی وبحر)

نیز متعدد فتاویٰ سے معلوم ہوا ہے کہ عورت اور مرد کے قدم کا اعتبار ہے۔ قدم کے علاوہ کسی اور عضو کے برابر ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی پس اگر عورت مرد کے قدم سے پیچھے کچھ ہٹ کر شامل ہوئی، اگرچہ عورت کے بعض اعضاء رکوع وسجود کی حالت میں مرد کے قدم یا کسی اور عضو کے محاذی ہو گئے تو اس سے کسی کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔ (شامی)

الف: ان دونوں میں سے کون سے قول کو ترجیح ہے؟

ب: اگر نماز با جماعت پڑھتے ہوئے مرد کے کسی عضو کے ساتھ عورت کے کسی عضو کے لگ جانے سے شہوت پیدا ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی ہو گی؟

ج: اگر رکن بھر سے کم لگے تو کیا حکم ہے مکروہ تحریمی یا تنزیہی؟

الجواب

الف: علامہ شامی رحمہ نے نہایہ، قاضی خان، سراجیہ وغیرہ کی تحقیق کے مطابق اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ محاذات میں قدمِ عورت کا اعتبار ہے اگر یہ مرد کے کسی عضو کے محاذی ہو گیا تو مرد کی نماز فاسد ہو گئی ورنہ نہیں۔

فمساواة غير قدمها لعضوه غير مفسدة۔ (شامی ج۱، ص۴۰۲)۔

قاضی خان کا جزئیہ اس بارے میں بالکل واضح ہے۔ "المرأة اذا صلت مع زوجها

فی البیت ان کان قدمہا بحذاء قدم الزوج لا تجوز صلاتہما بالجماعۃ وان کان قدمہا خلف قدم الزوج الا انہا طویلۃ تقع رأس المرأۃ فی السجود قبل رأس الزوج جازت صلاتہما لان العبرۃ للقدم اھ (کذا فی الشامیۃ عن النہایۃ: ج ۱ ص ۲)

ب: نماز فاسد نہیں ہوگی جب کہ درمیان میں کپڑا حائل ہو۔ مثلاً عورت کا سر (دوپٹہ اوڑھے ہوئے) مرد کے پاؤں سے لگ گیا لیکن مرد کو چاہیئے کہ جب ایسا خیال آنے لگے تو فوراً پاؤں کو دور کرلے ورنہ کراہت تحریمی ہوگی۔

ج: مرد اگر فوراً اپنے پیر کو دور کرلے تو کراہت نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۱۳ / ۱۰ / ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

رکن کثیر تین دفعہ "سبحان اللہ" کہنے کی مقدار ہے یا تین دفعہ "سبحان ربی العظیم" کہنے کی

اصلی بہشتی زیور میں ہے کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے چوتھائی پنڈلی یا چوتھائی ران کھل جائے اور اتنی دیر کھلی رہے جتنی دیر میں تین بار سبحان اللہ کہہ سکے تو نماز جاتی رہی۔ اھ: ج ۲، ص ۱۲۔ اس مسئلہ میں قابل تحقیق امر یہ ہے کہ رکن کثیر کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہہ سکنا صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتی محمد ازہر
مدیر ماہنامہ "الخیر" خیر المدارس ملتان

الجواب: منحۃ الخالق سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین تسبیحات رکوع یا سجدے والی ہیں۔ وقدر الکثیر مایؤدی فیہ رکن ای بسنتہ کما قیدہ فی المنیۃ قال شارحہا ابن امیر حاج ای بمالہ من السنۃ ای بما ہو مشروع فیہ من الکمال السنی کالتسبیحات فی الرکوع والسجود مثلا وہو تقیید غریب ووجہہ قریب

ولم اقف على التقييد بكونه قصيرا اوطويلا اھ ای تقييد الركن ای هل المراد منه قدر ركن طويل بسنته كالقعود الاخير او القيام المشتمل على القرأة المسنون او قدر ركن قصير كالركوع او السجود بسنته ای قدر ثلاث تسبيحات وبالثانی جزم البرهان ابراهيم الحلبی فی شرح المنية حيث قال وذلك مقدار ثلاث تسبيحات اھ فأفاد ان المراد اقصر ركن وكأنه لانه الاحوط والله اعلم۔ (منحة الخالق حاشية بحر الرائق: ج ۱ ص ۲۷۲ مطبوعہ کوئٹہ)۔

کبیری میں ہے۔

وان انكشف عضو هو عورة فی الصلوة فستر من غير لبث لا يضره ذالك الانكشاف ولا يفسد صلوته لان الانكشاف الكثير فی الزمان القليل عفو كالانكشاف القليل فی الزمن الكثير وان ادّى معه - ای مع الانكشاف ركنا كالقيام وان كان فيه او الركوع او غيرهما يفسد ذلك الانكشاف صلوته وان لم يؤد مع الانكشاف ركنا ولكن مكث مقدارها ای زمن يؤدی فيه ركنا بسنته وذلك مقدار ثلاث تسبيحات فلم يستر ذلك العضو فسدت صلوته عند ابی حنيفة رح وابی يوسف رح خلافا لمحمد رح اھ (كبيری، ص ۲۱۳)۔

الغرض بلیہ، کبیری، منحۃ الخالق وغیرہ کی عبارات سے بندہ کے فہم نارسا میں جو تحقیق آتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے ائمہ ثلاثہ رح کا اس امر پر اتفاق ہے کہ "انکشافِ عورۃ، قیام علی النجاسۃ تقدم علی الامام" اور ان کے دیگر نظائر کا زمانِ قلیل کے لئے پایا جانا دفع حرج کی غرض سے معاف ہے۔ ہاں یہ امور زمن کثیر کے لئے باقی رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

زمن کثیر کی تحقیق زمن کثیر امام محمد رح کے نزدیک یہ ہے کہ اسی حالتِ انکشاف وغیرہ میں بالفعل ایک رکن ادا کرلیا ہے اور شیخین رح کے نزدیک ادائیگی بالفعل ضروری

نہیں۔ بلکہ ادائیگی بالفعل یا اتنا وقت جس میں ادائے رکن ہوسکے زمن کثیر ہے۔ اب چونکہ ارکان صلوٰۃ بعض طویل ہیں۔ کالقعود الاخیر اور بعض قصیر ہیں کالرکوع والسجود تو تحقیق مذہب شیخین رح کے لیئے اس کی تشریح ضروری ہوئی۔ کہ رکن طویل کی ادائیگی بالقوۃ کا زمانہ معتبر ہے یا رکن قصیر کی ادائیگی کا۔ تو حضرات فقہار نے احتیاطاً احتمال ثانی کو لے لیا ہے۔ فأفاد ان المراد اقصر رکن وکانه لانه الاحوط اھ (منحة)۔ اور اقصر رکن سے مراد رکوع وسجود ہیں جیساکہ ابن امیر حاج کی عبارت میں مصرح ہے جو بحوالہ منحۃ الخالق پہلے لکھی جاچکی ہے۔ لیکن اس تشریح کے باوجود مذہب شیخین میں ابھی ابہام باقی ہے کیونکہ قصیر رکن مثلاً رکوع کی ادائیگی کی تین صورتیں ہیں۔

۱ : درجۂ فرض ورکنیت میں ادائیگی۔
۲ : تعدیل واطمینان واجب سے ادائیگی۔
۳ : رکوع کے ذکر مسنون ومشروع کے ساتھ ادائیگی۔

ان احتمالات میں سے حضرات فقہار نے احتمال ثالث کو متعین فرمادیا ہے۔ درمختار اور شامی میں ہے۔ ای بسنة کما قیده فی المنیة اھ اس تفصیل وتشریح مذہب شیخینؒ سے یہ محقق ومنقح ہوا کہ زمن کثیر اتنا وقت ہے کہ جس میں رکوع یا سجدہ ان کے ذکر مسنون ومشروع کے ساتھ ادا کیا جاسکے اور یہ تین مرتبہ تسبیحات رکوع یا سجدہ کہہ سکنے کا زمانہ ہے۔ کیونکہ رکوع اور سجدہ کا ذکر مسنون ومشروع تسبیحات رکوع وسجدہ ہیں نہ کہ "سبحان اللہ" پس رکوع کو اس کے ذکر مسنون ومشروع کے ساتھ ادا کرنے کا زمانہ تین بار سبحان ربی العظیم کا زمانہ ہی ہوسکتا ہے پس یہی زمن کثیر ہے۔ نماز کے بارے میں خود مصلی کے لیئے تسبیح کا لفظ جو عموماً ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہی تسبیحات رکوع وسجدہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ نماز میں یہی تسبیح مشروع ہے۔ سنن صلوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

والتسبیح فیه ثلاثا۔ سجدے کے متعلق فرماتے ہیں والتسبیح فیه ثلاثا۔ (درمختار)۔ مراد یہی مخصوص تسبیح ہے۔

تعدیل ارکان واطمینان کے متعلق فرماتے ہیں۔

ای تسکین الجوارح قدر تسبیحة فی الرکوع والسجود اھ (درمختار)

وقال فی العنایة ومقدار الطمانینة بمقدار تسبیحة اھ

وفی شرح الوقایۃ وقدر بمقدار تسبیحۃ ۔
ان عبارات سے مراد تسبیحِ رکوع یا سجدہ ہے نہ کہ سبحان اللہ ۔ کما قال فی عمدۃ الرعایۃ ای قدر الاطمینان الواجب بمقدار تسبیحۃ واحدۃ من تسبیحات الرکوع والسجود ۔ اھ
(حاشیہ سعیدی : ص ۱۶۳)۔

پس اسی طرح اس مقام پر بھی ثلاث تسبیحات سے مراد تسبیحاتِ رکوع وسجدہ ہی ہوں گی لہٰذا اس سے عموم مراد لیتے ہوئے اکتفاء علی الادنیٰ (یعنی سبحان اللہ) کرنا محلِ نظر ہے ۔ نیز سبحانہ یا سبحانک ۔ سبحان اللہ سے بھی مختصر ہے ۔ پھر یہ کیوں نہ مراد لیا جائے ۔

تفصیل بالا سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ ادائے رکن کو تین تسبیحاتِ رکوعی یا سجودی کے ساتھ مقدر کرنا کس بنیاد پر ہے اور ان میں کیا ربط ہے ۔ مخفی نہیں کہ یہ ربط تسبیح رکوعی وسجودی کے ساتھ تو موجود ہے ۔ لیکن تین بار سبحان اللہ سے اس کا کوئی ربط نہیں ۔ سبحان اللہ کسی رکنِ صلوٰۃ میں نہ فرض نہ واجب نہ مسنون ومشروع ہے ۔

حاشیۂ طحطاوی علی الدر میں قدر اداءِ رکن بسنتہ کو ایک بار سبحان اللہ سے مقدر کیا گیا ہے گو اس میں بھی کلام ہے لیکن اس کے باوجود یہ تقدیر ادائے رکن بسنتہ کے بارے میں مؤثر نہیں ۔ کیونکہ اقصر رکن کی درجۂ رکنیت میں ادائیگی کے لئے کوئی ذکر فرض یا واجب نہیں ۔ لہٰذا اس درجہ کی تقدیر کے لئے خارج سے کسی ذکر کی طرف احتیاج ہوسکتی ہے مگر ادائے رکن بسنتہ جس کی تشریح وتوضیح ابنِ امیرِ حاج کی عبارت میں اس تفصیل سے موجود ہے ۔

بسنتہ ای بما لہ من السنۃ ای بما ھو مشروع فیہ من الکمال السنی کالتسبیحات فی الرکوع والسجود مثلاً اھ
(منحۃ الخالق ، ص ۲۷۲)

اسے مقدر کرنے کے لئے سبحان اللہ کی کیا حاجت ہے جبکہ تصریح موجود ہے کہ یہ تسبیحاتِ رکوع وسجود سے مقدر ہوگا ۔ اور یہی تسبیحات ان ارکان میں مسنون ومشروع ہیں ۔

الحاصل عبارات بالا کا مقتضا یہ ہے کہ مقدار تین تسبیح رکوع یا سجود سے زمنِ کثیر مقدر کیا

جائے نہ کہ تین بار سبحان اللہ کے ساتھ۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۱/۱/ ۱۳۹۵ھ

یہ استفتاء مع جواب حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بغرض تحقیق وتصویب بھیجا گیا۔ حضرت والا رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہٗ نے درج ذیل جواب رقم فرمایا۔

احقر محمد انور مرتب خیر الفتاویٰ

بگرامی خدمت حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کرے کہ مزاجِ گرامی بخیر وعافیت ہوں۔ آمین۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے پہلے غور طلب فتاویٰ کا ایک تھیلا الگ رکھا ہوا تھا۔ جو حادثۂ وفات کے ہنگامے میں بے جا رکھا گیا۔ اور مدتِ مدید کے بعد دستیاب ہوا۔ اس میں آنجناب کا یہ مکتوب بھی تھا۔ اب یہ احقر کے سامنے آیا۔ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی سے تو اب محرومی ہو چکی ہے۔ لیکن جہاں تک احقر نے آنجناب کی تحریر پر غور کیا وہ نہایت موجہ معلوم ہوئی۔ احقر اس سے پوری طرح متفق ہے۔ البتہ احتیاطاً اس مسئلے کو دوسرے اہل علم کی مجلس میں رکھ کر اگر اس کی تصویب ہوگئی تو اس موضوع پر امداد الفتاویٰ کی جلد اول میں جو حاشیہ احقر نے لکھا ہے ان شاء اللہ اس میں ترمیم کر دوں گا۔ والسلام

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

دارالعلوم کراچی ۱۴ : ۱۲ / ۳ / ۱۴۰۰ھ

مسئلہ مرسلہ میں آپ کی تحقیق صحیح ہے آپ کیلئے دل سے دعا کرتا ہوں اور اپنے لئے دعا جو ہوں۔

فقط والسلام علیکم ۔ رشید احمد عفا اللہ عنہ

دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی۔ ۱۳ محرم ۹۵ ۱۳ھ

استفسار: ہذا کی تکمیل کے بعد ایک محترم علمی شخصیت نے توجہ دلائی کہ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ نے بھی "تعلیم الاسلام" میں زمن کثیر کی مقدار تین بار سبحان ربی العظیم کہہ سکنا تحریر فرمائی ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک "تعلیم الاسلام" سے وہ سوال و جواب بلفظہ منقول ہے۔

سوال: اگر ستر کا کوئی حصہ بلا قصد کھل جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر چوتھائی عضو کھل جائے اور اتنی دیر کھلا رہے جتنی دیر میں تین بار سبحان ربی العظیم کہہ سکے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اگر کھلتے ہی فورًا ڈھانک لیا تو نماز صحیح ہو جائے گی۔ (تعلیم الاسلام، ص ۷۵)

کتنی مالیت کی چیز ضائع ہو رہی ہو تو نماز توڑنا درست ہے

بہشتی زیور میں ہے۔

"جب ایسی چیز کے ضائع ہونے یا خراب ہو جانے کا ڈر ہو جس کی قیمت تین چار آنے ہو تو اس کی حفاظت کے لئے نماز کا توڑ دینا درست ہے" ج ۲، ص ۲۷۔

کیا اب بھی یہی حکم ہے کہ اتنی مالیت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ سکتے ہیں؟

الجواب: اصل مسئلہ یہ ہے کہ ایک درہم کی مالیت کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو نماز توڑ دینا درست ہے۔ تالیف بہشتی زیور کے وقت درہم کی مالیت تین چار آنے تھی کیونکہ چاندی کا بھاؤ تقریبًا ایک روپیہ تولہ تھا اور درہم کا وزن تقریبًا تین ماشہ ایک رتی تھا۔ لیکن اب چاندی مہنگی ہے تو اب کے بھاؤ میں تین ماشہ ایک رتی چاندی کی قیمت لگائی جائے گی۔ مثلاً اگر چاندی کا نرخ بیس روپے تولہ ہو تو درہم کی مالیت تقریبًا سوا پانچ روپے ہوگی۔ پس اتنی قیمت کی چیز ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ دینا درست ہوگا

رجل قام الی الصلوۃ فسرق منہ شئ قیمتہ درہم لہ ان یقطع الصلوۃ ویطلب السارق سواء کانت فریضۃ او تطوعا لان الدرہم مال۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۵۷)۔

فقط واللہ اعلم بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان: ۲ / ۴ / ۱۴۰۲ھ

ما يتعلق بالسنن والنوافل

عشاء کی دو سنتوں اور وتروں کے درمیان دو نفل کا ثبوت

عشاء کے چار فرضوں کے بعد دو سنتوں اور وتروں کے درمیان جو دو نفل پڑھے جاتے ہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اگر ہیں تو اس کا ثبوت اور سند کیا ہے؟

الجواب: عشاء کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور غیر مؤکدہ چار ہیں یا دو۔ کما فی الدر المختار ویستحب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدها بتسليمة وان شاء ركعتين وقال العلامة الشامی کذا عبّر فی منیة المصلی وفی الامداد عن الاختیار یستحب ان یصلی قبل العشاء اربعا وقیل رکعتین وبعدها اربعا الخ والظاهر ان الرکعتین المذکورتین غیر المؤکدتین۔ درمختار مع الشامی ج۱، ص۴۹۸)۔

حدیث بھی اس کی فضیلت میں وارد ہوئی ہے۔

نفی البدائع عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ قال من صلی بعد العشاء اربع رکعات کنّ له کمثلهن من لیلة القدر۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ۱۳/ ۱۰/ ۱۳۷۷ھ

کیا صلوۃ الاوابین چاشت کی نماز ہے

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ لکھتے ہیں ۔

" نمازِ ضحیٰ یا چاشت جب آفتاب پورب کی طرف سے اتنا اونچا ہو جائے جتنا ظہر کے وقت میں پچھم کی طرف ہوتا ہے اس وقت نوافل پڑھی جاتی ہیں اور یہی صلوۃ الاوابین ہے جس کا تذکرہ خاص فضیلت کے ساتھ احادیث میں آیا ہے ۔ اب غلطی سے لوگ مغرب کے بعد کے نوافل کو " صلوۃ الاوابین " کہنے لگے ہیں ۔ یہ کم سے کم چار اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں "

(سلاسل طیبہ : ص ۲۷)

آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے ؟

الجواب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق جو سلاسل طیبہ میں مذکور ہے صحیح ہے حقیقت میں صلوۃ الضحیٰ ہی صلوۃ الاوابین ہے اور عامۃ الناس مغرب کے نوافل کو صلوۃ الاوابین کہتے ہیں فضیلت ہر دو نمازوں کی ثابت ہے لہذا دونوں کو پڑھے ۔

جواب صحیح ہے ۔
بندہ عبدالرحمن غفرلہٗ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

دعاء استسقاء میں ہاتھوں کی کیفیت

صلوۃ استسقاء میں بوقت دعاء ہتھیلیاں زمین کی طرف اور ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرنے کا طریقہ سنت و مستحب ہے یا نہیں ؟

الجواب کتب احناف میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ دعاء استسقاء میں ظہر الکفین الی السماء ہوں ۔ بلکہ صحیح مسلم میں ایک روایت اس مضمون کی ص۲۹۳ میں موجود ہے ۔ جس پر شارح مسلم نے لکھا ہے ۔

قالت جماعة من اصحابنا (الشوافع) وغيرهم ان السنة في كل دعاء لرفع البلاء كالقحط وغيره ان يرفع يديه ويجعل ظهر كفيه الى السماء الخ

لیکن " طیبی " شارح مشکوۃ نے لکھا ہے ۔

" ان المراد منه الرفع البليغ بحيث صارت الكف الى السماء و عبره الراوی بهذا التعبير لا ان جعل ظهر كفيه الى السماء - الخ "

گویا ہاتھ اتنے اوپر اٹھائے کہ سر سے اوپر ہو گئے - بہرحال احناف نے اس باب میں اس طریق کو ذکر نہیں کیا۔ اس لئے لامحالہ احناف حدیث کو مؤول کہیں گے -

كما اوله الطيبى او بغير هذا التأويل هذا كله من عرف الشذى على جامع الترمذى باب صلوة الاستسقاء -

نیز اس کے علاوہ ابوداؤد نے سنن میں ایک روایت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ کی نقل فرمائی ہے

" قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سألتم الله فاسئلوه ببطون اكفكم ولا تسألوه بظهورها "

یہ علی العموم بالکل صریح ہے ۔ لہٰذا بلا کسی دلیل معتبر کے معروف طریقۂ دعاء کے خلاف نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی قاسم العلوم ملتان

الجواب صحيح : وفى الدعاء بظهر الكف عند رفع القحط لو فعله احد من العلماء لا ينكر عليه لانه مختلف فيه والوسعة فى المختلفات اولى - فقط والله اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۳ / ۳ / ۱۳۷۳ھ

سنن و نوافل گھر میں افضل ہیں یا مسجد میں

فرائض کے علاوہ دیگر سنن و نوافل کو گھر میں ادا کرنے سے زیادہ ثواب ملے گا یا مسجد میں پڑھنے سے ؟

الجواب تراویح کے علاوہ دیگر سنن و نوافل کو گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے لیکن اگر گھر میں علیحدہ جگہ نہ ہو یا بچوں کے شور کی وجہ سے خشوع و خضوع میں نقصان آئے تو پھر مسجد میں پڑھنا بہتر ہوگا - والافضل فى النفل غير التراويح

المنزل الا لخوف شغل عنها والاصح افضلية ما كان اخشع و اخلص اھ (شامیة ج ۱ ص۶۳۸) - فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ
۴ / ۵ / ۱۳۸۵ھ

نوافل کی چار یا اس سے زائد رکعات ایک ہی قعدہ سے ادا کرنے کا حکم

۱ :- چار یا چھ یا زائد رکعتوں کو ایک ہی قعدہ سے ادا کیا جائے تو کیا حکم ہے جب کہ اس نے نیت بھی چار یا چھ یا زائد رکعتوں کی کی ہے - آیا تمام رکعات صحیح ہوجائیں گی یا بعض ؟ یا تمام باطل ولغو ؟ باحوالہ تحریر فرمائیں -

۲ : دو، چار یا زائد نفلوں کی نیت کی اور پھر قعدۂ اخیرہ سے اٹھ کھڑا ہوا - تو آیا سب کو صحیح قرار دیں گے یا رکعاتِ ملحقہ کو یا بعض رکعاتِ منویہ اور بعض رکعاتِ ملحقہ یا کل رکعاتِ ملحقہ کو صحیح کہیں گے یا تمام رکعاتِ منویہ کو باطل و فاسد قرار دیں گے - بصورتِ فساد کتنی رکعات کی قضاء لازم آئے گی ؟

محمد طاہر رحیمی

الجواب

۱ و ۲ :- کتبِ فقہ میں نوافل کے بارے میں یہ حکم ہے کہ دن کے نفلوں میں چار سے زیادہ اور رات کے نفلوں میں آٹھ سے زیادہ ایک نیت سے پڑھنا مکروہ ہے - پس معلوم ہوا کہ دن کو چار رکعت اور رات کو آٹھ رکعت ایک نیت سے پڑھنا بدون کراہت کے درست ہے - لیکن قعدہ ہر دو رکعات کے بعد کرنا چاہیے - البتہ اس سے زیادہ مکروہ ہے - اور اس مکروہ سے مراد مکروہِ تنزیہی ہے - کیونکہ شامی میں ہے کہ بعض مشائخ اس کو استحساناً مکروہ نہیں کہتے - وكل ذالك من الشامية : ج ۱، ص۴۷۴) -

صحت و فساد کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ اگر اس کا یہ عمل نوافل میں ہے تو نوافل کی تمام رکعات صحیح ہوجائیں گی - اور اگر تراویح میں ایک ہی قعدہ کرکے بیس رکعات تراویح پڑھی ہیں تو ایک ہی شفعہ شمار ہوگا - طحطاوی میں ہے -

قوله لانها صارت من ذوات الاربع هذا الكلام صريح فى

انما تحسب بتمامها الی قوله فالمعنی انما تنوب عن رکعتین من التراویح وان کانت تحسب له عشرین نافلۃ فتدبر (ص۲۱۶)۔
البتہ ترکِ قعود علی الرکعتین کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ مراقی الفلاح میں ہے۔
" ویجبر ترک القعود علی الرکعتین ساھیا بالسجود ۔ اھ (ص۲۱۴)۔

فقط واللہ اعلم	الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ	خیر محمد عفا اللہ عنہ ۴/۱۲/۱۳۸۸ھ

سنن قبلیہ اور فرائض کے مابین دنیوی گفتگو سے ثواب میں کمی آجاتی ہے

ایک شخص صبح کی سنتیں دو رکعت پڑھ لے اور پھر جماعت کھڑی ہونے سے پہلے اگر تلاوت قرآن مجید یا کوئی اور ذکر و وظیفہ کرلے تو کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا کرنا ناجائز ہے لہذا خدمتِ شمایاں میں گزارش ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں اور کتبِ معتبرہ کے حوالہ جات درج فرمائیں۔
مولوی پیر محمد متعلم مدرسہ ہذا

الجواب سنن قبلیہ اور فرائض کے درمیان تلاوتِ قرآنِ مجید یا کوئی ذکر و وظیفہ ناجائز نہیں۔ البتہ ان کے درمیان اشتغال بالبیع والشراء یا کھانے وغیرہ کے متعلق فقہاءِ کرام رح سے دو قول منقول ہیں۔ ایک یہ کہ سنتیں باطل ہوگئیں ان کا اعادہ کرے۔ دوسرا یہ کہ اس سے ثواب تو کم ہوجاتا ہے مگر اعادہ کی ضرورت نہیں۔ دنیوی باتیں بھی بیع وغیرہ کے حکم میں ہیں لیکن تلاوت وغیرہ اس میں داخل نہیں۔ لہذا اس سے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

کما فی الشامیۃ : ج ۱ ص ۶۳۶ : ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطها ولکن ینقص ثوابها وقیل تسقط وکذا کل عمل ینافی التحریمۃ علی الاصح ۔

خلاصۃ الفتاوی : ج ۱ ص ۶۲ ۔ میں ہے ۔

ولو صلی رکعتی الفجر او الاربع قبل الظهر واشتغل بالبیع والشراء او الاکل فانه یعید السنۃ اما باکل لقمۃ اوشربۃ

لا یبطل السنۃ قال رضی اللہ عنہ وھذا مشکل لانہ لا روایۃ فیہ اصلاً۔ اھ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق عفرلہ
۲۷ / ۱۰ / ۱۳۸۴ھ

صلوۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ

صلوۃ التسبیح کی شرعاً کیا کیفیت ہے؟ اور اس کے پڑھنے کی صحیح ترکیب کیا ہے؟

از اندرون خانہ حافظ محمد نصراللہ خان خاکوانی ملتان

الجواب: صلوۃ التسبیح مستحب ہے اور اس نماز کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے۔ اور سبحانک اللھم اور الحمد اور سورۃ جب سب پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے ہی پندرہ دفعہ یہ دعا پڑھے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر رکوع میں جاوے اور سبحان ربی العظیم کہنے کے بعد دس دفعہ پھر یہی پڑھے۔ پھر رکوع سے اٹھے۔ اور سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے۔ پھر سجدہ میں جاوے اور سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے۔ پھر سجدہ سے اٹھ کر دس دفعہ پڑھے۔ اس کے بعد دوسرا سجدہ کرے اس میں بھی دس دفعہ پڑھے۔ پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے اور دس دفعہ پڑھ کر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جاتے۔ اسی طرح دوسری رکعت پڑھے۔ اور جب دوسری رکعت میں التحیات کے لئے بیٹھے تو پہلے یہی دس دفعہ پڑھے، پھر التحیات پڑھے۔ اسی طرح چاروں رکعات پڑھے۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
۲۱ / ۸ / ۱۳۷۸ھ

دعاء استسقاء الٹے ہاتھ سے ہو یا سیدھے ہاتھ سے

استسقاء کی دعاء ہمارے ملک میں سیدھے ہاتھ سے کی جاتی ہے۔ اور بہت سی

کتابوں میں الٹے ہاتھوں کیا تھا لکھا ہے۔ المستفتی بسم اللہ جان خان پشاور

الجواب: الٹے ہاتھ سے دعاء کرنا بھی وارد ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ استسقٰی فاشار بظھر کفیہ الی السماء۔ (مسلم فتح ص ۴۴۲ ج ۱)۔

اور "فتح الملہم" ہی میں ہے کہ۔

فی المبسوط عن محمد بن الحنفیۃ قال الدعاء اربعۃ دعاء رغبۃ ودعاء رھبۃ و دعاء تضرع و دعاء خیفۃ ففی دعاء الرغبۃ یجعل بطن کفیہ نحو السماء و فی دعاء الرھبۃ یجعل ظھور کفیہ الی وجھہ کالمستغیث من الشئی۔

پس الٹے ہاتھ دعاء مانگنے والوں پر استسقاء میں نکیر نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نہ فقط اس کو ہی مسنون سمجھے۔ بلکہ دوسری دعاؤں کی طرح سیدھے ہاتھوں دعاء مانگنا بھی درست ہے۔

فقط واللہ اعلم	الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۱/۱/۱۳۹۱ھ

وتروں کے بعد نوافل کا ثبوت

یہ خط ایک مسئلہ کے سلسلہ میں لکھ رہا ہوں جو کہ ان دنوں درپیش ہے۔ ہم حنفی مسلک کے مقلد ہیں۔ اور عشاء کی سترہ رکعتیں ادا کرتے ہیں جن میں کہ وتر کے بعد دو نفل ہوتے ہیں۔ بسبب کہ ہمارے ہاں کے ایک مولوی صاحب اس بات کو سختی سے رد کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پاکستان میں جو عشاء کے آخری دو نفل وتروں کے بعد ادا کئے جاتے ہیں سراسر بدعت ہیں۔ کیونکہ ایک حدیث مبارک کے مطابق عشاء کی آخری نماز وتر ہونی چاہیئے۔ اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔ اس بات سے مکمل آگاہی کے لئے میری نظر آپ کے مدرسہ پر ہی پڑی۔ براہ کرم اس مسئلہ پر تحقیقی روشنی ڈالیں۔ ؟

الجواب: وتروں کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں ہے۔

" ثم يصلى ركعتين بعد ما يسلّم وهو قاعد فتلك احدى عشرة ركعة" اھ (نيل الاوطار : ج ۳ ، ص۲۲)۔

حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا میں ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرکع رکعتین بعد الوتر۔ اھ (نیل : ج ۳ ، ص۲۰)۔ اخرجہ احمد عن طریق غیرھا۔ قال الترمذی وقد روی نحو ھذا عن ابی امامۃ و عائشۃ و غیر واحد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھ (نیل : ج ۳ ، ص۳۳)۔

و روی الدارقطنی نحوہ من حدیث انس رضی اللہ عنہا (ایضاً)

الغرض یہ حدیث حضرت عائشہ رضؓ حضرت ام سلمہؓ، ابو امامہؓ ، حضرت انس رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ کرام رضؓ سے مروی ہے۔ پس وتر کے بعد ان دو نفلوں کا پڑھنا بدعت نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہے۔

ابن القیم رحؒ نے لکھا ہے کہ یہ دو نفل دوسری حدیث "عشار کی آخری نماز وتر ہونی چاہیئے" کے خلاف نہیں۔ بلکہ نماز وتر کی تکمیل کے لئے ہیں۔ جیسے سنتیں فرائض کی تکمیل کے لئے ہیں۔

ابن القیم رحؒ لکھتے ہیں۔

وقد اشکل ھذا یعنی حدیث الرکعتین بعد الوتر علی کثیر من الناس فظنوہ معارضا لقولہ علیہ السلام" اجعلوا اخر صلوتکم باللیل وترا " ثم حکی عن مالک و احمد ما تقدم وحکی عن طائفۃ ما قدمنا عن النووی ثم قال والصواب ان یقال ان ھاتین الرکعتین تجریان مجری السنۃ وتکمیل الوتر فان الوتر عبادۃ مستقلۃ ولا سیما ان قیل بوجوبہ فتجری الرکعتین بعدہ مجری سنۃ المغرب من المغرب فانھا وتر النھار والرکعتان بعدھا تکمیل لھا فکذالک الرکعتان بعد وتر

اللیل ۔ اھ ۔ (نیل الاوطار ، ج ۳ ،ص ۳۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیرالمدارس ملتان : ۱۶/۱۰/۱۴۰۱ھ

صبح کی سنتوں کے بعد لیٹنے کا حکم

کیا علماء اہل سنت احناف کے نزدیک صبح کی سنتوں کے بعد کسی ایک کروٹ پر لمحہ بھر کے لئے لیٹنا مسنون ہے ۔ اور جن احادیث میں اس کا ثبوت آتا ہے وہ کس درجہ کی احادیث ہیں ؟

الجواب: مسنون نہیں ۔ اور گھر میں سنتیں پڑھ کر شب بیداری کی تکان دور کرنے کے لئے تھوڑا سا لیٹ لے تو جائز ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آرام فرمانا اسی پر محمول ہے ۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سنتوں سے قبل اور کبھی بعد میں آرام فرمایا ۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا وصلی الرکعتین ثم یضطجع حتی یأتیہ المؤذن فیؤذنہ بصلوۃ الصبح فیصلی رکعتین خفیفتین ثم یخرج الی الصلوۃ الخ (اخرجہ ابوداؤد ج۱ ص۱۷۹)

اس حدیث میں سنت فجر سے پہلے اضطجاع مذکور ہے ۔ اور جس قولی حدیث میں فلیضطجع علی یمینہ کے الفاظ ہیں یہ غیر محفوظ ہے ۔

قال البیہقی ان کونہ من فعلہ اولی ان یکون محفوظا کما فی النیل ، ج۲ ،ص۲۶۱)۔

علاوہ ازیں اس کی سند میں ایک راوی عبدالواحد ہے ۔ جس کی یحیٰ بن قطان ، ابوداؤد طیالسی اور ابن معین وغیرہ نے تضعیف کی ہے ۔ (نیل الاوطار ، ج ۲ ،ص ۲۶۱) ۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیرالمدارس ملتان ۱۵/۱/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیرالمدارس ملتان

صلوٰۃ التسبیح روایاتِ حسنہ سے ثابت ہے

آیا صلوٰۃ التسبیح کا ثبوت شرع شریف میں ہے یا نہیں۔ ہمارے قصبہ میں ایک عالمِ دین انکار کرتے ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ احادیث کمزور آتی ہیں۔ برائے نظرکرم اس صورتِ مسئلہ کی توضیح کتاب وسنت کی روشنی میں فرمائیں اس نماز "صلوٰۃ التسبیح" پڑھنے کی ماثبت بالسنۃ والی حیثیت وفضیلت اور اس کا انکار کرنے والوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے صحیح احادیث کو محض ڈینگ مار کر موضوع قرار دینے والوں کا انجام کیا ہوگا؟

الجواب صلوٰۃ التسبیح متعدد حضرات سے منقول ہے۔ جن میں چند ایک یہ ہیں۔ ۱: حضرت عبداللہ ابن عباس رض۔ ۲: حضرت عباس رض۔ ۳: حضرت ابو رافع رض۔ ۴: حضرت عبداللہ بن عمر رض۔ ۵: حضرت جعفرؓ ابن ابی طالب۔ ۶: حضرت علیؓ ابن ابی طالب۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔ اس سلسلہ میں درجۂ حسن کی روایات موجود ہیں صرف ابن جوزی نے ان احادیث کو موضوع کہا ہے۔ لیکن محدثین نے ابن جوزی کی سختی سے تردید کی ہے۔

قال فی درجات مرقاۃ الصعود افرط ابن الجوزی فاورد هذا الحديث في الموضوعات قال الحافظ ابن حجر في كتاب الخصال المكفرة اساء ابن الجوزي بذكر هذا الحديث في الموضوعات - (بذل المجهود ، ج ۲ ، ص ۲۷۷)-

اعمالِ صالحہ سے بغیر توبہ کے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرہ کی معافی کیلئے توبہ شرط ہے۔ صلوٰۃ التسبیح والی حدیث میں کبیرہ کا معنی محدثین رح نے صغیرہ گناہوں میں سے بڑے مراد لئے ہیں۔ جیسے سیاہی کے درجات مختلف ہیں ایسے ہی صغیرہ گناہوں کو سمجھ لیں۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

ولعل المراد بالكبيرة ما هو من افراد الصغائر فان الصغائر في افرادها تشكيك - (بذل المجهود ، ج ۲ ، ص ۲۷۶) - فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی۔
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	۱۲ر شوال ۱۴۰۲ھ

قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ باندھے جائیں یا کھلے رکھے جائیں

ایک امام مسجد صاحب دعاء قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ باندھتے ہیں اور اس کے مقتدی بھی۔ اور یہ کہتے ہیں کہ یہی بات قوی اور معتبر ہے۔ آیا یہ بات صحیح ہے یا نہ۔ نیز ہاتھ باندھ کر دعاء پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہ۔ اور مقتدیوں کو آمین آہستہ یا بآوازِ بلند کہنے میں احتیاط ہے یا آہستہ ہی کہنا چاہئے؟

المستفتی سراج احمد شجاع آباد

الجواب قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ چھوڑے رکھنے معمول اسی طرح ہے۔ اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند" میں بھی یہی لکھا ہے۔ لیکن فقہاء کے اس ضابطہ "وھو سنۃ قیام لہ قرار فیہ ذکر مسنون۔ فیضع حالۃ الثناء وفی القنوت وتکبیرات الجنازۃ" (ج ۱ ص۴۵۵ شامی) سے بظاہر ہاتھ باندھنے کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے ہاتھ باندھنے اور چھوڑنے میں جھگڑا کرنا مناسب نہیں۔ دونوں امر جائز معلوم ہوتے ہیں۔ ہاتھ باندھ کر قنوتِ نازلہ پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، نماز ہو جائے گی۔ آمین آہستہ کہنا اولیٰ ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۸/۱۰/۱۳۹۱ھ

ظہر کی قبلیہ سنتیں درمیان میں چھوڑ دیں تو چار کی قضاء لازم ہوگی

ظہر کی قبلیہ سنتیں پڑھ رہا تھا کہ جماعت کھڑی ہو گئی درمیان میں چھوڑ دیں تو کتنی قضاء ادا کرے؟

الجواب چار قضاء کرے۔ اما اذا شرع فی الاربع التی قبل الظہر وقبل الجمعۃ او بعدھا ثم قطع فی الشفع الاول اوالثانی یلزمہ قضاء الاربع بالاتفاق۔ اھ (شامیہ ج ۱ : ص۶۶۴)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳/۵/۱۴۰۰ھ

صلوٰۃ الاستسقاء کا مسنون طریقہ

ا : آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز استسقاء کا مسنون طریقہ کیا ثابت ہے ؟

۲ : موجودہ زمانہ میں کون سا طریقہ فقہاء حنفیہ کا مختار ہے ؟

۳ : استسقاء کے لئے دو رکعت نماز انفراداً ہونی چاہیئے یا باجماعت ، یا پھر دونوں صورتوں میں جمع کیا جائے کہ پہلے تو دو رکعت اکیلے اکیلے پڑھ لیں اور پھر دو رکعت جماعت سے ۔ تینوں میں بہتر طریقہ اور سنت کے اقرب کونسا ہے ؟

۴ : ہمارے علاقہ میں یہ طریقہ معمول بہا رہا ہے کہ پہلے دو رکعت انفراداً پڑھ لیتے تھے اور اس کے بعد دو رکعت جماعت سے ، پھر خطبہ ۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسا عمل ثابت ہے ؟

مولوی سراج الدین ۔ ڈی آئی خان ۔

الجواب

اصل سنت استسقاء کے لئے دعاء و استغفار ہے ۔ کیونکہ جب بھی ایسا موقعہ پیش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء و استغفار ضرور فرمایا ۔
(یہی امام صاحب رح کا مذہب ہے) ۔ گاہے اس کے ساتھ نماز بھی پڑھی ہے ۔

كما رواه الترمذى عن ابن عباس رض وكما رواه الستة من حديث عبد الله بن زيد رض بن عاصم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج بالناس يستسقى فصلى بهم ركعتين ۔ (ج ۱ : ص ۱۲۴) ۔

اور کبھی صرف دعاء و استغفار پہ اکتفاء کیا ہے اور نماز پڑھنا منقول نہیں ۔

كما فى الصحيحين من حديث انس بن مالك رض وكما رواه ابن ماجة عن ابن عباس رض والشافعى فى الام عن ابن عمر رض وايضا صح عن عمر رضى الله تعالى عنه انه لم يصل ولم يخطب الخ ۔ (كبيرى ص ۴۰۸) ۔

۲ و ۳ :۔ استسقاء کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ نماز باجماعت دو رکعت پڑھ لی جائے پھر حسب معمول دعاء وغیرہ کی جائے ۔ امام صاحب کو چاہیئے کہ قلب رداء بھی کرے

کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جو جماعت کی نفی کررہے ہیں اس سے مراد نفیٔ جواز و استحباب نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہونے کی نفی مقصود ہے۔

کما فی الشامیة : ج ۱ : ص ۷۹۱ :۔ وذکر فی الحلیة ان ماذکرہ شیخ الاسلام یعنی جواز الجماعة بلاکراھة متجه من حیث الدلیل فلیکن علیه التعریل اھ قال فی شرح المنیة الکبیر بعد سوقه الاحادیث والأثار فالحاصل ان الاحادیث لما اختلفت فی الصلوٰة بالجماعة وعدمها علی وجه لا یصح به اثبات السنیة لم یقل ابوحنیفة بسنیتها ولا یلزم منها قوله بانها بدعة کما نقله عنه بعض المتعصبین بل ھو قائل بالجواز قلت والظاھر ان المراد به الندب والاستحباب لقوله فی الھدایة قلنا انه فعله علیه السلام مرة وترکه مرة اخری فلم یکن سنة ای لان السنة ما واظب علیه والفعل مرة مع الترک اخری یفید الندب۔

طحاوی شریف میں صلوٰۃ باجماعت کے بارے میں ہے۔

فثبت بما ذکرنا ان صلوٰۃ الاستسقاء سنة قائمة لاتنبغی ترکھا۔ اھ (ج ۱ : ص ۱۶۱)۔

وفی العرف الشذی فلا تکون سنة الخ اقول لا تکون سنة مؤکدة والا فمطلق السنیة والاستحباب لایمکن انکارہ الخ۔ (ص ۲۴۲)۔

قلب رداء کے بارے میں امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے۔ کذا فی الشامیة ج ۱ ص ۷۹۱ واختارہ القدوری کبھی صلوٰۃ انفراداً پر بھی اکتفاء کرلیا جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن دونوں کو جمع کرنا ثابت نہیں۔ اسے ترک کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی	الجواب صحیح : بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
خیرالمدارس ملتان ۳/۲/۱۳۸۲ھ	مفتی خیرالمدارس ملتان

تہجد کی رکعات جتنی پڑھ سکیں پڑھ سکتے ہیں

تہجد کی نماز کے لئے نوافل کی تعداد کتنی ہونی چاہیئے -۲- قرآت جہرًا ہو یا کہ سرًّا، افضل کون سی ہے ؟

الجواب تہجد کی نماز بہت ہی فضیلت والی اور متبرک نماز ہے - اس لئے جتنی ہو سکے ادا کرنا چاہیئے - کم از کم دو رکعتیں - آٹھ رکعت تک پڑھ سکتا ہے - بلکہ اس سے زائد بھی پڑھ سکتا ہے -

و منتھی تھجدہ علیہ السلام ثمانی رکعات و اقلہ رکعتان کذا فی فتح القدیر (عالمگیری ؛ ج ۱ ص ۵۹)- وفی الطحطاوی الذی فی الحاوی القدسی ان اقلہ رکعتان و اکثرہ ثمان لما روی انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یصلی خمس رکعات منہا الوتر ثلاث وروی سبع وروی تسع وروی احدی عشرۃ و ثلاثۃ عشر رکعۃ بالوتر من الجمیع - (ص ۲۱۷)-

۲ : قرآت جہرًا بھی جائز ہے اور آہستہ بھی - فقط واللّٰہ اعلم

الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللّٰہ عنہ رئیس الافتاء خیر المدارس ؛ ملتان

بندہ محمد عبداللّٰہ عفا اللّٰہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

تہجد کے نوافل کیلئے کوئی سورۃ مخصوص نہیں

تہجد میں سورۃ اخلاص کو بار بار تین، یا پانچ، سات مرتبہ پڑھنا بہتر ہے یا کوئی اور سورۃ مثلاً سورۂ یٰسین سورۂ ملک وغیرہ

الجواب نمازِ تہجد کے لئے سورۃ اخلاص یا کسی دوسری سورۃ کی شرعًا کوئی تعیین نہیں جو سورتیں یاد ہوں سب پڑھ سکتے ہیں - سورۂ یٰسین، سورۂ ملک کا پڑھنا سورۃ اخلاص کے تکرار سے بہتر ہے - ہدایہ میں ہے - لیس فی شئ من الصلوۃ قرأۃ سورۃ بعینہا لا یجوز غیرہا لاطلاق ماتلونا ویکرہ ان یوقت بشئ من القران لشئ من الصلوات لما فیہ من ھجر الباقی وایہام التفضیل - (ج ۱ ص ۱۰۰)- فقط واللّٰہ اعلم -

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللّٰہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

بندہ محمد عبداللّٰہ عفا اللّٰہ عنہ نائب مفتی جامعہ ہذا -

صلوۃ التسبیح جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے

جب بندہ سعودی عرب آیا تو ہم چند دوست مل کر صلوٰۃ التسبیح پڑھ لیا کرتے تھے۔ تقریبًا دو سال قبل کسی دوست نے ہمیں کہا کہ صلوۃ التسبیح با جماعت جائز نہیں، تب بھی ہم پڑھ لیا کرتے تھے۔ مگر ایک اور دوست نے بھی ہمیں منع کیا کہ صلوۃ التسبیح کی نماز با جماعت جائز نہیں۔ آپ سے التماس ہے کہ با جماعت پڑھی جائے یا الگ الگ پڑھی جائے؟

الجواب صلوۃ التسبیح اکیلے اکیلے پڑھا کریں جماعت کرانا مکروہ ہے۔

ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکرہ ذالک لو علی سبیل التداعی۔ اھ (درمختار علی الشامیة ج ۱ - ص ۶۶۳)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

صلوٰۃ التسبیح کے پہلے قعدہ میں درود و دعا پڑھنے کا حکم

چار رکعت نفل میں ہر دو رکعت کا حکم علیحدہ ہے یا نہیں؟ اگر علیحدہ ہے تو کیا صلوٰۃ التسبیح میں بھی یہی حکم ہے؟

الجواب صلوۃ التسبیح میں پہلے التحیات میں درود اور دعا پڑھنا بہتر ہے ایسے ہی تیسری رکعت کے شروع میں سبحانک اللھم بھی پڑھا جائے۔ غیر مؤکدہ سنن اور نوافل کا یہی حکم ہے۔

وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ۔ اھ۔ (درمختار علی الشامیة، ج ۱ ص ۶۲۳)

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان	ملتان - ۲۹ / ۶ / ۱۴۰۰ھ

صلوٰۃ التسبیح میں تیسرا کلمہ کہاں تک پڑھا جائے

صلوٰۃ التسبیح میں تیسرا کلمہ اللہ اکبر تک پڑھا جائے یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھی پڑھا جاتا ہے ؟

الجواب

شامی میں ہے کہ صلوٰۃ التسبیح میں تیسرا کلمہ " اللہ اکبر " تک پڑھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ " لاحول ولا قوۃ الا باللہ " تک پڑھے۔

وفی روایۃ زیادۃ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اھ (شامی: ج ۱ ص ۴۶۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۳/۱۰/۱۳۹۹ھ

صلوٰۃ التسبیح ایک دن میں ایک دفعہ سے زیادہ پڑھنا بھی ثابت ہے

ایک صاحب ہر نماز کے ساتھ صلوٰۃ التسبیح پڑھتے ہیں۔ حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر روز ایک دفعہ یا ہفتہ میں ایک دفعہ یا مہینہ میں ایک دفعہ یا سال میں ایک دفعہ یا عمر میں ایک دفعہ پڑھی جائے، کیا یہ عمل خلاف دین ہے ؟ کیونکہ حدیث شریف میں زیادہ سے زیادہ دن میں ایک مرتبہ کی ترغیب آئی ہے۔ اور وہ صاحب روزانہ پانچ مرتبہ پڑھتے ہیں۔ کیا یہ صوم وصال کی طرح نہیں ہوجاتا ؟

المستفتی مولوی محمد اشرف صاحب

مدرسہ اشرف المدارس : ہارون آباد : بہاولنگر

الجواب

صلوٰۃ التسبیح ایک دن رات میں ایک سے زائد مرتبہ بھی پڑھی جاسکتی ہے اور صوم وصال پر قیاس صحیح نہیں۔ کیونکہ وہاں نہی کا منشاء عدم استطاعت ہے۔ لیکن اس کا اس قدر التزام کرنا اور ضروری سمجھنا کہ کسی حالت میں بھی ترک نہ ہو درست نہیں۔

یفعلھا فی کل وقت لاکراھۃ فیہ او فی کل یوم او لیلۃ مرۃ والا ففی کل اسبوع ۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۶۴۳)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی خیر المدارس ملتان ۲۷/۶/۱۳۹۸ھ

سننِ غیر مؤکدہ اور نوافل کے ہر قعدہ میں تشہد کیساتھ درود و دعا کو بھی شامل کیا جائے

عصر اور عشاء کی نماز میں سنتِ غیر مؤکدہ کی دوسری رکعت میں تشہد کے بعد درود شریف و دعاء پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب سننِ غیر مؤکدہ میں دو رکعت پر درود شریف اور دعا پڑھنا اور تیسری رکعت کے شروع میں ثناء پڑھنا افضل ہے۔

وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ۔ (شامی ج ۱، ص ۶۳۳)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۱۵/۵/۱۴۰۳ھ

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا

صلوٰۃ الحاجت کے نوافل باجماعت پڑھنا منقول نہیں

ملک میں جو ہنگامی حالات گزر رہے ہیں اس کے لئے صلوٰۃ الحاجۃ کے نفل باجماعت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جملہ صاحبان نو زل شہر ملتان

الجواب جن نوافل کو باجماعت ادا کرنا چاہئے شریعت نے ان کی تعیین کر دی ہے درستگی حالات کے لئے باجماعت نوافل ادا کرنا کہیں منقول نہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں ایک وقت میں موجودہ حالات سے بھی زیادہ خراب حالات ہو گئے تھے مگر انہوں نے اس طرح نوافل باجماعت ادا نہیں کئے۔ انفراداً صلوٰۃ الحاجت پڑھی جائے تو بہتر ہے۔

ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہ ذالک اھ (شامی ج ۱ ص ۶۲۴)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

ظہر سے قبل سنت مؤکدہ چار ہیں یا دو

حدیث پاک میں ظہر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت سنت اور دو رکعت سنت پڑھنا آیا ہے۔ چار والی روایت حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اور دو والی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ ان دونوں روایتوں کی رو سے تو چار کا بھی جواز ہے اور دو کا بھی ؟

لوگوں میں جب یہ بات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ ہم پوچھ پاچھ کریں گے۔ دریافت کرنے پر انہیں چار ہی بتائی گئیں۔ اس پر انہیں مشکوۃ شریف دکھائی گئی۔ ایک حنفی دیوبندی عالم نے کہا کہ یہ دو والی روایت شوافع کے نزدیک ہے۔ حنفی اسے نہ پڑھیں۔

الجواب احناف کے نزدیک ظہر سے پہلے چار رکعت سنت ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یدع اربعا قبل الظہر وركعتين قبل الغداة۔ اھ (بخاری، ج ۱، ص ۱۵۷)۔

نیز حضرت علی رضؓ، حضرت عمر بن الخطاب رضؓ، حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ، حضرت براء بن عازب رضؓ، حضرت عبد اللہ بن السائب رضؓ، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی چار رکعت والی روایات منقول ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت کے بارے میں امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے دو نفل مراد ہیں۔

قال محمد ھذا تطوع وھو حسن۔ اھ (مؤطا امام محمدؒ)۔

نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے چار رکعت گھر میں پڑھی ہوں اور دو رکعت گھر کے علاوہ پڑھی ہوں۔ (بذل المجہود، ج ۲، ص ۲۵۸)۔

بعض حضرات نے ان احادیث میں اسطرح بھی تطبیق دی ہے کہ آپ گھر میں چار رکعات پڑھتے تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کو بیان فرما رہی ہیں۔ اور جب آپؐ مسجد میں جاتے تھے تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے تھے جسے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سنت ظہر سمجھا۔

(لمعات شرح مشکوٰۃ بحوالہ حاشیہ ابوداؤد : ج ۱، ص ۱۷۸)

صاحب بدائع نے چار رکعات پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع نقل کیا ہے ۔

عن عبیدۃ السلمانی ما اجتمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی شئی کاجتماعھم علی محافظۃ الاربع قبل الظھر وتحریم نکاح الاخت فی عدۃ الاخت ۔ اھ

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۸۵) ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲۱/۶/۱۴۰۲ھ

چاشت کی کتنی رکعات افضل ہیں

چاشت کی رکعتوں کی صحیح تعداد اور صحیح وقت کیا ہے ؟

الجواب چاشت کا بہتر وقت دس بجے سے گیارہ بجے تک کا ہے ۔ کم از کم دو رکعتیں زیادہ سے زیادہ بارہ اور درمیانہ درجہ آٹھ ہیں اور یہی افضل ہیں ۔

وندب اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد طلوع الی الزوال ووقتھا المختار بعد ربع النھار ۔ اھ وفی المنیۃ اقلھا رکعتان واکثرھا اثنا عشر ووسطھا ثمان وھو افضلھا ۔ اھ (شامیۃ ج ۱ ص ۶۳۹)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲/۱۱/۱۳۹۹ھ

قنوتِ نازلہ جنگ کے ساتھ مخصوص نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اب کفار سے تو کوئی جنگ نہیں مگر مسلمان مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچا رہے ہیں پورا ملک ابتری کا شکار ہے کسی کو چین و سکون نصیب نہیں ۔ ان حالات میں قنوتِ نازلہ پڑھنی چاہیے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو کوئی اور طریقہ تحریر فرمائیں ۔

۲ : اور یہ جو مشہور ہے کہ رات کو دو اڑھائی بجے مکان کی چھتوں پر چڑھ کر اذانیں دی جاتی

ہیں ان کے بارے میں بھی فتوٰی تحریر فرمائیں۔

المستفتی حاجی محمد صدیق وکٹوریہ مارکیٹ سکھر سندھ

الجواب قنوتِ نازلہ ان حالات میں بھی پڑھنی چاہیئے۔کیونکہ یہ جنگ کیلئے مخصوص نہیں۔بلکہ جب بھی مسلمانوں پر کوئی مصیبت آجائے یا فتنہ میں مبتلا ہوں تو اسے پڑھا جائے۔

وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الجھر الخ قال الامام الحافظ ابوجعفر الطحاوی انما لایقنت عندنا فی صلوۃ الفجر من غیر بلیۃ فان وقعت فتنۃ او بلیۃ فلا بأس بہ۔اھ (شامی ج ۱ ص ۶۲۸)۔

۲ : ایسے مواقع میں اذان کہنا منقول نہیں۔اس کی بجائے توبہ و استغفار کو لازم پکڑا جائے نیز اعمالِ صالحہ اختیار کئے جائیں ان کو حالات بدلنے میں خاص تاثیر حاصل ہے۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان۔	خیر المدارس ملتان ۲۳/۴/۱۳۹۷ھ

سنتِ مؤکدہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے کا حکم

سنتِ مؤکدہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ وضاحت سے ارشاد فرمائیں۔

الجواب سنن فجر کے علاوہ باقی سنتیں بیٹھ کر پڑھی جائیں تو درست تو ہو جائیں گی مگر اجر میں تخفیف ہوگی۔اور فجر کی سنتیں کھڑے ہو کر ہی پڑھی جائیں۔درمختار میں ہے۔ ویتنفل مع قدرتہ علی القیام قاعدا الخ ابتداء وکذا بناء الخ وفیہ اجر غیر النبی علیہ السلام علی النصف الا بعذر۔اھ۔وفی الشامیۃ تحت شرحہ ای فی غیر سنۃ الفجر اھ (شامیہ ج ۱ ص ۵۱۵)۔فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔	ملتان ۲۷/۳/۱۳۹۶ھ

صلوۃ الاستسقاء کی کتنی رکعت ہیں

صلوۃ الاستسقاء دو رکعت ہے یا چار رکعت ؟ بعض چار پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام صاحبؒ اور صاحبینؒ دونوں کے قول پہ عمل کرتے ہیں۔ کیا ان کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک استسقاء میں نماز ضروری نہیں کیونکہ استسقاء دعاء و استغفار کا نام ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے دونوں طرح منقول ہے۔ آپؐ نے صرف دعاء پر بھی اکتفاء فرمایا ہے اور کبھی نماز بھی پڑھائی ہے۔ بناءً علیہ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک دو رکعت عید کی طرح پڑھی جائیں۔

لحديث عبد الله بن عامر بن ربيعه ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى فيه ركعتين كصلوة العيد . . . . الحديث

(بدائع ، ج ۱ ، ص ۲۸۲)۔

چار رکعت کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴/۱/۱۳۹۶ھ

مکروہ وقت میں نوافل پڑھنے کی نذر مانی تو کب پڑھے

ایک آدمی نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو فجر کے بعد اتنے نوافل پڑھوں گا۔ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس وقت نوافل مکروہ ہیں۔ پھر اس کا وہ کام ہوگیا۔ اب معلوم ہوا کہ اس وقت نوافل مکروہ ہیں۔ تو اب ان نوافل کو فجر کے بعد ادا کرے یا نہ ادا کرے ؟

المستفتی محمد لطف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب صورت مسئولہ میں اگر یہ نوافل فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے پڑھے جائیں گے تو ادا تو ہو جائیں گے مگر مکروہ وقت میں پڑھنے کا گناہ ہوگا۔ لہذا اس وقت

میں نہ پڑھے بلکہ ایسے وقت میں پڑھے جو مکروہ نہ ہو۔

ولو نذر ان یصلی فی الوقت المکروہ فادی فیہ یصح و یأثم و یجب ان یصلی فی غیرہ کذا فی البحر الرائق ۔اھ (عالمگیری ج ا ص ۲۷)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ : ۲۶ / ۱۰ / ۱۴۱۱ھ

وتروں کے بعد والے نفل کھڑے ہو کر پڑھے جائیں یا بیٹھ کر

کسی حدیث شریف سے ثابت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام وتروں کے بعد والے نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے ۔ عام آدمی کھڑے ہو کر ادا کرے یا بیٹھ کر۔ اگر کسی کا معمول کھڑے ہو کر پڑھنے کا ہو تو وہ کیسے کرے ؟

الجواب ضابطہ یہی ہے کہ نوافل بیٹھ کر ادا کرنے میں ثواب آدھا ملتا ہے ۔ آنحضرت علیہ السلام کی ذات گرامی اس سے مستثنیٰ تھی ۔آپ بیٹھ کر ادا فرماتے تھے تو بھی آپ کو مکمل ثواب ملتا تھا ۔

لہذا عام آدمی کا نوافل کھڑے ہو کر ادا کرنا افضل ہے چاہے کوئی نفل ہوں ۔مگر چونکہ مذکورہ نوافل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے ۔ لہذا اگر کوئی اتباع سنت کی نیت سے بیٹھ کر پڑھے تو امید ہے کہ اس نیت کی وجہ سے پورا ثواب مل جائے گا ۔

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلیھما بعد الوتر وھو جالس الحدیث (مشکوۃ ج ا ص ۱۱۳)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں ۔" نشستہ نوافل مستحب است " اھ (مالا بد منہ : ص ۶۷)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۱۹ / ۱ / ۱۳۹۹ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

تحیۃ المسجد پڑھنے کا وقت نہ ہو تو کیا پڑھے

زید ایسے وقت میں مسجد میں داخل ہوا کہ اس وقت نوافل پڑھنا مکروہ ہے تو ایسے وقت میں تحیۃ المسجد اس سے ساقط ہو جائیں گے یا اس کی تلافی کی کوئی صورت ہو سکتی ہے ؟

الجواب اگر تحیۃ المسجد پڑھنے کا وقت نہ ہو یا کسی اور وجہ سے نہ پڑھ سکے تو تحیۃ المسجد کی نیت سے "سبحان اللہ" "الحمد للہ" اور "درود شریف" پڑھ لے یہ بھی تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائیں گے۔

سن تحیۃ المسجد برکعتین یصلیهما فی غیر وقت مکروہ (مراقی الفلاح)۔ (فی غیر وقت مکروہ) فی القهستانی اذا دخل المسجد بعد الفجر او العصر لا یاتی بالتحیۃ بل یسبح ویهلل ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ حینئذ یؤدی حق المسجد کما اذا دخل للمکتوبۃ فانہ غیر مأمور بها کما فی التمرتاشی وفی الدر عن الضیاء عن القوت من لم یتمکن منها لحدث او غیرہ یقول کلمات التسبیح الاربع اربعا۔ اھ۔ وھی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اھ۔ (طحطاوی، ص ۲۱۵) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱/۴/۱۴۱۰ھ

مغرب کے فرض پڑھنے سے پہلے نوافل کا حکم

اذان مغرب کے بعد دو رکعت پڑھ کر مغرب کی نماز ادا کرنا کیسا ہے ؟

الجواب الف : عن طاؤس قال سئل ابن عمر رضی اللہ عنهما عن الرکعتین قبل المغرب فقال ما رأیت احدا علی

عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیہما - رواہ ابو داؤد -
(اعلاء السنن : ج ۲، ص ۴۷)- اسنادہ حسن قالہ النووی رح فی الخلاصۃ وفی آثار السنن اسنادہ صحیح - ج ۲، ص ۲۷ -

ب :- طبرانی میں ہے :-

صلوا صلوۃ المغرب مع سقوط الشمس - الحدیث رجالہ ثقات۔
(اعلاء السنن : ج ۲، ص ۴۹)-

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ غروب ہوتے ہی نماز مغرب ادا کرنی چاہیئے تاکہ کلمہ "مع" کے مقتضیٰ پر عمل ہو سکے -

ج : حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ازواج مطہرات رضؓ سے نماز مغرب سے قبل دو رکعتوں کے متعلق خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے بارے میں دریافت کیا - تو سب ازواج مطہرات رضؓ نے بیک زبان ہو کر کہا کہ آپ کا یہ معمول نہ تھا -

صرف حضرت ام سلمہ رضؓ نے فرمایا کہ میرے ہاں صرف ایک مرتبہ ادا کی تھیں حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا - یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا نماز ہے - اس پہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عصر سے قبل دو رکعتیں پڑھنا بھول گیا تھا - وہ اب پڑھی ہیں -

یہ روایت طبرانی میں موجود ہے - اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپؐ بھی دو رکعتیں قبل المغرب نہیں پڑھتے تھے -

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	۲۲	الجواب صحیح
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	۸۰/۴/۱ھ	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

نمازِ عید سے پہلے اور بعد میں نوافل کا حکم

۱ :- کیا نمازِ عصر کے بعد نمازِ نفل یا قضاء یا ادا ء پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

۲ : کیا نمازِ عیدین سے پہلے یا بعد اسی مقام پر یا عیدگاہ میں کسی قسم کے نفل یا نمازِ استسقاء پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر ایک امام و خطیب صاحب نمازِ عید کے بعد اسی مقام پر نفل پڑھے

اور پڑھنے کا حکم کرے۔ تو ایسے امام صاحب کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب ۱:۔ عصر کے بعد نوافل کی اجازت نہیں۔ قضاء نماز تغیرِ شمس سے پہلے پڑھنے کی اجازت ہے۔ مراقی میں ہے۔

ویکرہ التنفل بعد صلوۃ فرض العصر وان لم تتغیر الشمس لقوله علیه السلام لا صلوۃ بعد صلوۃ العصر حتی تغرب الشمس الحدیث (بخاری ومسلم: ص ۱۰۱)۔

اور ہدایہ میں ہے۔ ولا بأس بان یصلی فی هذین الوقتین الفوائت الخ (ج ۱: ص ۷۰)۔

۲: نمازِ عید سے قبل گھر یا مسجد یا عیدگاہ میں نوافل مکروہ ہیں۔ اور عید کی نماز کے بعد عیدگاہ میں مکروہ ہیں۔ البتہ گھر میں نوافل پڑھنے کی اجازت ہے۔ مراقی میں ہے۔

ویکرہ التنفل قبل صلوۃ العید ولو تنفل فی المنزل وکذا بعدہ ای العید فی المسجد شیئا فاذا رجع الی منزله صلی رکعتین (ص ۱۰۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

جماعت ہو رہی ہو تو فجر کی سنتیں پڑھنے کا حکم

فجر کی نماز ہو رہی ہے اور امام قرآت پڑھ رہا ہے تو کیا ایسی حالت میں مسجد کی حدود کے اندر سنتیں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب سنتیں گھر ادا کر کے جانا چاہیئے۔ خصوصاً جب کہ قیامِ صلوۃ کا وقت ہو چکا ہو۔ اگر گھر سے پڑھ کر نہیں آیا تو خارج مسجد میں جہاں ممکن ہو ادا کرلے۔ اگر خارجِ مسجد میں کوئی ایسا انتظام نہ ہو تو مسجد میں جماعت سے بعید کسی دیوار یا ستون وغیرہ کی آڑ میں ادا کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جماعت سے جتنا قریب ہوگا اتنا کراہت میں بھی اضافہ ہوگا۔ جتنا بعید

ہوگا اتنی کراہت میں بھی تخفیف ہوگی۔ کذا فی الشامیہ[1]۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

[1] والحاصل ان السنة فی سنة الفجر ان یأتی بها فی بیته والا فان کان عند باب المسجد مکان صلاها فیه والا صلاها فی الشتوی او الصیفی ان کان للمسجد موضعان والا فخلف الصفوف عند ساریة اھ وفی العنایة فان لم یکن علی باب المسجد موضع للصلوة یصلیها فی المسجد خلف ساریة من سواری المسجد واشدها کراهة ان یصلیها مخالطاً للصف مخالفاً للجماعة والذی یلی ذلك خلف الصف من غیر حائل۔ اھ ومثله فی النهایة والمعراج۔ اھ (شامی ج ۱، ص ۵۳۰)۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاوی

اذانِ مغرب کے دوران تحیۃ الوضوء پڑھنا

بکر نے وضوء کیا۔ مؤذن نے اذان دینا شروع کی۔ بکر نے دو رکعت نفل تحیۃ الوضوء کی نیت باندھ لی۔ اور اذان کے ختم ہونے تک بکر نے نفل پورے کر لئے۔ تو بکر کو نفل کا ثواب مل گیا یا نہیں ؟ اور مذکورہ طریق پر نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب (قال فی الهندیة) ومنها (ای من الاوقات المکروهة للنوافل) ما بعد غروب الشمس قبل صلوة المغرب (ج ۱ ص ۲۷)

اگرچہ نفل تو ہو جائیں گے لیکن اس وقت پڑھنے نہیں چاہئیں۔ بوقتِ اذان۔ اذان کا جواب دینا مسنون وضروری ہے۔ اس ضروری امر کو چھوڑ کر نوافل میں اشتغال نہ چاہیئے۔ خصوصاً

جب کہ مغرب سے قبل نوافل کو مکروہ لکھا ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

فجر کی سنتیں رہ جائیں تو سورج نکلنے کے بعد پڑھے

۱: فجر کی چھوٹی ہوئی سنتیں جماعت کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

۲: کیا یہ حدیث ترمذی و ابن ماجہ میں موجود ہے کہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی دو سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے۔

الجواب: ۱- فجر کی چھوٹی ہوئی سنتیں سورج نکلنے سے پہلے نہیں پڑھ سکتا۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعت غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم عمر بن الخطاب رض وکان من احبہم الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الصلوۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس وعن الصلوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس۔ (ترمذی، ج ۱، ص ۴۶)۔

۲: یہ حدیث ترمذی شریف، ج ۱، ص ۸۲ پر مذکور ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلیہما بعد ما تطلع الشمس۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء جامعہ خیرالمدارس
ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیرالمدارس
ملتان ۱ ۲۲/۷/۹۹ ۱۳ھ

نوافل میں تسبیح کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھ سکتے ہیں

زید نے مشکوٰۃ شریف باب السجود میں پڑھا ہے اور لوگوں کو بتایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سجدہ میں دعاء کیا کرو وہ مقبول ہو گی۔ اس کی اس بات کو کسی نے نہیں مانا۔ اور کہتے یہ ہیں کہ ہم تسبیح پڑھتے ہیں اور تسبیح چھوڑ کر دعاء کیسے کریں۔ لہٰذا اس مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً سبحان ربی الاعلیٰ۔ حکماً دعاء ہے۔ نیز نوافل میں ادعیہ ماثورہ اس تسبیح کے بعد پڑھنے کی اجازت ہے۔ ادعیہ غیر منقولہ کی بھی گنجائش ہے۔

کذا فی المرقات ۱، ج۲، ص ۳۱۲)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۰/۲/۱۴۰۴ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

عشاء سے پہلے چار رکعت سنت کا ثبوت

چار رکعت سنت قبل عشاء غیر مؤکدہ بیک سلام (جیسا کہ مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نماز حنفی میں لکھا ہے) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل یا کسی صحابہ رضٖ کے قول وفعل سے ثابت ہے۔ مدلل جواب سے تشفی فرمائیں تاکہ اپنے علاقہ کے غیر مقلدین کو مطمئن کر سکیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ بدعت مولوی خیر محمد رحٖ نے جاری کی ہے اسکی وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً عشاء کے فرائض سے قبل جو چار رکعتیں ہیں ان کی حیثیت کتب حنفیہ کے مطابق مستحب ومستحسن ہونے کی ہے۔ کبیری میں ہے۔

وما ذکر من السنۃ قبل العصر وقبل العشاء فذلک مستحب (ص ۳۷۱)

وذکر فی المحیط ان تطوع قبل العصر باربع وقبل العشاء باربع فحسن الخ

باقی رہا ان رکعتوں کے ثبوت کا مسئلہ تو اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین کل اذانین صلوۃ۔(بخاری ص ۸۷ ج ۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر اذان اور تکبیر کے درمیان نماز ہے۔ چنانچہ عشاء کی اذان و تکبیر کے درمیان بھی نماز ثابت ہوئی۔ باقی چار رکعت کے مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے۔

بخاری شریف و مسلم شریف میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی اربعا۔ الحدیث۔

یہ حدیث اگرچہ تہجد سے متعلق ہے لیکن اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نوافل کے متعلق عام عادت و معمول چار رکعتیں پڑھنے کا تھا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہو وہ یقیناً افضل اور بہتر ہوگا۔ نیز چار رکعتیں ایک سلام سے ادا کرنے میں مشقت زیادہ ہے مشقت والے فعل کا افضل ہونا قرآن پاک (ان ناشئۃ اللیل هی اشد وطأ واقوم قیلا) ای اشد فی وطاء النفس واشق علیها) اور حدیث شریف سئل ای الاعمال افضل فقال اجهدها ای اشقها علی البدن۔ مقاصد حسنۃ، ص ۳۳) سے معلوم ہوتا ہے۔

اس مشقت کی بناء پر عشاء کی نماز کی فضیلت احادیث میں وارد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عشاء سے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھنا مستحب ہے۔ چنانچہ بعض کتب میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے عشاء سے قبل چار رکعتیں ادا کرنا منقول ہے۔ مراقی میں ہے۔

وندب اربع قبل العشاء لما روی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنها انه علیه الصلوۃ والسلام کان یصلی قبل العشاء اربعا ثم یصلی بعدها اربعا ثم یضطجع۔ (ص ۲۱۳)۔

مسلک احناف قرآن وسنت کا آئینہ ہے۔

حضرت مولانا خیر محمد نور اللہ مرقدہ غیر مقلدین کے خود ساختہ مسائل (بدعت) کی قلعی کھولتے تھے اس لئے ان کو بدعتی کہا ہے۔ بدعتی کو دوسرا بھی بدعتی نظر آتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	۲۶	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	۴۰۰ھ/۲	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سنن مؤکدہ "اَوّابِیْن" میں شمار ہونگی یا نہیں

صلوٰۃِ اوابین جو کہ کم از کم چھ رکعت ہیں ۔ ان میں سنتِ مؤکدہ کے بعد کی دو رکعت نفل بھی شامل ہیں یا وہ ان چھ رکعتوں سے الگ ہیں ؟

الجواب دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے سوا دوسرے نوافل صلوٰۃ اوابین میں شمار ہوں گے جب چھ رکعتیں پوری ہو جائیں [۱] فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۳ / ۱۱ / ۱۳۸۱ھ

[۱] وست بعد المغرب ليكتب من الاوابين بتسليمة او ثنتين او ثلاث والاول ادوم واشق وهل تحسب المؤكدة من المستحب ويؤدى الكل بتسليمة واحدة اختار الكمال نعم ۔ اھ (درمختار)۔
قوله (اختار الكمال نعم) ذكر الكمال فى فتح القدير انه وقع اختلاف بين اهل عصره فى ان الاربع المستحبة هل هى اربع مستقلة غير ركعتى الراتبة او اربع بهما وعلى الثانى هل تؤدى معهما بتسليمة واحدة اولا فقال جماعة لا واختار هو انه اذا صلى اربعا بتسليمة او تسليمتين وقع عن السنة والمندوب اھ (شامية ج ۱ ص ۶۳۱)۔ فقط والله اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ

فجر کی سنتوں میں تحیّۃ الوضوء کی نیت کرنا

طلوعِ صبح صادق کے بعد نفل منع ہیں تو اگر تحیۃ الوضوء کی نیت فجر کی سنتوں میں کرلی جائے تو کیا تحیۃ الوضوء کا ثواب مل جائے گا ؟

الجواب فجر کی سنتوں میں تحیۃ الوضوء کی نیت کرنا درست ہے۔ انشاء اللہ اس سے تحیۃ الوضوء کا ثواب مل جائے گا۔

ولو نوی فرضین کمکتوبۃ وجنازۃ ـــــ الی قولہ ولو نافلتین کنیۃ فجر وتحیۃ مسجد فعنہما۔ اھ (درمختار علی الشامیۃ ج۱ ص۳۲۵)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا۔ ۱۴/۲/۱۴۰۸ھ

ظہر کی قبلیہ سنتیں رہ جائیں تو بعد والی دو کے بعد پڑھے

ظہر کی قبلیہ سنتیں رہ جائیں تو فرضوں کے بعد دوگانہ سے پہلے پڑھے یا بعد میں۔

الجواب راجح یہی ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھے پھر چار قبلیہ۔

لکن رجح فی الفتح تقدیم الرکعتین الخ وفی فتاوی العتابی انہ المختار وفی مبسوط شیخ الاسلام انہ الاصح لحدیث عائشۃ (رضی اللہ عنہا) انہ علیہ الصلوۃ والسلام کان اذا فاتتہ الاربع قبل الظہر یصلیہن بعد الرکعتین وھو قول ابی حنیفۃ ج وکذا فی جامع قاضی خان اھ (شامی ج۱ ص۶۷۳)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	۲۲/۹/۱۴۰۹ھ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

نوافل بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں

نفل نماز پڑھنا بیٹھ کر جائز ہے؟ جب کہ نماز کے تیرہ فرائض میں سے قیام کرنا بھی ایک فرض ہے؟

الجواب اس فرض کا تعلق فرض نماز سے ہے۔

ویتنفل مع قدرتہ علی القیام قاعدا لا مضطجعا۔ (درمختار علی الشامیہ ج۱ ص۶۵۲)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۲۱/۵/۱۴۰۷ھ

فرائض وسنن کے ضمن میں تحیۃ المسجد کا ثواب اسکی نیت پر موقوف ہے

بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ اگر مسجد میں آتے ہی کوئی اور نماز فرض یا سنت پڑھی جائے تو وہی نماز تحیۃ المسجد ہو جائے گی۔ یعنی اس کے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل جائے گا۔ اگرچہ اس میں تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی گئی ہو۔ (مراقی الفلاح)

اور ایک دوسری کتاب میں لکھا ہے۔ کہ دوسری نماز تحیۃ المسجد کے قائم مقام تو ہو جائے گی مگر ثواب اس وقت ملے گا جب کہ اس نماز میں تحیۃ المسجد کی نیت بھی کی گئی ہو۔ (در مختار)

چونکہ دونوں عبارتوں میں اختلاف ہے اس لئے صحیح اور راجح قول تحریر فرمایا جائے۔

اکرام الحق، راولپنڈی

الجواب

اس مسئلہ میں روایتیں دونوں طرف موجود ہیں لیکن اختلاف سے بچنے کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ دوسری نماز میں تحیۃ المسجد کی نیت بھی کیجائے۔[1]

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۱/۴/۱۳۸۶ھ

[1] الاولیٰ ان ینویها بذلك الفرض لیحصل له ثوابها ای ینوی بایقاع ذلك الفرض فی المسجد تحیة الله تعالیٰ او تعظیم بیته لان سقوطها به وعدم طلبها لا یستلزم الثواب بلا قصدها ثم رأیت المحقق ابن حجر من الشافعیة

كتب عند قول المنهاج و تحصل بفرض او نفل اخر مانصه وان لم ينوها معه لانه لم ينتهك حرمة المسجد المقصودة اى يسقط طلبها بذلك اما حصول ثوابها فالوجه توقفه على النية لحديث انما الاعمال بالنيات اھ (شامی ج ۱ ص ۶۳۶)۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ : ۱۱ / ۱۱ / ۱۴۱۰ھ

طولِ قیام افضل ہے یا کثرتِ رکعت

زید کا معمول ہے کہ مغرب کے بعد ایک پارہ نوافل میں پڑھتا ہے تو کیا یہ بہتر ہے کہ ایک پارہ دو نفل میں پڑھ لے یا تھوڑا تھوڑا پڑھ کر رکوع و سجدہ کرتا رہے یعنی کئی نوافل میں پارہ پورا کرے۔

الجواب رکعت کو لمبا کرنا بہتر ہے بہ نسبت کثرتِ رکعات کے۔

وكثرة الركوع والسجود احب من طول القيام كما فى المجتبى ورجحه فى البحر لكن نظر فيه فى النهر من ثلاثة اوجه ونقل عن المعراج أن هذا قول محمد وان مذهب الامام افضلية القيام و صححه فى البدائع اھ (درمختار)۔ والحاصل ان المذهب المعتمد أن طول القيام احب ومعناه كما فى شرح المنية أنه اذا اراد شغل حصة معينة من الزمان بصلوٰة فاطالة القيام مع تقليل عدد الركعات افضل من عكسه فصلوٰة ركعتين مثلاً فى تلك الحصة افضل من صلاة اربع فيها وهكذا القياس اھ (شامى ج ۱ ص ۵۰۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

قرآن مجید اچھی طرح یاد نہ ہو تو سامع کا انتظام ضروری ہے

زید تراویح میں قرآن پاک سناتا ہے۔ ایک رکعت میں کم از کم تین بار بھول جاتا ہے۔ اس کے پیچھے سامع بھی نہیں۔ بھولنے پر حافظ جی صاحب کہتے ہیں کہ یہ قرآن پاک کا اعجاز ہے؟

سائل: امام الدین، گلبرگ، ملتان

الجواب معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کو قرآن مجید اچھی طرح یاد نہیں۔ ایسی صورت میں اچھے سامع کا ہونا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں بیس تراویح کے اندر ایک دو مرتبہ بھول جانا تو خیر کوئی بات نہیں لیکن کثرت سے بھولنا کہ ایک رکعت میں تین تین مرتبہ بھولے، پختہ یاد نہ ہونے کی علامت ہے۔ حافظ صاحب کو چاہیئے کہ خوب محنت سے یاد کیا کریں اور سامع کا انتظام بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۳۹۹/۹/۶ھ

داتا دربار جاکر نوافل کی نذر مانی تو وہاں پڑھنا ضروری نہیں

زید نے نذر مانی تھی کہ میرا یہ کام ہو گیا تو داتا دربار لاہور جاکر سو نوافل پڑھوں گا۔ تو کیا وہاں جاکر پڑھنے ضروری ہیں یا جہاں رہتا ہے وہیں پڑھ لے۔

المستفتی صوفی عبدالمنان بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

الجواب جہاں بھی پڑھ لے نذر پوری ہو جائے گی۔ اذا نذر ان یصلی فی المسجد الحرام اوفی مسجد بیت المقدس نصلا ھا فی مکان دونہ جاز اھ (عالمگیری قدیم ، ج ۱ ، ص ۶۰) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳/۳/۱۴۱۰ھ

فصل فی الوتر

وتروں میں قعدہ اُولیٰ کا مفصّل ثبوت

یہاں اہل حدیث کی طرف سے اہل سنت سے صلوۃ الوتر کے قعدہ اولیٰ کا ثبوت حدیث سے طلب کیا جارہا ہے اور اپنی تائید میں وہ حدیث (عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل ثلٰث عشرۃ رکعۃ یوتر من ذلک بخمس لایجلس فی شیٔ الا فی اٰخرھا (مسلم ج ا ص۲۵۴) پیش کررہے ہیں۔ براہ نوازش اس حدیث کی تاویل اور اہل سنت کی ماٰخذ والی حدیث مع ثبوت فقہی بالصراحت ارقام فرما کر ممنون فرمائیں۔ نیز تحریر فرمائیں کہ حدیث مذکور بخاری شریف میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟ جواب بھی مفصل لکھیں تاکہ اہلسنت کی پوری پوری تسلی ہوسکے۔

الجواب پہلے اہل سنت کے دلائل سن لیں۔

ا۔ عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن انہ سأل عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان۔ قالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثا فقالت عائشۃ رضی اللہ عنہا فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ عینیّ تنامان ولا ینام قلبی۔ (رواہ مسلم؛ ص۲۵۴ ج ا)

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے (ا) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی نمازِ تہجد رمضان وغیر رمضان میں

آٹھ رکعت تھی اور وتر تین رکعت پڑھا کرتے تھے۔ (۲) وتر سے پہلے استراحت بھی فرمالیا کرتے تھے۔ (۳) نوم انبیاءؑ غیر ناقض وضوء رہے ہے۔

۲ : عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر ثلاث کثلاث المغرب۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ وتر مثل نمازِ مغرب کے ہے۔ (ا) مغرب کی تین رکعتیں ہیں، وتر کی بھی تین۔ ب:۔ مغرب میں دو قعدہ ہیں اولیٰ، ثانیہ، اسی طرح وتر میں بھی۔ ج:۔ مغرب میں بھی آخر میں سلام کیا جاتا ہے۔ وتر میں بھی آخری قعدہ پر سلام ہونا چاہئے۔

۳ : طحاوی میں ہے۔ عن حمید عن انس رضی اللہ عنہ۔ قال الوتر ثلاث رکعات و کان یوتر بثلاث رکعات۔ (ج ۱ ص ۱۷۳)

۴ : طحاوی میں ہے۔ ان الوتر کان عند ابن عمرؓ ثلثا کصلوۃ المغرب۔ (ج ۱ ص ۱۶۵)

۵ : عن عامر ھو الشعبی قال سألت ابن عباس وابن عمرؓ کیف کان صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فقالا ثلاث عشرۃ رکعۃ ثمان ویوتر بثلاث ورکعتین بعد الفجر۔ رواہ الطحاوی ج ۱ ص ۱۶۵ وابن ماجہ والنسائی۔

دلائل وجوب قعدہ بر ہر دو رکعت

واضح رہے کہ ہر دوگانہ پر التحیات پڑھنا ضروری ہے جس کے لئے احادیث ذیل کا مطالعہ فرمائیں۔ یہ روایات وتر وغیر وتر تمام نمازوں کے لئے مساوی الدلالت ہیں۔

۱ : عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستفتح الصلوۃ بالتکبیر والقراءۃ بالحمد للہ رب العالمین الی قولہ وکان یقول فی کل رکعتین التحیۃ رواہ مسلم ج ۱ ص ۱۹۴ باب جامع الصلوۃ۔

اس روایت میں صاف مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور التحیات پڑھنے کے لئے قعدہ لازم ہے اس بناء پر حدیث یوتر من ذلک بخمس لایجلس الا فی آخرھا تمام علماء کے نزدیک مؤوّل ہے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہو جو لوگ اہلحدیث ہونیکے مدعی ہیں انکی عادت ہے کہ خود رائی اور خود اجتہادی کی بناء پر صرف ایک روایت کو لے لیتے ہیں اور دوسری

حدیثوں کے متعلق صرف اتنا کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے اس لئے متروک ہے یا یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس طرح بعض روایتیں متروک اور بعض معمول بہا ہو جانے کے علاوہ احادیث نبویہ متعارض ہوتی نظر آتی ہیں۔ اور لوگوں کو حدیثوں میں شبہات نظر آتے ہیں۔ مثلاً فاتحہ خلف الامام کی روایتوں کو لے کر روایات ترک فاتحہ کو ضعیف غیر قابل عمل بتلا دیتے ہیں۔ اس طرح ایک ذخیرۂ احادیث ان کے نزدیک ردی کی ٹوکری کے قابل ہو جاتا ہے۔ بخلاف مسلک احناف کثرہم اللہ کے۔ کہ ان کا مسلک احتیاط اور تحقیق پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ حضرات ایک مسئلہ کے متعلق تمام روایات وارد شدہ کو جمع کرکے مقدم و مؤخر، ناسخ و منسوخ، صحیح و ضعیف وغیرہ تمام گوشوں پر نظر کرکے فیصلہ کرتے ہیں۔ اسی طرح مسئلہ وتر ہے۔ چونکہ اس استفتاء میں صرف قعدۂ اولیٰ کے متعلق سوال کیا گیا ہے اس لئے ہم اپنی بحث اسی پر مقصور کرتے ہیں اگر تحقیق درکار ہو تو حضرت شاہ صاحبؒ کا رسالہ عربی کشف الستر عن صلوٰۃ الوتر مطالعہ فرمائیں۔

۲ : عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رجلاً سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوٰۃ اللیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ واذا خشی احدکم الصبح صلی رکعۃ واحدۃ توتر لہ ما قد صلی۔ رواہ مسلم (ج ۱۔ ص ۲۵۷)

۳ : عن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ مثنیٰ مثنیٰ تشہد فی کل رکعتین الخ۔ رواہ الترمذی قال ابن حجر المکی اسنادہ حسن۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی شریف ج ۱۔ ص ۷۷)

یہ دو روایتیں ہیں۔ دوسری روایت پہلی روایت کے لئے بمنزلہ تفسیر کے ہے۔ مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ نماز کی وضع شرعی یہ ہے کہ ہر رکعت دوسری رکعت کے ساتھ مقرون ہو۔ چاہے نماز دن کی ہو یا رات کی۔ (چنانچہ بعض روایات ابن عمرؓ میں صلوٰۃ اللیل والنہار بھی وارد ہوا ہے) اور ایک رکعت کی نماز مشروع نہیں ہے یہاں تک کہ وتر میں بھی رکعت واحدہ کو علیحدہ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ دوگانہ کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے۔ جس سے وہ دوگانہ وتر بن جائے گا۔ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نے یہ وضاحت کر دی کہ ہر دوگانہ پر تشہد لازم ہے۔ شارح مسلم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے فوائد کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

" وفی ھذا تنبیہ علی عدم مشروعیۃ التنفل بالرکعۃ الواحدۃ البتیراء کما قال ابن دقیق العید وعلی عدم مشروعیۃ الرکعات

۔۔۔ المتوالية الزائدة على ثنتين من غير تخلل التشهد بينهما وهو الظاهر من حديث عائشة عند مسلم قالت وكان يقول في كل ركعتين التحية فهذا مدلول الحديث والمشروعية بهذا المعنى لا يستلزم التسليم على كل ركعتين انتهى۔ فتح الملہم: ج ، ص)

بڑا ہی تعجب ہے کہ غیر مقلد حضرات "يوتر من ذلك بخمس لا يجلس في شئ الا في آخرها" کو نہ سمجھنے کی بناء پر ان تمام احادیث سے غافل ہو گئے۔ بلکہ ان حدیثوں کے دانستہ یا نا دانستہ ترک کے گناہ میں پڑ گئے۔ اگر اس حدیث کی شرح کسی طالب علم سے جس نے باقاعدہ کسی مدرسہ میں علم حدیث حاصل کیا ہوا ہوتا پوچھ لیتے تو اس جہالت میں مبتلا۔ نہ ہوتے۔ (جیسا کہ عنقریب اس حدیث کی شرح بعد میں بیان کر دی جائے گی۔

۴ ; وفي المصنف ابن ابي شيبة المكتوب بالقلم من ص۵۵۴ والقول البديع ص۱۳۲۔

" جعفر بن برقان عن عقبة بن نافع قال سمعت ابن عمر رض يقول ليس صلوة الا وفيها قراءة وجلوس في الركعتين وتشهد وتسليم فان لم تفعل ذلك سجدت سجدتين وانت جالس۔ (فتح الملہم ج۲ ص۲۹۰)

اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ مذکور ہے جو کہ حکم مرفوع میں ہے۔ فرماتے ہیں کہ کوئی نماز ایسی نہیں کہ اس میں قرآت نہ ہو، اور یہ کہ اس کے ہر دوگانہ پہ قعدہ نہ کیا جائے اور تشہد و تسلیم نہ ہو (تسلیم سے مراد السلام عليك ايها النبي ہے۔ جس کے دلائل یہاں ذکر کرنے کا موقع نہیں) اور اگر تو درمیان میں تشہد نہ کر سکے (یعنی بھول جائے) تو دو سجدۂ سہو بحالت جلوس کرنے لازم ہوں گے۔

ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ ہر دوگانہ پہ قعدہ لازم ہے اور ترک پر سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔ یہ وہ قعدہ ہے جسے قعدہ اولیٰ کہتے ہیں۔ اب حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق توضیح اور تشریح سن لیجئے جس سے یہ حدیث ان روایات مذکورہ بالا کے ساتھ منطبق ہو جائے گی اور جو تعارض بظاہر نظر آ رہا ہے رفع ہو جائے گا۔ پوری حدیث ان الفاظ کے ساتھ مسلم شریف میں وارد ہوئی ہے۔

عن عبد الله بن نمير قال حدثنا ابي قال ثنا هشام عن ابيه عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي

من الليل ثلاث عشرة ركعة يوتر من ذلك بخمس لا يجلس
فى شيء الا فى آخرها۔ رواه مسلم۔(ج۱ ص۲۵۴)۔

ا : اول تو یہ حدیث مختلف فیہ ہے۔ بعض حضرات ائمہ اس کا انکار کرتے ہیں جن میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ ہشام نے یہی روایت حجاز میں اور سیاق سے ذکر کی۔ جب عراق میں پہنچا تو اس نے دوسری طرح بیان کرنا شروع کیا جو کہ موجودہ سیاق ہے۔ حوالہ کے لئے دیکھئے "مواہب لدنیہ" کی شرح۔ اس میں زرقانی رح لکھتے ہیں۔

(قد صح عنه صلى الله عليه وسلم انه اوتر بخمس لم يجلس الا فى آخرهن) اى صلاهن بتشهد واحد (لكن احاديث اثبت و اكثر طرقا) اذهو الذى رواه الحفاظ عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة وتلك الرواية انفرد بها بعض اهل العراق عن هشام وقد انكرها مالك وقال منذ صار هشام بالعراق اتانا عنه ما لم نعرف وقال ابن عبد البر ما حدث به هشام قبل خروجه الى العراق اصح عند اهل الحديث۔

ب : لیکن ہمارے اکابر میں سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ "بذل المجہود" میں تحریر فرماتے ہیں۔ اس حدیث کے توابع موجود ہیں اس لئے حدیث ثابت ہے لیکن ہمارے لئے مضر نہیں، اسلئے کہ اس میں جس جلوس کی نفی کی گئی ہے وہ جلوس تشہد نہیں۔ کیونکہ اس کے مراد لینے میں تمام احادیث بالا کا خلاف لازم آئے گا۔ بلکہ اس سے مراد یا تو جلوس استراحت ہے جو کہ تہجد کی نماز کے دوگانوں، یا چہارگانوں میں واقع ہوا کرتا تھا۔ جیسا کہ روایت کنز العمال میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے۔

قالت كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل ست ركعات يسلم من كل ركعتين ثم يجلس فيسبح ويكبر ويقوم فيصلى ركعتين

(ابن جرير)

پس یہ روایت قرینہ ہے کہ جلوس منفی سے مراد یہی جلوس ہے۔ اس صورت میں معنیٰ حدیث یہ ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچ رکعتوں میں سے جن میں سے تین وتر اور ایک اس سے پہلے کا دوگانہ مراد

ہے جلوسِ استراحت نہیں فرماتے تھے بلکہ آخر میں ہی جلوس کرتے تھے۔

۲ : دوسری توجیہ یہ ہے کہ جلوس سے مراد وہ جلوس ہے جس کے بعد سلام کیا جاتے۔ اور قرینہ اس پہ روایت ابی داؤد ہے جس میں یہ الفاظ واقع ہیں "حتی یجلس فی الآخرۃ فیسلم" جس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ آخر میں بیٹھ کر سلام کرتے تھے۔ وہ جلوس جس میں سلام نہیں ہوتا تھا وہ تو پہلے بھی ہوتا تھا لیکن وہ جلوس جس کے بعد سلام فرماتے تھے آخر میں ہوتا تھا۔ اس طرح سے درمیان کے قعدہ کی نفی نہ ہوئی۔ لیکن اس توجیہ پہ یہ اشکال لازم آتا ہے کہ پہلا دوگانہ نفل کا ہوا اس پہ قعدہ کرکے پھر آپؐ نے وتر ادا کئے۔ وتر کی بنا نفل پہ لازم آئے گی۔ اس کے متعلق جواب یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک وتر سنت ہیں۔ لہذا ان کی بنا نفل پر بلا کراہت ہو سکتی ہیں۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگرچہ وتر واجب ہیں لیکن اس کی بنا نفل پہ جائز ہے۔

۳ : تیسری توجیہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ نوافل میں بعض اوقات بیٹھ جایا کرتے تھے اور بیٹھ کر پڑھتے رہتے تھے۔ جب رکوع کا وقت آتا تھا تو کھڑے ہو کر تیس چالیس آیات پڑھ کر رکوع کیا کرتے تھے۔ یہ عادت شریفہ بخاری شریف کی اس روایت سے ثابت ہے۔

عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضي الله عنها انها لم تر رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي صلوة الليل قاعدًا قط حتى اسن فكان يقرأ قاعدًا حتى اذا اراد ان يركع قام فقرأ نحوًا من ثلثين اية او اربعين اية ثم يركع - (رواه البخاري في باب اذا صلى قاعدًا ثم صح او وجد خفة تمم ما بقي) ص۱۵۰ ج ۱)-

اب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ عادت شریفہ نوافلِ تہجد کے متعلق تھی۔ وتر کی تین رکعتیں اور ایک دوگانہ جو وتر سے پہلے ہوتا تھا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قعود نہیں فرماتے تھے۔ وتر میں تو اس لئے کہ وہ واجب ہیں اور اس میں قادر علی القیام کے لئے قعود جائز نہیں۔ اور دوگانہ جو وتر سے پہلے ہوتا تھا وہ بھی بوجہ اتصالِ وتر کے اسی کے حکم میں داخل کر دیا گیا جیسا کہ "فتح الملہم" میں ہے۔

والشفع الذي كان يوتر بعده صار لاتصاله به مستحبا بحكم الوتر عليه فلم يقعد فيه ايضًا -

واضح رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے اس قول کے جو معانی ذکر کئے گئے ہیں یہ سب معانی

صحیح اور محتمل ہیں اور احادیث اُخری کے ساتھ مؤید ہیں اور ان معانی کا مراد لینا لازم امر ہے تاکہ وہ روایات جو سابقہ بیان ہوئی ہیں ان میں اور اس حدیث میں تعارض واقع نہ ہو۔

الجواب صحیح
خیر محمد، مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان
۴ شوال المکرم ۱۳۷۰ھ

فقط واللہ اعلم بالصواب
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ، خادم الافتاء
خیر المدارس ملتان، ۳ شوال ۱۳۷۰ھ

ایک حدیث سے عدمِ وجوبِ وتر پر استدلال کا جواب

اخبرنا ابو یعلی حدثنا ابو الربیع الزاهرانی الی اخر السند عن عیسی بن جاریة عن عبد الله بن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی شهر رمضان ثمانی رکعات و اوتر فلما کانت اللیلة القابلة اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج لنا فیصلی بنا فاقمنا فیه حتی اصبحنا فقلنا یا رسول الله رجونا ان تخرج فتصلی بنا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی کرهت او خشیت ان یکتب علیکم الوتر او کما قال۔

(صحیح ابن حبان، ص ۲۳۰، مطبع مکتبہ سلفیہ مکہ مکرمہ)

زید اور بکر کا اس حدیث کے مفہوم میں اختلاف ہے۔

زید، کہتا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتروں کی باجماعت فرضیت کو مکروہ سمجھا اور ڈر گئے۔ اس لئے دوسرے دن آپ نے نماز نہیں پڑھائی اور آٹھ رکعات تراویح کو نہ مکروہ سمجھا اور نہ ترک کیا۔

بکر، کہتا ہے کہ اس حدیث سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تراویح اور وتر دونوں کے بارے میں انی کرهت او خشیت ان یکتب علیکم الوتر فرمایا ہے۔ پھر ان آٹھ رکعت تراویح باجماعت کو مکروہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور پھر آپ نے نہیں پڑھائی۔ وتروں کے متعلق اس لئے نہیں کہ وتر تو پہلے ہی سے واجب تھے انی کرهت او خشیت کا تعلق تو اس نئی نماز کے ساتھ ہے جو رمضان میں آئی ہے بات اس کی تھی اور اسی کو باجماعت ترک فرمایا۔

المستفتی: محمد سلیمان خطیب جامع مسجد مرکزی گوجرہ ضلع لائلپور

الجواب بکر کا قول درست ہے اور مذکورہ روایت میں ان یکتب علیکم الوتر سے صرف وتر اصطلاحی کی ایک یا تین رکعت مراد نہیں بلکہ اس سے مراد وہی مجموعہ صلوۃ اللیل (تراویح) ہے جو پہلی رات پڑھی گئی تھی۔ ایک تو یہ امر خود سیاق ان یخرج فیصلی بنا سے ظاہر ہے۔ دوسرے اس کی تصریح صحیح مسلم میں بروایت صحیح موجود ہے۔ روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

"ولکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوۃ اللیل فتعجزوا عنہا۔"

(باب الترغیب فی قیام رمضان ج ۱ ص ۲۷۹)

اور تقریباً اسی کے ہم مثل الفاظ شرح معانی الآثار میں موجود ہیں۔ "خشیت ان یکتب علیکم قیام اللیل۔ اھ (باب القیام فی شہر رمضان)۔ روایت موطا میں الفاظ دو قسم کے ہیں۔ ان تفرض اور ان یفرض، صاحب اوجز المسالک ان کی تشریح میں لکھتے ہیں۔" ان تفرض ای صلوۃ اللیل وفی نسخۃ ان یفرض ای القیام"۔ پس جب لفظ "الوتر" کی تشریح خود دوسری صحیح روایت میں "صلوۃ اللیل" سے مصرح ہے تو بکر کے قول کی صحت اور زید کے قول کا غلط ہونا ظاہر ہو گیا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۱/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہ

وتر پڑھنے کا صحیح طریقہ

نمازِ وتر ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ ایک شخص وتر کی تیسری رکعت کو سنت بتلاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اور مذکورہ رکعت میں ثناء پڑھنا بھی بتلاتا ہے۔ قنوت کے بعد درود شریف بھی پڑھتا ہے کیا یہ درست ہے؟

الجواب وتر کی تینوں رکعات واجب ہیں اور ان کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سبحانک اللہم اور الحمد وسورۃ پڑھیں دوسری رکعت میں صرف الحمد اور سورت پڑھیں پھر قعدہ میں بیٹھ کر تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے اٹھیں۔ تیسری رکعت میں الحمد اور سورت پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہیں اور دعاء قنوت پڑھیں پھر رکوع میں جائیں اور نماز پوری کر لیں۔ رکوع سے قبل درودِ پاک نہ پڑھیں[1]۔ تیسری رکعت میں ثناء بھی نہ پڑھیں۔ فقط واللہ اعلم

[1] مستحب یہ ہے کہ پڑھیں کما فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی صلنکا، محمد انور مرتب خیر الفتاوی۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہ، مفتی خیر المدارس ملتان ۲۰، ۹، ۱۳۷۸ھ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

وتر کی نیت میں واجب کی تصریح ضروری نہیں

ایک عالم سے وتر کی نیت پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ بہتر یہ ہے یوں کہو کہ " وتر واجب اس رات کے"

مطلق واجب کہا جائے تب بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر وتر واجب عشاء کے کہنا بہتر ہے۔ اگر عالم کا جواب آپ کے نزدیک صحیح ہے تو حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب وفی الوتر ینوی صلوٰۃ الوتر کذا فی الزاھد ی اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۴)

نماز وتر کے لیے اتنی نیت بھی کافی ہے کہ "تین رکعات نماز وتر اللہ کے لیے پڑھتا ہوں" واجب کا لفظ ساتھ کہہ لے تو بھی جائز ہے۔ کما فی الشامیۃ، ج ۱۔ ص ۳۸۹۔

« ای لایلزمہ تعیین الواجب ولیس المراد منعہ من ان ینوی وجوبہ۔ »

آج رات یا عشاء کے کہنے کی حاجت نہیں۔ فقط۔ واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
۳، ۶، ۱۳۹۳ھ

فرض عشاء ادا کرنے سے پہلے وتر نہیں پڑھ سکتے

زید جب مسجد میں پہنچا تو فرض اور تراویح ہو چکی تھیں اور وتروں کی جماعت تیار تھی تو کیا زید پہلے فرض ادا کرے یا وتروں میں شریک ہو سکتا ہے؟

الجواب عشاء کے فرضوں اور وتر میں ترتیب واجب ہے۔ لہذا وتروں کی جماعت میں شریک نہ ہو بلکہ پہلے فرض ادا کرے۔ " ووقت العشاء والوتر منہ الی الصبح ولکن لا یقدم علیھا الوتر لوجوب الترتیب اھ (تنویر الابصار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۲۶۵) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ، ۱۹ شوال ۱۴۰۲ھ

جس نے فرض وجملہ تراویح علیحدہ پڑھی ہوں وہ وتر بھی علیحدہ پڑھے

جس نے عشاء کے فرض اور تراویح اکیلے ادا کئے ہوں وہ وتروں کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ ۔ ۲ ۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو فساد امت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت کا اتباع کرے گا اس کو سو شہید دل کا ثواب ملے گا ۔ یہ حدیث کہاں موجود ہے!

مولانا محمد علی خطیب جامع مسجد سمندری ، لائلپور

الجواب جس نے فرض اور تراویح دونوں علیحدہ ادا کئے ہوں وہ وتر بھی جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ۔ اگر کچھ حصہ تراویح باجماعت پڑھا ہو تو وتروں کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ جس سے عشاء کے فرض باجماعت فوت ہوتے ہوں وہ تراویح میں شریک ہو سکتا ہے ۔ (کبیری ص ۳۹۱) اور وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہے کما فی الشامیۃ ۔

ان جماعۃ الوتر تبع لجماعۃ التراویح اھ (شامی ج ۱ ص ۶۶۳)۔

۲ : کتاب الاعتصام باب السجود وفضائل میں یہ حدیث موجود ہے ۔ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید ۔ اھ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۱ / ۱ / ۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ

تہجد گزار بھی رمضان میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھیں

تہجد پڑھنے والے رمضان شریف میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھیں یا تہجد کے وقت پڑھیں ؟ اور غیر رمضان شریف کے وتر تہجد سے پہلے پڑھے جائیں یا بعد میں ؟

الجواب رمضان شریف میں وتر جماعت سے پڑھنا افضل ہے ۔ شامی میں ہے :۔

ذالوتر كالتراويح فكما ان الجماعة فيهما سنة فكذلك الوتر بحر وفي شرح المنية والصحيح ان الجماعة فيها افضل الا ان سنيتها ليست كسنية جماعة التراويح (شامی ج ۱ ص ۶۶۹) قال الخير الرملي وهذا الذي عليه عامة الناس اليوم ۔ (ج ۱ : ص ۶۶۵)۔

غیر رمضان میں افضل یہی ہے کہ رات کی نماز میں سب سے آخر میں وتر پڑھے جائیں یہ اس شخص کے لئے ہے

جو صبح سویرے اٹھ سکتا ہے ورنہ سونے سے پہلے پڑھے۔

قوله وتاخير الوتر اى يستحب تأخيره لقوله صلى الله عليه وسلم من خاف ان لا يوتر من اخر الليل فليوتر اوله ومن طمع ان يقوم اخره فليوتر اخر الليل فان صلوة اخر الليل مشهودة وذلك افضل ۔ اھ (شامیہ : ج ۱ ص ۳۴۲)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

وتروں میں رکوع کے بعد قنوت پڑھی تو نماز کا حکم

امام صاحب نے وتروں میں قنوت سے پہلے رکوع کر لیا پھر واپس ہوکر دعاءِ قنوت پڑھی اور آخر میں سجدہ سہو کر لیا کیا نماز ہوگئی ؟

الجواب نماز ہوگئی بشرطیکہ سجدہ سہو کر لیا ہو۔ ولوقنت بعد رفع رأسه من الركوع لا يعيد الركوع ويسجد للسهو لزوال القنوت عن محله الاصلى وتاخير الواجب اھ (مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی ص ۲۱۱) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ۔ محمد صدیق غفرلہٗ مدرس خیر المدارس ملتان ۔ | محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۔ ۸-۹-۱۳۹۶ھ

تکبیرِ قنوت واجب ہے یا نہیں

دعاءِ قنوت میں جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اگر یہ سہواً نہ پڑھی گئی ہو تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں ؟

محمد شفیع بن حکیم الدین ۔ حیدرآباد ۔

الجواب تکبیرِ قنوت کے بارے میں اختلاف ہے بعض حضرات وجوب کے قائل ہیں ان کے مذہب پر سجدۂ سہو لازم آجائے گا۔ صاحب بحر وجوب کے خلاف ہیں ان کے نزدیک سجدۂ سہو نہیں آئیگا۔ اگر احتیاط پر عمل کرتے ہوئے سجدۂ سہو کر لیا جائے تو بہتر ہے ورنہ ترک کی بھی گنجائش ہے۔ (شامی ج ۱ ص ۴۲۹)

فقط واللہ اعلم

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۔ مفتی خیر المدارس ملتان ۔

جس کو دعاءِ قنوت یاد نہ ہو وہ کیا پڑھے

اگر کسی کو دعاءِ قنوت یاد نہ ہو تو کوئی اور دعاء ہے جو وتروں میں پڑھی جاسکے ؟

الجواب اگر کسی شخص کو دعاءِ قنوت یاد نہ ہو جو وتروں میں پڑھی جاتی ہے تو یہ آیت اس مقام پر پڑھے " ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار - کما فی الشامیة ج ۱ ص ۶۲۴ :- ومن لا یحسن القنوت یقول ربنا اتنا فی الدنیا الآیة معہذا دعاءِ معروف کو یاد کرنے کی کوشش کرے جب تک یاد نہ ہو اس پر اکتفاء کرے ۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ ۵/۷/۱۳۷۶ھ

دعاءِ قنوت سے پہلے تکبیر و رفع یدین کا ثبوت

نمازِ وتر میں دعاءِ قنوت سے پہلے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہنے کا ثبوت حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے فراہم کریں ۔

الجواب آنحضرت علیہ السلام اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے عمل سے قنوت پڑھنے سے پہلے رفع یدین اور تکبیر ثابت ہے ۔

۱ : عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال ارسلت امی لیلة لتبیت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنظر کیف یوتر الی ان قال ثم قرأ بقل ھو اللہ احد حتی اذا فرغ کبر ثم قنت فدعا بما شاء اللہ ان یدعو ۔ (الحدیث)

(استیعاب لابن عبد البر)

۲ : عن الاسود عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہ کان یقرأ فی آخر رکعة من الوتر قل ھو اللہ احد ثم یرفع یدیہ فیقنت قبل الرکعة ۔ اھ

(رواہ البخاری فی جزء رفع الیدین وقال صحیح) ۔

۳ : عن ابی عثمان کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرفع یدیہ فی القنوت ۔ اھ

(اخرجہ البخاری فی الجزء وصححہ)

۴ : عن ابراھیم ان القنوت فی الوتر واجب فی رمضان وغیرہ قبل

الرکوع واذا اردت ان تقنت فکبر۔ اھ (کتاب الحجج والآثار)۔

وان اراد ان یقنت کبر ورفع یدیہ وقنت لقولہ علیہ السلام لاترفع الایدی الا فی سبع مواطن وذکر منہا القنوت۔ اھ (ہدایہ ص۱۲۸ ج۱)

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	محمد انور عفا اللہ عنہ، ۳۰؍۱؍۱۳۹۹ھ

قنوتِ وتر میں وضع یدین سنت سے ثابت ہے

قنوتِ وتر میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا سنت یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عمل سے کیا ثبوت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب وضع الیدین سنت قیام ہے یہ مسئلہ تقریباً اجماعی ہے۔ فریقِ مخالف بھی وتروں کے علاوہ باقی تمام نمازوں میں قیامِ فرض میں وضعِ یدین کا قائل ہے۔ بلکہ نمازِ وتر میں بھی تکبیرِ قنوت تک اسی پر عامل ہے۔ تکبیرِ قنوت کے بعد سنت اجماعی کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ اپنے عمل کا حدیثِ صحیح سے ثبوت مہیا کرے جنہوں نے سنت اجماعی کو عند القنوت بھی ترک نہیں کیا۔ ان کے ذمہ ثبوت نہ لگایا جائے۔ ایک حدیث سے ان حضرات کے طریقِ کار کا بدعت ومکروہ ہونا مفہوم ہوتا ہے۔ طبرانی باب القنوت میں ہے۔

عن ابن عمر رض ارءیتم رفع ایدیکم فی الصلوۃ واللہ انہ لبدعۃ مازاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا قط فرفع یدیہ حیال منکبیہ۔ (الحدیث)

اس پر اعلاء السنن میں لکھا ہے۔

وأما قولہ ارءیتم رفعکم ایدیکم فی الصلوۃ واللہ انہ لبدعۃ ففیہ دلیل علی کراھۃ اطالۃ رفع الیدین فی القنوت کما ترفعان فی الدعاء خارج الصلوۃ۔ (ج۶، ص۵۷)۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کا عمل خلافِ سنت ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ وضع الیدین تحت السرۃ فرضِ قیام میں مسنون کیوں ہے۔ اس پر بہت سی احادیث اور اقوال شاہد ہیں۔

۱: عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال

رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة اخرجه ابن ابي شيبة ورجاله ثقات وقال الشيخ قاسم بن قطلوبغا الحنفي ان هذا اسناد جيد ۔ (أعلاء : ج ۲ ۔ ص ۱۴۴)

۲ : ان عليا قال من السنة وضع الكف على الكف في الصلوة تحت السرة ۔
(هكذا في بذل المجهود ۱ ج ۱ ص ۲۳)

۳ : عن ابي وائل قال قال ابو هريرة اخذ الكف على الكف في الصلوة تحت السرة (هكذا في بذل المجهود : ج ۱ ص ۲۳)

حضرت امام طحاوی رحمہ نے امام ابن سیرین رحمہ کا یہ مقولہ نقل کیا ہے ۔ کل حديث ابي هريرة رضؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم ۔ (اعلاء : ج ۲ ص ۱۴۱) ابن سیرین رحمہ کے فرمان کے مطابق حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ حکماً مرفوع ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی وضع الیدین تحت السرۃ کو سنت قرار دیتے ہیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیام فرض میں ترک وضع بدعت ہے ۔

الجواب صحیح
محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہٰذا

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی

وتروں کی جماعت صرف رمضان المبارک میں کرائی جائے

رمضان المبارک کے علاوہ بھی وتروں کی جماعت کرا سکتے ہیں یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب وتروں کی جماعت صرف رمضان المبارک کے ساتھ خاص ہے ۔ رمضان کے علاوہ باقی ایام میں وتر منفرداً پڑھے جائیں ۔

ويوتر بجماعة استحبابا في رمضان فقط عليه اجماع المسلمين لانه نفل من وجه والجماعة في النفل في غير التراويح مكروهة فالاحتياط تركها في الوتر خارج رمضان. اھ (مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ص۲۱۱ م ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہٰذا ۱۳ / ۷ / ۱۴۰۸ھ

مسبوق امام کے ساتھ ہی قنوت پڑھے

اگر کوئی شخص وتروں کی دوسری یا تیسری رکعت میں شامل ہوا ہے تو قنوت امام کے ساتھ پڑھے یا اپنی بقیہ نماز پوری کرنے کے وقت پڑھے۔

الجواب امام کے ساتھ ہی تیسری رکعت میں پڑھ لے اور بقیہ نماز ادا کرتے وقت نہ پڑھے۔ ولو ادرک الامام فی رکوع الثالثة من الوتر کان مدرکًا للقنوت حکما فلا یأتی به فیما سبق به کما لو قنت المسبوق معه فی الثالثة اجمعوا انه لا یقنت مرة اخری فیما یقضیه لانه غیر مشروع ۔ اھ (مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی : ص ۲۱۱)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰ / ۳ / ۱۴۱۱ھ

جو ائمہ دو رکعت پر سلام پھیر کر ایک رکعت الگ پڑھتے ہوں حنفی ان کی اقتداء نہ کریں

وتر کے بارے میں یہاں کے اماموں کا طرز عمل کئی طرح پر ہے۔ بعض ہماری طرح تین رکعات پڑھتے ہیں۔ بعض دو پہ سلام پھیر کر پھر ایک رکعت بعد میں پڑھتے ہیں۔ پاکستانی اور انڈین امام تین وتر پڑھتے ہیں۔ مقامی اور مصری ائمہ ایک رکعت الگ پڑھتے ہیں۔ تو کیا ہم ان کی اقتداء کر سکتے ہیں؟ اور جب ان کی اقتداء کریں تو ہم سلام پھیریں یا نہ پھیریں؟

سید باقر حسین نقوی۔ دوبئی۔

الجواب جو ائمہ دو رکعت پہ سلام پھیر کر ایک رکعت الگ پڑھتے ہوں ان کی اقتداء میں وتر نہ پڑھا کریں۔ ایسی صورت میں اگر اپنے ساتھی موجود ہوں اور کسی طرح

مناسب نہ ہو تو الگ جماعت کرالیا کریں ۔ ورنہ اکیلے اکیلے حسبِ معمول وتر پڑھ لیا کریں ۔

(وصح الاقتداء) فی غیرہ اولی ان لم یتحقق منہ ما یفسدھا فی اعتقادہ علی الاصح کما بسطہ فی البحر۔ (بشافعی) مثلاً (ان لم یفصلہ بسلام) لا ان فصلہ (علی الاصح) فیہما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد ۔ اھ۔ (در مختار علی الشامیۃ، ج ۱، ص ۴۹۴)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰/۱۰/۱۴۱۰ھ

امام مقتدی کے قنوت مکمل کرنے سے پہلے رکوع میں چلا جائے

اگر امام جلدی جلدی دعائے قنوت پڑھ کر رکوع میں چلا جائے اور مقتدی ابھی درمیان ہی میں ہو تو مقتدی پوری کر کے رکوع میں جائے یا اسی وقت چلا جائے ؟

الجواب جتنی پڑھ چکا ہے وہیں ختم کر کے امام کے ساتھ رکوع میں چلا جائے ۔

ولو رکع فی الوتر قبل ان یتم المقتدی القنوت یتابعہ لان القنوت لیس بمقدر ولا معین اما ان کان لم یقرأ شیئا من القنوت فح ینظر ان خاف فوت الرکوع بقرأۃ شئی منہ یرکع و یترکہ و الا یقرأ مقدار مالا یفوت الرکوع مع الامام ثم یرکع ۔ اھ (کبیری، ص ۴۸۷)۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان	۴ رمضان المبارک ۔۔ ۱۴۱۰ھ

وتروں میں دعاءِ قنوت کی جگہ تین دفعہ قل ہو اللہ پڑھنے کا حکم

ایک شخص کو دعائے قنوت یاد نہیں تو وہ اس کے قائم مقام کون سی دعاء پڑھے۔ علاوہ ازیں یہ جو عام طور پر مشہور ہے کہ تین بار سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھے۔ یہ کس حد تک صحیح ہے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ سورۂ اخلاص بالکل نہیں پڑھ سکتا۔ صحیح صورتِ حال سے مطلع فرمائیں۔ فجزاکم اللہ خیرا۔

المستفتی بندہ محمد طیب طاہر

الجواب باسمہٖ تعالیٰ معروف دعاءِ قنوت یاد نہ ہو تو اس کی جگہ کوئی اور ماثورہ دعاء بھی پڑھ سکتے ہیں۔ کوئی دعاء یاد نہ ہو تو قل ھو اللّٰہ بہ نیتِ ثناء و دعاء پڑھ لیں تو بھی واجب ادا ہو جائے گا۔

ومن لا یحسن القنوت یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار۔ وقال ابو اللیث یقول اللھم اغفرلی یکررھا ثلاثا وقیل یقول یارب ثلاثا ذکرہ فی الذخیرة۔ اھ (شامی، ج ۱، ص ۶۲۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۵ / ۸ / ۱۴۰۶ھ

واختلف المشائخ فی حقیقة القنوت الذی ھو واجب عندہ فنقل فی المجتبیٰ أنه طول القیام دون الدعاء وفی الفتاوی الصغری العکس وینبغی تصحیحه۔ (باب الوتر، شامیة)۔

ایک قول یہ ہے کہ قنوت سے مراد طول صلوٰۃ ہے۔ اس کے مطابق سورۂ اخلاص کے تکرار سے واجب قنوت کا ادا ہو جانا ظاہر ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ قنوت سے مراد دعاء ہے۔ اور سورۂ اخلاص گو بظاہر دعاء نہیں۔ لیکن توحید و ثناءِ باری تعالیٰ شانہٗ پر مشتمل ہے۔ اور ثناء علی الکریم کا دعاء ہونا متعدد مواقع پر حضرات علماء کرام نے لکھا ہے۔ اس لئے سورۂ اخلاص اگر اسی نیت سے پڑھی جائے گی۔ تو یہ بھی قائم مقام دعاء کے ہو جائے گی۔ بالکل نہ پڑھ سکنے کی بات درست نہیں۔

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۷ / ۸ / ۱۴۰۶ھ

دعاءِ قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا

آج تک ہمارا معمول یہ رہا ہے کہ دعائے قنوت پڑھ کر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جاتے ہیں۔ مگر اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دعائے قنوت کے بعد درود پاک بھی پڑھیں۔ پھر رکوع میں جائیں۔

صوفی یار محمد مسجد پولیس لائن ساہیوال

الجواب حامداً ومصلیاً طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں ہے کہ قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ لہذا پڑھ لینا بہتر ہے۔ معہذا نہ پڑھیں تو بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔ ولما روی النسائی باسناد حسن ان فی حدیث القنوت (وصلی اللہ علی النبی) صلینا علیہ صلی اللہ علیہ (و) علیٰ (آلہ وسلم) کما اختارہ الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ انہ یصلی فی القنوت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اھ

(مراقی الفلاح)

(قولہ کما اختارہ الفقیہ ابو اللیث) فی الحلبی عن ابن الہمام لا ینبغی ان یعدل عن ھذا القول وھو الحق کما فی البحر و ابن امیر حاج۔ اھ (طحطاوی ص ۲۰۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۱۱/۳/۳ھ

فصل فی التراویح

ہر چار تراویح کے بعد معروف دعا مستحب ہے نمازِ تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد جو عام رواج کے مطابق سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ الخ پڑھتے ہیں کیا اس دعاء کے بارے میں کوئی ایسی حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے جس میں صریح الفاظ میں اس دعاء کے پڑھنے کا حکم ہو۔ اگر ہو تو بحوالہ کتاب وصفحہ وغیرہ درج فرمائیں۔ نیز اس کا پڑھنا کیسا ہے سنت ہے یا مستحب ہے؟ اور دعاء کی حد اور مقدار جس کا کتابوں میں ذکر ہے متعین کر دیں۔ بعض حضرات دعاء کے اختتام پر اللّٰھم اجرنا من النار یا مُجیر یا مُجیر کے بعد "درود شریف خواجہ صلوٰۃ بر محمدؐ" اور بعض "درود صلوٰۃ بر محمدؐ" باآواز بلند پڑھتے ہیں جس سے تقریباً مسجد گونج اٹھتی ہے کیا ان الفاظ کا بھی کوئی ثبوت ہے، جو ہمارے لئے حجت بن سکے۔ اگر ہے تو کیا اس قدر زور وشور سے پڑھنا بھی جائز ہے؟

الجواب وفی الشامیۃ (ج ۱، ص ۴۹۶)۔ قال القہستانی فیقال ثلاث مرات سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملئکۃ والروح لا الہ الا اللہ نستغفر اللہ نسئلک الجنۃ ونعوذبک من النار۔

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ تین دفعہ یہ دعاء پڑھنا مستحب ہے اور اس دعاء کو باآواز بلند پڑھنا کوئی ضروری نہیں۔ اور یہ لفظ "درود خواجہ صلوٰۃ بر محمدؐ" اس کا کہیں ثبوت نہیں۔

فقط واللہ اعلم ؛ بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح : محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ؛ ۱۳۹۲/۹/۲۳ھ

نابالغ کے پیچھے تراویح پڑھنے کا حکم

نابالغ کے پیچھے نمازِ تراویح ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب مختار قول کے مطابق نابالغ کی اقتداء میں نماز جائز نہیں، تراویح ہوں یا کوئی اور نماز۔ ہدایہ میں اس بحث کے دوران لکھتے ہیں۔ والمختار انہ لایجوز فی الصلوات کلھا اھ (شامی۔ج ۱ ص ۵۴۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ؛ ۱۳۹۹/۹/۷ھ

عورت کا اپنے بیٹے کے پیچھے تراویح پڑھنا

عورت اپنے بیٹے کے پیچھے گھر میں نماز تراویح پڑھ سکتی ہے؟

حبیب اللہ ؛ چاہ میرک والا ملتان

الجواب عورت اپنے بیٹے کی اقتداء میں نمازِ تراویح پڑھ سکتی ہے۔ کما تکرہ امامۃ الرجل لھن فی بیت لیس معھن رجل غیرہ ولا محرم منہ اوزوجتہ اوامتہ اما اذا کان معھن واحد ممن ذکر اوامھن فی المسجد لایکرہ۔اھ۔ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۳۸۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ ہذا
۱۴۰۰/۱/۲۱ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

تراویح کا جو شفعہ فاسد ہو جائے اس میں پڑھی گئی منزل کا اعادہ کیا جائے

امام صاحب نمازِ تراویح میں تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے جبکہ دوسری رکعت پر قعدہ

نہیں کیا۔ اس طرح چار رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر لیا۔ چونکہ یہ آخری تراویح تھیں اس لئے انہیں چار سمجھ کر دعا مانگ لی گئی۔ اب دوسرے روز کیا حکم ہے؟

سید خلیق احمد ساجد مقیم دارالافتاء خیر المدارس ملتان۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں پہلی دو رکعتیں نہیں ہوئیں البتہ دوسری دو رکعتیں انیسویں اور بیسویں ہوگئیں۔ شامی میں ہے۔

فلو فعلها بتسليمة فان قعد لكل شفع صحت بكراهة و الا نابت عن شفع واحد به يفتى (درمختار)۔ قوله به يفتى لم ار من صرح بهذا اللفظ هنا وانما صرح به في النهر عن الزاهدي فيما لو صلى اربعا بتسليمة وقعدة واحدة۔

(شامی مبحث التراویح۔ج ۱۔ ص ۶۶۰-۶۶۱)

چونکہ تراویح کی قضاء نہیں ہوتی اس لئے دو رکعت نفل فرداً فرداً ادا کئے جائیں۔ البتہ امام صاحب سترہ، اٹھارہ تراویح کا پڑھا ہوا قرآن لوٹائیں۔ اگر انیس ۱۹ بیس ۲۰ والا بھی پڑھنا چاہیں تو بھی ٹھیک ہے ورنہ اسے چھوڑ کر آگے جا سکتے ہیں۔ چونکہ تراویح میں کم از کم ایک قرآن ضرور سنا جائے اسی لئے نہ ہونے والی تراویح کا قرآن بھی لوٹانا پڑے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۱۲/ ۹/ ۱۳۹۹ھ

جس شفعہ میں سجدۂ سہو نہیں کیا گیا وہ دوبارہ پڑھا جائے

امام صاحب نے تراویح پڑھاتے وقت آیت سجدہ سے پہلے سجدہ کر لیا۔ پھر اسی رکعت میں صحیح مقام پر سجدہ کیا لیکن بیس رکعت کی جگہ بائیس رکعت پڑھیں یعنی جن میں دو دفعہ سجدہ کیا تھا ان کو شمار نہیں کیا۔ پہلی دو رکعت میں سجدۂ سہو بھی نہیں کیا گیا تھا؟

مستفتی: ڈاکٹر بشیر احمد: رینالہ خورد: ضلع ساہیوال۔

الجواب پہلا سجدہ واجب نہیں تھا بدون وجوب کے سہوًا سجدہ کیا گیا۔ تو اس کی مثال ایسی ہے جیساکہ رکوع دو دفعہ بھول کر کرلیا۔ گویا سہوًا تکرارِ رکن ہوگیا۔ تکرارِ رکن کی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے۔ کما فی الہندیۃ ج ۱ ص۱۲۵)

ولا یجب السجود الا بترك واجب او تأخیرہ او تأخیر رکن او تقدیمہ او تکرارہ۔ اھ

پس صورتِ مسئولہ میں جب کہ سجدۂ سہو نہیں کیا گیا تو اس شفعہ کا اعادہ ضروری تھا اس لئے بائیس رکعت ہی پڑھنی چاہیئے تھیں۔ البتہ اگر اس شفعہ میں سجدۂ سہو کرلیا جاتا تو اعادہ کی حاجت نہ رہتی۔ اور بیس رکعت ہی کافی ہوجاتیں۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۷/۱۰/۱۳۸۲ھ	نائب مفتی خیرالمدارس ملتان

درمیانی قعدہ کئے بغیر چار رکعت پڑھنے کا حکم

ایک شخص دو رکعت تراویح میں قعدۂ اخیرہ بھول گیا۔ اور اس نے مزید دو رکعت ملاکر سجدۂ سہو کردیا۔ کیا ایسے شخص کی چار رکعات تراویح شمار ہوں گی یا دو۔ بصورتِ ثانی قرآن مجید اول شفعہ کی تراویح کا لوٹائے گا یا ثانی کا؟

الجواب وقال الفقیہ ابوجعفر والشیخ الامام ابوبکر محمد ابن الفضل فی التراویح تنوب الاربع عن تسلیمۃ واحدۃ وھو الصحیح لان القعدۃ علی راس الثانیۃ فرض فی التطوع فاذا ترکھا کان ینبغی ان تفسد صلوتہ اصلا کما ھو وجہ القیاس۔ وانما جاز استحسانا فاخذنا بالقیاس وقلنا بفساد الشفع الاول واخذنا بالاستحسان فی حق بقاء التحریمۃ واذا بقیت التحریمۃ صح شروعہ فی الشفع الثانی۔ وقد اتمھا بالقعدۃ فجاز عن تسلیمۃ واحدۃ

(فتاوی قاضی خان ص۱۱۳ ج ۱)۔

صورت مسئولہ میں صرف آخری دو رکعت تراویح ہوں گی اس لئے پہلے شفعہ کی تلاوت لوٹائے یہ حوالہ بالا سے ظاہر ہے۔ اور اگر درمیانی قعدہ کر لیا تھا تو چار تراویح ہو جائیں گی۔

قال فی الخانیۃ وعلی قول العامۃ یجوز عن تسلیمتین وھو الصحیح (ص ۱۱۳ ج ۱)۔

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۷؍۵؍۱۳۹۴ھ

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۲۷ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ

تراویح میں پورے قرآن میں کسی ایک سورۃ کے شروع میں بسم اللہ جہراً پڑھ لیں!

ایک حافظ صاحب تراویح کی نماز میں ہر سورت کے شروع میں تسمیہ بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر جائز ہے تو فاتحہ پر کیوں نہیں پڑھتے؟ ۔ عبدالرحمٰن رحیمی۔

الجواب تراویح میں قرآن سناتے ہوئے پورے قرآن مجید میں کہیں ایک بار کسی سورت کے شروع میں بسم اللہ جہراً پڑھ لی جائے باقی تمام جگہوں پر اخفا۔ کیا جائے۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس تراویح کا ثبوت

زید کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان پاک میں کوئی تراویح نہیں پڑھیں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی ثبوت نہیں۔ اگر مل گیا تو ہم سنی ہو جائیں گے۔

الجواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بیس رکعت تراویح منقول ہیں۔

"عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر اخرجہ عبید بن حمید فی مسندہ والبغوی فی معجمہ والطبرانی فی الکبیر

والبیہقی فی سننہ کذا فی اوجز المسالک : ج ۲ ۔ص ۳۹۸) ۔

اور خلفائے راشدین حضرت عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کے مبارک زمانوں میں بھی مسجد نبوی کے اندر بیس رکعت تراویح پڑھی گئیں ۔

اخرجہ البیہقی باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمرؓ بعشرین رکعۃ وعلی عہد عثمانؓ وعلیؓ مثلہ ۔اھ (اوجز المسالک : ج ۲ : ص ۳۹۷) ۔

اور خصوصیت سے حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ کا حکم فرمانا بھی ثابت ہے کہ بیس۲۰ رکعت تراویح پڑھو ۔ عن ابی عبدالرحمن السلمی عن علی رض ۔ و دعا القراء فی رمضان فامر منہم رجلا یصلی بہم فی رمضان عشرین رکعۃ قال ابن تیمیۃ فی المنہاج لو کانت بدعۃ قبیحۃ کما زعم الروافض لکان علیؓ ابطلہ لما صار امیر المؤمنین بل روی عنہ قال نوّر اللہ قبر عمر رض کما نوّر مساجدنا وعن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا ان یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعۃ "

علاوہ ازیں شیعوں کی معتبر کتاب " استبصار " اور " کافی " میں امام جعفر صادق رح سے بھی بیس رکعات منقول ہیں ۔ مکہ اور مدینہ میں کبھی بیس سے کم تراویح نہیں پڑھی گئیں ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ، ۱۵/ ۹/ ۱۳۹۶ھ

چار تراویح ایک سلام سے پڑھنے کا حکم

بکر نے تراویح پانچ سلام کے ساتھ ادا کیں یعنی چار چار رکعت کی نیت کی آیا اس صورت میں تراویح ادا ہوگئیں یا نہیں ؟ ۔ محمد شفیع ، مکان نمبر ۱۴۹ ، حیدرآباد ۔

الجواب اگر درمیانی قعدہ کرتا رہا ہے تو تراویح ادا ہوگئیں ۔ مگر ایسا کرنا خلاف متوارث ہے ۔ دو ، دو کرکے ادا کی جائیں ۔ ایسی ہی صورت کے بارے میں لکھا ہے ۔

وان قعد فی الثانیۃ قدر التشہد اختلفوا فیہ فعلی قول العامۃ یجوز عن تسلیمتین وھو الصحیح ۔ ھکذا فی فتاوی قاضی خان ۔ اھ ۔ (ھندیۃ : ج ۱ : ص ۶۱) ۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۔

الجواب صحیح
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان ۔ ۱۶ - ۱۰ - ۱۳۸۲ھ

تراویح بیس رکعت ہی سنت ہیں

تراویح بیس رکعت پڑھنی چاہئے یا آٹھ رکعت ؟ ہمارے قصبہ خیرپور سادات میں غیر مقلدین حضرات نے آٹھ رکعت کا بڑا شور و غل بپا رکھا ہے ۔ اور موطا امام مالکؒ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں ۔

" امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیما الداری ان یقوم للناس باحدی عشر رکعۃ "

مرقاۃ کی یہ عبارت بھی پیش کرتے ہیں ۔

" وفی صحیح ابن خزیمۃ وابن حبان انہ صلی بھم ثمان رکعات و الوتر "

اس کے متعلق مفصل و مدلل لکھیں ۔ حدیث کی عبارت اور اس کا صفحہ ضرور لکھیں تاکہ مخلوقِ خدا ان کے دجل و فریب سے بچے ۔ واحد بخش خیرپور سادات ۔

الجواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے ۔

فعلیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ اھ الحدیث : رواہ ابو داؤد والترمذی وابن ماجۃ ۔ (مشکوۃ ج ۱ ص ۳۰ اصح المطابع) ۔

" یعنی میرے طریقے کو لازم پکڑو اور میرے خلفاء راشدین رضؓ جو ہدایت یافتہ ہیں ان کے طریقے کو لازم پکڑو "

اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا رکعاتِ تراویح میں کتنی رکعات پر عمل

تھا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ بالا کے مطابق ہم ان کے طریقہ کو مضبوطی سے تھام سکیں۔
پس امام بیہقی رحمہ نے سندِ صحیح کے ساتھ صرف حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ہی سے نہیں، بلکہ ان کے علاوہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے بھی نقل کیا ہے۔ کہ ان سب حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے زمانہ خلافت میں ۲۰ بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی رہیں۔ کما رواہ البیہقی باسناد صحیح انہم کانوا یقیمون علی عہد عمرؓ بعشرین رکعۃ وعلی عہد عثمان رضؓ و علیؓ ۔

(فتح الملہم : ج ۲ ، ص ۳۲۰)۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح کا پڑھا جانا مؤطا امام مالکؒ میں بھی موجود ہے۔

"عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب بثلاث وعشرین رکعۃ"۔

خلفاء راشدین رضؓ کی اس سنت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ بالا کے پیشِ نظر جمہور فقہاءؒ اور ائمہ اربعہؒ اس پر متفق ہیں کہ ۲۰ بیس سے کم تراویح نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک روایت میں بیس تراویح پڑھنا وارد ہوا ہے۔ گو اس میں کلام کیا گیا ہے۔ لیکن خلفائے ثلاثہ رضؓ اور حضرات صحابہ رضؓ کے عملِ مسلسل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ پس صحیح اور راجح یہی ہے کہ کم از کم بیس تراویح پڑھی جائیں۔ جیسا کہ سطورِ بالا میں حدیثِ نبویؐ، سنتِ خلفاء راشدینؓ جمہورِ امت اور ائمہ اربعہؒ کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے۔

مؤطا کی جو روایت سوال میں پیش کی گئی ہے اس کا جواب مؤطا۔ اور بیہقی کی دو روایتوں سے ثابت ہو گیا جن میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۲۰ بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں۔ پس دو کے مقابلہ میں ایک مرجوح قرار پائے گی۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ابن عبد البر نے اسے وہم قرار دیا ہے اور صحیح الکیس کو قرار دیا ہے

قال ابن عبد البر روی غیر مالک فی ہذا الحدیث احد وعشرون وھو الصحیح ولا اعلم احدا قال فیہ احدی عشرۃ الا مالکا الی ان قال الا ان الا غلب عندی

ان قوله احدی عشرة وهم ۔ (کذا فی فتح الملہم ج ۲ : ص۳۲۰) ۔
" وهم " نہ بھی مانا جائے تو بھی اس کا یہ مطلب بن سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی رض اور حضرت تمیم داری ہر ایک کو اتنی اتنی رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا (وتر ایک پڑھائے گا باقی تراویح بیس بن جاتی ہیں) ۔

بہر حال خلفائے ثلاثہ رض جمہور صحابہ رض و تابعین رح اور ائمہ اربعہ رح سے بیس یا اس سے زائد تراویح کا ثبوت ہے اور اس سے کم ثابت نہیں ۔

غیر مقلدین خواہ مخواہ جمہور صحابہ رض و تابعین رح و جمہور امت کا خلاف کر رہے ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح سنت کو جاننے اور ماننے والا حضرات صحابہ رض کی جماعت سے زیادہ کون ہو سکتا ہے ۔ یہ ناممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعین سنت آٹھ تراویح ہوں اور حضرات صحابہ رض بیس۲۰ رکعات کو علی الاعلان مسجد نبوی میں معمول بنا لیں اور مسلسل بیس پچیس سال تک زمانہ خلافت راشدہ میں یہ عمل باقی بھی رہے اور شرقاً و غرباً بلادِ اسلامیہ میں یہ سنت پھیل بھی جائے ۔

کما قال البیهقی ثم استقر الامر علی العشرین فانه المتوارث قال ملا علی القاری فی شرح النقایة فصار اجماعا الخ قال فی البحر وعلیه عمل الناس شرقا وغربا کذا فی فتح الملہم (ج ۲ ،ص۳۲۰) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۴ - ۱ - ۱۳۸۸ھ	بندہ محمد عفا اللہ عنہ

تراویح میں سپیکر بلا ضرورت استعمال کرنا درست نہیں

موجودہ وقت میں نمازِ تراویح، یا عیدین میں سپیکر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اس سلسلہ میں ہمارے جھنگ میں اختلاف ہے ۔ برائے مہربانی صحیح تحقیق تحریر فرمائیں ؟

مستفتی : حافظ محمد مقیم ، جھنگ بازار ، جھنگ صدر

الجواب لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں تراویح ہوں یا جمعۃ المبارک خلاف اولیٰ ہے۔ جہر کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
۲۰ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ

تراویح میں ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ بالجہر کے بارے میں ایک اہم فتویٰ

ایک قاری صاحب تراویح میں بسم اللہ کو بالجہر پڑھتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ قراء سبعہ میں سے قالون راوی امام نافعؒ، امام ابن کثیرؒ، امام عاصمؒ، اور امام کسائیؒ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ کو ضروری قرار دیتے ہیں اور ان کا یہ اختلاف ایسا ہے جیسا کہ "مالک یوم الدین" میں ہے۔ کہ اس کو عاصمؒ اور کسائیؒ بالالف اور باقی بلا الف پڑھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

جس طرح یہ اختلاف پڑھ کر ظاہر کیا جاتا ہے، اسی طرح بسم اللہ کے بارے میں سمجھیں۔ اور بسم اللہ کا مسئلہ اجتہادی بھی نہیں۔ کیوں کہ منقول چیزوں میں اجتہاد جائز نہیں۔ لہٰذا ہم اجتہادی مسائل میں تو امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔ کیونکہ وہ امام اور مجتہد مطلق تھے۔ اور قرأت میں قرآن کے اماموں اور قرأت کے راویوں کے مقلد ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ایک حرف اور ایک ایک نقطے کو متواتر اور متصل سند کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ اور قرأت میں امام ابوحنیفہؒ بھی انہی حضرات کے مقلد ہیں۔ اور اس مسئلہ میں اجتہاد کا احتمال قبول کرنے کے لائق نہیں۔

پھر وہ قاری مذکور الصدر فرماتے ہیں کہ قراء سبعہ میں سے مبسملین اور تارکین دونوں کی دلیلیں صحیح احادیث ہیں یہاں اجتہاد کا کیا دخل ہے۔ دونوں گروہ قرآن میں اجتہاد کو دخل نہیں دیتے اور ہر قاری نے وہی قرأت پڑھی ہے جو اس کے نزدیک متواتر ہے اور فقہاءؒ بھی اس بارے میں قراء کے تابع ہیں۔

امام مالکؒ نے امام نافعؒ سے بسم اللہ کے بارے میں پوچھا تو امام نافعؒ نے فرمایا بسم اللہ کا جہر سنت ہے۔ تو امام مالکؒ نے ان کو سلام کیا۔ اور فرمایا کہ ہر علم کا مسئلہ اس کے جاننے

والے سے ہی پوچھنا چاہیئے۔

اور ساتھ ہی یہ بھی کہ متعدد شہروں کے ائمہ قرأت یعنی مکہ اور مدینہ اور شام والوں اور عاصم اور کسائی کا دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ کو پکار کر پڑھنے پر اجماع ہے۔ اس لئے تراویح میں بھی ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھی جاوے۔ اور چونکہ سننا بھی مقصود ہوتا ہے اس لئے جہراً پڑھی جاوے تاکہ سامعین کی ایک سو تیرہ آیتیں نہ رہ جائیں۔

اس کے بعد ہم نے ان قاری صاحب سے پوچھا کہ جب تراویح میں بسم اللہ کا آواز سے پڑھنا ضروری ہوا تو چاہیئے کہ فرض نمازوں میں بھی آواز سے پڑھا کریں۔ تو ان قاری صاحب نے یہ فرمایا کہ تراویح اور فرائض میں یہ فرق ہے کہ تراویح میں تو مقصود یہ ہوتا ہے کہ قرآن پورا پڑھا جائے اور وہ اس پر موقوف ہے کہ جس روایت میں پڑھ رہے ہوں ان کا کوئی اختلاف بھی چھوٹنے نہ پائے۔ پس اگر بسم اللہ کو آواز سے نہ پڑھا جائے تو بسم اللہ والوں کی روایت پر ختم کامل نہ ہو گا۔ اور فرائض میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ اتنا قرآن پڑھ لیا جائے جس سے نماز درست ہو جائے وہاں قرآن کا پورا کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ اس لئے قاری صاحب فرماتے ہیں کہ ہم فرائض اور واجب نمازوں میں تو امام صاحبؒ کے مقلد ہیں اور بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے ہیں اور تراویح میں بسم اللہ والے قاریوں کی تقلید کرتے ہیں اور بسم اللہ کو جہراً پڑھتے ہیں۔ اور چونکہ ہم اصول میں امام ابوحنیفہ رحؒ کے مقلد ہیں اسی لئے اس معمولی سے اختلاف کے باوجود بھی ہم ان کے مقلد رہیں گے۔ کیونکہ امام صاحبؒ نے کسی جگہ بھی یہ نہیں فرمایا کہ بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا واجب ہے اور آواز سے پڑھنا ناجائز ہے۔ اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ قرآن کا کوئی ختم ایسا نہ کیا جائے جو روایت کے بالکل موافق ہو۔

آخر صاحبین رحؒ بھی بہت سے مسائل میں امام صاحبؒ سے اختلاف رکھتے ہیں لیکن اس پر بھی وہ مقلد ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اصول میں امام صاحب رحمۃ اللہ کے موافق ہیں۔

اور حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ خاص حضرت شاہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ انہوں نے بھی تراویح میں بسم اللہ بالجہر پڑھنے کا فتویٰ اسی بناء پر دیا تھا اور وہ معتمد علیہ بھی ہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ نے ان سے اجازت حدیث

حاصل کی ہے۔

اور وہ قاری یہ فرماتے ہیں کہ "فتاویٰ رشیدیہ" میں موجود ہے۔ لاریب احادیث سے دونوں باتیں ثابت ہیں۔ یعنی بسم اللہ کا نماز میں جہرًا پڑھنا بھی آیا ہے سرًا بھی۔
ہاں اتنی بات ہے کہ بسم اللہ کا جہرًا پڑھنا متروک ہورہا ہے تو یہ احیائے سنت مردہ کے حکم میں ہے۔ پس اس کو رواج دینے میں سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ اکثر بسم اللہ کو جہر کے ساتھ نماز میں پڑھا کریں۔ خواہ وہ فرض نمازیں ہوں جن میں قرأت جہرًا کی جاتی ہے خواہ تراویح کی نماز ہو۔

مذکورہ بالا امور کی بنا پر اگر ہم تراویح میں بسم اللہ کو بالجہر پڑھیں تو از راہ شریعت ماخوذ تو نہ ہوں گے۔؟

مستفتی: مراد حسین پتراں والی گلی، ملتان شہر

الجواب اگر تراویح میں ہر سورت سے قبل بسم اللہ کے ساتھ جہر کیا جائے تو اس میں ماخوذ نہ ہوگا۔ بلکہ ختم قرآن علیٰ قرأت حفص کے لئے مناسب ہے کہ جہر کیا جائے تاکہ سامعین کو تمام قرآن کا سماع میسر آجائے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ امر بھی ضروری ہے کہ تارکین جہر پر نکیر نہ کی جائے کیونکہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک بسم اللہ صرف ایک دفعہ جہرًا پڑھ لینا ختم قرآن کے لئے کافی ہے جہر کرنے والے اور سرًا پڑھنے والے دونوں فریق صواب پر ہیں۔ اور الحمد شریف سے پہلے بسم اللہ کے ساتھ جہر نہ کیا جائے اور نہ ہی فرائض میں بسم اللہ جہری کا عمل کریں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۱۹/ ۵/ ۱۳۷۲ھ

"حنفی مذہب کی رو سے عدم جہر اولیٰ ہے۔ بعد ہذا التسلیم
الجواب صحیح

خیر محمد عفا اللہ عنہ، مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان: ۲۴/ ۵/ ۱۳۷۲ھ

تراویح کے اوّلین دوگانہ سے پہلے تسبیح کا حکم نیز صلوٰۃ بر محمدؐ کا نعرہ بدعت ہے

نمازِ تراویح کا اولین یعنی پہلا دوگانہ شروع کرتے وقت وہ تسبیح معروف پڑھنا جو کہ ہر چار تراویح کے بعد عموماً پڑھی جاتی ہے ۔کہیں احادیثِ نبویہ یا آثارِ صحابہؓ یا فقہِ حنفی سے ثابت ہے یا نہیں ؟

۲ ۔ ہر تراویح پر تسبیح معروف پڑھنے کے بعد مل کر " الصلوٰۃ بر محمدؐ " کا اونچا نعرہ لگانا مسجد میں جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب ۱۔ نمازِ تراویح کا اولین دوگانہ پڑھتے وقت تسبیح معروف پڑھنا ثابت نہیں ۔البتہ ہر چار گانہ کے بعد چار گانہ کی مقدار آرام کرنا ۔پھر اس وقت میں تسبیح اذکار یا خاموش بیٹھے رہنا یا انفرادی طور پر نوافل پڑھنا فقہار کی عبارات سے ثابت ہے ۔

ففی الدر المختار و یخیرون بین تسبیح و قرأۃ و سکوت و صلوٰۃ فرادی ۔

تسبیح کے تحت شرح رد المحتار میں لکھا ہے ۔

قال القهستانی فیقال ثلث مرات سبحان ذی الملک والملکوت الی قوله رب الملئکة والروح لا اله الا الله نستغفر الله نسئلك الجنة و نعوذ بك من النار ۔

۲۔ مل کر نعرہ بلند کرنا اور آواز کو مسجد میں اونچا کرنا بدعت ہے ۔فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	۲۴ ، رمضان المبارک ۱۳۷۰ ھ

حافظات کے لئے تراویح کی جماعت کرانے کا حکم

ہمارے ہاں تقریباً ہر رمضان شریف میں عورتوں کی تراویح کا مسئلہ چل نکلتا ہے عرض یہ ہے کہ " فتاویٰ دارالعلوم : ج ۴ ، ص ۲۶۶ " میں ہے کہ عورتوں کی جماعت اس طرح

کہ عورت ہی امام ہو مکروہ ہے خواہ تراویح کی جماعت ہو یا غیر تراویح کی ، سب میں عورتوں کا امام ہونا عورتوں کے لئے مکروہ ہے ۔ اس پر جو حاشیہ ہے وہ یہ ہے ۔

" ویکرہ تحریما جماعۃ النساء ولو فی التراویح " (درمختار)

اسی طرح کتاب مذکور کے صفحہ نمبر ۳۰۰ پر ہے ۔

" تراویح کی جماعت عورتیں نہ کریں ۔ ویکرہ تحریما جماعۃ النساء ولو فی التراویح " (درمختار علی الشامی ج ۱ ص ۴۲۸)۔

جب فتاویٰ کی یہ عبارتیں دکھائی جاتی ہیں تو ہمارے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ چونکہ مولانا خیر محمد صاحب مدظلہٗ کے ہاں تراویح اور وتروں کی جماعت عورتیں کراتی ہیں تو ہم کیوں نہ کرائیں کیوں کہ ہمارے لئے تو آپ حضرات حجت ہیں ۔ اسی لئے اب صورت مسئلہ کی تحقیق و تفصیل کے لئے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں ۔ امید ہے کہ بار خاطر نہ ہوگا ۔

شیخ منظفر طارق بوریوالا

الجواب پہلے زمانہ میں عورتیں مساجد میں آتی تھیں ۔ اس کا شریعت نے انسداد کیا ۔ یعنی بند کردیا ۔ اسی طرح عورتوں کا جماعت کرانا مردوں کی طرح کہ اِمام آگے کھڑی ہو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے ۔ اور جب جماعت کرائیں تو امامہ کے وسط میں کھڑے ہونے کو تجویز کیا اور ساتھ ہی اسے مکروہ تنزیہی کہا ۔

بعض مواضع میں مکروہِ تنزیہی کا خلاف اولیٰ ہوتا ہے ۔ رمضان المبارک کا مہینہ تلاوت کا مہینہ ہے ۔ بالخصوص حافظوں کے لئے ضروری ہے ۔ اس مصلحت کے لئے اس کو مستحب قرار دیا جائے گا ۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا امامت کرانا ثابت ہے ۔ فقط واللہ اعلم

احقر خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان

۲۲ / ۱۰ / ۱۳۸۸ھ

قال المرتب حفظہ اللہ تعالیٰ ، اگر عورتوں کے اس اجتماع سے دینی مفاسد کا اندیشہ ہو تو ترکِ جماعت اولیٰ ہونا چاہئے ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۵/۴/۱۴۰۰ھ

تراویح کے بعد دعاء کا حکم نیز ختم قرآن کے موقعہ پر لمبی دعاء مانگنے کا حکم

۱ : تراویح کے ختم پر حافظ صاحب مختصر اجتماعی دعا مانگتے ہیں یہ ثابت ہے یا قابل ترک ؟

۲ : ستائیسویں کو ختم قرآن پر حافظ صاحب ایک لمبی دعاء مانگتے ہیں۔ اسی طرح اس دن وتروں اور نفلوں کے بعد بھی اس نیت سے کہ قرآن پاک ختم ہوا ہے، قبولیت کی گھڑی ہے دیر تک دعاء کرتے ہیں۔

الجواب

۱ : تراویح کے بعد دعاء کی اجازت ہے۔ (احسن الفتاویٰ : ج ۵، ص ۵۱۹)

۲ : اگر یہ دعاء تراویح کے اختتام پر کرلی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ عموماً نوافل کے بعد جو دعاء ختم قرآن کے دن کی جاتی ہے وہ درحقیقت وعظ کے بعد ہوتی ہے کیونکہ اس موقعہ پر کچھ نہ کچھ فضائل قرآن بیان کردیئے جاتے ہیں۔ ویسے بھی کبھی کسی خاص داعیہ کی بناء پر اگر دعاء ہو جائے تو اس کی گنجائش ہونی چاہئے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی	نائب مفتی۔ ۳ / ۱۰ / ۱۴۰۷ھ

رمضان المبارک میں حفاظ کو پیسے اور کپڑے دینا اجرت کے مشابہ ہے

۱۔ ہمارے ہاں رمضان المبارک میں ختم تراویح پر حافظ صاحب کو پیسے کپڑے وغیرہ دیتے ہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں المعروف کالمشروط کے تحت یہ مشابہ اجرت کے ہے اس لئے جائز نہیں۔ نیز بعض مسافر حافظ آتے ہیں ان کے کھانے کا بندوبست کیا جاتا ہے کیا یہ بھی اجرت میں داخل ہے ؟

۲ : بلیں تراویح کے بعد لوگ دعاء اجتماعی طور پر ضروری سمجھتے ہیں نہ مانگنے والے پر اعتراض کرتے ہیں۔ کیا یہ التزام بدعت بنے گا یا نہیں ؟

۳ : اجتماعاً دعاء مانگ لے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

۴ : پھر اسی طرح نوافل کے بعد بھی دعا ضروری سمجھتے ہیں۔

۵ : داڑھی منڈے یا کتروانے والے حافظ کے پیچھے تراویح پڑھ لیں تو واجب الاعادہ ہیں یا نہیں؟

سائل : عبد الحکیم

مدرس مدرسہ قاسمیہ ڈیرہ اسمٰعیل خان

الجواب ۱ : یہ پیسے کپڑے مشابہ اجرت کے ہیں۔ لہذا حضرات فقہائے اس سے منع کیا ہے کسی دوسرے موقعہ پر خدمت کر لی جائے تو گنجائش ہے۔ مسافر حافظ کے کھانے پینے کا انتظام کرنا چاہیئے۔

۲ : بیس تراویح کے بعد وقفہ استراحت تو مندوب ہے کذا فی الدر پہلے وقفوں سے امتیاز کرنے کے لئے شاید دعا کرتے ہیں تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ تراویح ختم ہو چکی ہیں۔

۳ : جائز ہے۔

۴ : نوافل کے بعد اجتماعی دعا نہیں ہے نہ کی جائے۔

۵ : ایسے حافظ کی امامت مکروہ ہے لیکن تراویح کے اعادہ میں حرج ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۹ ۔ ۹ ۔ ۱۴۰۰ھ

تراویح میں امام صاحب قرآن مجید سے دیکھکر پڑھیں تو تراویح کا حکم

یہاں سعودی عرب میں امام حضرات قرآن پاک ہاتھ میں پکڑ کر کھول کر دیکھ کر تراویح پڑھاتے ہیں۔ اور پھر ہاتھ میں رکھے ہوئے زمین پہ رکھ کر سجدہ کرتے ہیں اور بعض جیب میں ڈال لیتے ہیں۔ پھر پڑھنے کے وقت جیب سے نکال کر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان حضرات کا اس طرح تراویح پڑھانا اور ہمارا ان کے پیچھے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب احناف کے نزدیک قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنا مفسد صلوۃ ہے لہذا آپ اپنی تراویح کا الگ انتظام کر لیا کریں۔

ویفسدها قراءته من مصحف عند ابی حنیفة رح وقالا لا یفسد

له ان حمل المصحف وتقليب الاوراق والنظر فيه عمل كثير وللصلوٰة عنه بُدٌّ وعلى هذا لو كان موضوعا بين يديه على رحل وهو لا يحمل ولا يقلب او قرأ المكتوب فی المحراب لا تفسد، ولان التلقن من المصحف تعلم ليس من اعمال الصلوٰة وهذا يوجب التسوية بين المحمول وغيره فتفسد بكل حال وهو الصحيح اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۵۳)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۹ / ۳ / ۱۴۰۲ھ

تراویح میں قُلْ ھُوَ اللہُ کا تکرار

تراویح میں سورۃ اخلاص کو تین مرتبہ پڑھنا سلف سے منقول ہے یا نہیں۔ تین مرتبہ پڑھنا خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے بدعت تو نہیں ہوگا؟

سائل مولوی حفظ الرحمٰن

امام زینب مسجد نقشبند کالونی، ملتان

الجواب آج کل کچھ لوگ اس کا التزام کرنے لگے ہیں اور نہ کرنے والوں پر نکیر کرتے ہیں اس لئے اگر قواعد کی رو سے درست بھی ہو، تو بھی اس عارض کی وجہ سے اب اس کو ترک کر دینا چاہئے۔ ویسے کوئی پڑھے تو اس پر تشدید بھی نہ کریں کہ فی الجملہ گنجائش ہے۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس مُلتان

مؤرخہ: ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ

تراویح میں حصر دور کرنے کے لئے بسم اللہ جہر سے پڑھنا

ایک امام مسجد جو قاری و حافظ قرآن ہے روزانہ نماز پنجگانہ رمضان شریف میں تراویح خود اسی مسجد میں مع مقتدیوں کے ادا کرتا ہے۔ ظاہری حالات سے بالکل پابند شرع ہے۔ اور اہل محلہ بھی اس امام سے خوش ہیں۔ مگر قدرتی طور پر امام کو بوجہ بیماری کے ایسا عارضہ درپیش ہے نماز جہری خواہ وقتی فرض ہوں یا رمضان شریف میں تراویح ہوں قرأت جہری کے پڑھنے میں خاص کر الحمد للہ کو افتتاح کرتے وقت تقریباً پانچ دس منٹ بندش آتی ہے جو کہ ظاہر طور پر امام و مقتدیوں کے لئے طبعاً گراں ہے۔ اس عقدہ کو حل کرنے کے لئے کسی عالم مقتدر نے امام مذکور کو یہ رائے دی کہ فتاوےٰ رشیدیہ جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ میں مولانا مرحوم نے مسئلہ لکھا ہے کہ جس شخص کو جہری قرأت میں بندش ہو، خواہ وقتی فرض ہو یا تراویح، تو الحمد شریف سے قبل ہر رکعت جہری میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو جہراً کہہ کر شروع کریں۔ کیونکہ قاری حفص رح کا فرمان ہے کہ بسم اللہ شریف کو جہراً پڑھنا چاہیئے۔ گو احناف جہری و سری بسم اللہ پڑھنے کی اولویت میں کلام کرتے ہیں۔ اور ساتھ حضرت مرحوم یہ بھی فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

" چونکہ بسم اللہ کو جہراً پڑھنا سنت ہے اور یہ سنت مردہ ہو چکی ہے۔ لہذا اس کی ادائیگی میں بڑا ثواب ہے "

چنانچہ امام مذکور نے بموجب ارشاد عالم مذکور جب بسم اللہ کو جہراً پڑھنا شروع کیا الحمد للہ سے قبل تو سب بندش جو پہلے تھی ختم ہوگئی۔ مگر اب شہر کے مختلف علماء صاحبان اس عالم کے بتلائے ہوئے طریق کار و حافظ صاحب کی اس طرح ادائیگی نماز جہری کو خلاف شرع کی طرف نسبت کر رہے ہیں اور عوام میں عالم صاحب اور حافظ صاحب دونوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔

جناب سے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جناب عالم صاحب کا یہ فرمان بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ درست ہے یا نہ ؟ اور حافظ صاحب امام مذکور کا اس فتوے کے پیش نظر جہری نمازوں میں بسم اللہ کا جہر کرنا درست ہے یا نہ ؟ اور دیگر علماء کا کہنا کہ یہ خلاف شرع امر ہے کیسا ہے اور ان کا عوام کو پروپیگنڈہ سے متأثر کرنا کیسا ہے ؟

المستفتی : عطاء اللہ سجاد ملتان

الجواب

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کو دیکھا گیا لیکن اس میں کوئی اس قسم کا فتویٰ نہیں ملا کہ جس میں آپ نے یہ تحریر فرمایا ہو کہ

"اگر کسی کو بندش ہو تو وہ سورۂ فاتحہ سے قبل "بسم اللہ" کو جہراً پڑھ سکتا ہے"

البتہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد جب ابتداء سورۃ کے شروع سے کرتے ہیں اسکے متعلق آپنے تحریر فرمایا ہے جو کہ آپکا امام کہتا ہے درست نہیں ہے کہ ہر سورت پر جہر سے بسم اللہ پڑھے تو مضائقہ نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اگر کسی آدمی کو کوئی عذر ہو کہ وہ الحمد شریف کو زبان میں لکنت کی وجہ سے جہراً شروع نہیں کرسکتا، اور بسم اللہ کو جہراً پڑھ کر الحمد شریف کو جہراً پڑھنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے بسم اللہ جہر سے پڑھنے کا فتویٰ دے دیا جائے۔ لیکن اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوگا کہ سورۂ فاتحہ سے قبل بسم اللہ کو زور سے پڑھنا مردہ سنت ہے اس کو زندہ کر دینا چاہیئے۔ پس صورت مسئولہ میں بناء بر عذر مذکور جہراً "بسم اللہ" پڑھنا جائز ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا عالم غیر معذور قاری مل جائے تو اسی کو امام بنا لیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲۳ / ۱۲ / ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان

تراویح میں نفل کی نیت سے شرکت کرنے کا حکم

مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان شہر میں گزشتہ چند سالوں سے یہ دستور جاری ہے کہ ماہ رمضان کی مبارک راتوں میں اوّل شب رمضان سے بیس تک نصف شب تک بیس پچیس حفاظ نوافل میں قرآن مجید پڑھتے ہیں اور کچھ سننے والے حضرات نماز میں شریک ہوئے بغیر ان کا سن لیتے ہیں۔ اور آخری عشرہ میں چند حفاظ باری باری پڑھتے ہیں۔ اور تین راتوں میں قرآن مجید ختم کرتے ہیں۔ اور یہ حفاظ اپنی مدد، دو تراویح باقی رکھتے ہیں اور ہر ایک حافظ اپنی بقیہ دو رکعت تراویح میں اپنی اپنی منزل پڑھتا ہے اور سننے والے کچھ حضرات نیت باندھ کر مقتدی بن کر سنتے ہیں اور بعض بیٹھ کر بغیر اقتداء کئے سنتے ہیں۔ اگر کسی پر نیند کا غلبہ طاری ہو تو اسے گھر روانہ کیا جاتا ہے۔ اور باتیں کسی کو نہیں کرنے

دی جائیں۔ تو کیا ہر دو صورت جائز ہیں۔ ؟

حضرت قاری رحیم بخش صاحب مسجد سراجاں ملتان

الجواب دونوں صورتیں بلا کراہت جائز ہیں۔ پہلی صورت میں تو خیر کوئی شبہ ہی نہیں البتہ دوسری صورت میں تھوڑا سا اشکال تھا کہ امام تراویح پڑھ رہا ہے اور مقتدی پیچھے نفل کی نیت باندھے ہوئے ہیں تو یہ اشکال بھی عالمگیری کی مندرجہ ذیل عبارت سے رفع ہو جاتا ہے

امام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز ذلک کذا فی محیط السرخسی والفتوی علی ذلک کذا فی المضمرات والمقتدی اذا صلاها فی المسجدین لا بأس به (عالمگیری ج۱ ص۱۱۶)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ اصغر علی غفرلہ
نائب مفتی ۔ ۱۲ / ۹ / ۱۳۷۶ھ

چار رکعت تراویح ایک سلام سے پڑھائیں اور درمیانی قعدہ نہیں کیا تو پہلی دو رکعت تراویح ہوں گی یا آخری؟

امام نے چار رکعت تراویح بیک سلام پڑھائیں اور سہوًا درمیانی قعدہ نہیں کیا تو دو رکعت تراویح ہوئیں۔ (بحاصلہ الخیر، ص ۲۶، بابت ماہ رمضان ۱۴۰۶ھ)۔

لیکن الخیر میں یہ تصریح نہیں کہ پہلی دو رکعت تراویح ہوئیں یا دوسری دو رکعت؟ ایک اردو فتاوے میں لکھا ہے کہ پہلی دو رکعت تراویح ہوئیں۔

صحیح مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ پہلے شفع کی قرأت لوٹائی جائے یا دوسرے شفع کی؟

سائل محمد اسمٰعیل دنجارا
کہروڑ پکا، ضلع ملتان

الجواب اذا صلی الامام اربع رکعات بتسلیمة واحدة لم یقعد فی الثانیة فی القیاس تفسد صلاته وهو قول محمد

وزفرؒ ویلزمہ قضاء ھذہ التسلیمۃ وھو روایۃ عن ابی حنیفۃؒ وفی الاستحسان وھو اظھر الروایتین عن ابی حنیفۃؒ وابی یوسفؒ لاتفسد واذا لم تفسد اختلفوا فی قول ابی حنیفۃؒ وابی یوسفؒ انھا تنوب عن تسلیمۃ او تسلیمتین قال الفقیہ ابوالیثؒ تنوب عن التسلیمتین الخ قال الفقیہ ابوجعفرؒ والشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل ؒ فی التراویح تنوب الاربع عن تسلیمۃ واحدۃ وھو الصحیح لان القعدۃ علی رأس الثانیۃ فرض فی التطوع فاذا ترکھا کان ینبغی ان تفسد صلاتہ اصلا کما ھو وجہ القیاس وانما جاز استحسانا فاخذنا بالقیاس وقلنا بفساد الشفع الاول واخذنا بالاستحسان فی حق بقاء التحریمۃ و اذ بقیت التحریمۃ صح شروعہ فی الشفع الثانی و تداتمھا بالقعدۃ فجاز عن تسلیمۃ واحدۃ۔ (فتاویٰ قاضی خان، ص ۱۱۲، ۱۱۳، ج ۱)۔

قاضی خان کی اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری دو رکعت تراویح ہوئیں۔ پہلی دو رکعت نہیں۔ اس لئے پہلے شفع کی قرأت لوٹا لی جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۲؍۱۰؍۱۴۰۶ھ

ستائیس رمضان کی رات کو ختم کرنا زیادہ بہتر ہے

جب بیس رمضان ہو جاتی ہے تو قرآن مجید کے ختم شروع ہو جاتے ہیں کوئی اکیس کی رات کو کرتے ہیں کوئی پچیس کی رات کو، کوئی جمعرات کو ترجیح دیتے ہیں۔ کئی ستائیس کی رات کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان میں شریعت کا کیا حکم ہے کہ کس رات کو ختم کیا جائے؟

الجواب افضل یہ ہے کہ ستائیس رمضان کی رات کو ختم کیا جائے۔

وینبغی للامام اذا اراد الختم ان یختم فی لیلۃ السابع والعشرین کذا فی المحیط اھ (عالمگیری: ج ۱- ص ۱۱۸)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان: ۲۰/ ۳/ ۱۴۱۰ھ

امام کے رکوع کے انتظار میں بیٹھے رہنا

آج کل بہت سی مساجد میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ تراویح کی جماعت کے وقت بیٹھے رہتے ہیں۔ جب امام صاحب رکوع کے قریب ہوتے ہیں یا رکوع میں چلے جاتے ہیں تو اٹھ کر شریک ہو جاتے ہیں۔ ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب ایسا کرنا شرعاً مکروہ تحریمی ہے اور منافقوں سے مشابہت ہے۔ ہاں اگر بڑھاپے یا کسی مرض کی وجہ سے ایسا کیا جائے تو گنجائش ہے۔

کما یکرہ تأخیر القیام الی رکوع الامام للتشبہ بالمنافقین اھ (درمختار)۔ (قولہ کما یکرہ) ظاہرہ انہا تحریمیۃ للعلۃ المذکورۃ وفی البحر عن الخانیۃ یکرہ للمقتدی ان یقعد فی التراویح فاذا اراد الامام ان یرکع یقوم لان فیہ اظہار التکاسل فی الصلوٰۃ والتشبہ بالمنافقین قال اللہ تعالیٰ واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ ط قال فی الحلیہ وفیہ اشعار بانہ اذا لم یکن لکسل بل لکبر ونحوہ لا یکرہ وھو کذلک اھ (شامیۃ ج ۱: ص ۵۲۳ - مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی	مفتی خیر المدارس ملتان ۲۴/ ۱۲/ ۱۴۱۰ھ

رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیّت کا حکم

زید تراویح کی نماز پڑھا رہا تھا اس نے سورۃ انفال کا سجدۂ تلاوت بھی اور دیگر کئی مقامات پر اس نے سجدۂ تلاوت نہیں کیا۔ جب زید سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ سجدۂ تلاوت کی نیت میں رکوع کے اندر کرلیتا ہوں۔ لہذا سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے۔ اس مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ بحوالہ لکھیں۔

الجواب جہری نمازوں میں سجدۂ تلاوت مستقل کرنا چاہیئے۔ اور سری نمازوں میں سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا کیا جائے۔

ذکر فی التاتارخانیة انه لو تلاها فی السریة فالاولی ان یرکع بها لئلا یلتبس الامر علی القوم ولو فی الجهریة فالسجود اولی۔ (شامیة، ج۱، ص ۵۷۱)۔

جہری نماز میں امام اگر رکوع میں نیت کرلے تو مقتدی کے ذمہ سے سجدۂ تلاوت تب ساقط ہوگا جب کہ مقتدی بھی رکوع میں ادائیگی سجدہ کی نیت کرلے یا امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ تلاوت ادا کرکے تشہد پڑھ کر سلام پھیر لے۔

ولو نواها فی رکوعه ولم ینوها المؤتم لم تجزه ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدة ولو ترکها فسدت صلوته کذا فی القنیة (ج۱، ص ۵۷۱)۔ درمختار مع الشامی)۔

اس لئے مقتدیوں کی نماز کو محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ امام تلاوت کے لئے الگ سجدہ کرے یا پھر رکوع میں ادائیگی سجدہ کی نیت نہ کریں سجدہ صلوٰۃ میں خود بخود ادا ہوجائے گا۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲ / ۴ / ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس ملتان

دو پر قعدہ کئے بغیر چار رکعت پڑھ لیں تو دو شمار ہوں گی یا چار

زید نے چار تراویح کی نیت کی اور چاروں کو ایک ہی قعدہ سے ادا کر لیا۔ یا صرف دو رکعت تراویح کی نیت کی اور پھر دوسری رکعت پر قعدہ کئے بغیر تیسری کی طرف کھڑا ہو گیا اور چار پوری کر لیں۔ ان دونوں صورتوں کا حکم مفصلاً بمع حوالہ مطلوب ہے۔

قاری محمد طاہر رحیمی

صدر شعبہ تجوید، قاسم العلوم ملتان

الجواب درمختار اور شامی میں تراویح کے بیان میں اس کی تصریح ہے کہ ایسی صورت میں دو رکعات تراویح ہوتی ہیں۔

فلو فعلها بتسليمة فان قعد لكل شفع صحت بكراهة و الا نابت عن شفع واحد به يفتى اھ (ج ۱، ص ۴۷۳)

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی ۲۴ / ۱۲ / ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

اگر دو پر قعدہ کئے بغیر تین رکعت پڑھ لیں تو کوئی بھی شمار نہ ہو گی

اگر امام دو کی بجائے تین تراویح پڑھا دے اور سجدہ سہو بھی نہ کرے تو کیا یہ درست ہے؟ اور دو تراویح ادا ہو جائیں گی؟

الجواب اگر دو رکعت پر قعدہ کے بغیر تیسری رکعت پڑھ لی خواہ سجدہ سہو بھی کر لے تب بھی نماز فاسد ہے۔ یہ تین رکعت تراویح اور جو اس میں قرأت کی گئی ہے اس کا اعادہ ہونا چاہیئے۔

قال في الهندية ولو صلى التطوع ثلاث ركعات ولم يقعد على رأس الركعتين الاصح انه تفسد صلوته۔ (ج ۱، ص ۵۹)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی - ۱۱ - ۹ - ۱۴۰۳ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

کوئی ازراہِ اخلاص قرآن سنانے والے کی خدمت کرے تو لینے کی گنجائش ہے

جو امام صاحب روزانہ پانچ وقت کی نماز پڑھاتے ہیں، وہی تراویح پڑھاتے ہیں۔ اور ان سے کسی بھی معاوضہ کی کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔ حافظ صاحب علانیہ کہتے ہیں کہ مجھے کسی معاوضہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ لینے کے لئے تیار ہیں۔ اب اگر کوئی شخص اپنے طور پر ان کو کچھ دینا چاہے رمضان المبارک میں تو یہ حافظ صاحب کو قبول کر لینا چاہئے؟ جب کہ دینے والے کی نیت امداد کی ہے تراویح کے معاوضہ کی نہیں۔ وہ صرف فی سبیل اللہ خدمت کرنا چاہتا ہے۔ اگر لینے اور دینے والے کی نیتوں میں معاوضہ تراویح کی بجائے رضائے مولا موجود ہو تو کیا لینا اور دینا دونوں کے لئے جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر واقعۃً خدمت کے جذبہ کے تحت دینا چاہتے ہیں تو حرج نہیں۔ لیکن اس کیلئے ختم کی رات متعین نہ کریں تاکہ اجرت کے ساتھ مشابہ نہ ہو۔ شروع میں یا درمیان میں کسی بھی وقت دے سکتے ہیں۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان - ۱۱ / ۹ / ۱۴۰۲ھ

اصل یہ ہے جو فرض پڑھائے وہی وتر پڑھائے

ایک قاری صاحب نے عشاء کے فرض پڑھائے۔ اور دوسرا قاری صاحب تراویح پڑھائے۔ تیسرا قاری صاحب وتر پڑھا سکتا ہے؟

۲ : تراویح کے درمیان قاری صاحب نے بغیر غلطی کے سجدہ سہو کر لیا۔ نماز میں کوئی خلل واقع

تو نہیں ہوا ؟

الجواب اصل یہ ہے کہ جو امام فرض پڑھائے وہی وتر پڑھائے۔ چنانچہ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہی معمول تھا۔

وقد كان عمر رضي الله تعالى عنه يؤمهم في الفريضة والوتر وكان أبي يؤمهم في التراويح كذا في سراج الوهاج -

(عالمگیری : ج۱: ص ۱۱۶)-

معلوم ہوا کہ تراویح اور فرض میں امام الگ الگ ہو سکتا ہے۔ عندالضرورت وتر کے لیے دوسرا امام بن سکتا ہے۔

۲ : محض شک کی وجہ سے سجدہ سہو نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر اتفاقاً غلطی سے ہو جائے تو نماز ہو جائے گی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ آئندہ احتیاط کی جائے۔

ولو ظن الامام السهو فسجد له فتابعه فبان ان لا سهو فالا شبه الفساد (درمختار) وفي الفيض وقيل لا تفسد وبه يفتى " شامية " قبيل باب الاستخلاف :(ج ا : ص ۵۶۰) وهكذا في فتاوى دارالعلوم : ج ۴ : ص ۵۲ -

جب مسبوق کی نماز فاسد نہ ہوئی تو دوسروں کی بطریق اولیٰ نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۲۶ / ۱۱ / ۱۴۰۲ھ

تراویح کی ابتدائی رکعات میں زیادہ منزل پڑھنے کا حکم

تراویح کی پہلی رکعت میں پاؤ پارہ تک پڑھے اور دوسری میں تھوڑا سا پڑھے۔ یا تراویح کی شروع رکعتوں میں بہت زیادہ پڑھ لے اور بعد کی رکعتوں میں تھوڑا سا پڑھے تو کیسا ہے؟

الجواب تراویح میں مقتدیوں کے نشاط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اگر ابتدا کی تراویح میں زیادہ پڑھنے سے خوش ہوتے ہوں تو اس کی اجازت ہے ورنہ قرأت

سب رکعتوں میں یکساں طور پر کی جائے۔

وسن ختم القرآن فیها مرة فی الشهر علی الصحیح وهو قول الاکثر رواه الحسن عن ابی حنیفة یقرأ فی کل رکعة عشر آیات او نحوها الخ و فی المحیط الافضل فی زماننا أن یقرأ بما لا یؤدی الی تنفیر القوم عن الجماعة۔ (مراقی: ص ۲۲۶)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
مورخہ ۲۱/۱۱/۱۴۰۸ھ

پہلی چار رکعتوں میں پورا پارہ اور باقی میں ایک پاؤ پارہ پڑھنے کا حکم

نماز تراویح میں قرآن شریف کی منزل پہلی چار رکعتوں میں ایک پارہ اور سولہ رکعتوں میں ایک پاؤ پڑھنا درست ہے یا کہ ہر رکعت میں تقریباً ایک رکوع پڑھے۔

الجواب اگر مقتدی مذکورہ طریق کو پسند نہ کرتے ہوں اور تقلیل جماعت کا سبب بنتا ہو تو امام صاحب کو چاہئے کہ سب رکعتوں میں ایک جیسی قرأت کریں بلکہ بہتر یہی ہے۔ مراقی میں ہے۔

یقرأ فی کل رکعة عشر آیات او نحوها۔

چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

قرأ بقدر ما لا یؤدی الی تنفیرهم فی المختار (ص ۲۲۶)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی۔ ۱۴/۹/۱۴۰۷ھ

عورتوں کا تراویح کے لئے مسجد میں آنا

فقہ حنفی میں عورتوں کے لئے مساجد میں تراویح، نمازِ جمعہ، اور عیدین کے لئے آنے کا کیا حکم ہے۔
سائل حافظ ممتاز قاسمی سیلسی

الجواب: عورتوں کو مسجد میں با جماعت نماز ادا کرنے کے لئے جانا درست نہیں۔ مراقی میں ہے۔

ولا یحضرن الجماعات لما فیہ من الفتنۃ والمخالفۃ۔

طحطاوی میں ہے۔

لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا وصلاتھا فی مخدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا فالافضل لھا ما کان استرلھا لافرق بین الفرائض وغیرھا کالتراویح۔ (ص ۱۹۶)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی ۲۷/۱۰/۷ ۱۴۰ھ

تسبیح مسنونہ کے بعد "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" پڑھنا

نمازِ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد تسبیح منقولہ سبحان ذی الملک والملکوت الخ پڑھی جاتی ہے اور بعض مساجد میں اس تسبیح کے علاوہ چند دفعہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور دوسرے دوگانہ کیلئے اٹھتے وقت "الصلوٰۃ بر محمد" پڑھا جاتا ہے۔ تراویح کے بعد ذکر و اذکارِ مذکورہ اور درود و سلام کے پڑھنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھنا مستحب ہے اس وقفہ میں کوئی خاص عمل متعین نہیں۔ چاہے تسبیحات پڑھیں چاہے تلاوت کریں چاہے خاموش

ہیں۔کتب فقہ میں۔ سبحان ذی الملك والملكوت الخ دعاء منقول ہے اور الصلوۃ والسلام علیك یارسول الله یا صلوۃ بر محمد کہیں منقول نہیں۔ بلکہ پڑھنا بھی درست نہیں کہ یہ شعار ہے اہل بدعت کا۔ نیز اس میں عقیدہ حاضر و ناظر کی طرف ایہام ہے۔ درمختار میں ہے۔

یجلس ندبا بین کل اربعة بقدرها وکذا بین الخامسة والوتر و یخیرون بین تسبیح وقرأۃ وسکوت وصلوۃ فرادی اھ (درمختار)۔

(قوله بین تسبیح) قال القهستانی فیقال ثلاث مرات سبحان ذی الملك والملكوت سبحان ذی العزۃ و العظمة والقدرۃ والكبریاء والجبروت سبحان الملك الحی الذی لایموت سبوح قدوس رب الملئكة والروح لا اله الا الله نستغفر الله نسألك الجنة ونعوذبك من النار اھ كما فی منهج العباد۔ (شامی ج۱ ص ۶۶۱)۔

فقط والله اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۱ر۱۰ر۱۴۰۷ھ

تراویح میں مَاکَانَ مُحَمَّدٌ کے بعد درود شریف پڑھنا

ایک شخص نے رمضان المبارک میں قرآن مجید سناتے ہوئے یہ آیت پڑھی" ما کان محمد ابا احد من رجالكم الخ اس کو یوں پڑھا " ما کان محمد صلی الله علیه وسلم ابا احد من رجالكم" الخ اور پھر" ان الله و ملئكته یصلون علی النبی الخ پڑھنے کے بعد مکمل طور پر درود شریف پڑھتا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کرتا ہے بلکہ ایسا کروایا گیا ہے۔ حافظ کے استاد صاحب نے اسے کہا ہے کہ

اس طرح کرے۔ آیا نماز تراویح ہوگئی یا نہیں ؟

الجواب قرآن مجید کی تلاوت اسی ترتیب کے مطابق جاری رکھنی چاہیے۔ چاہے نماز میں پڑھ رہے ہوں یا غیر نماز میں۔ نماز میں آخری قعدہ کے علاوہ کسی اور جگہ درود شریف پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔

ومکروهة فی صلوة غیر تشهد اخیر۔اھ (درمختار علی الشامیة : ج۱،ص ۳۴۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۸ / ۱۱ / ۱۴۰۷ھ

تراویح میں بدوں قعدۂ اولیٰ تیسری کی طرف کھڑے ہوگئے تو سجدہ سے پہلے پہلے لوٹ سکتے ہیں

ایک شخص نے دو رکعت نمازِ تراویح کی نیت باندھی پھر بھول کر چار رکعت پڑھ لیں اور دو رکعت پر قعدہ نہ کیا آخری قعدہ کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور سلام پھیر دیا۔ اس صورت میں نماز صحیح ہوگئی یا نہ۔ اگر صحیح ہوگئی تو یہ دو رکعت ہو جائے گی یا چار رکعت ہوں گی اور اس صورت میں درمیانی قعدہ فرض سمجھا جائے گا یا واجب ؟ اور تراویح کے مسائل نوافل پہ قیاس کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب وعن ابی بکر الاسکاف انه سئل عن رجل قام الی الثالثة فی التراویح ولم یقعد فی الثانیة قال ان تذکر فی القیام ینبغی ان یعود ویقعد ویسلم وان تذکر بعد ما سجد للثالثة فان اضاف الیها رکعة اخریٰ کانت هذه الاربعة عن تسلیمة واحدة الخ (عالمگیری ج ۱ ص۱۱۸)

جزئیہ ہذا سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں دو رکعت نمازِ تراویح کی

درست ہوگئی ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفرلہٗ مفتی جامعہ ہٰذا

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۲۰ / ۹ / ۱۳۸۰ھ

ایک اہلِ حدیث عالم کا علماءِ حقہ کی عبارات سے
آٹھ تراویح پر استدلال کا مفصّل جواب

اخی فی اللہ مولانا بشیر احمد حسینی صاحب شورکوٹی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ خیریت طرفین مستدعی ۔

حقیقتِ مسئلہ معلوم کرنے کے لئے عریضہ ارسال کر رہا ہوں واللہ اس کے سوا، اور کوئی غرض نہیں۔ احقر الانام آپ کی علمی و عملی حیثیت کے لحاظ سے قدر کرتا ہے ۔ میں نے دورانِ خطبہ (ذکر قیام لیلہ تطوعا الحدیث) کے تحت یہ الفاظ کہے تھے کہ تراویح کی تعداد رکعت میں مسلمانوں کے اندر اختلاف ہے جو بھائی بیس پڑھتے ہیں ہمیں ان پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن ہماری جماعت مع وتر گیارہ رکعت پڑھتی ہے ۔ تو ہمارے بھائی ہمیں سب وشتم اور خدا جانے کیسے غلیظ القابوں سے نوازتے ہیں ۔ خدا ان کا بھلا کرے مگر ہاں کوئی صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت پڑھنا پڑھانا یا پڑھنے کا ارشاد فرمانا روایت مرفوعہ صحیحہ غیر مجروحہ سے ثابت کر دے تو میں اس کے علم کا اعتراف کروں گا ۔ اور معًا بیس رکعت علی الاعلان ادا کروں گا ۔ (از خطبہ جمعہ) ۔

اخی المکرم ! مگر آپ نے عبدالعزیز صاحب کو بدعت کے چکر میں اور وتر کی تعداد کے الجھاؤ میں پھنسا کر دماغ کو منتشر کرنے کی کوشش کی جو کہ آپ کے مزاج مناظرہ کے عین مطابق مگر آپ کی شانِ ارفع کے بالکل بعید تھی ۔

نفسِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی وزنی دلیل بیس رکعت کی ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی روایت کا تقابل کر سکے تو برائے کرم پیش فرمایئے مگر آپ اپنے بزرگوں کے ارشادات بھی سن لیجئے ۔

۱ : حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ۔ رسالہ "الحق الصریح : صلا ۲۲"
پر ارشاد فرماتے ہیں کہ " گیارہ رکعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت و موکد ہیں "

۲ : حضرت مولانا عبدالحق صاحب محدّث رہ اپنے رسالہ " سر المنان ، صلا ۴۹۲" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت ثابت نہیں جیسا کہ آج کل عمل ہے۔ ہاں صرف ایک حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آئی ہے۔ جس میں بیس رکعت ثابت ہے جس کو ابن ابی شیبہ رہ نے روایت کیا ہے یہ روایت ضعیف ہے "

۳ : علامہ ابو سعود صاحب " شرح کنز " میں لکھتے ہیں۔

" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح نہیں پڑھی بلکہ آٹھ رکعت ادا کی ہے "
(ابو سعود ، شرح کنز : ج ۱ ص ۲۶۵ طبع مصر)۔

۴ : علامہ طحطاوی رہ "حاشیہ درمختار" میں فرماتے ہیں کہ :

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح آٹھ رکعت ہی پڑھی ہیں۔ بیس رکعت کا ثبوت نہیں "

۵ : حضرت مولانا انور شاہ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند "عرف الشذی ، صلا ۳۲۹" میں لکھتے ہیں۔

" واما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصح عنہ ثمان رکعات و اما عشرون رکعۃ فہو عنہ علیہ السلام بسند ضعیف وعلی ضعفہ اتفاق "

۶ : مولانا عبدالحی صاحب رہ کے پاس ایک سائل سوال کرتا ہے کہ یا حضرت جو حدیث ابن حبان نے روایت کی ہے کہ

" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں تین رات گیارہ رکعت مع وتر تراویح پڑھائی تو اتنی پڑھنے والا هل یکون تارکا للسنۃ۔ یعنی کیا گیارہ رکعت پڑھنے والا تارک السنت ہے؟"

جواب : جمہور سنت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

" جس فعل پر مواظبت رسول ہو اس کو سنت کہتے ہیں لہذا اس تعریف سے سنت گیارہ رکعت ہی ہوئیں۔ اور جو زیادہ ادا کی جاتی ہیں وہ مستحب ہیں "

(ہدایہ حاشیہ ۳ : ج ۱ ص ۱۷۱ طبع مصر)

۷ : قال الجوزیؒ عن اصحابنا عن مالک انہ قال ما اجمع علیہ الناس احب الیّ وھو احدی عشرۃ رکعۃ وھی صلوٰۃ رسول اللہ علیہ وسلم قیل احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر قال نعم و ثلاث قریب قال لا ادری من این احدث ھذا الرکوع الکثیر "

احقر الانام عبد السلام عابر
یکم رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

الجواب ــــــــ حدیثِ عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے آٹھ تراویح کے لئے استدلال کرنا کئی وجوہ سے مخدوش ہے ۔

۱ : یہ ایسی نماز کے بارے میں ہے جو رمضان وغیر رمضان میں پڑھی جاتی ہے وہ تہجد ہے رمضان وغیر رمضان کی تصریح حدیثِ عائشہؓ میں موجود ہے ۔

۲ : تراویح باجماعت پڑھی جاتی ہیں اور اس میں انفرادی نماز کا ذکر ہے ۔

۳ : تراویح دو ۔ دو ۔ رکعت پڑھی جاتی ہیں ۔ حدیثِ عائشہؓ میں چار چار رکعت ہیں ۔

۴ : یہ حدیثِ عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا ان کی دیگر احادیثِ صحیحہ سے متعارض ہے ۔

" عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی باللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین خفیفتین ۔ اخرجہ مالک فی المؤطا "

اور ابو داؤد شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے ۔

" کان یصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث عشرۃ رکعۃ من اللیل ثم صلی احدی عشرۃ وترک رکعتین ثم قبض وھو یصلی تسع رکعات " اھ

اسی بنا پر بہت سے اہل علم نے صلوٰۃ لیل کے بارے میں حدیثِ عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو مضطرب کہا ہے ۔ قالہ الحافظ فی الفتح ۔ تین رکعات وتر نکال کر باقی دس یا آٹھ

یا چھ بھی ہیں۔ پس اس سے آٹھ رکعات کے لئے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے؟ محققین نے اس اختلاف کو مختلف حالات پر محمول کیا ہے کہ کبھی آٹھ رکعت تہجد ہوتی تھی کبھی کم، کبھی زیادہ۔

مولانا عبدالحی صاحب رح حاشیۂ مؤطا میں فرماتے ہیں۔

ماکان یزید الخ هذا بحسب الغالب والا فقد ثبت عنها انها قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی ثلاث عشرة رکعة ثم صلی احدی عشرة رکعة ثم قبض حین قبض وهو یصلی تسع رکعات وثبت عنها انه صلی الله علیه وسلم کان یصلی ثلاث عشر رکعة اخرجه فی المؤطا وثبت من زید وابن عباس رض ایضا ثلاث عشرة فمن ظن اخذا من حدیث عائشة رض المذکور ههنا ان الزیادة علی احدی عشرة بدعة فقد ابتدع امرا لیس من الدین ۔ اه

بہر حال اس سے آٹھ تراویح کے لئے استدلال کرنا صحیح نہیں۔

۱: بیس رکعت تراویح کا ثبوت حدیث پاک، اجماع صحابہ رض اور اتفاق ائمہ کرام رح سے ہے۔ حدیث ابن عباس رض میں ہے۔

" کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی عشرون رکعة والوتر فی رمضان اخرجه ابن ابی شیبه وعبد بن حمید والبغوی والبیهقی والطبرانی "

اس میں ایک راوی سخت مجروح ہے لیکن بیس رکعت پر اتفاق صحابہ رض و ائمہ رح سے اس کا ضعف منجبر ہے۔ اور ایسی عملی تائید شاید ہی کسی حدیث کو حاصل ہو گی جو اس حدیث کو حاصل ہے پس اس تعامل صحابہ رض کی موجودگی میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صرف نظر ممکن نہیں۔ مگر ایسے شخص کے لئے جس کی بصیرت ماؤف ہو چکی ہو۔

حدیث عائشہ رض مذکورہ سے حدیث ابن عباس رض کو معارض قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب کہ ان دونوں حدیثوں میں جمع نہ ہو سکتی ہو۔ پہلے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حدیث

عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا دوامی نہیں بلکہ بعض احوال پر محمول ہے وہ بھی نماز تہجد پر۔ پس بیس رکعت تراویح اس سے کیونکر معارض ہوگی۔

مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

لکن الاخذ بالراجح وترك المرجوح انما يتعين اذا تعارضا و لا يمكن الجمع وههنا الجمع ممكن بان يحمل حديث عائشة ؓ على انه اخبار عن حالة الغالب كما صرح به الباجي في شرح المؤطا ويحمل حديث ابن عباس رض على انه كان ذلك احيانا - ۲ (التعليق الممجد حاشيه مؤطا امام محمدؒ)۔

دوسری حدیث یہ ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ الحديث ۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے علاوہ خلفاء راشدین کی سنت اور طریقے کو بھی لازم و واجب العمل قرار دیا ہے۔ اور تین خلفاء راشدین کے زمانے میں جو طریقہ رائج تھا وہ بیس رکعات تراویح ہے پس بموجب فرمانِ نبوی اس طریقے کے واجب الاتباع ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ فعل نبوی سے قول نبوی زیادہ حجت ہے۔ اس میں تین الفاظ لزوم کے لائے ہیں۔ علیکم۔ تمسکوا بہا اور عضوا علیہا بالنواجذ۔ پس اس کا ترک ایک مسلمان کے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

۳ تیسری حدیث : اخرجه البيهقي باسناد صحيح عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بعشرين ركعة وعلى عهد عثمان وعلى مثله ۔

۴ : چوتھی حدیث :- عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون في عهد عمر في رمضان بعشرين ركعة (مؤطا)۔

۵ : پانچویں حدیث :- وفي المغني عن علي انه امر رجلا ان يصلي

بہم فی رمضان بعشرین رکعۃ وھذا کالاجماع ۔"

(اوجز المسالک ، ج ۱ ص ۳۹۷)۔

خلفاء ثلاثہ رض اور اتفاق صحابہ رض کے بعد ائمہ اربعہ رح حتی کہ داؤد ظاہری کا مذہب بھی سنئے ان میں سے کوئی بھی بیس سے کم کا قائل نہیں ہے۔

وقال ابن رشد فاختار مالک فی احد قولیہ وابو حنیفۃ رح و الشافعی رح واحمد و داؤد القیام بعشرین رکعۃ سوی الوتر اھ

(اوجز المسالک ، ص ۳۹۶ ، ج ۱)۔

آثار اس بارہ میں بے شمار ہیں بوجہ اختصار نقل نہیں کئے گئے۔ عہد فاروقی سے لے کر آج تک حرمین شریفین اور عالم اسلام کی تمام بڑی اور مشہور مساجد میں بیس سے کم تراویح نہیں پڑھی گئی۔ من ادعی فعلیہ البیان۔

" فیما ثبت بالسنۃ " میں ہے۔

الذی استقر علیہ الامر واشتھر من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم ھو العشرون۔ (اوجز ، ص ۳۹۷ ج ۱)۔

بزرگوں کے اقوال کا

جواب یہ ہے کہ اوّل تو ان کے ثبوت میں کلام ہے جیسا کہ آگے معلوم ہو گا۔ چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب رح کی ادھوری عبارت نقل کر کے خیانت کی گئی ہے۔ مندرجہ فی السوال عبارت سے آگے ذیل کی عبارت بھی حاشیہ ہدایہ میں مذکور ہے۔ جس میں تصریح ہے کہ آٹھ تراویح پڑھنے والا سنت مؤکدہ کا تارک ہوگا۔

ومحققوھم یعرفونہا (ای السنۃ) بما واظب علیہ الرسول اوخلفاءہ والیہ یشیر عبارات الفقہاء فی مواضع شتی و ھو المستفاد من حدیث علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین الحدیث اخرجہ ابوداؤد و ابن ماجۃ فان کلمۃ علیکم تدل علی اللزوم وکذا عطف سنۃ الخلفاء علی سنتی (الی ان قال) فعلی ھذا التعریف یکون السنۃ المؤکدۃ ھو عشرون

ركعة لثبوت مواظبة الخلفاء الثلاثة عليها وان لم يثبت مواظبة الرسول عليها فمؤدي ثمان ركعات يكون تاركا للسنة المؤكدة - اھ (حاشیہ ھدایہ : ج۱ : فصل فی قیام رمضان)۔

۲ : حضرت گنگوہی رح نے بھی آٹھ رکعت پڑھنے والے کو تارکِ سنت لکھا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ - ص ۴۴) - عقل کی بات بھی یہی ہے کہ بیس پڑھی جائیں ۔کیونکہ قیامت میں اگر بیس کا سوال ہوا تو موجود ہوں گی اور اگر آٹھ پڑھی تھیں تو باقی کہاں سے پوری کی جائیں گی ؟

۳ : اس مسئلہ میں ابن الھمام رح کا تفرد بھی قابلِ قبول نہیں ۔ ابن الھمام رح کے عظیم شاگرد علامہ قاسم بن قطلوبغا رح فرماتے ہیں ۔

لا عبرة بابحاث شيخنا يعني ابن الهمام التي خالفت المنقول يعني في المذهب ۱۲ (شامی : ج۱ : ص ۲۲۵)۔

برتقدیر ثبوت " اقوالِ بزرگان " کا ایک جواب یہ ہے کہ ان سے بھی بڑے بزرگ ائمہ اربعہ وغیرہم بیس رکعت تراویح کے " سنتِ مؤکدہ " ہونے کی تصریح فرما چکے ہیں ۔ پس بڑوں کے اقوال فرمانِ نبوی ﷺ ، اتفاقِ صحابہ رض کی روشنی میں زیادہ قابلِ ترجیح ہیں ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مؤرخہ ۱۴ / ۹ / ۱۴۰۰ھ

تراویح میں ختمِ قرآن کے موقعہ پر متفرق آیات پڑھنا بدعت ہے

ایک حافظِ قرآن نے قرآنِ کریم ختم کیا اور دوسری رکعت تراویح میں اولئك هم المفلحون کے بعد متفرق آیات مندرجہ ذیل

ان رحمت الله قريب من المحسنين ، دعواهم فيها سبحانك

اللّٰهم وتحيتهم فيها سلام واخر دعوٰهم ان الحمد
لله رب العالمين ۞ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين ۞
ماكان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله و
خاتم النبيين وكان الله بكل شئ عليما ۞ ان الله
وملائكته يصلون على النبي يا ايها الذين اٰمنوا
صلوا عليه وسلموا تسليما ۞ سبحان ربك رب
العزة عما يصفون ۞ وسلام على المرسلين ۞ والحمد
لله رب العٰلمين ۞

تک پڑھ کر رکوع کیا۔

۲ : ساتھ ہی اس حافظ صاحب سے کہا بھی گیا کہ اس طرح متفرق آیات پڑھنے سے نماز مکروہ ہوجاتی ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ کیا متفرق آیات پڑھنے سے نماز تراویح ہوجائے گی یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں جو طریقہ ختم قرآن کریم کا ذکر کیا گیا ہے جس میں مختلف آیات کو ایک رکعت میں جمع کرکے حافظ پڑھتا ہے اس سے نماز مکروہ ہوجاتی ہے اور اس فعل کو اچھا سمجھنا اور اس پر اصرار کرنا بدعت سیئہ ہے جس سے احتراز ضروری ہے۔

۲ : لیکن اگر کوئی شخص اسی طرح ختم کرے تو باوجود کراہت کے نماز تراویح ادا ہوجائے گی ۔ کما یفهم من ابواب زلة القاری ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح : خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

ہر چار تراویح کے بعد پڑھے گئے قرآن شریف کا خلاصہ بیان کرنا

آج کل لوگوں نے قرآن مجید کی تعلیمات مسلمانوں میں عام کرنے کی غرض سے یہ طریقہ اختیار کیا ہے

کہ رمضان المبارک میں قیام اللیل کی نیت سے تراویح اس طرح ادا کی جاتی ہیں کہ ہر چار رکعت کے بعد تراویح میں پڑھے جانے والے قرآن کریم کی اوّلاً ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کی جاتی ہے اور پھر حافظ صاحب چار رکعت تراویح سناتے ہیں اس طرح ترجمہ اور تشریح میں پنتالیس منٹ اور نماز میں پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں۔ بارہ رکعت کے بعد پندرہ منٹ تقریباً چائے وغیرہ کا وقفہ ہوتا ہے۔ اس طرح تقریباً پانچ گھنٹے صرف ہوتے ہیں۔ تو کیا یہ طریقۂ عبادت بدعت حسنہ کی تعریف میں آتا ہے ؟

۲ :- کیا ہمارے اسلاف میں اس طرح کی کوئی مثال ملتی ہے ؟

۳ :- کیا اس سے ترویحہ کی روح ختم ہو جاتی ہے ؟

۴ :- کیا اس طرح مسنون تراویح ادا ہو جاتی ہیں ؟

۵ :- کیا اس طرح قیام اللیل کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے ؟

الجواب ہر چار رکعت تراویح کے بعد ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھنا مستحب ہے۔ اس وقفہ میں کیا کیا جائے یہ نمازیوں کے اختیار پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ مراقی میں ہے

ویستحب الجلوس بعد صلوة کل اربع رکعات بقدرها.....

وهم مخيرون فی الجلوس بين التسبيح والقراءة والصلوة فرادی والسکوت۔ (ص ۲۲٦)

اور علامہ شامی رح نے "نہر" سے نقل کیا ہے۔ واهل مكة يطوفون واهل المدينة يصلون اربعا۔ (ج ۱، ص ۴۷۴)۔

بہرحال مقدارِ ترویحہ میں مقروءۃ آیات کا خلاصہ بیان کرنا جائز ہے بشرطیکہ تقلیلِ جماعت کا باعث نہ ہو۔ اور مقدار ترویحہ کے بیان کو سُننا کا استراحت تصور کرتے ہوں۔ اس سے زائد چونکہ سلف سے اور کتبِ فقہ میں منقول نہیں اس لئے ترک کر دینا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی

استفسارات کے جوابات یہ ہیں۔

۱ :- یہ طریقہ بدعت حسنہ ہونا محل کلام ہے۔

۲ :- ہمارے علم میں نہیں۔

۳ :۔ ہاں ختم ہوجاتی ہے۔

۴ :۔ تراویح تو ادا ہوجائیں گی۔

۵ :۔ یہ بظاہر قیام اللیل کے موضوع کے خلاف ہے۔ قیام اللیل میں اصل، تلاوت و نماز ہے۔ جس میں صرف گھنٹہ سوا گھنٹہ خرچ ہوگا اور درمیانی وقفہ ترویحہ حصولِ راحت اور تجدیدِ نشاط کے لئے ہوتا ہے۔ خود وقفہ مقصود نہیں کہ جس میں تقریباً چار گھنٹے صرف ہوں۔ نیز اتنی دیر کا بیان سننا مزید تکان کا باعث ہوگا۔ تو گویا اصل قیام اللیل نہ رہا۔ بلکہ اصل بیان ہوگیا اور ترویحہ راحت نہ رہا۔ یہ اجتماعی عمل کی بات ہے انفرادی فعل کی حیثیت اور ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء، جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۹/۹/۱۴۰۹ھ

تراویح کی نیت میں "سنتِ رسول اللہ" کہنے کا حکم

۱ :۔ ہمارے شہر میں ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ چار رکعت نماز سنت رسول پاک کی فرض اللہ کے۔ "سنتِ رسول کی" نیت میں رسول کا نام لینا چاہئے یا نہیں؟ سنت تراویح ہو یا کوئی سنت ہو، نیت اللہ کی ہو یا رسول کی۔

۲ :۔ ہمارے استاذ صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ نماز میں کتا یا بلی کا خیال آجائے تو نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟ یا اچانک خیال آجائے تو نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خیال سے آنا۔

میرے استاذ صاحب نے فرمایا تھا کہ

نماز میں کتا یا بلی کا اچانک خیال آجائے تو نماز ہوجائے گی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خیال سے آنا، میرے استاذ نے فرمایا تھا، تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ لیکن لوگوں نے اس بات کو گوارا نہ کیا۔ آپ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

الجواب تراویح کی نیت یہ ہے " دو رکعت نماز سنت تراویح پڑھتا ہوں واسطے اللہ تعالیٰ کے " "سنتِ رسول اللہ" کہنا کوئی ضروری نہیں لیکن یہ لفظ کہہ

لینے سے بھی نماز ہو جائے گی۔ کیوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اتباع میں ادا کرتا ہوں " یہ مطلب نہیں کہ یہ اللہ کے لئے نہیں ۔ فرائض و سنن نوافل سب کے سب اللہ کے لئے ہیں۔ غیر اللہ کے لئے ایک سجدہ بھی حرام ہے ۔

و الاحتیاط فی التراویح ان ینوی التراویح او سنۃ الوقت او قیام اللیل کذا فی منیۃ المصلی والاحتیاط فی السنن ان ینوی الصلوۃ متابعا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(ھندیہ ، ج ۱ ، ص ۶۵)۔

۲ ۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال درود شریف اور تشہد میں السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته کے وقت شرعاً مطلوب ہے۔ چنانچہ مراقی میں ہے

" فیقصد المصلی انشاء هذه الالفاظ مرادة له قاصدا معناها الموضوعة له من عنده کانه یحی الله سبحانه وتعالی ویسلم علی النبی صلی الله علیه وسلم وعلی نفسه واولیاء الله ۔ الخ (ص ۱۵۵)۔

جب آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا تذکرہ آئے گا اور انشائے سلام کا قصد کرے گا تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آنا ایک لازمی امر ہے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوۃ و السلام کے مبارک خیال سے فساد صلوۃ کا حکم محل کلام ہے ، نماز نہیں ٹوٹتی ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

خیر المصابیح فی عدد التراویح

بیس رکعات تراویح

احادیث، عملِ صحابہؓ اور اجماعِ اُمّت

کی روشنی میں

از

استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول عارف باللہ

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہٗ

بانی جامعہ خیر المدارس ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ
خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

امابعد

پاکستان کے اہلِ حدیث بہت زور سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تراویح پڑھی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی آٹھ ہی کا حکم دیا تھا جمہور مسلمان جو بیس تراویح پڑھتے ہیں اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ حالانکہ نہیں سمجھتے کہ عمل سے ہر چیز کا پتہ چلتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تراویح پڑھی ہوتیں اور حضرت عمرؓ کا حکم بھی آٹھ ہی کا ہوتا تو حضرات صحابہ کرامؓ تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین، علماء راسخین کا عمل بیس یا بیس سے زائد کا نہ ہوتا۔ حالانکہ مشترکہ ہندوستان میں دو صدی قبل پورے بارہ سو سال تک تمام مساجد شرق و غرب اور جنوب و شمال میں بیس یا بیس سے زیادہ رکعت تراویح ہوتی تھیں۔ حرمین شریفین میں اب تک بیس رکعت یا بیس سے زائد تراویح پڑھتے چلے آئے ہیں۔ کیا اہلِ حدیث کے سوا جمہور امت گمراہی میں رہی یا بغیر ثبوت کے ہی بیس یا بیس سے زائد پڑھتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بارہویں صدی تک کسی مسجد میں اگر آٹھ رکعت تراویح پڑھی گئی ہوں تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حتمی طور پر آٹھ رکعت نہیں پڑھی۔ بلکہ بیس رکعت پڑھی گئی ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ مبارک میں بھی بیس ہی تراویح پڑھی گئی ہیں۔ ورنہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسا محقق حسبِ عادت کسی ایک کا مذہب تو آٹھ رکعت کا نقل کرتا۔ مگر تمام صحاح ستہ میں کسی ایک کا مذہب آٹھ کا نہیں ہے اور نہ آٹھ رکعت تراویح کسی کا عمل نقل کیا گیا ہے۔

بارہ سو (۱۲۰۰) سال تک مسلمانوں کا عمل کیسا رہا

امام بیہقی رحہ نے سننِ کبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ میں سائب بن یزید رضہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر

رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تو قیام کی شدت کی وجہ سے لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔

اور پانچ سطر بعد لکھتے ہیں کہ بشتیر بن شکل جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے اصحاب میں سے تھے۔ رمضان میں امامت کرتے تھے اور بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

اس کے دو سطر بعد روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو مامور کیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے۔ یہ صحابہ کرام رضہ کے زمانہ میں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم کا حال تھا۔

نافع رح حضرت ابن عمر رضہ کے مولی جو حضرت عائشہ رضہ اور حضرت ابوہریرہ رضہ اور حضرت ابورافع رضہ کے شاگرد تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے تو لوگوں کو چھتیس تراویح اور تین وتر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (قیام اللیل، ص ۹۲، تحفۃ الاحوذی: ج ۲، ص ۷۳)۔ نافع رح کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی ہے۔

داؤد بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رح متوفی ۱۰۱ھ اور ابان بن عثمان رح متوفی ۱۰۵ھ کے زمانہ میں مدینہ کے لوگوں کو چھتیس رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ نیز عمر بن عبدالعزیز رح نے قاریوں کو چھتیس رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ (قیام اللیل، ص ۹۱، ۹۲)۔

امام مالک رح متوفی ۱۷۹ھ کے زمانہ تک مدینہ طیبہ میں چھتیس رکعتوں کا معمول تھا۔ کبھی وتر کے اختلاف عدد کی وجہ سے اکتالیس رکعتیں ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ امام ترمذی رح نے اکتالیس کا معمول مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ اہل مدینہ پر کیا موقوف ہے۔ بلکہ امام مالک رح کے متبعین جہاں بھی ہوئے وہاں چھتیس پر عمل ہوتا تھا۔ جیسا کہ مذہب مالکیہ کی فقہ شاہد ہے کہ مکہ معظمہ میں عطاء بن ابی رباح رح کے زمانہ تک بیس تراویح پر عمل تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) عطاء رح کی وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی ہے اور نافع بن عمر کا بیان ہے کہ ابن ابی ملیکہ ہم کو رمضان میں بیس رکعتیں پڑھایا کرتے تھے۔ ابن ابی ملیکہ کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی۔

اور امام شافعی رح متوفی ۲۰۴ھ کا بیس پر عمل تھا۔ اور چونکہ امام شافعی رح خود بیس کے قائل تھے اس لئے ان کے بعد مکہ میں اور مکہ کے علاوہ ہر جگہ جہاں ان کے متبعین تھے سب بیس پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ فقہ شافعی اس کی شہادت دیتی ہے۔

ــــ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ (قیام اللیل ص ۹۱ تحفۃ الاحوذی ، ج ۲ ، ص ۷۵)۔

ــــ کوفہ میں سوید بن یزید (متوفی ۷۵ھ) چالیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (قیام اللیل ص ۹۱ ، تحفۃ الاحوذی ج ۲ ، ص ۷۳)۔

ــــ اور سوید بن غفلہ متوفی ۸۱ھ جو حضرت علی رضؓ اور حضرت ابن مسعود رضؓ کے صحبت یافتہ ہیں۔ بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (بیہقی ج ۲ ، ص ۴۹۶)۔

ــــ نیز علی بن ربیعہؒ جو حضرت علی رضؓ و سلمان رضؓ کے شاگرد ہیں وہ بھی بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

ــــ اور سعیدؒ بن جبیر جو حضرت ابن عباس رضؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضؓ کے شاگرد ہیں اور بہت بڑے امام ہیں وہ اٹھائیس اور چوبیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی : ج ۲ ، ص ۷۳)۔

ــــ امام کوفہ سفیان ثوری رحؒ متوفی ۱۶۱ھ بیس رکعت کے قائل تھے۔ (تحفۃ الاحوذی : ج ۲ ، ص ۷۵)

ــــ امام اعظم ابو حنیفہ رحؒ متوفی ۱۵۰ھ بیس رکعت تراویح کے قائل تھے اور ان کے مقلدین جس جگہ بھی ہیں تمام بیس رکعت ہی پڑھتے ہیں۔

ــــ بغداد میں امام احمدؒ م ۲۴۱ھ بیس رکعتوں کے قائل تھے۔ حنبلی مذہب کی کتب فقہ شہادت دے رہی ہیں۔ "مقنع : ج ۱ ، ص ۱۸۳ - میں ہے۔

"ثم التراويح وهي عشرون ركعة يقوم بها في رمضان في جماعة"

یعنی تراویح اور وہ بیس رکعت ہیں اس کو جماعت کے ساتھ رمضان میں ادا کرے"

ــــ اسی طرح داؤد ظاہری رحؒ متوفی ۲۷۰ھ بیس رکعت کے قائل تھے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۹۱) اور ان کے متبعین کا بھی بغداد اور غیر بغداد میں بیس پر عمل تھا۔

ــــ ائمہ خراسان میں سے عبداللہ بن مبارک رحؒ متوفی ۱۸۱ھ بیس تراویح کے قائل تھے۔ (ترمذی)۔

عہدِ فاروقی سے لے کر تیسری صدی کے قریبًا وسط تک مکہ ، مدینہ ، کوفہ ، بصرہ ، بغداد خراسان وغیرہ کے علماء اور ائمہ کا عمل رکعاتِ تراویح کے باب میں یہی تھا۔ کوئی بھی آٹھ رکعت تراویح پڑھتا تھا اور نہ ہی اس پر کفایت کرتا تھا اور نہ اس پر کہیں عمل تھا۔ اس کے بعد تیسری صدی سے پہلے ہی ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ رحؒ ، امام مالک رحؒ ، امام شافعی رحؒ ، امام احمد بن حنبل رحؒ اپنی فقہ کی تعلیم اپنے شاگردوں

کو دے کر دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور ان کے فقہی مسالک پر عمل ہو چکا تھا اور جو آج تک جاری ہے آج چاروں اماموں کی کتب فقہیہ لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں سے کسی میں بھی آٹھ رکعت پر اکتفار کی تعلیم نہیں دی گئی۔ بے شک ان ائمہ اربعہ رح کے علاوہ دیگر مجتہد اور امام بھی تھے اور ان کا کچھ عرصہ تک اتباع بھی جاری رہا۔ جیسے حضرت سفیان ثوری رح اور داؤد ظاہری رح مگر وہ بھی آٹھ کے قائل نہ تھے بلکہ بیس کے قائل تھے۔

قول و فعل نبوی سے کوئی عدد معین تراویح کا حتمی طور پر صحیح روایت سے ثابت نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً و فعلاً عدد تراویح کا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اس پر علمار کی شہادتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی شہادت شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رح کہتے ہیں۔

ومن ظن ان قیام رمضان فیہ عدد موقت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزاد ولا ینقص منہ فقد اخطأ الخ (فتاوی ابن تیمیہ رح: ج ۲: ص ۴۰۱)۔

یعنی جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کے باب میں کوئی معین عدد ثابت ہے جو کم و بیش نہیں ہو سکتا وہ غلطی پر ہے۔

دوسری شہادت علامہ سبکی رح لکھتے ہیں۔

أعلم انہ لم ینقل کم صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تلک اللیالی ھل ھو عشرون او اقل الخ

(شرح منہاج منقول از تحفۃ الاخیار ص ۱۱۶ - و مصابیح: ص ۲۲)۔

یعنی یہ منقول نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھیں بیس یا کم۔

تیسری شہادت علامہ شوکانی رح نیل الاوطار میں فرماتے ہیں۔

والحاصل الذی دلت علیہ احادیث الباب وما یشابھھا ھو مشروعیۃ القیام فی رمضان والصلوۃ فیہ جماعۃ وفرادی فقصر الصلوۃ المسماۃ بالتراویح علی

عدد معین وتخصیصها بقراءة مخصوصة لم ترد به سنة الخ (نیل الاوطار ج۳ ص۴۶)

یعنی اس باب کی حدیثوں اور ان کے مشابہ حدیثوں کا حاصل اتنا ہے کہ رمضان میں قیام اور اکیلے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مشروع ہے پس تراویح کو کسی خاص عدد میں منحصر کر دینا اور اس میں خاص مقدار قرأت کا مقرر کرنا ایسی بات ہے جو سنت میں وارد نہیں ہوئی۔

چوتھی شہادت

مولوی وحید الزمان رح اہل حدیث لکھتے ہیں۔

ولا یتعین لصلوة لیالی رمضان یعنی التراویح عدد معین الخ (نزل الابرار ج۱ ص۱۲۶)۔

یعنی رمضان کی راتوں کو تراویح کے لئے کوئی عدد معین نہیں ہے۔

پانچویں شہادت

ابو الخیر میر نور الحسن خان رح اہل حدیث لکھتے ہیں۔

"وبالجملة عددے معین در مرفوع نیامدہ" (عرف الجادی ص۸۴)۔

یعنی تراویح کا کسی حدیث مرفوع میں کوئی عدد معین نہیں آیا ہے۔

چھٹی شہادت

نواب صدیق حسن خان مرحوم اہل حدیث لکھتے ہیں۔

ان صلوة التراویح سنة باصلها لما ثبت انه صلی الله علیه وسلم صلاها فی لیالی ثم ترکه شفقة علی الامة ان لا تجب علی العامة او یحسبوها واجبة ولم یأت تعین العدد فی الروایات الصحیحة المرفوعة لکن یعلم من حدیث کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یجتهد فی رمضان مالا یجتهد فی غیرہ رواہ مسلم ان عددها کثیر۔ (الانتقاد الرجیح ص۶۱)

یعنی اصل نماز تراویح سنت ہے اس لئے کہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند راتوں میں اس کو پڑھا ہے۔ پھر امت پر شفقت کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیا کہ کہیں عام لوگوں پر واجب نہ ہو جائے یا اس کو واجب نہ سمجھ بیٹھیں۔ اور عدد معین مرفوع روایتوں میں نہیں ہے۔ لیکن صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جتنی محنت و کوشش کرتے اتنی غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تراویح کا عدد زیادہ تھا۔ (صرف گیارہ یا تیرہ نہیں تھا بلکہ بیس یا زیادہ تھا)۔

ساتویں شہادت علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں۔ ان العلماء اختلفوا فی عددھا ولو ثبت ذلک من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یختلف فیہ ۔ الخ ۔ (مصابیح ، ص ۷۲)۔

ترجمہ! یعنی علماء کا تراویح کے عدد میں اختلاف ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے کوئی عدد ثابت ہوتا تو اختلاف نہیں ہو سکتا تھا "

اہلحدیث کے ۲ دو دعوے ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح ثابت ہیں۔ دوسرا یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ تراویح کا حکم دیا تھا۔

پہلا دعویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح پڑھنے کے ثبوت پر حدیث ذیل پیش کرتے ہیں۔

" انہ سأل عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثا قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ رض ان عینیّ تنامان ولا ینام قلبی ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴)

ترجمہ :- یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد رمضان میں کیسی تھی ؟ فرمایا کہ رمضان اور غیرِ رمضان میں زیادہ گیارہ رکعتوں سے نہیں کرتے تھے۔ چار رکعت ایسی پڑھتے تھے کہ ان کے حسن اور طول سے مت پوچھو۔ پھر چار رکعت ایسی پڑھتے تھے کہ ان کے حسن اور طول سے مت پوچھو۔ پھر تین رکعت پڑھتے تھے۔ کہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ سوتے ہیں قبل وتر کے ؟ فرمایا اے عائشہ رضؓ ! میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا "

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں تراویح گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ اس طرح کہ آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر ۔

پہلا جواب اسی حدیث میں لفظ ولا فی غیرہ یعنی غیرِ رمضان میں گیارہ رکعت تراویح پڑھتے تھے جو دلیل اس بات کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال اس نمازِ تہجد کا تھا کہ جو بارہ مہینے میں پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے کہ حضرت عائشہؓ

سے روایت ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد میزرہ واحی لیلہ وایقظ اھلہ الخ

(بخاری شریف: ج۱، ص ۲۷۱)۔

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب اخیر عشرہ رمضان کا داخل ہوتا تو تہبند مضبوط باندھتے اور ساری رات جاگتے اور اپنے اہل خانہ کو جگاتے تو سائل کو خیال آیا کہ شاید تہجد کی رکعتیں بھی زیادہ کر دیتے ہوں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ اکثر آپ تہجد کی گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔

جب یہ حدیث نماز تہجد کے بارے میں ہے تو تراویح کا اس سے کیا تعلق؟

دوسرا جواب

اگر بفرض محال اس کا تعلق بھی تراویح سے ہو تو اس سے بھی یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف ج۱ ص ۱۱۱)

حافظ ابن حجر رہ وغیرہ شراح حدیث نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ان دونوں مختلف بیانات میں یوں تطبیق دی ہے کہ یہ بیانات مختلف حالات اور اوقات سے تعلق رکھتے ہیں یعنی یہ کہ عام حالات و اوقات میں گیارہ سے زائد نہیں پڑھتے تھے اور کبھی کبھی تیرہ بھی پڑھتے تھے۔ لہذا آٹھ تراویح میں انحصار باطل ہوگیا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رہ لکھتے ہیں۔

والصواب ان کل شئی ذکرتہ من ذلک محمول علی اوقات متعددہ واحوال مختلفۃ الخ (فتح الباری: ج ۲، ص ۱۴)۔

اور مولانا عبد الرحمٰن مبارک پوری رہ نے بھی یہ تسلیم کیا ہے۔

انہ قد ثبت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان قد یصلی ثلث عشرۃ رکعۃ سوی رکعتی الفجر الخ

(تحفۃ الاحوذی: ج ۲، ص ۳)۔

یعنی یہ ثابت اور محقق ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی تیرہ رکعت فجر کی سنتوں کے سوا پڑھتے تھے۔ جب گیارہ سے زیادہ کا ثبوت ہو چکا تو اہل حدیث کا یہ دعویٰ کہ گیارہ سے زیادہ تراویح نہیں ہوتی تھیں یہ دعویٰ باطل ہو گیا۔ اور گیارہ سے زیادہ والی روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی روایت کے مخالف کہنا سخت بھول اور غفلت پر مبنی ہے اسلئے کہ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ کبھی یہ ہوا اور کبھی اس سے زائد ہوا۔

تیسرا جواب

بقول اہلحدیث جب یہ حدیث تراویح کے بارے میں ہے۔ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرما رہی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار چار رکعت پڑھتے تھے اور بہت لمبی پڑھتے تھے اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔ اور بہت لمبی پڑھتے تھے تو اس حدیث پر عمل تب ہو گا جب کہ چار چار رکعت ایک سلام سے پڑھی جائیں اور تین وتر ایک سلام سے پڑھے جائیں۔ حالانکہ اہلحدیث کا اس پر عمل نہیں کہ دو دو رکعت تراویح پڑھتے ہیں اور تین وتر دو سلام سے پڑھتے ہیں یا ایک ہی وتر پڑھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث کل کی کل اہل حدیث کے نزدیک تراویح میں معمول بہا نہیں ہے۔ لہذا اس سے حنفیہ پر حجت قائم کرنا صحیح نہ ہوا۔

چوتھا جواب

امام محمدؒ بن نصر مروزی نے اپنی کتاب "قیام اللیل" میں ایک باب کا عنوان یہ قرار دیا ہے "باب عدد الرکعات التی یقوم بھا الامام للناس فی رمضان" یعنی باب ان رکعتوں کی تعداد کے بیان میں جنہیں امام لوگوں کے ساتھ رمضان میں پڑھے گا۔

اس باب میں وہ رکعات تراویح بتانے کے لئے بہت سی روایتیں لائے ہیں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی اس حدیث کو جو سب سے زیادہ صحیح اور اعلیٰ درجہ کی ہے ذکر کرنا تو درکنار اشارہ تک نہیں کیا ہے۔ جس سے صاف صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں ہے بلکہ تہجد کے نوافل سے ہے۔

پانچواں جواب

اس حدیث کے آخر میں ہے۔

قالت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقلت یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینیّ تنامان ولا ینام قلبی الخ

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ سوتے ہیں پہلے وتر پڑھنے کے ؟ سو فرمایا اے عائشہ رض! بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

ظاہر ہے کہ کسی روایت میں نہیں آتا کہ آپ آٹھ تراویح پڑھ کے سو گئے ہوں۔ اور صحابہ رض انتظار میں بیٹھے رہے ہوں۔ البتہ گھر میں تہجد پڑھتے تھے اور اس میں کبھی کبھی وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں۔ یعنی اتنام الخ۔ علاوہ ازیں تراویح میں تو حضرت عائشہ رض عورتوں کی صف میں پیچھے مردوں کے کھڑی ہوں گی اگر آپ سوتے تو پہلے مردوں کو خبر ہوتی۔ جب مردوں کو خبر نہیں تو تراویح کا معاملہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ تہجد کا واقعہ ہے۔

چھٹا جواب علاوہ ازیں قرطبی رح نے حدیثِ عائشہ رض کو مضطرب نقل کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رح کہتے ہیں۔

قال القرطبی اشکلت روایات عائشۃ رض علی کثیر من اھل العلم حتی نسب بعضھم حدیثھا الی الاضطراب الخ (فتح الباری ج ۳ ؛ ص ۱۶)۔

یعنی اکثر اہلِ علم پر حدیثِ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی مشکل ہوئی ہے۔ حتی کہ بعض محدثین نے ان کی حدیث کو اضطراب کی طرف منسوب کیا ہے پس اس حدیث سے استدلال کرنا تحکم ہے۔

ساتواں جواب اس حدیثِ عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مراد تہجد کے نوافل ہیں تراویح مراد نہیں، اس لیے محدثین رح نے اس پر تعدادِ تراویح کا باب منعقد نہیں کیا صحیح بخاری میں یہ حدیث کئی جگہ وارد ہے۔ مثلاً ص۱۵۴ میں " باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ "

اس جگہ قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل قرینہ ہے تہجد کا قیام رمضان تراویح کو کہتے ہیں اور قیام اللیل تہجد کو کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں سوال کیفیت سے ہے نہ کہ عدد سے جو کہ مقولہ "کم" سے ہے۔ اور مثلاً ص۲۶۹ پر باب فضل من قام رمضان اس میں فضیلت بیان کرنا مقصود ہے نہ کہ عدد۔ اور مثلاً ص۵۰۴، باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ اس میں بھی سونے کی کیفیت بیان کرنا ہے نہ کہ عددِ تراویح اور مثلاً ص ۱۳۵ ؛ ج ۱ ۔ میں " باب ماجاء فی الوتر "

اس میں بیان ہے کہ وتر تین رکعت ہیں عددِ تراویح کا بیان مقصود نہیں۔

كان يصلي احدى عشرة ركعة كانت تلك صلوته تعني بالليل فيسجد السجدة من ذلك قدرما يقرأ احدكم خمسين اٰية الخ

کس صراحت کے ساتھ نمازِ تہجد کو بیان کیا ہے۔ حدیث میں اس قسم کے اشارات بے شمار ہیں۔

حکمت وظهرلي ان الحكمة في عدم الزيادة على احدى عشرة ان التهجد والوتر مختص بصلوة الليل وفرائض النهار الظهر وهى اربع والعصر وهى اربع والمغرب وهى ثلاث وتر النهار فناسب ان تكون صلوة الليل كصلوة النهار في العدد جملة وتفصيلاً الخ (فتح الباري ج ۳، ص ۱۴)۔

اور میرے لیے ظاہر ہوا کہ گیارہ رکعت پر زیادتی نہ ہونے میں حکمت یہ ہے کہ تہجد اور وتر رات کی نماز کے ساتھ خاص ہیں اور فرائض دن کے ظہر ہے اور وہ چار رکعت ہیں اور عصر ہے اور وہ چار رکعت ہیں۔ اور مغرب ہے اور وہ تین رکعت ہیں وتر دن کے۔

پس مناسب ہوا یہ کہ ہو رات کی نماز مثل دن کی نماز کے عدد میں (یعنی گیارہ رکعت تہجد)۔

أما مناسبة ثلاثة عشرة فيضم صلوة الصبح لكونها نهارية الى ما بعدها الخ (فتح الباري: ج ۳، ص ۱۷)

یعنی مناسبت تیرہ رکعت کی صبح کی نماز کو ملانے کے ساتھ بوجہ نہاری ہونے اس کے بعد کے ساتھ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رح کے اس نکتہ اور حکمت سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہ اور تیرہ رکعتیں نمازِ تہجد میں تھیں نہ کہ تراویح میں۔

تہجد اور تراویح کی نماز الگ الگ ہیں ایک نہیں

تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ ہیں ایک نہیں۔ دونوں میں فرق کئی وجوہ سے ہے۔

پہلی دلیل تہجد کی مشروعیت مکہ مکرمہ میں ہوتی ہے اور تراویح کی مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

دوسری دلیل تہجد کی مشروعیت بنصِ قرآنی ہوئی ہے۔ فتهجد به نافلة لك۔ قم الليل الا قليلا۔ اور تراویح کی مشروعیت حدیث سے۔ سننت لكم قيامه (نسائی)۔ میں نے تمہارے لئے قیام رمضان کو مسنون کیا

تیسری دلیل تہجد کی رکعات بالاتفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ماثور ہیں۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ مع الوتر تیرہ اور کم ازکم سات مع الوتر ہیں۔ بخلاف تراویح کے اس کا کوئی معین عدد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔ جیساکہ پہلے گزرا ہے اسلئے ائمہ مجتہدین میں اختلاف ہے۔ کوئی بیس کہتا ہے کوئی چھتیس یا زائد کہتا ہے۔

چوتھی دلیل حنبلی مذہب کی معتبر کتب فقہ میں مذکور ہے۔ چنانچہ "مقنع" میں ہے۔ ثم التراويح وهي عشرون ركعة يقوم بها في رمضان في جماعة ويوتر بعدها في الجماعة فان كان له تهجد يوتر بعده۔ (مقنع ص ۱۸۴)۔

یعنی پھر تراویح ہے اور وہ بیس رکعت ہیں کہ اس کو باجماعت پڑھے۔ اور اگر وہ تہجد بھی پڑھتا ہو تو وتر تراویح کے بعد نہ پڑھے بلکہ تہجد کے بعد پڑھے۔ مقنع کے متعلق مصنف علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔

هذا كتاب في الفقه على مذهب ابي عبد الله محمد بن احمد بن حنبل رح الخ۔

یعنی یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق فقہ کی کتاب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد رح بھی تراویح اور تہجد کو الگ الگ سمجھتے تھے۔ امام بخاری رح کا بھی یہی عمل تھا۔ کیونکہ رات کے اوّل حصہ میں اپنے شاگردوں کو ساتھ لے کر باجماعت نماز پڑھتے تھے اور اس میں ایک ختم کرتے تھے اور سحری کے وقت اکیلے پڑھتے تھے۔

پانچویں دلیل تہجد کا وقت سونے کے بعد ہوتا ہے اور تراویح کا وقت عشاء کے بعد ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح الگ الگ ہیں ایک نہیں ہیں۔

دوسری حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حدثنا محمد بن حميد الرازي ثنا يعقوب بن عبد الله ثنا عيسى بن جارية عن جابر رضي الله تعالى عنه قال صلى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان لیلۃ ثمان رکعات والوتر فلما کان من القابلۃ اجتمعنا فی المسجد ورجونا أن یخرج الینا فلم نزل فیہ حتی اصبحنا قال انی کرھت اوخشیت ان یکتب علیکم الوتر الخ (قیام اللیل : ص ۱۵۵)

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ایک رات میں آٹھ رکعت اور وتر پڑھے۔ پس جب کہ آئندہ رات ہوئی اور ہم جمع ہوئے مسجد میں اور امید کی ہم نے کہ آپ ہماری طرف نکلیں گے۔ پس ہم رہیں رہے یہاں تک کہ صبح کی ہم نے۔ فرمایا کہ میں نے مکروہ سمجھا اور تم پر خوف کیا کہ فرض کیا جائے وتر "

جواب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنے والا ایک شخص ہے اور وہ عیسیٰ بن جاریہ ہے۔

عیسیٰ بن جاریہؒ اس راوی کا حافظ ذہبی رح نے "میزان الاعتدال" میں اور حافظ ابن حجر رح نے "تہذیب التہذیب" وغیرہ میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے۔ امام فن جرح وتعدیل یحییٰ بن معین رح نے اس کی نسبت لکھا ہے۔ لیس بذاک وہ قوی نہیں ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس کے پاس متعدد روایتیں منکر ہیں۔ اور امام نسائی رح و امام ابو داؤد رح نے کہا ہے وہ منکر الحدیث ہے۔ امام نسائی نے اس کو متروک بھی کہا ہے۔ اور ساجی عقیلی نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ اور ابن عدی رح نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں۔

یہ چند حضرات ہیں جنہوں نے عیسیٰ بن جاریہ پر جرح کی ہے اور ان کے مقابل صرف ایک ابو زرعہ ہیں جنہوں نے عیسیٰ کو لا باس کہا ہے۔ (اس میں کوئی مضائقہ نہیں) اور دوسرے ابن حبان رح ہیں جنہوں نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ لہٰذا عیسیٰ مجروح قرار پائے گا۔ بالخصوص جب کہ عیسیٰ پر جو جرحیں کی گئی ہیں وہ بہت سخت ہیں۔ چنانچہ امام نسائی رح و ابو داؤد رح نے اس کو منکر الحدیث لکھا ہے۔ اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری رح اہلحدیث نے " ابکار المنن " میں سخاوی رح کے حوالہ سے بغیر رد و کد کے یہ لکھا ہے۔

منکر الحدیث وصف فی الرجل یستحق بہ الترک لحدیثہ۔ (ابکار المنن ص۱۹۱)

یعنی منکر الحدیث ہونا آدمی کا ایسا وصف ہے کہ وہ اس کی وجہ سے اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ

اس کی حدیث ترک کردی جائے (اس سے حجت نہ پکڑی جائے اور قبول نہ کی جائے)۔ اس لئے عیسیٰ کی یہ روایت قابل قبول نہیں۔ بالخصوص جب کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرنے میں عیسیٰ متفرد ہے۔ دوسرا کوئی اس کا مؤید و متابع موجود نہیں ہے۔ اور نہ کسی دوسرے صحابیؓ کی حدیث اس کی شاہد ہے۔ جابرؓ سے متفرد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ امام طبرانی رحہ نے عیسیٰ کی روایت نقل کرنیکے بعد لکھا ہے

لا یروی عن جابر بن عبد اللّٰہ الا بھذا الاسناد ۔

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بجز اس سند کے کسی دوسری سند سے یہ حدیث مروی نہیں ہے۔

اس سند کا دوسرا راوی محمد بن حمید الرازی ہے "تقریب" میں ہے کہ حافظ نے اسکی تضعیف کی ہے (تقریب) غرضیکہ یہ حدیث ضعیف ہے دو وجہ سے۔ ایک عیسیٰ بن جاریہ کی وجہ سے کہ اس پر جرح قوی ہے۔ دوسرے محمد بن حمید الرازی کی وجہ سے۔ اس لئے کہ یہ ضعیف راوی ہے۔

حضرت جابرؓ کی دوسری روایت

وبہ عن جابر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ جاء ابیّ بن کعبؓ فی رمضان فقال یا رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) کان منی لیلۃ شیٔ قال وما ذلک یا ابیّ قال نسوۃ داری قلن انا لا نقرأ القراٰن فنصلی خلفک بصلوتک فصلیت بھن ثمان رکعات و الوتر فسکت عنہ وکان شبہ الرضاء الخ ۔

(قیام اللیل: ص ۹۰)

اسی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رمضان میں حاضر ہو کر کہا کہ مجھ سے رات میں ایک بات ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا کہا۔ گھر کی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہم نے قرآن نہیں پڑھا ہے تو ہم بھی تمہارے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ میں نے ان کو آٹھ رکعتیں پڑھائیں اور وتر بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا اور یہ بات رضامندی کے مشابہ تھی۔

جواب اس کا جواب اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی سند بعینہٖ پہلی ہے۔ جس میں عیسیٰ بن جاریہ واقع ہے اور اس پر کلام گذر چکا ہے۔ یعنی یہ راوی مجروح ہے۔ لہٰذا یہ روایت

ضعیف ہے۔

یہاں تک یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف باجماعت تراویح تین رات ثابت ہوئی ہیں۔ اور ان میں کوئی عدد متعین تراویح کا منقول نہیں ہے۔ لہٰذا عدد میں صحابہ رض کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ایک اثر گیارہ تراویح کا تھا جو سائب بن یزید سے منقول ہے۔

اہل حدیث کا دوسرا دعوےٰ

اس کے ثبوت کے لیے مندرجہ ذیل حدیث پیش کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آٹھ رکعت کا حکم کیا تھا۔

تیسری حدیث مالك عن محمد بن يوسف عن سائب بن يزيد انه قال امر عمر بن الخطاب أبي بن كعب وتميم الداري ان يقوما للناس باحدى عشرة ركعة الخ

(قیام اللیل ص ۹۱۔ مؤطا امام مالک رح ص ۹۸ مطبع اصح المطابع)

یعنی امام مالک رح روایت کرتے ہیں سائب بن یزید رض سے اور وہ کہتے ہیں۔ امر کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو کہ تراویح پڑھاویں لوگوں کو گیارہ رکعت۔ انتہیٰ۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

پہلا جواب سائب بن یزید رح سے نقل کرتے ہیں محمد بن یوسف رح۔ اور ان کے شاگرد پانچ ہیں۔ ۱: امام مالک رح۔ ۲: یحییٰ بن قطان رح۔ ۳: عبدالعزیز ابن محمد رح۔ ۴: ابن اسحاق رح۔ ۵: عبدالرزاق رح۔ اور پانچوں میں اختلاف ہے۔

۱:۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حکم دیا ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔ کیا عمل ہوا اس کا کوئی ذکر نہیں اور اس میں رمضان کا بھی ذکر نہیں۔

۲: یحییٰ بن قطان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رض نے ابی رض و تمیم رض پہ لوگوں کو جمع کیا پس وہ دونوں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس میں حضرت عمر رض کے حکم کا ذکر نہیں ہے اور رمضان کا بھی

ذکر نہیں۔

۳ : عبدالعزیز بن محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے (اس میں نہ حکم کا ذکر ہے، نہ ابی بن کعب رضہ و تمیم رضہ کا نہ رمضان کا)۔

۴ : ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضہ کے زمانہ میں ماہِ رمضان میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ (اس میں بھی حضرت عمر رضہ کے حکم اور ابی رضہ اور تمیم رضہ کا ذکر نہیں ہے۔ گیارہ کی بجائے تیرہ کا ذکر ہے)۔

۵ : عبدالرزاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضہ نے اکیس رکعت کا حکم دیا۔ (اس میں گیارہ کی بجائے اکیس کا ذکر ہے۔

سائب رضہ بن یزید

محمد بن یوسف رح

امام مالک رح	یحییٰ بن قطان رح	عبدالعزیز بن محمد رح	ابن اسحاق رح	عبدالرزاق رح
حضرت عمر رضہ نے ابی بن کعب رضہ اور تمیم داری رضہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں	حضرت عمر رضہ نے ابی رضہ اور تمیم رضہ پر لوگوں کو جمع کیا پس وہ دونوں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے	ہم حضرت عمر رضہ کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے	ہم حضرت عمر رضہ کے زمانہ میں ماہِ رمضان تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے	حضرت عمر رضہ نے اکیس ۲۱ رکعت کا حکم دیا تھا

جب اس اختلاف میں سوائے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے گیارہ کا امر ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یحییٰ بن قطان رح کی روایت میں گیارہ کا امر نہیں اور عبدالعزیز بن محمد رح کی روایت میں نہ گیارہ کا امر ہے اور نہ رمضان کا ذکر ہے اور ابن اسحاق رح بجائے گیارہ کے تیرہ رکعت ذکر کرتے ہیں۔ اور عبدالرزاق رح کی روایت میں اکیس رکعت ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ سے خود راوی حدیث ابن اسحاق رح تیرہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ ابن عبدالبر مالکی رح نے اکیس کو ترجیح دی ہے۔ لہٰذا عدد کے بارے میں یہ مضطرب ہے اور

قابل حجت نہیں ۔

دوسرا جواب

یہ محمد بن یوسف رح راوی سائب بن یزید رح کے طریق میں گفتگو تھی۔ اب محمد بن یوسف رح کے ساتھی یزید بن خصیفہ رح کی روایت سائب بن یزیدؓ سے سنن کبریٰ بیہقی، ج ۲، ص ۴۹۶ - میں یہ ہے ۔

عن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن سائب بن یزید قال
کان یقومون علی عهد عمر بن الخطابؓ فی شهر رمضان
بعشرین رکعة الخ

یعنی ابی ذئب روایت کرتے ہیں یزید بن خصیفہ سے کہ سائب بن یزید رح فرماتے ہیں کہ عہدِ فاروقی میں ان کے زمانہ کے لوگ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے ۔

اس اثر کی سند کو امام نووی رح، امام عراقی رح، امام سیوطیؒ وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے ۔ دیکھو (تحفة الاخیار، ص۱۹۲ اور ارشاد الساری تحفة الاحوذی، ص۷۵)۔

اس روایت میں یزید کے شاگرد ابی ذئب ہیں اور یہی بات یزید سے ان کے دوسرے شاگرد محمد بن جعفر نے نقل کی ہے اور وہ روایت امام بیہقی کی دوسری کتاب " معرفة السنن والاثار " میں ہے۔ اس کی سند کو علامہ سبکی رح نے " شرح منہاج " میں اور ملا علی قاری رح نے شرحِ مؤطا میں صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھو تحفة الاحوذی، ج۲، ص ۷۵۔

دیکھئے یزید کے دونوں شاگرد متفق اللفظ ہو کر یزید سے اور یزید حضرت سائبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ عہدِ فاروقی رضؓ میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔ برخلاف محمد بن یوسف رح کے کہ ان کے پانچ شاگرد سائب رح کا بیان پانچ طرح نقل کرتے ہیں۔

ایسی حالت میں اصول و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یزید بن خصیفہ رح کی روایت پر اعتماد کیا جائے ۔ مگر اہلِ حدیث نے محمد بن یوسف رح کی مختلف فیہ اور مشکوک روایت پر اعتماد کر کے انصاف کا جنازہ نکال دیا ہے ۔

بیس تراویح کا ثبوت

پہلی حدیث

عن العرباض بن ساریۃؓ قال فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ الخ (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)۔

یعنی تم میری سنت کو اور سنت خلفاء راشدین ومہدیین کو لازم پکڑو اور اس پر عمل کرو اور داڑھوں سے مضبوط پکڑو۔

اس حدیث میں سنت خلفاء کا عطف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے جو مقتضی اس امر کو ہے کہ خلفاء خواہ سنت نبوی کو بیان کریں خواہ مسائل اجتہادیہ میں اجتہاد کریں۔ بہر صورت خلفاء کی اتباع لازم ہے۔ اس لئے کہ علیکم کلمہ لزوم کا ہے۔ تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ سنت نبوی اور سنت خلفاء ..... دونوں کے ساتھ لگتا ہے۔

اور بقول بعض علماء کے خلفاء سے مراد عام ہے۔ شیخ مولانا عبدالغنی صاحب رح محدث دہلوی مہاجر مکی لکھتے ہیں۔

ومن العلماء من عمم کل من کان علی سیرتہ علیہ السلام من العلماء والخلفاء کالائمۃ الاربعۃ المتبوعین المجتہدین والائمۃ العادلین کعمر بن عبد العزیز کلہم موارد لہذا الحدیث۔ (انجاح الحاجۃ: ص ۵)۔

یعنی جو علماء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہیں جیسے چاروں امام (امام ابوحنیفہ رح امام مالک رح، امام شافعی رح، امام احمد بن حنبل رح) اور عادل حکام جیسے عمر بن عبدالعزیز رح سب اس حدیث کا مصداق ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع لازم ہے ایسے ہی سنت خلفاء راشدین کی اتباع ضروری ہے بلکہ بعض علماء کے ہاں جمہور مجتہدین کی اتباع لازم ہے۔ اب جمہور صحابہ کرام رض وتابعین رح وتبع تابعین رح وجمہور مجتہدین رح ومقلدین ائمہ اربعہ وعمر بن عبدالعزیز رح

بلیس تراویح سے کم نہیں پڑھتے تھے۔ تو بلیس تراویح سے کم پڑھنا سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سنتِ خلفاء راشدین کے بھی خلاف ہے۔ کیوں کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امر اور قول ہے۔ کہ تم میری سنت اور خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلفاء راشدین کے قول اور فعل کی پیروی بھی ضروری ہے کیونکہ یہ بھی سنت ہے۔

خلفاء راشدین کا عمل سنت ہے

بدرالدین عینی حنفیؒ " بنایہ شرح ھدایہ " میں لکھتے ہیں۔

سیرۃ العمرین لا شك فی أن فی فعلها ثواب وفی ترکها عقاب لانا امرنا بالاقتداء بهما لقوله علیه الصلوۃ والسلام اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر وعمر فاذا کان الاقتداء مامور به یکون واجبا و تارك الواجب یستحق العقاب و العتاب الخ (مجموعة الفتاوی ج ۱ ص ۲۱۵)۔

یعنی اس میں شک نہیں کہ افعالِ حضرت ابوبکر رضؓ و حضرت عمر رضؓ کا اتباع کرنا ثواب ہے۔ اور اس کے ترک میں عذاب ہے۔ کیوں کہ ہمیں ان دونوں حضرات کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

" اقتداء کرو ان دو آدمیوں کی جو میرے بعد ہیں۔ یعنی حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ۔"

پس ان کی اقتداء مامور بہ اور واجب ہے۔ اور واجب کے ترک کرنے والا عقاب اور عتاب کا مستحق ہے "

۲ : اور کمال الدین بن ہمام رحؒ " تحریرالاصول " میں لکھتے ہیں۔

قسم الحنفیة العزیمة الی فرض ما قطع بلزومه و واجب ماظن وسنة الطریق الدینیة منه علیه الصلوۃ والسلام و الخلفاء الراشدین او بعضهم الخ

یعنی حنفیہ نے عزیمت کی تقسیم فرض کی جانب کی ہے جس کے لزوم کا ذکر ہو۔ اور واجب کی جانب جس میں غلبہ ظن ہو۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضؓ کی دینی سنت کی جانب۔

۳ : اور مولانا عبد العلی رح بحر العلوم "شرح تحریر" میں لکھتے ہیں۔

ینبغی ان یراد اعم من ان یکون طریقة دینیة مستمرة فی الدین عنه صلی الله علیه وسلم بان باشره اولا بان استمر الناس علیها باذنه او باذن الخلفاء۔

(مجموعة الفتاوی ص ۲۱۵)

یعنی لائق ہے کہ عام مراد لی جائے۔ خواہ دینی طریقہ ہو جس پہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا عملدرآمد رہا ہو۔ آپ نے خود اس پر عمل فرمایا ہو یا نہیں بلکہ لوگ آپ کے یا خلفاء کے حکم سے اس کے پابند رہے ہوں۔

۴ : تلبین شرح حسامی میں ہے۔

وفی عرف الشرع یراد بها طریقة الدین اما للرسول صلعم او للصحابة رضـ حتی یقال سنة الرسول او سنة الخلفاء الراشدین رضـ

(مجموعة الفتاوی ج ۱ - ص ۲۱۷)

اور عرف شرع میں سنت طریقۂ دین کو کہتے ہیں خواہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یا صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا ہو یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ یہ رسول صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور یہ خلفاء راشدین رضـ کی سنت ہے۔

غرضیکہ سنت کا اطلاق عام ہے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سنت خلفاء راشدین پر۔ تو بیس تراویح سنت خلفاء راشدین ہے اور بیس رکعت سے کم سنت خلفاء نہیں۔

دوسری حدیث

عن یزید بن خصیفة عن سائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر رضـ بن الخطاب فی شهر رمضان بعشرین رکعة و قال کانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکؤن علی عصیهم فی عهد عثمان رضـ بن عفان من شدة القیام۔ (رواہ البیهقی: ج ۲، ص ۴۹۶)۔

یعنی یزید بن خصیفہ رح کہتے ہیں کہ حضرت سائب بن یزید رح فرماتے ہیں کہ سب لوگ رمضان کے مہینہ میں حضرت عمر بن خطاب رضـ کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے اور کہا کہ لوگ پڑھتے تھے۔

(سنتے تھے) مگر حضرت عثمان بن عفان رض کے عہد میں لوگ اپنی لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔ بوجہ سخت ہونے قیام کے۔

شبہ اس حدیث میں ایک راوی ابوعبداللہ بن فنجویہ دینوری ہے اور اس کا حال معلوم نہیں کہ ثقہ ہے یا نہیں؟

جواب ابوعبداللہ بن فنجویہ رح کے بارے میں ذہبی رح نے مرنے والے مشاہیر ۴۱۴ھ میں یوں ذکر کیا ہے۔

والمحدث ابوعبد الله الحسين بن محمد بن الحسين بن عبد الله بن فنجويه الثقفي الدينوري النيشافوري۔ الخ۔

(تذكرة الحفاظ، ج ۳ ،ص۲۴۴)

یعنی ابن فنجویہ کو لفظ محدث سے یاد کیا ہے۔ اور ابن اثیر جزری رح نے لکھا ہے۔

" عرف بها ابوعبد الله الحسين بن محمد بن الحسين فنجويه الفنجوي الدينوري الحافظ روى عن ابي الفتح محمد بن الحسين الازدي الموصلي وابي بكر بن مالك القطعي وغيرهما روى عنه ابواسحاق الثعلبي ناكثرفي تفسيره ويذكر كثيراً فيقول اخبرنا الفنجوي الخ

یعنی اس نسبت فنجوی کے ساتھ حافظ ابوعبداللہ حسین مشہور و معروف ہے۔ وہ ابوالفتح ازدی اور ابوبکر قطعی وغیرہ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں اور ان سے ابواسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بکثرت روایات نقل کی ہیں اور وہ ان کا ذکر بہت کرتا ہے۔ اور یوں کہتا ہے کہ ہم کو فنجوی رح نے خبر دی۔

اور سمعانی نے برہان دینوری رح کے شاگردوں میں اس کا نام لیا ہے۔ اور امام بیہقی رح نے اپنی سنن میں ان سے بکثرت روایت کی ہے۔

جب ذہبی رح ابن فنجویہ رح کو محدث لکھ رہے ہیں اور ابن اثیر جزری رح اس کو مشہور و معروف اور حافظ لکھ رہے ہیں۔ اور ابوالفتح رح اور ابوبکر بن مالک قطعی رح وغیرہما سے یہ روایت کر رہے ہیں اور اس سے روایت ابواسحاق ثعلبی رح کر رہے ہیں۔ تو اب ثقہ اور عادل ہونے میں کیا

شک وشبہ رہا۔

مقدمہ ابن الصلاح اصولِ حدیث کی مشہور کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں۔

عدالة الراوی تارة تثبت بتنصیص العدلین علی عدالته وتارة تثبت بالاستفاضة فمن اشتهرت عدالته بین اهل النقل اونحوهم من اهل العلم وشاع الثناء علیه بالثقة والامانة استغنی فیه بذلك عن بینة شاهدة بعدالة تنصیصا هذا هو الصحیح فی مذهب الشافعی رح وعلیه الاعتماد فی فن اصول الفقه۔ (ص ۸۴)

یعنی راوی کی عدالت کبھی ثابت ہوتی ہے کہ دو عادل اس کی عدالت پر تصریح کر دیں اور کبھی ثابت ہوتی ہے ساتھ شہرت اور استفاضہ کے۔ پس جس کی عدالت اہل علم کے درمیان مشہور ہو اور اس پر ثقہ ہونے کی اور امین ہونیکی تعریف شائع ہو تو وہ مستغنی ہوتا ہے ایسے بینہ سے جو اس کی عدالت پر صراحۃً شاہد ہو۔ یہی صحیح ہے مذہب شافعی رح میں اور اسی پر اعتماد ہے۔ فنِ اصولِ فقہ میں۔ بلکہ حافظ ابو عمرؒ بن عبد البر رح نے تو اور توسیع کر کے یہاں تک کہہ دیا ہے۔

کل حامل علم معروف العنایة به فهو عدل محمول فی امره ابدا علی العدالة حتی یتبین الجرح الخ (مقدمه، ص ۸۴)۔

یعنی ہر صاحب علم جس کا اشتغال علم کے ساتھ معروف ہو عادل ہے اور ہمیشہ عادل قرار دیا جائے گا جب تک اس پر جرح ثابت نہ ہو۔

اس روایت پر جرح محض تعصب ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے عہد میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں۔ حتی کہ عہد عثمان غنی رض میں بوجہ طویل قیام کے لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔

اس حدیث کو بیہقیؒ نے معرفت میں بالاسناد الصحیح روایت کیا ہے۔ نووی رح نے خلاصہ میں اور ابن العراقی رح نے شرح تقریب میں۔ اور سیوطی رح نے مصابیح میں کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔

تیسری حدیث

عن یزید بن رومان رح انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب رض فی

رمضان بثلاث وعشرين ركعة - (رواه مالك اسناده قوى) بیهقی ج ۲، ص ۴۹۶)۔

یعنی یزید بن رومان رح کہتے ہیں کہ سب لوگ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانہ میں رمضان میں تیئیس رکعت پڑھتے تھے۔

شبہ :۔ یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل حجت نہیں ہے۔

پہلا جواب یہ حدیث امام مالک رح کے مؤطا میں منقول ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح نے مؤطا کے متعلق "حجۃ اللہ البالغہ، ص ۱۰۶، ج ۱" میں فرمایا ہے۔

قال الشافعي رح أصح الكتب بعد كتاب الله مؤطا امام مالك رح واتفق أهل الحديث على ان جميع ما فيه صحيح على رأي مالك رح ومن وافقه واما على رأي غيره فليس فيه مرسل ولا منقطع الا قد اتصل السند به من طرق اخرى وقد صنف في زمان مالك رح موطات كثيرة في تخريج احاديثه ووصل منقطعه مثل كتاب ابن ابي ذئب وابن عيينة والثوري ومعمر الخ

یعنی امام شافعی رح نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب مؤطا امام مالک رح ہے اور محدثین کا اتفاق ہے کہ اس میں جتنی روایتیں ہیں سب امام مالک رح اور اس کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں (اس لئے کہ وہ لوگ مرسل کو بھی صحیح اور مقبول مانتے ہیں۔ دوسروں کی رائے پر اس میں کوئی مرسل یا منقطع ایسی نہیں ہے کہ دوسرے طریقوں سے اس کی سند متصل نہ ہو اور امام مالک رح کے زمانہ میں مؤطا کی حدیثوں کی تخریج کے لئے اور اس کے منقطع کو متصل ثابت کرنے کے لئے بہت سے مؤطا تصنیف ہوئے جیسے ابن ابی ذئب رح ابن عیینہ رح ثوری رح اور معمر رح کی کتابیں۔

دوسرا جواب مرسل کے قبول و عدم قبول میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک رح اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک وہ مطلقاً مقبول ہے۔ لہٰذا ان حضرات کے مسلک کی بنا پر تو اس اثر کا مرسل ہونا کچھ مضر نہیں ہے۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک اگرچہ مرسل مقبول نہیں ہے مگر وہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ جب کسی مرسل کی تائید کسی دوسری سند یا مرسل سے ہوتی ہو اور وہ مسند یا مرسل دوسرے طریق اسناد سے مروی ہو تو مقبول ہے۔ چنانچہ ابن حجر رح شرح نخبۃ الفکر" ص ۵۔ میں فرماتے ہیں۔

وقال الشافعی رح یقبل اذا اعتضد بمجیئه من وجه اخر یباین الطریق الاولی مسندا کان او مرسلاً الخ۔

اور شیخ الاسلام زکریا انصاری رح نے یہ تعمیم بھی کی ہے کہ مرسل کا موید گو ضعیف ہو تب بھی مرسل مقبول ہو جائے گی۔ (حاشیہ شرح نخبہ)۔

خطیب بغدادی رح "کفایہ ص ۳۸۴" میں لکھتے ہیں۔

فقال بعضهم انه مقبول ویجب العمل به اذا کان المرسل ثقة عدلا وهذا قول مالك واهل المدینة وابی حنیفة رح و اهل العراق وغیرهم۔

جب یہ ذہن نشین ہو چکا تو سنئے کہ یزید بن رومان رح کا یہ اثر اگرچہ مرسل ہے مگر اس کی تائید دوسرے کئی مرسلوں سے ہوتی ہے جو عنقریب مذکور ہوں گے۔ لہٰذا بالاتفاق مقبول اور حجت ہے۔ علاوہ اس کے ہمارا اصل استدلال سائب رح کی حدیث سے ہے۔ اور یزید بن رومان رح کا اثر تائید کے لئے پیش کیا گیا ہے۔

چوتھی حدیث

عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب رض امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة رواه ابوبکر ابن ابی شیبة رح فی مصنفه اسناده مرسل قوی۔

یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حکم دیا ایک آدمی کو کہ لوگوں کو بیس رکعتیں تراویح پڑھائیں۔

پانچویں حدیث

عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب رض یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث رواه ابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه اسناده مرسل قوی۔

یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ رمضان میں لوگوں کو مدینہ طیبہ میں بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

چھٹی حدیث عن عطاء قال ادرکت الناس وھم یصلون ثلاثا و عشرین رکعة بالوتر۔ (رواہ ابن ابی شیبہ اسنادہ حسن)۔

یعنی عطاؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سب لوگ تراویح کی نماز تئیس رکعت مع وتر کے پڑھتے تھے۔

ساتویں حدیث عن ابی الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة ۔ (رواہ البیہقی ، ج ۲ ، ص ۴۹۶ ۔ اسنادہ حسن)۔

یعنی ابوالخصیب رح کہتے ہیں کہ ہمیں سوید بن غفلہ رح ماہ رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

آٹھویں حدیث عن نافع بن عمر قال کان ابن ابی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة (رواہ ابوبکر بن ابی شیبة اسنادہ صحیح)۔

یعنی نافع بن عمر رہ کہتے ہیں کہ رمضان میں ابن ابی ملیکہ ہم کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

نویں حدیث عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعة کان یصلی بھم فی رمضان خمس ترویحات ویوتر بثلاث (اخرجہ ابوبکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ واسنادہ صحیح)۔

یعنی سعید بن عبید رح سے مروی ہے کہ علی بن ربیعہ رح انہیں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

دسویں حدیث عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر الخ (ابن ابی شیبہ والبیہقی۔ ج ۲، ص۴۹۶)

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس تراویح اور وتر پڑھاتے تھے۔

شبہ اس حدیث کا ایک راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان رح ہے اور وہ مجروح راوی ہے اس لئے اس کی یہ روایت ضعیف قرار دی گئی ہے۔

جواب ابراہیم کو مجروح ثابت کرنے میں کچھ مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہے۔ دیکھو ابن عدی رح ابراہیم کے متعلق کہتا ہے۔

له احادیث صالحة وھو خیر من ابراھیم بن ابی حیله (تہذیب ج ۱ ص ۱۴۵)

اس (ابراہیم) کی حدیثیں درست بھی ہیں اور ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے۔ اور یزید بن ہارون رح جو امام بخاری رح کے استاذ الاستاذ اور نہایت ثقہ ہیں اور زبردست حافظِ حدیث تھے۔ ابراہیم رح کے بڑے مداح تھے فرماتے تھے۔

ماقضی علی الناس یعنی فی زمانه أعدل فی قضاء منه الخ (تہذیب)

یعنی ہمارے زمانہ میں ان سے زیادہ عادل کوئی قاضی نہیں ہوا۔

تنبیہ یزید رح سے بڑھ کر ابراہیم کا پرکھنے والا اور ان کے حالات سے باخبر ان جارحین میں کوئی بھی نہیں ہے اس لئے کہ یزید رح ان کے محکمہ میں کاتب یعنی ان کے منشی تھے۔ اس لئے یزید رح کی شہادت ابراہیم کے علم اور دیانت داری دونوں پر زبردست شہادت ہے۔

راوی کی عدالت اور کسی راوی کی روایت کو قبول کرنے کے لئے دو باتیں لازمی طور پر دیکھی جاتی ہیں۔ ایک تدین اور دوسرے اس کی قوتِ حافظہ پس اس شہادت کے بعد ابراہیم کے تدین میں تو کوئی شک نہیں رہتا۔ اب رہی قوتِ حافظہ۔ تو ابن عدی رح کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیم رح کا حافظہ بھی بہت زیادہ خراب نہ تھا۔ اس لئے کہ ابنِ عدی رح نے اقرار کیا ہے کہ ابراہیم رح کی مرویات میں درست اور ٹھیک حدیثیں بھی ہیں۔

بہرحال ہم کو اتنا تسلیم ہے کہ ابراہیم رح ضعیف راوی ہے۔ اس کی وجہ سے یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اور ابراہیم رح کی حدیث چاہے اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہو مگر اس لحاظ سے وہ بے حد قوی اور ٹھوس ہے کہ عہدِ فاروقی رض کے مسلمانوں کا علانیہ عمل بھی اسی کے موافق ثابت ہوتا ہے۔ اور ہر چہار ائمہ مجتہدین رح کے اقوال بھی اسی کے مطابق ہیں اور عہدِ فاروقی رض کے بعد سے ہمیشہ امت کا عمل بھی بلا اضافہ یا اضافہ کے ساتھ اسی کے موافق رہا ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم نے ایک موقعہ پر اعتراف کیا ہے کہ بعض ضعیف ایسے ہیں

جوامت کی تلقی بالقبول سے رفع ہو گئے ہیں ۔ الخ (اخبار اہلحدیث ، مؤرخہ ۱۹ اپریل ۱۹۰۱ء)

گیارہویں حدیث

وروینا عن شتیر بن شکل وکان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ انہ کان یؤمہم فی رمضان بعشرین رکعۃ والوتر بثلاث وفی ذلک قوۃ الخ

(بیہقی ج ۲ : ص ۴۹۶) ۔

یعنی شتیر بن شکل سے روایت ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے وہ رمضان میں بیس رکعت کے ساتھ امامت کراتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے اور اس میں قوت ہے ۔ بیہقیؒ نے اخیر عبارت میں تصریح کر دی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر قوی ہے ۔

عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامر منہم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتر بہم وروینا ذلک عن وجہ اٰخر عن علی رضہ (بیہقی ج ۲ : ص ۴۹۶) ۔

یعنی ابو عبد الرحمن سلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے قراء کو رمضان میں بلا کر ان میں سے ایک آدمی کو امر کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھانے بیس رکعت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وتر خود پڑھاتے اور یہ روایت حضرت علیؓ سے دوسرے طریق سے بھی آئی ہے ۔ پہلے اثر علی رضہ کو قوی بتلایا ۔ اور دوبارہ کہا دوسرے طریق سے بھی مروی ہے ۔ تو مجموعہ اتنا قوی تر ہو گیا کہ اس میں کلام کی گنجائش ہی نہیں دوسرا طریق اگرچہ ضعیف ہو تب بھی اس کے لئے مؤید ہونا کوئی مضر نہیں ۔ دوسرا طریق یہ ہے ۔

عن عمرو بن قیس عن ابی الحسناء ان علیا رضہ امر رجلا یصلی بہم عشرین رکعۃ الخ

(مصنف ابن ابی شیبہ کذا فی الجواہر النقی بیہقی ، ج ۲ : ص ۴۹۶) ۔

یعنی ابی الحسناء سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو امر کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے بیس رکعت ۔

ابی الحسناء اگرچہ ضعیف راوی ہے مگر اس کا ضعف حدیث کے مؤید ہونے کو مضر نہیں ہے ۔

ھذا الحدیث وان کان ضعیفا لکن منجبر بتعدد طرقہ الخ (ابکار المنن ص ۱۹۸)

یعنی یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے۔ لیکن وہ تعدد طرق کے ساتھ مجبر ہے۔

ولو سلم ان کلها ضعیفة فهی مجموعها تبلغ درجة الحسن الخ

(ابکار المنن : ص ۱۳۱)۔

یعنی اگر تسلیم کرلیا جائے کہ حدیث کے سارے طرق ضعیف ہیں تو وہ مجموعی حیثیت سے درجۂ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔

شبہ ابوالحسناء رہ کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ ابوالحسناء رح مجہول راوی ہے لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب اصول حدیث کا مسئلہ ہے کہ جس شخص سے دو راوی روایت کریں تو وہ شخص مجہول الذات نہیں ہوتا۔ اہذا جب ابوالحسناء رح سے ابوسعد رح اور عمرو بن قیس رح دو شخص روایت کرتے ہیں تو وہ مجہول کیسے ہوا۔ اس کو تو مستور کہتے ہیں۔ اور مستور کی روایت ایک جماعت کے نزدیک مقبول ہے اور جمہور کے نزدیک اگر اس کا کوئی مؤید ہو تو مقبول ہے اور اس کا مؤید ابو عبدالرحمٰن سلمی رح موجود ہے۔

شبہ ابوالحسناء رہ کی حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے لقا ثابت نہیں لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔

جواب ابوالحسناء رح دو ہیں۔ ایک وہ ہے جو حکم بن عتیبہ رح سے روایت کرتے ہیں۔ (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہ کے شاگرد کے شاگرد ہیں) اور اس سے شریک نخعی روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب میں اس کی تصریح ہے۔ دوسرا ابوالحسناء وہ ہے جس سے ابوسعد بقال رح اور عمرو بن قیس رہ روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے لہٰذا جب دونوں کے شاگرد اور استاد الگ الگ ہیں تو دونوں ایک کیسے ہوئے ؟

بارہویں حدیث وقال محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی رمضان عشرین رکعة یطیلون فیها القراءة ویوترون بثلاث الخ

(قیام اللیل : ص ۹۱)

یعنی محمد بن کعب القرظی رہ سے مروی ہے۔ کہ سب لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰے عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں تراویح بیس رکعت پڑھتے تھے۔ لمبا کرتے تھے ان میں قرأت کو اور وتر تین رکعت

پڑھتے تھے۔

تیرہویں حدیث قال الاعمش کان عبد اللہ بن مسعودؓ یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث ۔ الخ (قیام اللیل ، ص ۹۱)

یعنی اعمش رہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

چاروں امام بیس تراویح سے کم کے قائل نہ تھے

۱ ؛ فالمسنون عند ابی حنیفۃ رہ والشافعی رہ واحمد رہ عشرون رکعۃ وحکی عن مالک رہ ان التراویح ست وثلاثون (کذا فی رحمۃ الامۃ ۲)

یعنی مسنون تراویح بیس رکعت ہیں امام ابوحنیفہ رہ اور امام شافعی رہ اور امام احمدؒ کے نزدیک اور حکایت کیا گیا ہے امام مالک رہ سے کہ تراویح چھتیس رکعت ہیں۔

۲ ؛ فاختار مالکؒ فی احد قولیہ وابوحنیفۃ رہ والشافعی رہ واحمدؒ وداؤد رہ القیام بعشرین رکعۃ سوی الوتر وذکر ابن القاسمؒ عن مالک رہ انہ کان یستحسن ستا وثلاثین رکعۃ والوتر ثلاث رکعات (بدایۃ المجتہد)، (ج ۱ : ص ۲۱۰)۔

یعنی امام مالک رہ نے اپنے دو قولوں میں سے ایک میں اور امام ابوحنیفہ رہ اور امام شافعی رہ امام احمدؒ اور امام داؤد ظاہری رہ نے بیس رکعت تراویح کا قیام پسند کیا ہے اور تین رکعت وتر اس کے علاوہ ۔ اور ابن القاسم رہ نے امام مالک رہ سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کے قیام کو مستحسن سمجھتے تھے۔

وذکر ابن القاسم رہ عن مالک رہ أنہ الامر القدیم یعنی القیام بست وثلاثین رکعۃ الخ

یعنی ابن القاسم رہ (شاگرد امام مالک رہ) نے امام مالکؒ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھتیس رکعت کا قیام قدیم معمول ہے ۔ ابن رشد مالکی رہ کے اس کلام سے دو فائدے حاصل ہوئے ۔ ایک یہ کہ امام مالکؒ نے بھی بیس تراویح کو پسند کیا ہے ۔ اس کی مزید تائید قسطلانی رہ کی اس نقل سے ہوتی ہے۔

وقد قال المالکیۃ انها کانت ثلاثۃ وعشرین ثم جعلت تسعا وثلاثین۔

یعنی مالکیہ نے کہا ہے کہ تراویح کی رکعتیں مع وتر تئیس تھیں پھر وہ مع وتر انتالیس کر دی گئیں۔ دوسرا انہوں نے صرف امام مالکؒ کے دو قول بتلاتے ہیں۔ ایک بیس رکعت کا دوسرا چھتیس کا۔ اور گیارہ رکعت کے قول کو اپنے مذہب کی روایات میں اتنا کمزور سمجھا کہ اس کو قابلِ شمار قرار نہیں دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ چاروں امام رح بیس رکعت تراویح پر متفق ہیں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

فقہائے کے کلام سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت

واختلف اهل العلم فی قیام رمضان فرای بعضهم ان یصلی احدی واربعین رکعة مع الوتر وهو قول أهل المدینة والعمل علی هذا عندهم بالمدینة واکثر اهل العلم علی ما روی عن علی رض وعمر رض وغیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عشرین رکعة وهو قول سفیان الثوری رح وابن المبارک رح والشافعی رح وقال الشافعیؒ وهکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة وقال احمد روی فی هذا الوان لم یقض فیه بشیئ وقال اسحاق بل نختار احدی واربعین رکعة علی ما روی عن ابی بن کعب رح الخ

(ترمذی شریف: ج ۱، ص ۱۱۲)

یعنی قیامِ رمضان میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے۔ سو بعض قائل ہیں اکتالیس رکعت مع الوتر کے یہی قول ہے اہلِ مدینہ کا ہے اور عمل بھی اسی پر ہے مدینہ میں۔ اور اکثر اہلِ علم بیس رکعت کے قائل ہیں۔ موافق اس کے حضرت علی رض وحضرت عمر رض وغیرہما اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور یہی سفیان ثوری رح اور عبداللہ بن مبارکؒ وشافعی رح کا قول ہے۔ اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔ اور امام احمد رح نے کہا تراویح میں مختلف روایات (بیس سے لے کر اکتالیس تک) ہیں اس پر کوئی حکم نہیں لگایا۔ اور امام اسحاق رح فرماتے ہیں کہ ہم اکتالیس رکعت کو اختیار کرتے ہیں۔ موافق اسکے جو حضرت ابی بن کعب رض سے مروی ہے۔ (انتہٰی)۔

دیکھو زمانہ نبویؐ میں یا صحابہ کرام رضہ یا تابعین رح یا تبع تابعین رح کے زمانہ میں کہیں جماعت آٹھ کی ہوئی یا اکیلا آدمی مشہور و معروف کوئی فقیہہ یا امام آٹھ رکعت پڑھتا تو امام ترمذیؒ ضرور اسکا تذکرہ کرتے۔ امام سیوطی شافعیؒ لکھتے ہیں۔

ومذهبنا ان التراويح عشرون ركعة ۔ الخ

یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

شیخ منصور بن ادریس حنبلیؒ " کشاف القناع عن متن القناع " ص ۲۷۶ میں لکھتے ہیں

" وهى عشرون ركعة فى رمضان الخ "

یعنی تراویح بیس رکعت ہیں رمضان میں۔ " شرح منتہی الارادات " ص ۲۵۶ - ج ۱ میں فرماتے ہیں

" وهى عشرون ركعة فى رمضان جماعة الخ "

یعنی تراویح بیس رکعت ہیں رمضان میں جماعت سے۔" توشیح (شافعیہ) میں ہے۔

" والثالث منها صلوة التراويح وهى عشرون ركعات ولو فرادى وتسن الجماعة الخ "

یعنی اور ان میں سے تیسری نماز تراویح ہے اور وہ بیس رکعات ہیں اگرچہ اکیلا ہی پڑھ لے اور جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے۔" اور روضہ میں ہے۔

ومنه صلوة التراويح عشرون ركعة كل ركعتين بتسليمة ۔ الخ

یعنی صلوۃ تراویح کی بیس رکعت ہیں ہر دو رکعت ایک سلام سے ہونی چاہیئے۔

(کتب مالکیہ) وتتأكد صلوة التراويح فى رمضان عشرون ركعة بعد صلوة العشاء يسلم من كل ركعتين. الخ (انوار ساطعہ)

یعنی رمضان میں نماز عشاء کے بعد بیس رکعت نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔

(کتب الحنابلہ) التراويح سنة مؤكدة عشرون ركعة برمضان والاصل فى مسنونيتها الاجماع ۔ (نيل المآرب)۔

یعنی رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ان کا سنت ہونا اجماع سے ثابت ہے۔ الغرض جمہور صحابہ کرام رضہ اور ائمہ اربعہ رح اور جمہور مسلمین کا مذہب یہی ہے کہ تراویح بیس ہیں

آٹھ کسی کا مذہب نہیں۔

تعامل و توارث وھکذا جری التوارث من زمان امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ الی ھذا الآن و ھذا الاحکام مما اتفق علیہ فقہاء المذاھب الاربع من غیر خلاف الخ

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانہ سے لے کر اب تک یہی توارث اور تعامل رہا ہے اور یہ ان احکام میں سے ہے جن پر مذاہب اربعہ کے فقہاء بغیر کسی اختلاف کے متفق ہیں۔

عن علی رضی اللہ عنہ أنہ امر رجلا یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ وھذا کالاجماع (مغنی لابن قدامہ ج ۲ ، ص ۱۶۷)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حکم کیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے اور یہ مثل اجماع کے ہے۔

امام نووی شافعی رح لکھتے ہیں۔

ثم استقر الامر علی عشرین فانہ المتوارث۔ الخ

یعنی پھر بیس رکعت پر امر مستقر ہو گیا پس یہی متوارث اور مسلسل عمل ہے۔

ابن حجر مکی شافعی رح نے لکھا ہے۔

ولکن اجمعت الصحابۃ رض علی ان التراویح عشرون رکعۃ الخ (مرقاۃ)

لیکن صحابہ رض نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

ابن تیمیہ رح فرماتے ہیں۔ وھو الذی یعمل بہ اکثر المسلمین۔ الخ۔

یعنی اور اکثر اہل اسلام اس پر عامل ہیں۔

اہل حدیث علماء سے بیس تراویح کا ثبوت

پس منع از بست و زیادہ چیزے نیست الخ (عرف الجادی، ص ۸۴)
پس منع کرنا بیس تراویح یا زیادہ سے کوئی چیز نہیں ہے۔
نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں۔
"پس آتی بزیادت عامل بسنت ہم باشد الخ" (ہدایت السائل، ص ۱۱۸)
گیارہ سے زیادہ تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے۔
نیز فرماتے ہیں۔
"اما آنکہ جمع از اہل علم ایں نماز بست رکعت قرار دادہ اند و در ہر رکعتے قرآتے معین را استحسان داشتہ ایں عدد بخصوصہ ثابت نشدہ ولیکن مجمل چیزے است کہ برآں ایں معنی صادق است کہ

انہ صلوۃ انہ جماعۃ وانہ فی رمضان

پس حکم بتبدیع آں چہ معنی۔ (بدور الاہلہ، ص ۸۳)

ترجمہ:۔ لیکن جن اہل علم کی ایک جماعت نے اس نماز کو بیس رکعت قرار دیا ہے اور ہر رکعت میں معین قرأت کو مستحسن رکھا ہے یہ عدد آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لیکن ایک مجمل چیز ہے جس پر یہ صادق ہے کہ یہ نماز ہے یہ جماعت ہے یہ رمضان میں ہے پس اس کے بدعت ہونے کا حکم لگانے کا کیا معنی؟

نیز فرماتے ہیں۔

ان صلوۃ التراویح سنۃ باصلها لما ثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاها فی لیالی ثم ترکہ شفقۃ علی الامۃ ان لا تجب علی العامۃ او یحسبوها واجبۃ ولم یات تعین العدد فی الروایات الصحیحۃ المرفوعۃ ولکن یعلم من حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتهد فی رمضان مالا یجتهد فی غیرہ رواہ مسلم ان عددها کان کثیراً۔

(الانتقاد الرجیح، ص ۶۱)

ترجمہ:۔ نماز تراویح اپنی اصل کے لحاظ سے سنت ہے۔ کیونکہ یہ ثابت ہوچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے چند راتوں میں تراویح پڑھی ہیں پھر اس اندیشہ سے کہ لوگوں پر واجب نہ ہوجائیں اور عوام انہیں واجب نہ سمجھ لیں، پڑھنا ترک فرما دیا۔ اور روایاتِ صحیحہ مرفوعہ میں کسی (حتمی) عدد کا تعین نہیں آیا لیکن اس حدیث سے کہ

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجتهد فى رمضان مالا يجتهد فى غيره - رواه مسلم -

معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کا عدد کثیر ہے۔

تطبیق اب اگر بالفرض گیارہ کا ثبوت ہو تو یوں تطبیق ہوسکتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے گیارہ کا حکم دیا اور قرأت لمبی کی۔ پھر جب اس کو مشقت سمجھا تو قرأت میں تخفیف کردی اور تعداد بڑھا کر بیس رکعت کردیں اور وتر تین رکعت اسکے علاوہ ہیں۔ مجموعہ تیئیس رکعت ہوئیں۔

علامہ سبکی رح ابن عبدالبر رح سے اسی طرح تطبیق نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں۔

قال السبكى عن عبد البر اختاروا فى وقت تطويل القيام فجعلوها احدى عشرة ركعة وفى وقت عدد الركعات فجعلوها عشرين وقد استقر العمل على هذا - (هداية السائل ؛ ص ۱۳۸)

یعنی ابن عبدالبر رح سے سبکیؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک وقت میں تطویل قرأت کو انہوں نے پسند کیا تو گیارہ رکعت کو مقرر کردیا۔ دوسرے وقت عددِ رکعات بڑھا دیا تو بیس رکعت کو مقرر کر دیا۔ بے شک عمل سب امت کا اسی بیس رکعت تراویح پر مستقر ہوا۔

علامہ قسطلانی رح شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔

قال القسطلانى رح فى شرح البخارى جمع البيهقى بانهم كانوا يقومون باحدى عشرة ثم قاموا بعشرين و اوتروا بثلاث وقد عدوا ما وقع فى زمان عمر رض كالاجماع - (اوجز المسالك ؛ ص ۳۹۵ ج ۲)

یعنی قسطلانی رح نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ بیہقی رح نے اس طرح جمع کیا ہے کہ لوگ پہلے گیارہ رکعت سے قیام کرتے تھے۔ پھر بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھنے لگے۔ اور تحقیق شمار کیا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں واقع ہوا اجماع کی طرح۔ اس لئے حدیث میں آتا ہے۔

" من رأى منكم منكرا فليغيره بيده الخ "

یعنی جو تم سے خلاف شرع بات ہوتے ہوئے دیکھے تو چاہیئے کہ اس کو ہاتھ سے اور زبان سے اور دل سے بدل ڈالے۔

اگر بیس خلاف شرع ہوتیں تو ہزاروں صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت عمرؓ و حضرت عثمان رضؓ و حضرت علی رضؓ کے زمانہ میں اور مابعد میں لاکھوں علماء ہوئے ہیں کوئی تو اس پر انکار کرتا۔ اور جب کسی نے انکار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

و روى اسد بن عمروؒ عن ابى يوسفؒ قال سألت ابا حنيفةؒ عن التراويح وما فعله عمر رضى الله تعالى عنه فقال التراويح سنة مؤكدة ولم يتخرصه عمر رضى الله تعالى عنه من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعا ولم يأمر به الا عن اصل لديه وعهد من رسول الله صلى الله عليه وسلم كذا فى مراقى الفلاح نقلا من الاختيار (ص ۲۲۴)۔

وفيه اشعار بكون التراويح سنة مؤكدة على الحال التى امر بها عمر رضى الله عنه وهى عشرون ركعة ۔ الخ ۔ (اعلاء السنن: ج ۷ ص ۵۶)

ترجمہ

اسد بن عمروؒ امام ابو یوسفؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے تراویح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کے متعلق سوال کیا تو ارشاد فرمایا کہ تراویح سنتِ مؤکدہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی طرف سے نہیں گھڑا اور نہ ہی بدون اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل شرعی موجود ہو اس کا حکم دیا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آپ کے پاس کوئی دلیل ضرور موجود ہوگی۔ اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بیس رکعت تراویح اسی حال پر سنتِ مؤکدہ ہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم دیا تھا۔

۲ : ایک تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آپ نے اکیس، تیئیس کا حکم باعتبار مجموع کے دیا تھا۔ یعنی ہر واحد کو دس دس رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا اور وتر ایک رکعت یا تین رکعت کبھی یہ پڑھائے اور کبھی وہ پڑھائے۔ (اوجز المسالک: ص ۳۹۴ - ج ۲)۔

بیس رکعت کے متعلق دوسرے علماءِ امت کے اقوال

ہر چند کہ تابعین اور اتباع تابعین کے خیر القرون میں بعض اکابر بیس سے زائد رکعت بھی پڑھتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینۃ الرسول میں جو مہبطِ وحی اور انوارِ رسالت کا مطلع ہے ڈیڑھ دو سو سال تک برابر چھتیس رکعتیں معمول بہا بنی رہیں۔ تاہم انجام کار بیس پر ہی ساری امت کا اتفاق ہوگیا اور حالت بدستورِ سابق عود کر آئی۔ اور اصل یہ ہے کہ گو بعض بزرگ چار دن درمیانی وقفوں میں جن کو ترویحہ کہتے ہیں چار چار رکعتیں بلا جماعت ادا کر کے تعدادِ رکعت چھتیس تک پہنچا دیتے تھے لیکن جماعت بیس ہی رکعتوں کی ہوا کرتی تھی۔ اور گو صراحت کے ساتھ نام بنام سب علماءِ حق کا مسلک کتابوں میں مذکور نہ ہو۔ تاہم یہ امر یقینی ہے کہ خیر القرون کے بعد بھی تمام علماءِ اہلِ سنت والجماعت بیس ہی کا حکم دیتے تھے اور ترویحوں کے زائد نفلوں سے دستبردار ہو کر عموماً بیس پر ہی عمل پیرا رہے ہیں۔ ذیل میں ان علماء و صلحاءِ متاخرین کے اسماءِ گرامی درج کیے جاتے ہیں جن کی نسبت صراحتہً مذکور ہے کہ وہ بیس رکعت کے قائل تھے۔

اِمَامُ ابْنِ عَبْدُالبرؒ :-

حافظ امام ابن عبدالبرؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک تئیس (بیس تراویح اور تین وتر) کی روایت معتبر ہے۔ اور امام مالکؒ کی روایت جس میں گیارہ رکعت (آٹھ تراویح اور تین وتر) مذکور ہیں وہم ہے۔ امام مالکؒ کے سوا دوسرے محدثین نے اکیس رکعتیں بتائی ہیں اور میں امام مالکؒ کے سوا کسی ایسے محدث کو نہیں جانتا جس نے گیارہ رکعت کی حدیث کا ذکر کیا ہو۔

(المصابیح مترجم مطبوعہ ثنائی برقی پریس امرتسر ۱۵)

حافظِ مغرب شیخ الاسلام امام ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبرؒ قرطبیؒ ۳۶۸ھ میں ہسپانیہ کے شہر قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ حفظ اور اتقان میں اہلِ زمانہ کے استاد تھے۔ باجی کا قول ہے کہ اندلس (اسپین) کے اندر کوئی عالم علم حدیث میں ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔

ابن حزم ظاہریؒ لکھتے ہیں کہ کتاب تمہید ہمارے دوست ابو عمرؒ (ابن عبدالبرؒ) کی تصنیف ہے فقہ، حدیث میں کوئی کتاب اس تصنیف کی ہم پایہ نہیں چہ جائیکہ اس سے بڑھ کر ہو۔ علامہ ابن عبدالبرؒ تمام علوم میں بیش بہا تالیفات رکھتے ہیں۔ ان کی ایک شہرۂ آفاق کتاب "کافی" جو امام مالکؒ کے مذہب پر ہے پندرہ جلدوں میں ہے۔ کتاب "استیعاب" میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے حالات

قلمبند کئے ہیں ۔ یہ ایسی بلند پایہ تصنیف ہے کہ جس کی مثل کسی مصنف کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ۔ ان کی بہت سی دوسری بلند پایہ تصنیفات بھی ہیں ۔ جن کے نام " تذکرۃ الحفاظ " میں درج ہیں ۔
حدیث ، فقہ اور معانی میں بصیرتِ تام رکھنے کے علاوہ علمِ نسب واخبار کے بھی بڑے ماہر تھے ۔ ثقہ حجت اور صاحب سنت واتباع تھے ۔ پہلے ظاہری تھے ۔ پھر مالکی رح مذہب اختیار کر لیا تھا ۔
حمیدی رح کا بیان ہے کہ ابوعمر رح فقیہ ، حافظ اور قرأت وخلاف اور علوم حدیث ورجال کے بڑے فاضل اور قدیم السماع بزرگ تھے ۔ عمر کی پچانوے منزلیں طے کر کے ۴۶۳ھ میں واصل بحق ہوئے بیہقی رح کے ہمعصر اور عمر میں ان سے سولہ سال بڑے تھے ۔

(تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد اول صفحہ ۳۲۸)

امام محمد غزالیؒ ۔

حکیم الامت امام محمد غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ۔

التراویح وھی عشرون رکعۃ وکیفیتھا مشہورۃ وھی سنۃ مؤکدۃ ۔

(احیاء العلوم : جلد اول : ص ۱۳۹)

تراویح بیس رکعت ہیں اور اس کے پڑھنے کا طریقہ مشہور ومعروف ہے تراویح سنت مؤکدہ ہے ۔

قطب ربانی سید عبد القادر جیلانی رح ۔

حضرت محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز رقم فرماتے ہیں ۔

" صلاۃ التراویح سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھی عشرون رکعۃ "

(غنیۃ الطالبین : ص ۲۶۴ - ۵۶۷)۔

نماز تراویح حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے بیس رکعت ہے ۔

امام ابن قدامہ حنبلیؒ ۔

امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ المتوفی سنہ ۶۲۰ھ لکھتے ہیں ۔

" والمختار عند ابی عبد اللہ فیھا عشرون رکعۃ وبھذا قال الثوری رح و ابوحنیفۃ رح والشافعی رح وقال مالک رح ستۃ وثلاثون وزعم انہ الامر القدیم وتعلق بفعل اھل المدینۃ ولنا ان عمر رضی اللہ تعالی عنہ لما جمع الناس علی ابی بن کعب کان یصلی بھم عشرین رکعۃ ۔

(مغنی ابن قدامہ مطبوعہ مصر: ج ۱، ص ۸۰۲)۔

امام احمد رح کے نزدیک بیس رکعت مختار ہیں۔ سفیان ثوری رح ابو حنیفہ رح اور شافعی رحمہم اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے اور امام مالک رح چھتیس رکعت کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ ایک امر قدیم ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو ابیؓ بن کعب رض کی اقتدار پر جمع کیا تو وہ بیس رکعت ہی پڑھایا کرتے تھے۔

امام نووی رح:۔ امام محی الدین نووی رح شارح مسلم فرماتے ہیں۔

اعلم ان صلاة التراويح سنة باتفاق المسلمين وهي عشرون ركعة۔ (كتاب الاذكار، ص ۸۳)۔

یاد رکھو کہ نماز تراویح سنت ہے تمام مسلمان اس مسئلہ پر باہم متفق ہیں اور یہ بیس رکعت ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ رح:۔ شیخ ابن تیمیہ رح فرماتے ہیں۔

وقد ثبت ان ابیؓ بن كعب رضي الله عنه كان يقوم بالناس عشرين ركعة في رمضان ويوتر بثلاث فرای كثير من العلماء ان ذلك هو السنة لانه قام بين المهاجرين والانصار ولم ينكره منكر۔

(فتاوی ابن تیمیہ رح، ج ۱، ص ۱۸۶)۔

یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ حضرت ابیؓ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو رمضان میں تراویح کے بیس رکعت اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اسی بنا پر اکثر علماء بیس رکعت کو ہی سنت قرار دیتے ہیں کیونکہ ابیؓ رض حضرات مہاجرین و انصار رض کی جماعت میں بیس رکعت کا قیام فرماتے تھے اور ان حضرات میں سے کسی نے کبھی ان پر انکار نہ کیا۔

علامہ سبکی رح:۔ علامہ سبکی رحمہ اللہ "منہاج" میں لکھتے ہیں کہ۔

" اس بات کا یقین کر لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول نہیں کہ آپ نے ان راتوں میں کتنی رکعات پڑھائیں اور ہمارا مذہب بیس رکعت پڑھنے کا ہے۔ (المصابیح مترجم، ص ۱۴ مطبوعہ امرتسر)۔

علامہ عینی رح:۔ علامہ بدرالدین عینی رح شارح بخاری رح بھی بیس رکعت کے قائل تھے چنانچہ انھوں نے شرح بخاری میں اس کے بڑے بڑے دلائل قلمبند کئے ہیں اور اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں۔

وقال ابن عبد البر وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون

والشافعی رح وأكثر الفقهاء وهو الصحيح عن ابی بن كعب رض من غير خلاف من الصحابة رض۔ (عینی شرح بخاری)

حافظ ابن عبدالبر رح نے فرمایا ہے کہ جمہور علماء کا قول بیس رکعت کا ہے اور مجتہدین کوفہ امام ابوحنیفہ رح اور ان کے شاگرد اور سفیان ثوری رح اور شافعی رح اور اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح طور پر یہی ثابت ہوا ہے۔ اور کوئی صحابی اس مسلک کے خلاف نہیں گیا۔

علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی رح :- شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ولعلهم فی وقت اجازوا تطويل القيام على عدد الركعات فجعلوها عشرين وقد استقر العمل على هذا۔ (المصابيح: ص ١٦)۔

اور شاید صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے کسی وقت قیام کی طوالت کو مختصر کرکے اور رکعتیں بڑھا کر بیس کر دیں اور پھر بیس پر ہی عمل مستحکم و استوار ہوگیا۔

امام عبدالوهاب شعرانی رح :- امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ رقم فرما ہیں۔

ومن ذلك قول ابی حنيفة، والشافعی، وأحمد رحمهم الله أن صلاة التراويح فی شهر رمضان عشرون ركعة وانها فی الجماعة افضل۔ (ميزان شعرانی رح: ص ١٥٣)۔

اور اسی قبیل سے امام ابوحنیفہ رح امام شافعی رح اور امام احمد رحمہم اللہ کے اقوال ہیں کہ نماز تراویح ماہِ رمضان المبارک میں بیس رکعت ہے اور اس کا باجماعت ادا کرنا افضل ہے۔

علامہ شامی رح :- علامہ ابن عابدین شامی الدرالمختار کی شرح میں لکھتے ہیں۔

التراويح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين اجماعاً بعد صلاة العشاء وهی عشرون ركعة وهو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقا و غربا۔ (ردالمحتار: ج ١، ص ٥١١)۔

تراویح بالاجماع سنتِ مؤکدہ ہے کیونکہ اس پر خلفاء راشدین رض نے مواظبت فرمائی۔ اس کا وقت نمازِ عشاء کے بعد ہے اور اس کی رکعتیں بیس ہیں۔ یہی جمہور علماء کا قول ہے اور اسی پر شرق و غرب کے مسلمانوں کا عمل ہے۔

خاتمہ

۱ : اہلِ حدیث گیارہ رکعتیں تراویح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں اپنے سلف کے مخالف ہیں کیا نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم اور میر ابوالحسن صاحب، مولوی وحیدالزمان صاحب علامہ شوکانی رح علامہ سبکی رح علامہ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ نے بخاری شریف نہیں پڑھی تھی ؟ اس لئے آج کل کے اہلِ حدیث اصح الکتب سے گیارہ کا ثبوت دیتے ہیں۔ گو وَلاَ فِی غَیرِہٖ کہہ کر بارہ ماہ کی نماز تہجد کیوں نہ ہو۔ بہرحال یہ بتلائیں کہ آپ کو زیادہ علم ہے یا مذکورہ حضرات کو۔

۲ : پہلی رات جب کہ ثلث رات تک تراویح پڑھی تھیں۔ اس میں آٹھ رکعت تھیں اس کے بعد آخر رات تک کچھ نہیں پڑھا۔ صراحۃً کسی دلیل سے ثابت کیا جائے کہ سو گئے تھے یا کچھ اور پڑھتے رہے یا خاموش بیٹھے رہے تھے لیکن خاموش بیٹھے رہنا حدیث (احیٰ لیلہ یعنی ساری رات جاگتے رہے) کے خلاف ہے۔

۳ : عہدِ فاروقی سے لے کر اب تک یعنی بارہ صدی کے اواخر تک بیس رکعت یا بیس رکعت سے زائد کے سب لوگ قائل تھے۔ کہیں اور کسی مسجد میں جماعت آٹھ کی نہیں ہوتی تھی۔ اگر کہیں یا کسی مسجد میں آٹھ رکعت کی ہوتی تھی تو اس کو صاف واضح کیا جائے۔

۴ : نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کی تحقیق میں بیس رکعت تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے اور مکروہ نہیں ہے۔

۵ : اہلِ حدیث کی جرح بیس رکعت تراویح پر اصولِ حدیث کی رو سے بھی صحیح نہیں ہے۔

۶ : حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ کے زمانہ میں کبھی مسجد کے اندر جماعت آٹھ رکعت تراویح کی ہوئی ہو تو اس کا ثبوت پیش کرو۔

۷ : حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہ کے زمانہ میں کبھی مسجد کے اندر آٹھ رکعت تراویح کی جماعت ہوئی ہو یا کسی نے بیس رکعت تراویح سے انکار کیا ہو تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔

۸ : سلف میں سے کس نے مسجد میں آٹھ تراویح باجماعت پڑھی اور اس پر انکار نہیں کیا ؟ کس سن میں ؟ اور کس شہر میں ؟

۹ : بخاری شریف میں قاعدہ لکھا ہے۔

" انما یؤخذ من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الآخر فالآخر۔

اس قاعدہ کی رو سے آخری فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اوّل کے لئے ناسخ ہوگا۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری رات عشاء سے سحری تک تراویح پڑھائی تھیں تو اہلِ حدیث کو چاہیئے کہ سنت کی اتباع میں ساری رات قیام کیا کریں یہاں تک کہ سحری ہو جائے۔

۱۰ : اور اس میں عدد کی تصریح ضروری ہے کہ آٹھ رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھیں یا بیس رکعت یا زیادہ بیس سے۔

۱۱ : محمد بن یوسف رح کے شاگردوں میں اختلاف ہے۔ اس لئے آٹھ رکعت متعین نہ ہوئیں۔ نہ کسی نے آٹھ نقل کی ہیں، کسی نے دس اور کسی نے بیس رکعت روایت کی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ پہلے فعل کو دیکھتے ہیں اور آخری فعل کو نہیں دیکھتے جس پر کہ اہلِ اسلام کا عمل مستقر ہوا جو بیس رکعت ہے۔ جیسا کہ امام نووی رح وغیرہم نے نقل کیا ہے۔

ثم استقر الامر علی عشرین رکعۃ فانہ المتوارث ۔

یعنی پھر تراویح کا معاملہ بیس رکعت پر مستقر ہو گیا۔ اور یہی اہلِ اسلام کا مسلسل عمل ہے۔

کتابت

سیف اللہ خالد قادری غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ
شاہ جمال ٹاؤن لاہور

مایتعلق بقضاء الفوائت

بجز تین اوقات کے ہر وقت فوت شدہ نمازیں ادا کر سکتے ہیں

زید کے ذمہ کافی نمازیں قضاء ہیں جن کا اندازہ تین چار سال کے برابر ہے۔ اب وہ ان کو ادا کرنا چاہتا ہے۔ کیا وہ یہ نمازیں صبح کی اذان کے بعد اور نماز یعنی فرائض کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد بھی ادا کر سکتا ہے کیونکہ وقت تھوڑا ہے ؟

الجواب قضاء نمازیں تین اوقات کے علاوہ جس وقت ادا کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ جن تین اوقات میں نماز قضا کرنا درست نہیں وہ یہ ہیں۔

۱ : طلوعِ شمس کے وقت یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔

۲ : استوائے شمس کے وقت یہاں تک کہ زوال ہو جائے۔

۳ : سورج کے زرد ہونے کے وقت سے غروب ہونے تک۔

ان تینوں اوقات میں کوئی فرض نماز قضاء نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ نوافل پڑھنا درست ہے۔

"نور الایضاح" میں ہے۔

ثلاث اوقات لا یصح فیہا شیء من الفرائض الخ عند طلوع الشمس الی ان ترتفع و عند استوائہا الی ان تزول و عند اصفرارہا الی ان تغرب۔ (طحطاوی، ص۱۰۱) ثم لیس للقضاء وقت معین بل جمیع اوقات العمر وقت لہ الا ثلاثۃ وقت طلوع الشمس و وقت الزوال

ووقت الغروب فانه لاتجوز الصلوة فی هذه الاوقات كذا فی البحرالرائق ۔ (عالمگیری ج ۱، ص ۶۳)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ۲۷ بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۷/۱۴۰ھ نائب مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

نمازوں کا اضافی ثواب اصل نمازوں میں محسوب نہیں ہوگا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار اور بیت اللہ شریف میں پڑھی ہوئی ایک رکعت کا ثواب ایک لاکھ ملتا ہے ۔اگر کسی شخص کے ذمہ فرض نمازیں رہ گئی ہوں تو کیا اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بروز قیامت بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی میں پڑھی ہوئی نمازوں کا ثواب ، فرض نمازوں کے بدلے قبول فرمالیں گے ؟

الجواب ضابطہ کے لحاظ سے یہ اضافی ثواب فرض وقت کی جگہ محسوب نہیں ہوگا ، اور اگر وہ ارحم الراحمین محسوب کرلے یا ویسے ہی مطالبہ نہ کرے تو وہ اس کی شان کریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح ۳ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۶/۱۴۰۸ھ مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

قضاء نماز پڑھنے والا وقتیہ پڑھنے والے کی اقتداء نہیں کرسکتا

ظہر کی نماز پڑھ لینے کے بعد ایک مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا ۔ وہاں ابھی جماعت تیار ہورہی تھی میرے ذمہ ایک اور دن کی ظہر باقی تھی تو سوچا کہ اس کی قضاء کی نیت سے جماعت میں شریک ہوجاؤں پھر خیال آیا کہ شاید اس طرح جائز بھی ہے یا نہیں ۔ یہ سوچ کر رک گیا ۔ تو کیا اس طرح جماعت کے ساتھ کوئی پہلے کی رہی ہوئی نماز قضاء پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں ؟

محمد لطف اللہ خالد ۲۵۳/بی شاہ جمال ٹاؤن ، لاہور

الجواب صحتِ اقتداء کے لئے اتحادِ صلوٰۃ ضروری ہے۔ ظہرِ فائتہ وقتی ظہر پڑھنے والے کے پیچھے ادا نہیں کرسکتے۔

وکذا لا یصح الاقتداء بمجنون مطبق ...... الی قولہ ولا مفترض بمتنفل و بمفترض فرضا اخر لان اتحاد الصلاتین شرط عندنا۔ (درمختار) (قولہ وبمفترض فرضا اخر) سواء تغایر الفرضان اسما او صفۃ کمصلی ظہر امس بمصلی ظہر الیوم۔ اھ (شامیۃ، ج۱، ص۴۲۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

نمازوں کے فدیہ میں قیمت ادا کرنا بہتر ہے

اگر کسی میت کی طرف سے اس کی نمازوں کا فدیہ دیا جائے تو فدیہ میں گندم دینا بہتر ہے یا قیمت ؟

الجواب قیمت دینا بہتر ہے تاکہ وہ حسبِ ضرورت استعمال کرسکے۔

انہ لکل صلاۃ فدیۃ ھی نصف صاع من بر او دقیقہ او سویقہ او صاع تمر او زبیب اوشعیر او قیمتہ وھی افضل لتنوع حاجات الفقیر اھ (مراقی الفلاح)۔ (لتنوع حاجات الفقیر) فانہ قد یکون مستغنیا عن ھذہ الاعیان ویحتاج الی الدراھم لیصرفہا فی حاجاتہ۔ اھ (طحطاوی، ص۲۳۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

صاحب ترتیب پہلے قضاء پڑھے پھر وقتیہ ادا کرے

زید صاحب ترتیب ہے ایک دفعہ اس کی سفر کی حالت میں چار نمازیں قضاء ہوگئی تھیں اور جب وہ گھر پہنچا تو عشاء کی جماعت ہو رہی تھی۔ کیا وہ اب وقتی نماز ادا کرے یا پہلے قضاء کرے چاروں نمازوں کی۔ بینوا توجروا۔

احمد یار فاروقی بہاولپور

الجواب اگر زید اصطلاحاً صاحب ترتیب ہے تو اسے پہلے قضاء نمازیں ادا کرنی چاہئیں خوف فوت جماعت عذر نہیں۔

الترتیب بین الفروض الخمسة والوتر اداء وقضاء لازم۔ (الی قوله) الا اذا ضاق الوقت المستحب او نسیت الفائتة اھ۔ (در مختار علی الشامیة، ج ۱، ص ۵۳۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۸/۳/۱۴۱۰ھ

فدیہ کی رقم اپنے بھائیوں کو دینے کا حکم

ہندہ فوت ہوئی اس نے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی۔ اس نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ میرے ذمے ایک ماہ کے روزے اور نمازیں باقی ہیں ان کا فدیہ ادا کر دینا۔ اس کا بیٹا بھی زیادہ مالیت نہیں رکھتا۔ وہ کہتا ہے کہ میرے بھائی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ میں فدیہ سے ان بھائیوں پر خرچ کر دوں۔ کیا وہ بھائیوں پر خرچ کر سکتا ہے؟

الجواب زید اگر اپنے مال سے یہ فدیہ دے رہا ہو تو فدیہ کی یہ رقم اپنے بھائیوں کو دے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۴/۵/۱۴۰۳ھ

متعدد نمازوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا جائز ہے

کیا متعدد نمازوں کا فدیہ ایک ہی مسکین کو دے سکتے ہیں یا نہیں ؟ مدلل و باحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب دے سکتے ہیں۔ اذا مات و علیہ فوائت فدفع الوارث عن المیت لکل صلوۃ نصف صاع من بر او قیمتہ لکل مسکین او مسکین واحد عن کل الفوائت یجوز ولا یجوز ان یؤدی عن صلوۃ للفقیرین اھ (فتاوی سراجیہ : ص ۱۷)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ تعالیٰ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۲/۳/۱۴۱۰ھ

قضاء نمازوں کی ادائیگی میں تاخیر کرنا

عوام میں مشہور ہے کہ جو نماز قضاء ہو جائے اس کو کسی اور نماز کے وقت میں قضاء نہ کرے بلکہ اگلے دن اسی نماز کے وقت میں قضاء کرے۔ مثلاً آج کی عشاء قضاء ہو جائے تو اس کو آئندہ دن کی عشاء کے ساتھ قضاء کرتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے ؟

الجواب یہ غلط ہے۔ مکروہ وقت کے علاوہ ہر وقت قضاء پڑھ سکتے ہیں۔ لہٰذا قضاء نماز اولین فرصت میں ادا کرلی جائے۔ خواہ کسی نماز کا وقت ہو۔ بلا عذر نماز کی قضاء کو آئندہ دن تک مؤخر کرنا جائز نہیں۔

وجمیع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلاثۃ المنھیۃ کما مر۔ اھ (درمختار) (قولہ وقت للقضاء) ای لصحتہ فیھا وان کان القضاء علی الفور الا لعذر۔ اھ (شامیۃ : ج ۱ : ص ۵۳۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۷/۷/۱۴۰۸ھ

قضاء نمازوں کا فدیہ اصول و فروع کو دینا جائز نہیں

ہمارے والد صاحب انتقال کر گئے ہیں۔ انتقال سے پہلے شدید بیماری کی حالت میں تین ماہ کی نمازیں قضاء ہو گئی تھیں۔ قضاء نمازوں کی رقم سگی بیوہ بہن خالدہ کو دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ یہ واضح ہو کہ ہماری بیوہ بہن کا کوئی دوسرا ذریعہ آمدنی نہیں ہے۔ نیز ہماری بہن میت کی سگی بیٹی ہے میت نے مرنے سے پہلے اس سلسلہ میں کوئی وصیت وغیرہ نہیں کی؟

الجواب مسمات خالدہ کو مسمی ناصر کے ترکہ سے اس کی نمازوں کا فدیہ نہ دیا جائے۔ کیوں کہ صدقات واجبہ اصول و فروع کو دینے کی اجازت نہیں۔ نمازوں کا فدیہ بھی مسمی ناصر مرحوم کے ذمہ واجب تھا اور اس کی ادائیگی بھی ترکہ سے کی جا رہی ہے۔ ولی اگرچہ تبرعاً دے رہا ہے لیکن کفایت تو میت کی جانب سے ہوگی۔

لان محمدا قال فی تبرع الوارث بالاطعام فی الصوم یجزیه ان شاء الله تعالیٰ الخ (مراقی: ص ۲۳۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۲/۶/۱۴۰۸ھ

طویل بیہوشی میں رہی ہوئی نمازیں معاف ہیں

ایک بیمار کی حالت یہ ہے کہ بے ہوشی کی وجہ سے حواس درست نہیں۔ نماز ادا کرنے پر بوجہ بیماری قادر نہیں کیا وہ فدیہ کی وصیت کرے یا اور کوئی حکم ہے؟

الجواب ایسی بے ہوشی کی حالت میں اگر دن رات سے زیادہ کی نمازیں قضاء ہو جائیں تو وہ ساقط ہیں ان کا ادا کرنا یا فدیہ کی وصیت کرنا واجب نہیں۔

کما فی الدر المختار وان تعذر الایماء برأسه وکثرت الفوائت بأن زادت علی یوم ولیلة سقط القضاء عنه الخ (ج ۱: ص ۷۱۲)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح : بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ھذا۔

مروجہ قضاء عمری کسی نیت سے بھی جائز نہیں

جمعۃ الوداع میں بنوں کی ایک بڑی مسجد میں علماء کرام کے مابین اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا کہ اگر کسی سے عمر بھر کی نمازیں قضاء ہوں تو ہر جمعۃ الوداع میں صرف پانچ نماز بہ نیت قضاء عمری باجماعت مع الاذان و الاقامۃ لکل واحد منہا پڑھنے سے ذمہ بری ہو جاتا ہے۔

بعض نے کہا کہ یہ غلط ہے بلکہ جو نماز قضاء ہو جاتے اس کا قضاءً پڑھنا ضروری ہے ورنہ ذمہ فارغ نہیں ہوتا اور قضاء عمری مروجہ مذکورہ بالا بدعت ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ آخر نماز تو ہے اس سے تو بہتر ہے کہ لوگ بازاروں میں پھرتے رہیں۔ آیا اس قضاء عمری کا کوئی ثبوت ہے ؟

ڈاکٹر پیر گل اکبر شاہ بنوں

الجواب احادیث صحیحہ اور کتب معتبرہ میں قضاء عمری کا مسئلہ نہیں ملتا۔ اور مسئلہ حکم خداوندی کو کہتے ہیں۔ تو جب تک باسناد معتمدہ اس مسئلہ کی نسبت پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام اور مجتہدین رح کی طرف ثابت نہ ہو تو یہ شریعت اور خداوند قدوس پر افتراء ہوگا کہ یہ بھی حق سبحانہ کا حکم ہے۔ اور واقعہ میں حکم ہونا ثابت نہیں۔ کفار نے چند من گھڑت مسئلے بنائے تھے حق تعالیٰ ان کی تردید فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

سیجزیھم بما کانوا یفترون۔ (پ ۸ ، سورۃ انعام ، رکوع ۲)۔

آگے چل کر اسی سلسلہ میں مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین۔ (پ ۸ ، رکوع ۴)۔

اس سے معلوم ہوا کہ بلا سند مسئلہ بنانا افتراء علی اللہ اور نہایت ظلم ہے۔ پس اس سے فریق اوّل کی غلطی واضح ہوگئی۔ غلط مسئلہ بہ نیت خیر ایجاد کرنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ افتراء علی اللہ کی معصیت شدیدہ ترین ہے۔ بعض صوفی مزاج بزرگوں نے لوگوں کی ترغیب کے پیش نظر ثواب کی احادیث وضع

کرنے کی گنجائش نکالی تھی۔ لیکن ائمہ حدیث اور اکابر امت نے اسے رد کیا اور ایسے واضعین کو بھی حدیث

« من كذب علىّ متعمدا فليتبوأ مقعده من النار »

کی وعید کا مستحق بتلایا ہے۔ گو نوعیت اور درجہ کا تفاوت ہو۔ اس سے تیسرے گروہ کی غلطی بھی واضح ہوگئی کہ اس قسم کی ایک نماز رجب بھی پڑھی جاتی تھی باوجودیکہ وہ نماز تھی اور بہت سے لوگ اس میں شرکت کرتے تھے۔ لیکن محققین نے اس سے منع فرمایا۔ اور نہایت شدت سے تردید کی۔

قال ابن الحاج فی المدخل وقد حدثت (ای صلوة الرغبات) بعد اربع مائة وثمانين من الهجرة وقد صنف العلماء كتبا فی انكارها وذمها وتسفيه فاعلها ولا يغتر بكثرة الفاعلين لها فی كثير من الامصار۔ (شامی، ج ۱، ص ۵۲۲)۔

قضاء نمازوں کو اس طرح تداعی وتشہیر وجماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرنا فی نفسہ بھی ناجائز ہے۔ كما فی الدر والشامی ج ۱، ص ۵۴۵۔

وينبغی ان لا يطلع غيره على قضائه لان التأخير معصية فلا يظهرها وعلل (؟) تقدم فی باب الاذان انه يكره قضاء الفائتة فی المسجد وعليه الشارح بما هنا من ان التأخير معصية فلا يظهرها اه

قلت وظاهره ان ينبغی هنا للوجوب وان الكراهة تحريمية ۔ اه

الحاصل قولِ ثانی صحیح اور قابلِ عمل ہے۔ قضاءِ عمری کے طریق مذکور سے منع کیا جائے۔ اگر کوئی قول جواز کا ملے تو وہ ساقط الاعتبار ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ فرائضِ خمسہ کی فرضیت نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ اور فراغِ ذمہ کی اصل صورت اداء ہے اور عدمِ اداء کی صورت میں قضاء ہے۔ اور عمل مذکور سے سقوطِ قضاء خلافِ اجماع ہے۔ تاوقتیکہ نہایت ہی قوی سند سے اس کا ثبوت نہ پہنچ جائے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۷ / ۱۱ / ۱۳۸۲ھ

احتیاط کی بناء پر نمازیں قضاء کر رہے ہوں تو

مغرب اور وتر چار چار رکعت پڑھیں

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ نماز مغرب کی قضائے عمری کے بارے میں سوال ہے۔

۱ : قعدہ اولیٰ میں التحیات کہاں تک پڑھی جائے۔ یعنی تشہد کے ساتھ درود شریف اور دعاء ضم کی جائے یا نہ؟

۲ : دوسرے قعدہ میں "التحیات" کہاں تک پڑھی جائے۔ یعنی تشہد کے ساتھ درود شریف اور دعاء ضم کی جائے یا نہ؟

۳ : قعدہ اولیٰ سے کھڑے ہو کر تیسری رکعت ثناء سے شروع کی جائے یا الحمد سے۔ اور الحمد کے بعد ضم سورت کی جائے یا نہ؟

۴ : دوسرے قعدہ سے کھڑے ہو کر چوتھی رکعت ثناء سے شروع کی جائے یا الحمد سے۔ اور الحمد کے بعد ضم سورت کی جائے یا نہ؟ نعمت علی زنگیلپور ، ضلع ملتان

الجواب: ایسی نمازیں جو احتیاطاً قضاء کی جارہی ہوں یہ من وجہ نوافل ہیں۔ لہذا مغرب اور وتر چار چار رکعت پڑھیں۔ اور ایسی نمازوں کے ہر قعدہ میں دعاء تک پڑھنا مناسب ہے۔ ایسے ہی تیسری رکعت میں ثناء بھی پڑھیں۔ اور سورت بھی ملائیں۔ چوتھی رکعت میں ثناء نہ پڑھیں سورت ملائیں۔ واضح رہے کہ یہ قضاء عمری اوقات مکروہہ میں نہ پڑھیں۔

ومن قضى صلوة عمره مع انه لم يفته شئ منها احتياطاً قيل يكره وقيل لا لان كثيرا من السلف قد فعل ذلك لكن لا يقضى فى وقت تكره فيه النافلة والافضل ان يقرأ فى الاخريين السورة مع الفاتحة لانها نوافل من وجه فلان يقرأ الفاتحة والسورة فى اربع الفرض على احتماله اولى من ان يدع

الواجب فی النفل ویقنت فی الوتر ویقعد قدر التشہد فی ثالثة ثم یصلی رکعة رابعة فان کان وترا فقد اداہ وان لم یکن فقد صلی التطوع اربعا ولا یضرہ القعود وکذا یصلی المغرب اربعا بثلاث قعدات ۔ اھ (طحطاوی ، ص۲۴۳)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۱۰/۱۴۱۱ھ

ایک دن رات کی نمازوں کا فدیہ بارہ ۱۲ سیر گندم ہے

ایک عورت جو کہ ساری عمر پانچ وقت باقاعدگی سے نماز ادا کرتی تھی جب مرض الموت میں مبتلا ہوئی تو چالیس روز کی نمازیں قضاء ہوگئیں۔ اس نے کوئی وصیت بھی نہیں کی اور وہ فوت ہوگئی جب کہ اس کی ایک لڑکی ہے جو کہ اپنی والدہ کی چالیس روز کی قضاء نمازوں کا فدیہ دینا چاہتی ہے۔ اگر وہ فدیہ دے تو فی نماز کتنا ادا کرے، مرحومہ کے نام جو زمین تھی وہ اپنی لڑکی کے نام لگوا دی ہے۔

الجواب ایک نماز کا فدیہ نصف صاع (دو سیر) گندم یا اس کی قیمت ہے۔ وتروں کا فدیہ مستقل ہے۔ گویا بارہ سیر گندم ایک دن کا فدیہ ہے۔ مراقی میں ہے۔

وکذا یخرج لصلاة کل وقت حتی الوتر نصف صاع من بر او قیمتہ وان لم یوص وتبرع عنہ ولیہ او اجنبی جاز انشاء اللہ تعالی ۔ الخ ۔ (ص۲۳۸) فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۸/۷/۱۴۰۹ھ

قضاء فوائت کی وجہ سے سنن مؤکدہ ترک نہ کرے

زید کے ذمہ زندگی کی بہت سی نمازیں باقی ہیں وہ چاہتا ہے کہ ان کی قضاء کرتا رہے مگر اسطرح

کہ فرائض کے ساتھ جو سنن مؤکدہ و غیر مؤکدہ ہیں ان کی جگہ وہ قضاء نمازیں پڑھ لیا کرے۔ تو کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب قضاء نمازوں کی وجہ سے سنن مؤکدہ ترک نہ کرے البتہ سنن غیر مؤکدہ اور عام نوافل کی بجائے قضاء نمازیں پڑھ لینا بہتر ہے۔

والاشتغال بالفوائت اولیٰ واھم من النوافل الا السنن المعروفة وصلوٰة الضحی وصلوٰة التسبیح والصلوات التی رویت فی الاخبار فیہا سور معدودة واذکار معہودة فتلک بنیة النفل وغیرھا بنیة القضاء۔ اھ (عالمگیری ج ۱، ص ۶۵) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳ / ۱۲ / ۹-۱۴ھ

قضاء نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ توبہ بھی ضروری ہے

فضائل نماز میں مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث لکھی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں۔

" روی انہ علیہ الصلوٰة والسلام قال من ترک الصلوٰة حتی مضیٰ وقتہا ثم قضی عذّب فی النار حقبا والحقب ثمانون سنة الخ "

اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز چھوڑنے کے بعد اگر پھر وہ قضاء بھی پڑھ لے تو بھی ایک حقب جہنم میں رہے گا۔ سوال یہ ہے کہ جب اس نے قضاء بھی پڑھ لی تو پھر کیوں معذب ہوگا؟ تشریح فرما کر مشکور فرمائیں۔ المستفتی قاری محمد رمضان ۷۷ / ۵ / ۱۲ ساہیوال

الجواب وقت پر تعمیل حکم نہ کرنا جرم اور گناہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کے منادی کی ندا (اذان) کو سن کر اپنے کام میں مشغول رہنا اور دربار ایزدی میں حاضر نہ ہونا بے ادبی اور شدید گستاخی ہے۔ اگر قضاء کے ساتھ توبہ کے ذریعہ اس گناہ کو معاف نہیں کرایا گیا تو اس کی سزا اصولی طور پر ملنی چاہیئے۔ اپنے فضل و کرم سے حق تعالیٰ شانہ معاف فرمادیں تو الگ بات ہے۔

طحطاوی میں ہے۔ والتاخیر بلا عذر کبیرة لا تزول بالقضاء بل بالتوبة

او الحج فالقضاء مزيل لاثم الترك لا لاثم التأخير - (ص ۲۳۹)۔

فقط واللہ أعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱/۱۱/۱۳۹۱ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

قدیم فوائت بھی مسقطِ ترتیب ہیں

۱ : ایک آدمی کو یقین ہے کہ زمانہ ماضی میں کافی نمازیں (پانچ سے زائد) اس سے قضاء ہوئی ہیں جن کو ابھی تک ادا نہیں کیا۔ اب اگر اس کی مثلاً صبح کی نماز فوت ہوگئی اور ظہر کی نماز اس نے بغیر صبح کی نماز ادا کئے پہلے پڑھادی ۔ یا درمیان نماز میں قعدۂ اخیرہ سے پہلے اس کو صبح کی فوت شدہ نماز یاد آگئی۔ یاد آنے کے باوجود اس نے ظہر کی نماز پڑھادی ۔ آیا اس کی اور باقی مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہ ؟ اور ترتیب اس کے ذمہ ہے یا نہ ؟

۲ : ایک آدمی امام کے ساتھ نماز میں شریک تھا۔ قعدۂ اخیرہ میں امام کے ساتھ سلام پھیرنے سے قبل اس مقتدی نے سلام پھیر کر سنتوں کی نیت کھڑے ہوکر باندھ لی۔ پھر معلوم ہوا کہ امام نے تو ابھی سلام نہیں پھیرا۔ پھر وہ بیٹھ گیا اور امام کے ساتھ سلام پھیرا۔ آیا اس کی نماز ہوئی یا نہ ؟

الجواب ۱ : قدیم فوت شدہ نمازیں مفتی بہ قول کے مطابق مسقطِ ترتیب ہیں ۔لہٰذا صورتِ مسئولہ میں امام اور مقتدی کی نماز درست ہے لیکن امام صاحب پر لازم ہے کہ سابقہ فوت شدہ نمازیں بہت جلد قضاء کریں اور آئندہ نماز قضاء کرنے اور پھر دوسری نماز تک مؤخر کرنے سے احتراز کریں ۔ ہندیہ میں ہے ۔

فالحديثة تسقط الترتيب اتفاقا وفي القديم اختلاف المشائخ۔ وذلك كمن ترك صلوة شهر ثم صلى مدة ولم يقض تلك الصلوات حتى لو ترك صلوة ثم صلى أخرى ذاكرا للفائتة الحديثة لم يجز عند البعض وقيل يجوز وعليه الفتوى۔ (ج ۱ ص ۱۲۴)۔

۲ : مقتدی کی نماز صحیح ہے ۔ امام سے پہلے سلام پھیرنا مکروہ ہے ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — ۹/۲ — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۴۰۸ھ نائب مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

قضاءِ فوائت کے سلسلہ میں صاحبِ ہدایہ کی ایک عبارت کی توضیح

صاحبِ ہدایہ علیہ الرحمتہ کی اس عبارت کا حل بندہ کی سمجھ میں نہیں آیا " ولو قضی بعض الفوائت حتی قل مابقی الخ" اس کے تحت صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں۔

روی عن محمد رحمہ اللہ فی من ترك صلوۃ یوم ولیلۃ وجعل یقضی من الغد مع کل وقتیۃ فائتۃ فالفوائت جائزۃ علی کل حال والوقتیات فاسدۃ ان قدمہا الخ وان اخرہا فکذلک۔

خلاصہ یہ ہے کہ " ولو قضی بعض الخ " متن کے تحت صاحبِ ہدایہ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا حل تحریر فرمائیں مع صورت۔ نیز اس صورت میں بندہ کو یہ خیال ہے کہ مقدم و مؤخر ہر دو صورتوں میں جب وقتیہ فاسد ہے تو پھر قضاءِ فائتہ کی کیا صورت ہونی چاہیئے۔

(باب قضاء الفوائت، ص ۱۵۶)۔

الجواب فائتہ جب قلیل ہوجائیں تو ترتیب لوٹ آئے گی (ہدایہ) امام محمد رح کی عبارت سے اس پر استدلال کیا ہے۔ وجہِ استدلال یہ ہے کہ جب زید نے دوسرے دن کی وقتیہ پڑھی تو یہ فاسد ہوگئی۔ کیونکہ اس کے ذمہ پانچ کل کی قضا ہیں ان کی ادائیگی سے قبل یہ صحیح نہ ہوئی۔ اب اس کے ذمہ چھ نمازیں ہوگئیں۔ پھر اسکے بعد قضاء پڑھی تو باقی پانچ رہ گئیں۔ یہ پانچ ایسی ہیں جو چھ میں سے باقی رہ گئیں ہیں۔ یعنی کثیر ہونے کے بعد قلیل ہوئی ہیں۔ آئندہ وقتیہ کو بھی امام محمد رح نے فاسد کہا۔ تو معلوم ہوا کہ جو فائتہ قلیل رہ گئی ہوں وہ بھی صحتِ وقتیہ کے لئے مانع بنتی ہیں۔ تو امام محمد رح کی عبارت سے معلوم ہوا کہ فوائتِ کثیرہ عود الی القلۃ کے بعد بھی مقتضی ترتیب ہیں۔ ترتیب ان میں لوٹ آئے گی وہو المطلوب۔ دوسری وقتیہ کو اگر پہلے پڑھا تو وہ نہ ہوئی۔ فائتہ پھر چھ ہوگئیں۔ پھر جب فائتہ پڑھ لی پھر پانچ رہ گئیں۔ اسی طرح ہوتا رہے گا۔ اگر قضاء پہلے پڑھتا ہے تو فائتہ قلیل ہی ہیں ان سب کو پڑھ کر پھر

وقتیہ کو پڑھنا چاہیئے تھا۔ تب وقتیہ صحیح ہوتیں۔

صحت وقتیہ کی ایک صورت یہ ہے کہ ادائیگی کے وقت فائتہ یاد نہ ہو۔ اور قضاء فائتہ کی صحیح صورت یہ ہے کہ پہلے سب قضاء پڑھ لے پھر ادا پڑھے۔ کیونکہ فائتہ قلیل کا یہی حکم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰ / ۳ / ۳ / ۱۴۰۳ھ

فوت شدہ نمازیں بہت ہوں تو نیت کیسے کرے؟

بالغ ہونے پر نماز کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا کبھی پڑھ لی کبھی نہ پڑھی۔ جب سے تبلیغی جماعت سے تعلق ہوا ہے اس وقت سے قضاء نمازوں کی ادائیگی کا سلسلہ شروع کیا ہے اس سلسلہ میں پہلے کچھ مسائل آپ سے زبانی پوچھے تھے اب یہ پوچھنا مطلوب ہے کہ آپ کے کہنے کے مطابق میں نے اپنے غالب گمان سے متعین کر لیا کہ میرے ذمہ مثلاً ساٹھ نمازیں باقی ہیں تو اب ان کو ادا کرتے وقت ان کی نیت کیسے کروں؟ وضاحت سے لکھیں۔

صوفی محمد اقبال ممتاز آباد ملتان

الجواب اگر تو کسی خاص دن کے بارے میں بالتعیین یاد ہو کہ اس دن فلاں نماز نہیں پڑھی تھی پھر تو اسی دن کی تعیین سے نیت کریں۔ مثلاً "میں اتوار ۲۳ ربیع الاوّل ۱۴۱۱ھ کی ظہر کی نماز قضاء پڑھتا ہوں" اور اگر فوائت زیادہ ہوں تو مجموعہ کا حساب لگا کر بوقت قضاء یوں نیت کریں کہ "میرے ذمہ جو اوّل ظہر کی نماز باقی ہے وہ ادا کرتا ہوں" اس کی ادائیگی کے بعد جو اس کے بعد ہوگی وہ اوّل ہو جائے گی۔ اسی طرح آخر تک نیت کرتے جائیں۔

اور چاہیں تو یوں بھی نیت کر سکتے ہیں کہ "میں اس آخری ظہر کو قضاء کرتا ہوں جو میرے ذمہ ہے" ہر نماز میں اسی طرح کرتے جائیں یہاں تک کہ تمام ادا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق و استقامت عطاء فرمائیں۔

واذا كثرت الفوائت يحتاج لتعيين كل صلوة يقضيها لتزاحم الفروض والاوقات كقوله اصلى ظهر الاثنين ثامن عشر

جمادی الثانیة سنة اربع وخمسین والف و هذا فیه کلفة فاذا اراد تسهیل الامر علیه نوی اوّل ظهر علیه ادرکه وقته ولم یصله فاذا نواه کذلک فیما یصلیه یصیر اولاً فیصح بمثل ذلک وهکذا (او) ان شآء نوی آخره فیقول اصلی آخر ظهر ادرکته ولم أصله بعد فاذا فعل کذلک فیما یلیه یصیر آخر بالنظر لما قبله فیحصل التعیین ویخالف هذا ما قاله فی الکنز فی مسائل شتی انه لا یحتاج للتعیین وهو الاصح علی ما قاله فی القنیة من یقضی لیس علیه ان ینوی اول صلاة کذا او آخر فینوی ظهراً علی او عصراً او نحوهما علی الاصح انتهی وان خالفه تصحیح الزیلعی فقد اتسع الامر باختلاف التصحیح فلیرجع للکنز فانه واسع والله رؤف رحیم۔ (مراقی علی الطحطاوی ، ص۲۴۲)

وقیل لا یلزمه التعیین ایضا کما فی صوم ایام من رمضان واحد و مشی علیه المصنف فی مسائل شتی آخر الکتاب تبعا للکنز و صححه القهستانی عن المنیة لکن استشکله فی الاشباه وقال انه مخالف لما ذکره أصحابنا کقاضیخان و غیره والاصح الاشتراط ۔ اھ۔ قلت وکذا صححه فی الملتقی هنالک وهو الاحوط وبه جزم فی الفتح کما قدمناه فی بحث النیة وجزم به هنا صاحب الدرر ایضا شامی : ج۱: ص۵۴۵ ، مطبوعة کوئٹه ۔ فقط والله تعالیٰ أعلم

کتبه أحقر محمد انور عفا الله عنه

یوم الاحد ثالث وعشرین من ربیع الاوّل سنة ۱۴۱۱ھ

تم مایتعلق بقضاء الفوائت

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَّآخِرًا

مایتعلق

بسجود السہو

وتروں میں قعدۂ اولیٰ میں درود پاک پڑھ لیا تو سجدہ سہو کا حکم

وتروں کی نماز میں قعدۂ اوّل میں درود شریف بھی پڑھ لیا۔ پھر حسب قاعدہ تیسری رکعت بھی پڑھ لی۔ کیا نماز صحیح ہوگئی؟ عبدالجبار لیکچرار اسلامیہ کالج خانیوال

الجواب صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب ہے۔

ولا یزید فی الفرض علی التشہد فی القعدۃ الاولی اجماعًا فان زاد عامدًا کرہ فتجب الاعادۃ او ساھیا وجب علیہ سجود السہو اذا قال اللہم صل علی محمد فقط علی المذہب المفتی بہ۔ (درمختار) وفی الشامیۃ قولہ (ولا یزید فی الفرض) ای وما الحق بہ کالوتر والسنن الرواتب (ج ا ص ۴۷۰)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان — ۲۷/۱۲/۱۳۸۶ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

فاتحہ سے پہلے سورۃ شروع کردی تو سجدہ سہو کا حکم

زید نماز پڑھ رہا تھا جب دوسری رکعت شروع کی تو بسم اللہ کے بعد سورۃ شروع کردی۔ جب تین چار آیتیں پڑھ چکا تو خیال آیا۔ پھر سورۃ چھوڑ کر فاتحہ شروع کردی۔ پھر فاتحہ کے بعد دوبارہ سورۃ پڑھی تو نماز ہوگئی یا نہیں ؟ قاری سعید احمد خطیب مسجد بانیہ نقشبندیہ کالونی ملتان

الجواب صورت مسئولہ میں سجدہ سہو واجب ہوگیا تھا لہذا اگر کرلیا تھا تو نماز ہوگئی ورنہ وہ نماز واجب الاعادہ ہے۔ درمختار میں واجبات صلوۃ میں ہے۔

"وتقديم الفاتحة على كل السورة۔" اھ

اس کے تحت علامہ شامی رح لکھتے ہیں۔

حتى قالوا لو قرأ حرفا من السورة ساهيا ثم تذكر يقرأ الفاتحة ثم السورة و يلزمه سجود السهو۔ (بحر) وهل المراد بالحرف حقيقته او الكلمة يراجع ثم رأيت في سهو البحر قال بعد مامرّ وقيده في فتح القدير بان يكون مقدار ما يتأدى به ركن۔ اھ۔ شامی ج ۱ ص ۴۴۳) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۳/۷/۱۴۱۰ھ

منفرد سری نماز میں جہراً قرأت کرے تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا

کوئی آدمی سنت مؤکدہ یا فرض پڑھ رہا تھا سری۔ لیکن اس نے قرأت یا تسبیحات کچھ آواز سے پڑھیں کہ پاس والا آدمی سن لیتا ہے۔ یہ جہر شمار ہوگا یا نہیں ؟ نیز سجدۂ سہو لازم آئے گا یا نہیں ؟

الجواب نماز درست ہے سجدۂ سہو نہیں ہوگا۔

فقد ظهر بهذا ان ادنى المخافتة اسماع نفسه او من يقربه من رجل او رجلين اھ (شامی ج ۱ ص ۴۹۹) فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

قال المرتب عفا اللہ عنہ : اگر نمازی منفرد ہو اور سری فرائض میں جہر متحقق ہو جائے تو بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

والحاصل ان الجہر فی الجہریۃ لا یجب علی المنفرد اتفاقا و انما الخلاف فی وجوب الاخفاء علیہ فی السریۃ وظاہر الروایۃ عدم الوجوب کما صرح بذلک فی التتارخانیۃ عن المحیط وکذا فی الذخیرۃ و شروح الہدایۃ کالنہایۃ و الکفایۃ والعنایۃ ومعراج الدرایۃ و صرحوا بان وجوب السہو علیہ اذا جہر فیما یخافت روایۃ النوادر۔ اھ ۔ فعلی ظاہر الروایۃ لا سہو علی المنفرد اذا جہر فیما یخافت فیہ وانما ھو علی الامام ۔ فقط (شامی ص۵۴۸ ج۱)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاوی

قیام چھوڑ کر درمیانی قعدہ کی طرف آئیں تو سجدۂ سہو کا حکم

امام مغرب کی نماز پڑھا رہا تھا کہ قعدہ اولیٰ بھول کر کھڑا ہو گیا۔ مقتدی نے لقمہ دیا تو فوراً واپس بیٹھ گیا۔ قعدۂ آخری میں سجدۂ سہو کیا آیا اس کی نماز ہوئی یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں نماز درست ہو گئی۔ امام کو واپس نہیں لوٹنا چاہئے تھا یہ اس نے غلط کیا۔ بعض فقہاء نے اس صورت میں فساد نماز کا حکم کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ نماز ہو جاتی ہے۔

وفی الدر وان استقام قائما لا یعود لاشتغالہ بفرض القیام و سجد للسہو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوتہ لرفض الفرض لما لیس بفرض و صححہ الزیلعی وقیل لا تفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وھو الاشبہ کما حققہ الکمال و ھو الحق بحر ۔ (درمختار علی الشامیۃ ج۱، ص۵۰۰) فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۴/۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان۔

فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا

زید نے کسی فرض یا سنت یا نفل نماز میں ایک ہی سورۃ کئی بار پڑھی یا ایک ہی رکعت میں دو سے زیادہ سورتیں پڑھیں۔ الحمد شریف کے ساتھ سورت ملاتے وقت ہر سورۃ شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ بھی پوری پڑھ لیتا ہے۔ کیا اس طرح بسم اللہ شریف پڑھ لینا بہتر ہے۔ اور ایسی صورت میں سجدۂ سہو تو لازم نہیں آتا ؟

الجواب فاتحہ اور سورت کے درمیان اور ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ سرّاً پڑھ لینا بہتر ہے اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

لا تسن بین الفاتحۃ و السورۃ مطلقا ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقا
(درمختار)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے تحت لکھتے ہیں۔

و ذکر فی المحیط المختار قول محمد و ھو ان یسمی قبل الفاتحۃ و قبل کل سورۃ فی کل رکعۃ ۔ اھ ولھذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبی بانہ ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ المقروءۃ سرًّا اوجھرا کان حسنا عند ابی حنیفۃ رح ورجحہ المحقق ابن الھمام وتلمیذہ الحلبی لشبھۃ الاختلاف فی کونھا آیۃ من کل سورۃ بحر۔اھ (رد المحتار ، ج ۱ ، ص ۳۲۹ و ۳۳۰)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیرالمدارس ملتان ۱۴۱۰/۷/۲ھ

ثناء، تعوذ اور تسمیہ کے چھوڑنے سے سجدۂ سہو کا حکم

ہماری مسجد میں یہ واقعہ پیش آیا کہ امام صاحب موجود نہ تھے ان کے بیٹے نے نماز پڑھائی اس نے نماز

شروع کرتے ہی تکبیر تحریمہ کے بعد سورۃ فاتحہ شروع کردی اور شروع میں سبحانک اللھم وغیرہ کچھ نہیں پڑھا اور بدون سجدۂ سہو نماز پوری کرادی۔ کیا اس صورت میں نماز صحیح ہوگئی ؟

طالب حسین ضیاء ملتان

الجواب ثناء اور تعوذ و تسمیہ کا پڑھنا سنت ہے ان کے ترک سے نماز نہ فاسد ہوتی ہے اور نہ سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ البتہ اگر دانستہ ترک کرے تو غلطی ہے اور اس نماز کا اعادہ کرنا مستحب ہے۔

(وسننها) ترك السنة لا يوجب فسادا ولا سهوا بل اساءة لو عامدا غير مستخف وقالوا الاساءة ادون من الكراهة ثم هي على ماذكره ثلاثة وعشرون رفع اليدين للتحريمة (الى قوله) والثناء والتعوذ والتسمية والتأمين۔ اھ (درمختار)۔ (قوله لو عامدا غير مستخف) فلو غير عامد فلا اساءة ايضًا بل تندب اعادة الصلوٰة كما قدمناه في اول بحث الواجبات۔ اھ (شامی ج۱ ص۴۴۲)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳/۶/۱۴۰۴ھ

سجدۂ سہو ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد کیا جائے

سجدۂ سہو ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد کیا جائے یا دونوں طرف سلام پھیر کر کیا جائے ؟

الجواب ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرے۔ درمختار میں ہے۔ يجب له بعد سلام واحد عن يمينه۔ فقط

شامی میں اس کی شرح میں لکھا ہے۔

(قوله واحد) هذا قول الجمهور منهم شيخ الاسلام وفخر الاسلام وقال في الكافي انه الصواب وعليه الجمهور اھ (ج ۱ ص ۶۹۱)

ومحلہ بعد السلام سواء کان من زیادۃ او نقصان ولوسجد قبل السلام اجزاہ عندنا و یأتی بتسلیمتین ھوالصحیح والصواب ان یسلم تسلیمۃ واحدۃ وعلیہ الجمھور اھ (عالمگیری ج۱ ص۱۲۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ — ۱۳/۳/۱۴۱۰ھ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

پہلے بائیں طرف سلام پھیرنے سے سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا

زید نے بھول کر بائیں طرف پہلے سلام پھیر دیا اور پھر دائیں طرف سلام پھیرا۔ اب زید کے لئے سجدۂ سہو ضروری ہے یا بغیر سجدۂ سہو کے نماز ہو جائے گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نماز ہوگئی سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں۔ لیکن سنت یہ ہے کہ پہلے دائیں جانب سلام پھیرا جائے۔ عالمگیری باب سجود السہو میں ہے۔

ولا یجب بترک رفع الیدین فی العیدین و غیرھما ومن ذلک مالو سلّم عن الشمال اوّلا ساھیًا۔ اھ (ج۱ ص ۶۵)۔

درمختار کے قول "وتحویل الوجہ یمنۃ و یسرۃ للسلام" کے تحت علامہ شامیؒ لکھتے ہیں "ویسن البداءۃ بالیمین" اھ (شامی ج۱ ص۴۴۵)۔

اذا سلم المصلی عن یسارہ قبل السلام عن یمینہ لا سہو علیہ و یسلم عن یمینہ۔ (قاضی خان ج۱ ص ۵۹)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ — ۲۵/۵/۱۴۰۲ھ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

رکوع میں فاتحہ پڑھنے سے سجدۂ سہو کا حکم

اگر کوئی شخص رکوع میں یا سجدے میں التحیات پڑھ لے یا الحمد پڑھ لے تو اس صورت میں

سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں ؟ حافظ محمد عرفان ہاشمی گڑھا ٹھل سنگھ

الجواب بحالتِ رکوع وسجود فاتحہ یا تشہد پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہو جائے گا۔

ولو قرأ الفاتحة او اٰية من القراٰن فى القعدة او فى الركوع او فى السجود او قرأ التشهد فى الركوع او فى السجود كان عليه السهو ۔ اھ (قاضی خان : ج ۱ ، ص ۵۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۲/۱۱/۱۳۹۹ھ

فاتحہ کی جگہ تشہد پڑھنے کی صورت میں سجدۂ سہو کا حکم

۱ : نماز میں بحالتِ قیام آدمی التحیات پڑھ لے۔

۲ : یا بحالتِ التحیات الحمد پڑھ لیتا ہے تو اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں ؟

الجواب ۱ : اگر تشہد فاتحہ سے پہلے پڑھا ہے تو سجدۂ سہو واجب نہیں ۔ اور اگر فاتحہ کے بعد پڑھا ہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

ولو تشهد فى قيامه قبل قرأة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزمه سجود السهو وهو الاصح لان بعد الفاتحة محل قرأة السورة فاذا تشهد فيه فقد أخر الواجب وقبلها محل الثناء كذا فى التبيين ۔ اھ (عالمگیری : ج ۱ ، ص ۶۶)۔

۲ : اگر فاتحہ تشہد سے پہلے پڑھی ہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ اور اگر تشہد کے بعد پڑھی ہے تو واجب نہیں ہوگا۔

ولو قرأ (اى الفاتحة) فى ركوعه اوسجوده او فى تشهده يلزمه وهذا اذا بدأ بالقرأة ثم بالتشهد وان بدأ بالتشهد ثم بالقرأة فلا سهو عليه ۔ اھ

(عالمگیری : ج ۱ ، ص ۶۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ — ۲۲/۱۱/۱۳۹۹ھ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

چار رکعت پوری کرکے پانچویں کیلئے کھڑا ہوگیا تو کیا کرے

کیا چار رکعت نمازِ عصر کی پڑھ کر اگر پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہو جائے تو پھر پانچویں رکعت میں یاد آئے کہ یہ پانچویں رکعت ہے۔ تو پھر واپس بیٹھ کر سجدۂ سہو کرے یا کہ چھ پوری کرے ؟

الجواب اگر چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کرکے پانچویں کی طرف اٹھا ہے تو پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آجائے تو لوٹ آئے اور سجدۂ سہو کرکے نماز پوری کرلے۔ اور اگر پانچویں کے سجدے کے بعد یاد آئے تو اب ایک رکعت اور ساتھ ملالے اور آخر میں سجدۂ سہو کرلے۔ چار فرض ہو جائیں گے اور دو نفل۔

رجل صلی الظهر خمسا وقعد فی الرابعة قدر التشهد ان تذكر قبل ان يقيد الخامسة بالسجدة انها الخامسة عاد الى القعدة وسلم كذا فی المحيط ويسجد للسهو كذا فی السراج الوهاج وان تذكر بعد ما قيد الخامسة بالسجدة انها الخامسة لايعود الى القعدة ولا يسلم بل يضيف اليها ركعة اخرى حتى يصير شفعا ويتشهد ويسلم هكذا فی المحيط ويسجد للسهو استحسانا كذا فی الهداية وهو المختار كذا فی الكفاية ثم يتشهد ويسلم كذا فی المحيط والركعتان نافلة ولا تنوبان عن سنة الظهر علی الصحيح كذا فی الجوهرة النيرة قالوا فی العصر لا يضم اليها سادسة وقيل يضم وهو الاصح كذا فی التبيين وعليه الاعتماد لان التطوع انما يكره بعد العصر اذا كان عن اختيار واما اذا لم يكن عن اختيار فلا يكره كذا

فی فتاویٰ قاضی خان۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۶۶ و ۶۷)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۱۰/۷،۱۴۰ھ

فاتحہ کا اکثر حصہ پڑھ لیا جائے تو ترکِ باقی کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا

اگر کوئی امام پہلی رکعت میں تلاوتِ سورۂ فاتحہ کے وقت مالک یوم الدین سہواً ترک کردے تو اس نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ آفتاب احمد راولپنڈی

الجواب وفی العالمگیریۃ ج ۱ ص ۶۵۔ وان قرأ اکثر الفاتحۃ ونسی الباقی لاسہو علیہ وان بقی الاکثر کان علیہ السہو اماماً کان او منفرداً کذا فی فتاویٰ قاضیخان۔

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوا۔ لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر سورۂ فاتحہ کا اکثر حصہ بھول جائے تو سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۲۱/ ۱۳۹۵ھ

عشاء کی چوتھی رکعت میں جہر کرنے سے سجدۂ سہو کا حکم

امام عشاء کی نماز پڑھا رہا ہے جب تین رکعت پڑھ چکا، دو پہلی رکعت میں قرأت پکار کر پڑھی اور بعد التحیات کے تیسری رکعت میں خاموش قرأت کی اور چوتھی رکعت میں زور سے قرأت فاتحہ کی کیا اس سے سجدۂ سہو آئے گا یا نہیں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں امام مذکور پر سجدۂ سہو واجب تھا۔ کیونکہ عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سرًا پڑھنا واجب ہے اس واجب کے خلاف کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر امام نے سجدۂ سہو کئے بغیر نماز ختم کرادی تو اس نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے

كما فى الشامية : ج ۱ ص ۳۲۹ :- والاسرار يجب على الامام والمنفرد فيما يسر فيه وهو صلوة الظهر والعصر والثالثة من المغرب والاخريان من العشاء ـ وكذا فى العالمگيرى ج ۱ ص ۶۶)۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد اسحاق عفرلہ ۔ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۹/۷/ ۱۳۷۸ھ

الجواب صحیح ۔ بندہ محمد عبداللہ غفراللہ لہ مفتی جامعہ ہذا ۔

سجدہ سے تھوڑا سا سر اٹھا کر پھر سجدہ میں چلے جانے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں

نماز میں جیسے کہ دونوں سجدے فرض ہیں کوئی امام یا منفرد کسی ایک سجدہ میں نسیاناً بالکل تھوڑا سا سر اٹھا کر پھر واپس اسی سجدہ میں رکھ دیتا ہے کہ اس نے پورا سجدہ نہیں کیا یا تھوڑی دیر کیا ہے۔ جس سے تسبیح سجدہ پوری نہیں ہوئی ۔ لیکن سجدہ سے سر کا اٹھانا سوائے اس نمازی کے اور کسی دیکھنے والے کو معلوم نہیں ہوتا ۔ اس کے علاوہ دوسرا سجدہ بھی کرتا ہے اس وجہ سے کہ جس میں تھوڑا سا سر اٹھا کر پھر اسی سجدہ میں رکھدیا تھا اس کو دوسرا نہیں سمجھتا ۔ تو اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب صاحب ہدایہ اور صاحب نہر نے لکھا ہے کہ اگر بیٹھنے کے قریب ہوجائے تو سجدۂ ثانیہ شمار ہوگا ورنہ نہیں ۔ نہر اور شرنبلالیہ میں اسے ہی راجح قرار دیا ہے ۔ لہذا معمولی سر اٹھانے سے چونکہ زائد سجدہ نہیں بنا اس لئے سجدۂ سہو کی امام و منفرد کو ضرورت نہیں مقتدی کی وہ غلطی جو حالت اقتداء میں پیش آئے وہ قابل مواخذہ نہیں ۔

وصحح فى الهداية انه ان كان الى القعود اقرب صح والا لا و رجحه فى النهر والشرنبلالية ـ (درمختار مع ردالمحتار ص ۳۷۳ ج ۱) :

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۔ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۲/۱۱/ ۱۴۰۲ھ

الجواب صحیح ۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

دو کی بجائے تین سجدے کر لئے تو سجدۂ سہو کا حکم

اگر امام بھول کر دو سجدے کے بجائے تین سجدے کر دے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں۔ نماز میں اگر سجدۂ سہو نہ کیا گیا ہو تو کیا نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب صورتِ مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر سجدۂ سہو واجب ہو، اور نہ کیا جائے تو نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ ہندیہ میں ہے۔

ولا یجب السجود الا بترک واجب او تاخیرہ او تاخیر رکن او تقدیمہ او تکرارہ۔ (ج ۱، ص۱۲۶)۔

مراقی میں ہے۔

ویجب سجدتان لترک واجب بتقدیم او تاخیر او زیادۃ او نقص لا سنۃ۔ (ص ۲۵۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح ۶/۱۲ بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۴۰۸ھ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مسافر امام کا مقیم مقتدی بقیہ نماز میں سہواً قرأت کرے تو سجدۂ سہو کا حکم

اگر امام مسافر سلام پھیر دے، اور مقتدیوں میں سے مقیم مقتدی بقیہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کر دیں، جب کہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ تو کیا پڑھنے کے بعد نماز کا اعادہ ہے یا نہیں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں اگر مقتدی نے بھول کر قرأت کرلی تو مقتدی پر سجدۂ سہو اور اعادہ واجب نہیں کیونکہ مقیم مقتدی حکما لاحق ہے اور لاحق کے بھول جانے سے سجدۂ سہو واجب نہیں۔ مراقی میں ہے۔ "لا یسجد اللاحق" (ص ۲۵۳)۔

ہندیہ میں ہے۔

اللاحق وھو الذی ادرک اولھا وفاتہ الباقی لنوم او حدث او بقی قائما للزحام او الطائفۃ الاولی فی صلوۃ الخوف کانہ خلف

الامام لا يقرأ ولا يسجد للسهو۔ (ج ۱ ص ۴۸)

ایک حدیث پاک میں آیا ہے۔

" قال صلی اللہ علیہ وسلم الامام لکم ضامن یرفع عنکم سہوکم وقرأتکم "

اس حدیث کو صاحب مراقی نے ذکر کیا ہے اس پر علامہ طحطاوی رحمہ لکھتے ہیں۔

قرن رفع السهو برفع القرأة ليفيد انه كما لا اثم على المؤتم بترك القرأة فكذا لا اثم عليه بترك السهو بل هو الواجب عليه وقال في النهر مقتضى كلامهم انه يعيدها لثبوت الكراهة مع تعذر الجابر وقد علمت مفاد الحديث۔ (ص ۲۵۲)

علامہ طحطاوی رحمہ کا رجحان اسی طرف ہے کہ حالت اقتدار میں سہو موجب اعادہ نہیں لہذا صورت مسئولہ میں اعادہ واجب نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۳ / ۸ / ۱۴۰۸ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

دوسری اور تیسری رکعت میں فاتحہ سے پہلے ثناء پڑھنے کی صورت میں سجدہ سہو کا حکم

اگر ایک شخص نماز میں دوسری یا تیسری یا چوتھی رکعت میں فاتحہ سے قبل ثناء پڑھ لے تو کیا اس پر سجدہ سہو آئے گا۔؟ محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ سے پہلے ثناء پڑھنا موجب سہو نہیں۔

ولو تشهد في الاخيرين لا يلزمه السهو۔ (هنديه ج ۱ ص ۱۲۶)

دوسری رکعت میں فاتحہ سے پہلے ثناء پڑھنے سے سجدہ سہو کا وجوب مختلف فیہ ہے۔ اصح عدم وجوب ہے۔ سورت فاتحہ کے بعد پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہے۔ ہندیہ میں ہے۔

ولو قرأ التشهد فی القیام ان کان فی الرکعة الاولیٰ لا یلزمه شئ وان کان فی الرکعة الثانیة اختلف المشائخ فیه والصحیح انه لا یجب کذا فی الظهیریة ولو تشهد فی قیامه قبل قرأة الفاتحة فلا سهو علیه وبعدها یلزمه سجود السهو وهو الاصح ۔ (ج۱ : ص ٦٦)۔

کبیری میں ہے ۔

عن محمد رح لو تشهد فی قیامه قبل قرأة الفاتحة فلا سهو علیه وبعدها یلزمه قال السروجی وهو الاصح لانه محل قرأة السورة فقد اخر الواجب انتهیٰ وقد یقال انه بقرأته قبل الفاتحة اخر الفاتحة فقد اخر الواجب ایضا ۔ (ص ٤٣١)۔ ثنا رتشہد کی طرح ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — ١٨/٦/ ١٤٠٨ھ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۃ ملانے سے سجدہ سہو کا حکم

اگر فرضوں کی تیسری چوتھی یا دونوں رکعتوں میں سورۃ ملا دے تو اس سے سجدہ سہو وغیرہ تو نہیں آتا ؟

حافظ محمد فاروق نائب امام مسجد ربانیہ نقشبند کالونی ملتان

الجواب ہندیہ میں ہے ۔ ولو قرأ فی الاخریین الفاتحة والسورة لا یلزمه السهو وهو الاصح ۔ (ج۱ : ص ٦٥)۔ لہذا سجدۂ سہو نہیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — ٧/ ١٤٠٧ھ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

دعاءِ قنوت کے بعد کوئی سورۃ پڑھ لینے کی صورت میں سجدۂ سہو کا حکم

وتروں میں دعاءِ قنوت پڑھ کر سہواً سورت پڑھ لی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب نہیں۔ لما قال فی الدر المختار مع الشامیۃ وقرأۃ قنوت الوتر وھو مطلق الدعاء۔ (ج ۱، ص ۴۴۷)۔ ولما فی المراقی اذا شرع الامام فی الدعاء وھو اللھم اھدنا اھ بعد ما تقدم من قولہ اللھم انا نستعینک الخ (طحٰ) معلوم ہوا کہ قنوت پر زیادتی بطور دعا کے جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۲/۲۷ ۱۴۰۹ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

سری نماز میں ایک دو آیت جہراً پڑھ لیں تو سجدۂ سہو کا حکم

اگر امام نمازِ سری میں پہلی رکعت میں بھولے سے سورۂ فاتحہ کی ایک آیت یا دو آیتیں بآوازِ بلند پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے۔ لیکن قاضی ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک دو آیت جہراً پڑھنے سے سجدۂ سہو نہیں آتا۔ البتہ اگر تین آیتیں پڑھ جائے تو پھر ان کے نزدیک بھی سجدۂ سہو لازم آئے گا۔ پس صورتِ مسئولہ میں اگر نماز سجدۂ سہو ادا کئے بغیر ادا کی گئی ہے تو اس نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ آئندہ کے لئے ایسی صورت میں سجدۂ سہو کر لینا چاہئے[1]۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس ملتان

[1] والجھر فیما یخافت فیہ للامام وعکسہ لکل مصل فی الاصح والاصح تقدیرہ بقدر ما تجوز بہ الصلوۃ فی الفصلین اھ (درمختار)۔

(قوله والاصح) صححه فی الھدایۃ والفتح والتبیین والمنیۃ لان الیسیر من الجھر والاخفاء لا یمکن الاحتراز عنه و عن الکثیر یمکن وما تصح به الصلوۃ کثیر غیر ان ذلک عنده اٰیۃ واحدۃ وعندھما ثلاث اٰیات ۔ اھ (شامی ج۱، ص۶۹۲)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ

وجوبِ سجدۂ سہو میں شک ہو تو غلبۂ ظن کا اعتبار کرے

اگر قعدۂ اخیرہ میں گمان ہو کہ شاید سجدۂ سہو واجب ہو چکا تھا لیکن ابھی تک کیا نہیں تو کیا کرے؟ بینوا توجروا۔ قاری غلام قادر لاہور

الجواب بحر الرائق، ج ۲، ص ۱۰۰ - میں ہے۔ ولو شک فی سجود السہو فانه یتحری ولا یسجد لھذا السہو۔

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں غلبۂ ظن کے مطابق عمل کرے۔ اگر کسی جانب کو غلبۂ ظن نہ ہو تو پھر سجدۂ سہو نہ کرنا چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ۲۱/۵/۱۳۸۱ھ بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہٗ رئیس الافتاء نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مغرب کی تیسری رکعت میں شریک ہونے والا بقیہ نماز میں صرف ایک قعدہ کرے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں

ایک شخص مغرب کی جماعت میں تیسری رکعت میں سے شریک ہوا۔ اب مسبوق نے امام کے سلام پھیرنے کے بعد دو رکعات میں دو قعدے کرنے تھے۔ لیکن اس نے صرف ایک آخری قعدہ کیا۔ کیا اس کی نماز ہوگئی اور سجدۂ سہو اس پر لازم ہے یا نہیں؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں شخص مذکور کی نماز ادا ہوگئی۔ اور اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں تھا۔ شامی ؛ ج ۱ ؛ ص ۴۴۱۔ میں ہے۔

ویقضی اول صلوتہ فی حق قرأۃ واخرھا فی حق تشھد۔ فمدرك ركعة من غير فجر يأتي بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما۔ (درمختار)۔

وفی الرد(قوله وتشهد بينهما) قال في شرح المنية ولولم يقعد جاز استحسانا لا قياسا ولم يلزمه سجود السهو لكون الركعة اولى من وجه۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ　　الجواب صحیح
نائب مفتی خیر المدارس ملتان　　۲۱/۷/۱۳۹۶ھ　　بندہ محمد عبداللہ عفر اللہ لہٗ رئیس الافتاء

آخری قعدہ کے بعد سہواً کھڑا ہوگیا تو واپس لوٹنے کی صورت میں سجدہ سہو کرے

ایک شخص قعدۂ اخیرہ میں تشہد ختم کرکے غلطی سے کھڑا ہوگیا۔ پھر یاد آنے پر فوراً بیٹھ گیا۔ تو کیا وہ دوبارہ تشہد پڑھے اور سجدۂ سہو کرنے کے بعد سہ بارہ تشہد پڑھے ؟

الجواب بیٹھ کر سلام پھیر دے پھر سجدۂ سہو کرے پھر تشہد پڑھے۔

وفی الدر وان قعد فی الرابعة مثلا قدر التشهد ثم قام عاد وسلم وسجد للسهو۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۷۰۸)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

تراویح میں بھی سجدہ سہو کیا جائے

آیا "تراویح" میں سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں ؟

الجواب: فرائض و نوافل سجدۂ سہو کے حکم میں یکساں ہیں۔ ہندیہ میں ہے۔
وحکم السہو فی الفرض و المنفل سواء۔ (ج ۱۔ ص ۶۵)۔
وفی الیتیمۃ اذا ترك الجہر فی الوتر و فی التراویح یلزمه السہو۔ (ج ۱ ص ۶۴)
لہ ہندیہ کے مذکورہ بالاجزئیات کی روشنی میں عیدین اور تراویح میں بھی سجدۂ سہو کیا جائے الا یہ کہ مجمع کثیر ہو۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۲۷/۱/۱۴۰۷ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

لہ السہو فی الجمعۃ و العیدین و المکتوبۃ و التطوع واحد الا ان مشائخنا قالوا لا یسجد للسہو فی العیدین و الجمعۃ لئلا یقع الناس فی فتنۃ کذا فی المضمرات۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۹۶)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاوی

قعدہ میں دعاء مکرر پڑھنے سے سجدۂ سہو کا حکم

اگر باجماعت فرض نماز میں امام درود شریف کے بعد سلام سے پہلے کوئی ایک دعاء دو دفعہ پڑھ لے تو تاخیر سلام کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہ؟ مثلاً ربنا آتنا دو دفعہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔

(مولانا) محمد سرور (صاحب) عیدگاہ کبیر والا

الجواب: اس صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا۔ عالمگیری ج ۱ ص ۹۶ میں ہے۔
ولو کرر التشہد فی القعدۃ الاولی فعلیہ السہو الی ان قال ولو کررہ فی القعدۃ الثانیۃ فلا سہو علیہ کذا فی التبیین۔ اھ

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — ۱۳۸۸ھ — نائب مفتی خیر المدارس ملتان

دعاءِ قنوت مکرر پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا

وتروں میں دعاءِ قنوت دو دفعہ پڑھ گئے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ کما فی مجمع الانہر ج ۱ ص ۱۴۸ (او کررہ) ای الرکن و فیہ اشعار بانہ لوکرر واجباً لم یجب السہو۔ اھ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۶/۴/۱۳۸۴ھ

سجدہ سہو کرنے کے بعد شک ہو تو کیا کرے

سجدۂ سہو کرنے کے بعد شک ہوگیا کہ سجدۂ سہو کیا ہے یا نہیں تو اب کیا کرے ؟

الجواب اگر سجدہ کرنا یاد ہے تو محض شک و وہم کا اعتبار نہ کرے اس وہم کو دفع کرے۔ لان الیقین لا یزول بالشک ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۲۳/۲/۱۳۸۱ھ

ترکِ واجب کی وجہ سے اعادہ کی جانے والی نماز میں نئے فرض پڑھنے والے شامل نہ ہوں!

امام قعدۂ اولیٰ بھول گیا سجدۂ سہو بھی نہیں کیا پھر دوبارہ جماعت کرائی گئی۔ کیا اس جماعت میں وہ آدمی شامل ہو سکتا ہے جس نے پہلے فرض نہیں پڑھے ؟

الجواب ترکِ واجب کی وجہ سے جو نماز دوبارہ پڑھی جائے اس کے بارے میں فقہاءؒ کا اختلاف ہے۔ مختار یہ ہے کہ یہ نفل جابر ہیں اور قواعد کا مقتضیٰ بھی یہی ہے،

قال الطحطاوی فی حاشیته علی المراقی والمختار ان المعادة لترك واجب نفل جابر۔ (ص ۱۳۴)۔

پس نئے مقتدی اس اعادہ والی نماز میں شمولیت نہ کریں اس سے ان کا فرض ادا نہ ہوگا للزوم اقتداء المفترض خلف المتنفل۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان — ۱۴/۵/۱۳۸۵ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

عیدین میں مجمع "کثیر" نہ ہو تو سجدۂ سہو کیا جائے

بروز عید امام سے سہو ہوا یعنی اوّل رکعت میں بعد از ثناء تکبیرات زائد کہنا بھول جاتا ہے اور قرأت شروع کر دیتا ہے لیکن درمیان قرأت اس کو سہو یاد آجاتا ہے۔ چنانچہ بعد قرأت تینوں تکبیر کہہ کر رکوع کر لیا۔ آیا تکبیروں کو مؤخر کرنے سے سجدۂ سہو لازم ہو گیا اور یہ نماز بلا سجدۂ سہو جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب ہو گیا تھا لیکن اگر عید کی نماز میں بہت زیادہ لوگوں کا اجتماع ہو تو بغیر سجدۂ سہو ادا کئے بھی نماز ہو جاتی ہے۔ اور اگر مجمع زیادہ نہ ہو تو سجدۂ سہو ادا کرنا واجب ہوگا۔

کما فی الدر علی الشامیة : ج ۱، ص ۷۰۵ والسهو فی العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتأخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة وفی الشامیة (قوله وبه جزم فی الدرر) لکنه قیده محشیها الوانی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا داعی الی الترك۔ اه فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفرلہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان — ۶/۱۰/۱۳۸۴ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مقدارِ رکن خاموش کھڑے سوچتے رہنے کی صورت میں سجدۂ سہو کا حکم

امام کو نمازِ فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ فاطر کے دوسرے رکوع کی پانچویں آیت سالم اور چھٹی آیت کل یجری لاجل مسمّٰی پڑھ کر متشابہ لگا اور سورۂ رعد رکوع نمبر ایک آیت نمبر دو ۔ کل یجری لاجل مسمی یدبر الامر یفصل الآیات لعلکم بلقاء ربکم توقنون یہاں تک پڑھنے کے بعد انہیں خیال آیا ۔ پھر مقدار رکن سے زائد وقت تک خاموش کھڑے رہنے کے بعد دوبارہ سورۂ فاطر کی وہی آیات پڑھیں اور صحیح پڑھتے ہوئے رکوع کیا ۔ تو امام پر سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں ۔ اس صورت میں واجب ترک ہوا اور پھر نماز نہیں لوٹائی تو کیا حکم ہے ۔ نیز اس قسم کے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟

غلام مصطفٰے رائیونڈ ضلع لاہور

الجواب اگر امام صاحب تین دفعہ سبحان ربی العظیم کہنے کی مقدار خاموش کھڑے سوچتے رہے ہیں تو اس کی وجہ سے ان پر سجدۂ سہو واجب ہوگیا تھا اب اس نماز کا اعادہ ضروری ہے تاکہ ادائیگی علی وجہ الکمال ہو جائے ۔ امام صاحب کو مسئلہ سے آگاہ کر دیا جائے ۔ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے سہو کی وجہ سے اعادہ نہ کیا ہو کہ ان کے خیال میں نماز درست ہوگئی ہے ۔ ہاں اگر مسئلہ معلوم ہونے کے بعد بھی اپنی ضد پر قائم رہیں تو حکم معلوم کر لیا جائے ۔

اذا شغله التفکر عن اداء واجب بقدر رکن او شغله عن الوضوء بعد سبق الحدث لشکه انه صلی ثلاثا او اربعا یجب السهو و الا فلا کذا فی الشرح ولم یبینوا قدر الرکن وعلی قیاس ما تقدم ان یعتبر الرکن مع سنته وهو مقدر بثلث تسبیحات ۔ اھ (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص۲۵۸)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰/۱۰/۱۳۹۸ھ

رکوع و سجود میں تشہد پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہو گا

ایک آدمی رکوع یا سجدہ میں بجائے تسبیحات پڑھنے کے تشہد پڑھنے لگا یاد آنے پر تسبیحات پڑھ کے کھڑا ہو گیا۔ کیا اس پر سجدۂ سہو واجب ہو گا ؟

الجواب رکوع یا سجدے میں التحیات پورا یا اس کا اکثر حصہ پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہو گا۔ کما فی الخانیۃ والخلاصۃ او قرأ التشهد فی الرکوع او فی السجود کان علیہ السهو۔ (فتاوی قاضیخان ج ۱ ؛ ص ۵۸)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ؛ ۱۶ / ۲ / ۱۳۸۶ھ

پہلی یا تیسری رکعت پر معمولی دیر قعدہ کرنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہو گا

رکعت اولیٰ پر معمولی قعدہ کر دیا یا تیسری رکعت پر تھوڑی دیر بیٹھ گیا اور پھر اٹھ گیا تو سجدۂ سہو ہو گا یا نہیں ؟ کتنی دیر معاف ہے ؟

الجواب ایک دو تسبیح کی مقدار بیٹھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں[1] ہو گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۹/۶/۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح ؛ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

[1] والتأخیر الیسیر وهو ما دون رکن معفو عنه اھ (شامی ج ۱ ص ۴۴۳)۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ۔

وجوب کے بعد سجدہ نہ کیا جائے تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین مفتیانِ شرعِ متین بیچ اس مسئلہ کے کہ صبح کی نماز میں امام نے پوری سورۃ فاتحہ سراً تلاوت کر لی۔ خاتمہ پر امام کو یاد آیا کہ نماز جہری ہے۔ تو امام صاحب نے سورۃ فاتحہ ابتداء سے

شروع کردی۔ اور بلا سجدۂ سہو نماز پوری کرلی۔ اندریں صورت نمازِ مذکورہ کی اس حالت میں سجدۂ سہو واجب تھا لیکن امام نے ادا نہیں کیا۔ عمدًا یا سہوًا ترک کردینے میں اعادۂ نماز واجب ہے یا نہیں ؟

باسمہ تعالیٰ جلّ مجدُہٗ

الجواب ——— نماز میں جہر کے موقعہ پر امام کے لئے جہر اور اخفا کے موقعہ پر اخفاء واجب ہے۔ جس کے ترک کرنے پر سجدۂ سہو لازم ہوجاتا ہے مگر سجدۂ سہو بھول جانے سے نماز کے اعادہ کا حکم کسی نے نہیں دیا ہے۔ اگر امام نے بھول کر سلام پھیرنے کے بعد جب تک نماز کے منافی کوئی کام نہیں کیا ہے اور مسجد ہی میں قبلہ کی طرف اس کا رُخ ہے تو وہ سجدۂ صلبیہ اور سجدۂ تلاوتیہ کی طرح سجدہ کرسکتا ہے نہ یہ کہ سجدۂ سہو بھول جائے تو اس کو پوری نماز کا لوٹانا ضروری ہے۔ چنانچہ "تنویر الابصار" باب سجود السہو میں ہے۔

ولو نسي السهو او سجدة صلبية او تلاوية يلزمه ذلك ما دام في المسجد قال في رد المحتار حاشية الدر المختار (ج ۱ ص ۵۰۵) لما في البدائع من ان السجود لا يسقط بالسلام ولو عمدا الا اذا فعل فعلا يمنعه من البناء بان تكلم او قهقه او احدث عمدًا او خرج من المسجد او صرف وجهه عن القبلة ۔ نیز درمختار میں ہے۔

وبيانه انه لا يمكن العود الى سجوده لان سجوده ما يكون جابرا والجابر بالنص هو الواقع في آخر الصلوة ولا آخر لها بعد التمام نقلنا بانه تمت صلوته وخرج منها (شامی ج ۱ ص ۵۵۵)

والله اعلم وعلمه اتم و احكم

احقر محمد لطافت الرحمٰن بقلم خود

مہر محمد لطافت الرحمٰن : مفتی جامعہ اسلامیہ بہاولپور : ۶/۹/۱۹۸۰ء

بخدمت جناب مفتی صاحب خیر المدارس ملتان : السلام علیکم۔
ایک استفتاء مع جواب پیش خدمت ہے اس کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع کریں۔ حکیم محمد شریف : ماڈل ٹاؤن بہاولپور

الجواب صورتِ مسئولہ میں اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔

قال فی الدر المختار لہا واجبات لا تفسد بترکہا وتعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ وان لم یعدہا یکون فاسقا آثما۔ (رد المحتار علی الدر المختار: ج ۱، ص ۳۰۶۔ بحث واجبات)۔

اور شامیہ میں ہے۔

وقد علمت ایضا ترجیح القول بالوجوب فیکون المرجح وجوب الاعادۃ فی الوقت وبعدہ۔اھ (ج ۱، ص ۵۳۶، بحث قضاء الفوائت)۔

تصریحات بالا کی موجودگی میں منسلکہ فتویٰ کی یہ عبارت قابلِ تعجب ہے " سجدہ سہو بھول جانے سے نماز کے اعادہ کا حکم کسی نے نہیں دیا "۔ درمختار کی عبارتِ بالا میں یہ مصرح ہے کہ بصورتِ سہو اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو اعادہ واجب ہے اور تارک اس کا فاسق ہوگا۔ جو مسئلہ منسلکہ فتویٰ میں تحریر کیا گیا ہے کہ بعدِ سلام بھی اگر سجدۂ سہو یاد آجائے تو سجدہ کرے۔ تاوقتیکہ مسجد سے نہیں نکلا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں یہ مسئلہ درست ہے۔ لیکن صورتِ مسئولہ یہ ہے کہ اگر سلام کے بعد بھی سجدۂ سہو نہیں کیا۔ تو اب کیا حکم ہے جب کہ بعدِ سلام خروج عن المسجد بھی پایا گیا ہے۔ اس خروج کا مفتی صاحب نے جواب نہیں لکھا۔

بیانہ انہ لا یمکن العود الی السجود اھ سے بحوالہ درمختار جو عبارت نقل کی ہے یہ درمختار کی نہیں بلکہ علامہ شامی رح کی عبارت ہے وہ اس کے ناقل ہیں۔

ثانیاً یہ عبارت غلط نقل کی گئی ہے۔ صحیح یوں ہے۔

والجابر بالنص ھو الواقع فی آخر الصلاۃ ولو اخرلہا قبل التمام فقلنا بانہ تمت صلاتہ وخرج منہا قطعا للدور۔ اھ (شامی ج ۱، ۴۰۳)

ثالثاً۔ یہ کہ یہ عبارت ایک خاص صورت سے متعلق ہے وہ یہ کہ اگر کسی مسافر شخص پر سجدۂ سہو تھا اس نے سلام پھیر دیا اب اسے سجدۂ سہو یاد آیا اور اس نے اسی وقت اقامت کی نیت بھی کرلی تو اس کی نیت معتبر ہوگی یا نہیں۔ تو صحیح یہ ہے کہ اس کی نیتِ اقامت معتبر نہیں۔ بعد میں سجدۂ سہو کرلیا ہے یا نہیں کیونکہ بصورتِ سجدۂ سہو اگر اس کی نیتِ اقامت معتبر مانیں تو یہ وسطِ صلوٰۃ میں واقع ہوگا حالانکہ نص سے

ثابت ہے کہ جابر آخر صلوٰۃ میں ہوتا ہے۔ ولا اخولها قبل التمام تو اس مجبوری سجدۂ سہو کی بنا پر کہنا پڑے گا کہ سلام سے خروج موقوف نہیں ہوا بلکہ قطعی خروج ہو گیا ہے جس کی بنا پر نیت اقامت معتبر نہیں ہوگی۔ تمت صلوته سے بھی استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ تمامیت درجۂ ارکان وشروط میں ہے وہ سب پائے گئے ہیں پس یہ منافیٔ وجوب اعادہ نہیں۔ کیونکہ یہ ترک واجب کی وجہ سے ہے نہ کہ ترک فرض کی وجہ سے۔ علامہ شامیؒ نقل فرماتے ہیں۔

قال فی شرح التحریر وهل تكون الاعادة واجبة فصرح غیر واحد من شراح اصول فخر الاسلام بانها لیست بواجبة وانه بالاول یخرج عن العهدة وان كان علی وجه الكراهة علی الاصح وان الثانی بمنزلة الجبر والا وجه الوجوب۔ (شامیہ ج ۱ ص ۶۲۸)۔

دیکھیے خروج عن العهدة کے باوجود وجوب اعادہ کا حکم دیا گیا ہے۔ الحاصل صورتِ مسئولہ میں اعادۂ صلوٰۃ واجب ہے اور مسلکہ فتویٰ صحیح نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۳۰ / ۱ / ۱۴۰۰ھ

○

خیر المدارس ملتان کے جواب "نماز کے وجوبِ اعادہ پر" مولانا لطافت الرحمٰن صاحب نے دوبارہ مفصل جواب لکھا۔ جس میں ثابت کیا کہ صورتِ مسئولہ میں اعادہ لازم نہیں۔ یہ سوال و جواب جب دوبارہ آیا تو سوال کی عبارت

"عمدًا یا سہوًا ترک کر دینے سے سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں"

کے لفظ "عمدًا[له]" پر یہ حاشیہ تحریر تھا۔

له یہ لفظ غلط ہے اصل صورت نسیان کی ہے جس پر میری تحریر میں تین بار تصریح موجود ہے۔

لطافت الرحمٰن

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم ، امابعد

سجدۂ سہو کی اس مسلکہ صورتِ مسئلہ میں میں نے جو کچھ لکھا ہے اور پھر اس پر حکیم محمد شریف صاحب کے غیر منقح استفتاء پر مفتی عبد الستار صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس بارہ میں ایک مختصر تمہید ضروری ہے

جس کے بعد یہ واضح ہو جائے گا کہ صورتِ مسئولہ میں نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

تمہید وہ یہ کہ عمد، سہو، نسیان۔ تینوں کے احکام شرعاً مختلف ہیں جس کی وضاحت اس حکم شرعی سے بخوبی ہو جاتی ہے کہ اگر روزہ دار نے عمداً وقصداً بلا کسی شرعی عذر کے نیتِ روزہ کے بعد نہارِ رمضان میں روزہ توڑا تو اس پر کفارہ لازم ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس نے سہواً وخطاءً اس طرح کیا تو اس کا روزہ تو ٹوٹ جاتا ہے اس پر قضاء لازم ہو جاتی ہے مگر کفارہ نہیں۔ اور اگر بھول کر اس نے کھایا پیا تو کچھ نہیں ہوا۔ روزہ اپنی جگہ قائم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسکو کھلایا اور پلایا بھی۔ حدیث کا لفظ کتنا پیارا ہے۔

من نسی وهو صائم فاكل و شرب فليتم صومه فانما اطعمه الله وسقاه۔ (فتح الملهم، ج ۳، ص ۱۷۱)۔

اب اس تمہید کے بعد میرا یہ کہنا کہ سجدۂ سہو بھول جانے سے نماز کا اعادہ لازم نہیں، اپنی جگہ صحیح ہے جب کہ مجھ سے انہیں الفاظ میں پوچھا گیا تھا کہ امام صاحب سجدہ کرنا بھی بھول گئے۔ تو کیا اب یہ تمام لوگ نماز کا اعادہ کریں گے یا نہیں۔ بہر کیف مستفتی اور مفتی دونوں سہو اور نسیان کے درمیان شرعی فقہی فرق جاننے کی زحمت نہیں اٹھاتے۔ اور نسیان کو سہو قرار دے کر صورتِ مسئولہ میں اعادۂ نماز کا حکم دیتے ہیں اور میرے فتوے کی تغلیط اور مسکت جواب کا سامان فرما رہے ہیں۔ میری یہ بات کوئی مولویانہ تخمین نہیں ہے۔ بلکہ عبدالستار صاحب کی تحریر کے آغاز ہی میں درمختار کی عبارت

ولها واجبات لا تفسد بتركها وتعاد وجوبا في العمد والسهو ان لم يسجد له وان لم يعدها يكون فاسقا آثما۔

نقل کرنے سے صاف واضح ہے کہ وہ نسیان اور سہو کے درمیان فرق بھول گئے ہیں اور سہو کے اس حکم کو جو قطعی اتفاقی اور یقینی بھی نہیں ہے اس کو نسیان کی صورت پر لاگو کر رہے ہیں۔ غرض یہ کہ میرا عدمِ اعادہ کا لکھنا تو بھول جانے کی صورت میں ہے اور صاحبِ شامی کا یہ فرمانا کہ فیکون المرجح وجوب الاعادة فی الوقت وبعده سہو کی صورت میں ایک رائے ہے۔ پھر عبدالستار صاحب نے میرے الفاظ میں تین بار آیا ہوا "بھول جانے" کا لفظ نقل کر کے لکھا ہے۔ کہ موجودہ بالا تصریحات کی موجودگی میں منسلکہ فتوے کی یہ عبارت قابلِ تعجب ہے کہ سجدۂ سہو بھول جانے سے اعادہ کا حکم کسی نے نہیں دیا ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ " درمختار " کی عبارتِ بالا میں مصرح ہے کہ بصورتِ سہو اگر سجدہ نہ کیا تو اعادہ واجب ہے اور تارک اس کا فاسق ہے۔ خیر اس میں کوئی ابہام نہیں کہ مفتی صاحب پر اپنے مستفتی کی طرح نسیان اور سہو کے درمیان ابہام مسلط رہا ہے۔ اور مستفتی صاحب نے تو قلم بازی کر کے میری تحریر میں بھول جانے کا لفظ نظر انداز کر دیا اور اپنی ہی طرف سے نہایت غیر محتاط عامیانہ، ناواقفانہ انداز میں عمدًا یا سہوًا لکھ مارا۔ گویا اس بے چارے کو پتہ ہی نہیں کہ ان تین امور میں فرق ہے یا نہیں ۔ اور یہ کہ صورتِ مسئولہ ان تینوں صورتوں میں سے کون سی صورت ہے۔ اس طرح کے مواقع کے لئے ایک عربی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے ع

اقول لہ زیداً فیسمع خالداً

و اکتبہ بشرًا و یقرءہٗ عمرًا

پھر ایک عامی آدمی سے تو گلہ نہیں بے غوری اور قلتِ تأمل کا گلہ تو مفتی صاحب سے ہے ۔ وما احسن ماقالہ سعد الدین التفتازانیؒ ۔ ومفاسد قلۃ التأمل مما یضیق عنہ نطاق البیان ۔ (مطوّل بحث تصریف علم المعانی)۔

مفتی صاحب نے میری نقل کردہ عبارت میں قبل و بعد کی فروگزاشت درمختار اور ردالمحتار کے چکر پر روشنی ڈالی ہے ۔ اور اس طرح تمت صلوتہ پر استدلال کو غلط قرار دیا ہے۔ لیکن یہ تمام باتیں بے مقصد ہیں ۔ اسی طرح انہوں نے فتاوی شامیہ کے قضاء فوائت کی طویل غیر متعلقہ بحث کی عبارت سے وجوبِ اعادہ یا ترجیحِ اعادہ کو ثابت کرنا چاہا ہے ۔مگر ایک تو وہ بحث مانحن فیہ سے بعزل ہے ۔ اور دوسری عبارت اور فقیہ صاحب کا فیصلہ عدمِ اعادہ کا ہے ۔ مثلاً اس کلیہ۔

کل صلاۃ ادیت مع الکراھۃ تعاد ۔ ای وجوبا فی الوقت واما بعدہ فندبا ۔

پر جو لمبا چوڑا بیان ہے اس میں یہ بھی ہے۔

و قال فی البحر نعلی القولین لا وجوب بعد الوقت ۔

بہرکیف اصل مسئلہ میں میری طرف سے عدمِ اعادہ کے لئے ذیل کے چند حوالے پیش خدمت ہیں۔

۱ :۔ خلاصۃ الفتاوی : ج ۱ : ص ۱۴۵ ۔ میں ہے۔

واذا سلّم الرجل وعلیہ سجدتا السھو فطلعت الشمس بعد

السلام قبل ان يسجد للسهو او استوت الشمس او احمرت سقطت عنه سجدتا السهو ۔

۲ :۔ "كتاب الفقه على المذاهب الاربعة" ، ص ۴۴۱/۲، میں ہے۔

حكم سجود السهو عند الحنفية قالوا سجود السهو واجب على الصحيح يأثم بتركه ولا تبطل صلاته وانما يجب اذا كان الوقت صالحا للصلوٰة فلو طلعت الشمس عقب الفراغ من صلوة الصبح وكان عليه سجود سهو تسقط عنه لعدم صلاحية الوقت للصلوة الى ان قال وكذا اذا خرج من المسجد بعد السلام ونحو ذلك مما يقطع البناء كما تقدم ففى كل هذه الصُّور تسقط عنه سجود السهو ولا يجب عليه اعادة الصلوة ۔

۳ : فتاویٰ عالمگیری : ج ۱ : ص ۱۲۹ ۔ میں ہے۔

وان سلّم بنية القطع من وجب عليه سجود سهو فهو فى الصلوة ان سجد للسهو والا لا عندهما وهو الاصح وعند محمد رح وزفرؒ هو فيها وان لم يسجد فبعد السلام ان اقتدى به رجل صح عند محمد رح مطلقا وعندهما صح ان سجد للسهو ان قهقه انتقض الوضوء عنده خلافا لهما وصلوته تامة اجماعا وسقط عنه سجود السهو ۔

۴ :۔ مغنی ابن قدامہ : ج ۱ : ص ۶۸۲ ۔ میں ہے ۔

الكلام فى هذه المسئلة فى فصول الفصل الاوّل اذا نسى سجود السهو ثم ذكره قبل طول الفصل فى المسجد فانه يسجد سواء تكلم او لم يتكلم وبهذا قال مالك رح والاوزاعى رح ۔ وقال ابوحنيفةؒ ان تكلم بعد الصلوة سقط عنه سجود السهو لانه اتى بما ينافيها فاشبه مالو احدث ۔

میں حیران ہوں کہ مفتی عبدالستار صاحب کی نگاہ تو فتاویٰ شامیہ کی متزاحم ، متعارض اور دہ

مانحن فیہ سے الگ تھلگ ہی مرکوز ہے۔ اور باقی کسی واضح چیز پہ نگاہ ڈالنے کی زحمت یا ہمت نہیں ہے۔ ع حفظت شیئًا و غابت عنك اشیاء

باقی اس مقصد پر تو کتب فقہ میں لتنے حوالے موجود ہیں کہ کتاب کھولتا ہوں تو یہی کچھ ہے جو ان چار حوالہ جات کا مابہ الاشتراک ہے۔ یعنی یہ کہ سجدۂ سہو بھول جانے اور پھر نہ کرنے پر نہ تو سجدہ کرنا ضروری ہے اور نہ ہی اس نماز کا اعادہ جس میں سجدۂ سہو اپنے مقررہ امور کے سبب ہوا تھا۔

آخر میں مفتی صاحب سے اپنے بعض الفاظ کی تیزی پر معذرت خواہ ہوں۔ ع

و العذر عند کرام الناس مقبول

العبد الخاطی المذنب الحیران محمد لطافت الرحمٰن کان اللہ لہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ۔ استاذ العلوم الشرعیہ والادب العربی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور تاریخ ۱۹ ذالقعدہ ۱۴۰۰ھ : ۳۰/۹/۱۹۸۰ء

نوٹ :- ہر صاحب عقل اس چیز کو جانتا ہے کہ مفتی صاحب کا یہ لکھنا کہ منسلکہ فتویٰ غلط ہے یہ صرف لطافت الرحمٰن کی تغلیط نہیں بلکہ میری نقل کردہ چار کتابوں کے علاوہ پوری فقہ کو غلط بتانا ہے جس کی جرأت بلکہ جسارت تو کچھ عبدالستار صاحب کی طرح کا بہادر شخص ہی کر سکتا ہے۔ اعاذنا اللہ من مثل ھذہ الجسارۃ والخسارۃ۔ اللّٰھم آمین۔

لطافت الرحمٰن غفرلہٗ ۳۰/۹/۱۹۸۰ء

الجواب :- تمہید غیر متعلق ہے کیونکہ یہ روزے کے بارے میں ہے۔ نماز سے متعلق کوئی جزئیہ نقل کرنا چاہیئے تھا۔ صوم میں تو اکل ناسیًا[1] اور مخطئ کا فرق مسلّم ہے لیکن مفسدات نماز میں ایسا نہیں۔ مثلاً دیکھئے۔ اکل عمدًا ہو یا نسیانًا دونوں صورتوں میں مفسد صلوٰۃ ہے بلکہ اصل تو یہ تھا کہ زیر بحث مسئلہ سجدۂ سہو میں نسیان و سہو کا فرق با حوالہ لکھا جاتا۔ مگر مسائل سجدۂ سہو کے بارے میں صرف دعوئے فرق پر اکتفار کیا گیا ہے جو بلا دلیل مقبول نہیں۔

جب فرق مذکور ان مسائل میں ثابت نہیں بلکہ الٹا سہو و نسیان کا توحد دلائل سے ثابت ہے۔ تو

---

[1] واضح رہے کہ یہ فرق صوم میں بھی نسیان و خطاء کے درمیان ہے سہو و نسیان میں نہیں۔ منہ۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فاضل مفتی صاحب کا یہ لکھنا کہ

"عبدالستار صاحب نسیان وسہو کے درمیان فرق کو بھول گئے۔ (الیٰ ان قال) غرضیکہ میرا عدمِ اعادہ کا لکھنا تو بھول جانے کی صورت میں اور صاحب شامی کا یہ فرمانا کہ فیکون المرجح وجوب الاعادة فی الوقت وبعدہ سہو کی صورت میں ایک رائے ہے۔ اھ"

سب بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ نیز فاضل موصوف کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ اگر نسیان وسہو کے درمیان فرق نہ ہو تو فتویٰ خیر المدارس میں تحریر کردہ درمختار کی عبارت کے تحت موصوف بھی اعادے کے قائل ہو جائیں گے۔ کیونکہ عبارتِ دُرّ میں بصورتِ سہو سجدہ نہ ہو سکنے کی شکل میں وجوب اعادہ مصرّح ہے۔ وان لم یسجد ھا یکون فاسقا آثما اھ

فاضل موصوف کی کلام سے مزید معلوم ہوتا ہے کہ بھول جانا نسیان کا ہی ترجمہ ہو سکتا ہے سہو کا نہیں۔ کیونکہ وہ لکھتے ہیں کہ۔

"مجھ سے انہیں الفاظ میں پوچھا گیا تھا کہ امام صاحب سجدۂ سہو کرنا بھی بھول گئے تو کیا اب یہ تمام لوگ اس نماز کا اعادہ کریں "

ذیل میں ہم ان دونوں لفظوں (سہو ونسیان) کا تقریباً مترادف ہونا ثابت کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ سہو کا ترجمہ بھی بھول جانا ہو سکتا ہے۔

۱:۔ قاموس میں ہے " سہا فی الامر کدعا سہوا او سُہُوًّا نسیہ وغفل عنہ اھ

۲: مصباح اللغات میں ہے " سہا یسہو ...... فی الامر وعن الامر۔ غافل ہونا بھولنا۔ اھ (ص ۴۰۴)۔

۳:۔ ابن ماجہ شریف میں ہے " باب السہو فی الصلوٰۃ " اور اس کے اثبات کے لیے جو حدیث لاتے ہیں۔ اس میں ہے۔

قال انما انا بشر انسیٰ کما تنسون فاذا نسی احدکم فلیسجد سجدتین (ص۸۴)۔

نیز باب فیمن سلم من ثنتین او ثلاث ساھیا " میں ہے۔

عن ابن عمرؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سہا فسلم فی الرکعتین فقال لہ رجل .... یا رسول اللّٰہ اقصرت الصلوٰۃ او نسیت الحدیث (ص۸۵)۔

۴ :۔ سب سے فیصلہ کن تصریح علامہ حصکفیؒ کی ہے باب سجود السہو کے شروع میں لکھتے ہیں۔

وھو ای السھو (ناقل) والنسیان والشك واحد عند الفقھاء۔

۵ : و ذکر فی التحریر انه لا فرق فی اللغة بین النسیان و السھو وھو عدم الاستحضار فی وقت الحاجة۔ (ج ۲ ، ص ۹۸ ۔ بحر)۔

واضح رہے کہ مسائلِ سجدۂ سہو میں ان دونوں کے مابین فرق ثابت نہیں ۔جو اس وقت مقصود ہے اس کے علاوہ کسی نے فرق رکھا ہو تو وہ مانحن فیہ سے خارج ہے ۔بلکہ تفلسف فی اللغة ہے۔

۶ : ۷ :۔ حضرت تھانوی قدس سرہ نے بہشتی زیور میں سجود سہو کے جو مسائل ذکر کئے ہیں ، سب میں سہو کا ترجمہ بھول جانا کیا ہے ۔ نیز حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے بھی لکھا ہے۔

" سہو کہتے ہیں بھول جانے کو " اھ

تصریحاتِ بالا سے یہ واضح ہے کہ سہو و نسیان میں تو حّد ہے اور بھول جانا سہو کا ترجمہ ہو سکتا ہے (پس فاضل مفتی صاحب کا فرمان درست نہیں)۔

علاوہ ازیں فاضل موصوف درمختار کی اس عبارت " ولھا واجبات لا تفسد بترکھا و تعاد وجوبا فی العمد و السھو ان لم یسجد له الخ " کو بھی صحیح نہیں سمجھ سکے مسئلہ تو یہ ہے کہ ترکِ واجب اگر سہوًا ہو اور سجدۂ سہو نہیں کیا تو اعادہ واجب ہے اور موصوف یہ سمجھے ہیں کہ سجدہ سہو اگر سہوا نہیں کیا تو یہ حکم ہے اور اگر نسیاناً سجدہ سہو ترک ہو گیا تو یہ حکم نہیں ۔ حالانکہ عبارتِ دُرّ میں جو سہو مذکور ہے ۔ وہ موجبِ سجدۂ سہو مطلقاً ہے ۔خواہ عمدًا ہوا ہو یا نسیاناً وسہوًا ہو دونوں صورتوں میں نماز واجب الاعادہ ہو گی جب کہ وقت صالح للسجدۃ تھا ۔ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند نور اللہ مرقدہٗ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

سوال :۔ ترکِ سجدۂ سہو بھول میں اور عمدًا میں فرق ہے کہ نہیں ۔ اعادۂ نماز کرے یا نہ کرے ؟

الجواب : قضا اس نماز کی واجب ہے ۔ اور ترکِ سجدۂ سہو عمدًا و سہوًا برابر ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جدید ؛ ج ۴ ، ص ۳۸۴)

ایک ایسے ہی دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

" اور باوجود وجوبِ سجدۂ سہو کے اگر سجدۂ سہو نہ کیا ۔ نماز میں نقصان آیا ۔ اعادہ واجب ہے "

(ج ۴ ، ص ۴۰۸)

اب موصوف خود ہی غور فرمالیں کہ تفتازانی رح کا قول ومفاسد قلة التأمل کس پر صادق آتا ہے۔ بہرحال درمختار اور شامیہ کے جزئیات، نیز فتاویٰ بالاکی رو سے صورت مسئولہ میں نماز کا اعادہ واجب ہے۔ راجح یہی ہے۔ کما صرح به فی الشامیة اور ابن نجیم کا یہ قول فعلی القولین لا وجوب بعد الوقت قابل اعتماد نہیں۔

قال فی المنحة نقل خیر الرملی عن العلامة المقدسی انه یجب ان لا یعتمد علی هذا لما ذکره قریبا من قولهم کل صلوٰة ادیت مع الکراهة سبیلها الاعادة - اھ

بعد ازاں فاضل موصوف نے اصل مسئلہ کے لئے چار عبارات نقل فرمائی ہیں۔ پہلی، تیسری، چوتھی میں بعض صورتوں کے اندر سقوطِ سجدہ کا ذکر ہے۔ ہم بھی اس کے قائل ہیں کہ ان لوگوں سے سجدۂ سہو کا مطالبہ نہیں۔ سلام پھیرنے کے بعد جب کوئی منافی نماز مثلاً کلام یا خروج عن المسجد وغیرہ پایا گیا تو سجدۂ سہو کا وقت جاتا رہا سجدۂ سہو کے بقا و ثبوت میں بحث ہی نہیں۔ بات تو یہ ہے کہ ترکِ واجب کی وجہ سے جو نماز میں نقص آگیا تھا اس کی تلافی بذریعہ سجدۂ سہو ناممکن ہوگئی ہے۔ اور یہ امتناع بھی عذر سماوی طلوع شمس وغیرہ سے نہیں۔ بلکہ فعلِ اختیاری کلام وغیرہ سے ہے۔ تو ایسی صورت میں اعادہ واجب ہوگا یا نہیں؟ درمختار وغیرہ میں تصریح موجود ہے کہ۔ " اندریں صورت اعادہ واجب ہے۔ اعادہ نہ کیا تو گناہ گار و فاسق قرار پائے گا کما مر۔

پس یہ تینوں عبارتیں محل نزاع میں غیر مفید ہیں۔ صلاته تامّة الخ کا جواب پہلے فتویٰ میں ہم لکھ چکے ہیں۔ البتہ عبارت ۲ میں یہ ہے۔

یسقط عنه سجود السهو ولا تجب علیه اعادة الصلوٰة ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فاضل مفتی صاحب نے اس عبارت کے بعد والے استثناء کو حذف کر دیا ہے جس کی وجہ سے غلط فہمی ہو رہی ہے۔ پوری عبارت یہ ہے۔ ولا تجب علیه اعادة الصلوٰة الا اذا کان۔ ناقل) سقوط السجود بعمل مناف لها عمدا۔ (دیکھئے کتاب مذکور) ۔ یعنی جب سقوطِ سجدۂ سہو کسی عملِ منافی للصلوٰة کی وجہ سے ہوا تو عدمِ وجوب اعادہ کا حکم نہیں بلکہ اعادہ کا حکم ہوگا۔ (محصلہ)۔

یہی تفصیل علامہ شامی رح نے ایک مقام پر کی ہے۔ طلوع شمس نماز فجر میں ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اگر سجدۂ سہو ساقط ہوگیا ہو تو اعادہ واجب ہوگا یا نہیں؟ لکھتے ہیں۔

بقی اذا سقط السجود فهل یلزمه الاعادة لکون ما اداه اوّلا ناقصا

بلاجابر والذی ینبغی انه ان سقط بصنعه کحدث عمد مثلا یلزم والا فلا تأمل ۔ (ج ۱ : ص ۶۹۲)۔

حاصل یہ ہے کہ فاضل مفتی صاحب نے پہلے اور بعد والے فتوے میں جو عبارتیں نقل کی ہیں سب بے محل ہیں بحث سقوطِ سجدہ کی نہیں بلکہ وجوبِ اعادہ نماز کی ہے ۔ان عبارات میں اعادے کا نفیاً یا اثباتاً کوئی ذکر نہیں۔ صرف " کتاب الفقہ " کی عبارت میں نفی اعادہ ہے۔ جب کہ اسی کے استثناءً سے اعادہ مفہوم ہوتا ہے۔ اور یہ ہمارے فتوے کی تائید میں ہے ۔ پس ان عبارات سے فاضل مفتی صاحب کا دعوٰی ثابت نہ ہو سکا۔ یہ کسی کتاب یا پوری فقہ کی تغلیط نہیں ہے ۔ اور اس کے برعکس ہم نے درمختار ردالمحتار ۔ کتاب الفقہ ۔ فتاویٰ دارالعلوم وغیرہ کی تصریحات سے یہ ثابت کیا ہے کہ بصورتِ سہو اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو اعادۂ نماز واجب ہے۔ اور بقول علامہ حصکفی رح ۔ وان لم یعد مایکون اثما فاسقا ۔

جہاں تک مسئلے کی وضاحت اور جواب کا تعلق تھا وہ لکھ دیا گیا ہے ۔ باقی فاضل مفتی صاحب کے بقول ان کے تیز الفاظ سے صرفِ نظر کیا گیا ہے ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان ۱۱/۱/۱۴۰۱ھ

بدون سلام سجدۂ سہو کرنے کا حکم

زید پر نماز میں سجدۂ سہو واجب ہوا مگر بے خیالی میں بدون سلام پھیرے سجدۂ سہو کرلیا ۔ تو کیا سجدۂ سہو ادا ہو جائے گا یا نہیں ؟

الجواب سجدۂ سہو کا وقت تو سلام کے بعد ہی ہے لیکن کسی نے بدون سلام بھی کرلیا تو سجدۂ سہو ادا ہو جائے گا ۔

ومحله بعد السلام سواء كان من زيادة او نقصان

ولو سجد قبل السلام اجزأہ عندنا ھکذا روایۃ الاصول۔

(عالمگیری، ج ۱، ص ۱۲۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مُفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سجدۂ سہو میں سہو کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر سجدۂ سہو واجب تھا جب وہ آخری تشہد میں بیٹھا تو سجدۂ سہو بھول گیا، سلام پھیرنے والا تھا کہ یاد آیا کہ مجھ پر سجدۂ سہو ہے۔ آیا سجدۂ سہو میں بھول کی وجہ سے دوسرا سجدۂ سہو واجب ہوگا یا ایک ہی کافی ہے؟

الجواب اگر سجدۂ سہو میں بھول واقع ہو جائے تو اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا ہندیہ میں ہے۔ السھو فی سجود السھو لا یوجب السھو لانہ لا یتناھی کذا فی التھذیب۔ (ص ۱۲۷، ج ۱)۔ ایک نماز میں کئی مرتبہ بھولنے سے ایک ہی سجدۂ سہو کافی ہے۔ ولو سھا فی صلوتہ مرارا یکفیہ سجدتان کذا فی الخلاصۃ۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۲۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۰/۸/۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا

ما یتعلق بسجود التلاوۃ

ایک ہی جگہ بیٹھ کر پورا قرآن مجید پڑھا تو کتنے سجدے واجب ہونگے

اگر کوئی شخص ایک ہی جگہ پر نماز میں یا غیرِ نماز میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر قرآنِ پاک کی تلاوت کرے اور قرآنِ پاک کے اختتام پر وہ سجدہ تلاوت ایک کرے تو کیا ایک سجدہ کرنے سے باقی تیرہ سجدوں کی ادائیگی ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب سجدوں میں تداخل کے لئے آیت اور مجلس کا ایک ہونا شرط ہے۔ آیات یا مجالس کے متعدد ہونے کی صورت میں ان مجالس و آیات کے مطابق سجدوں کا وجوب ہوگا۔ ہندیہ میں ہے۔

وشرط التداخل اتحاد الأیة واتحاد المجلس حتی لو اختلف المجلس واتحدت الأیة او اتحد المجلس واختلفت الأیة لاتتداخل کذا فی المحیط، (ج ۱ ص ۶۹)۔

لہٰذا شخص مذکور پر چودہ سجدے پورے کرنا ضروری ہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۷/۹/۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

سجدۂ تلاوت وجوب سے پہلے ادا کرنیکا حکم

تراویح میں آیتِ سجدہ سے پہلے امام نے سجدہ کرلیا تو وہ سجدۂ تلاوت کے لئے کافی ہوگا یا نہیں ؟

الجواب آیتِ سجدہ تلاوت کرنے سے پہلے یا بیچ میں سجدہ کرلینے سے سجدۂ تلاوت کا وجوب ادا نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم

خیر محمد عفی عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ

سجدۂ تلاوت نماز کے سجدہ میں بلا نیت بھی ادا ہو جاتا ہے

ایک حافظ صاحب تراویح میں قرآن مجید پڑھتے ہوئے سجدہ والی آیت پر رکوع میں چلے جاتے ہیں کہ نیت کرلینے سے سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جاتا ہے۔ کیا یہ درست ہے۔ اگر نہیں تو کیا کرنا چاہیئے ؟

الجواب سجدہ کی آیت پڑھ کر اگر فوراً رکوع کرلیا جائے تو رکوع میں سجدہ کی نیت کرلینے سے سجدہ ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر مقتدیوں نے نیت نہ کی تو ان کا سجدہ ادا نہ ہوگا۔ لہذا امام صاحب کو چاہیئے کہ رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کرے تاکہ سجدۂ نماز میں جاکر سب کا سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے۔ کیوں کہ سجدۂ تلاوت جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ سجدہ کی آیت پڑھ کر فوراً یا چھوٹی دو تین آیتیں پڑھنے کے بعد رکوع کردے اور رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت بھی کرے تو ادا ہو جائے گا۔ اور اگر رکوع میں نیت نہ کرے تو نماز کے سجدہ میں بغیر نیت کے بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔ اور اگر رکوع میں نیت نہ کرے تو نمازیوں کو علیحدہ نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر امام نے رکوع میں نیت کرلی اور مقتدیوں نے نہ کی تو امام کا سجدۂ تلاوت، تو ادا ہو جائے گا اور مقتدیوں کا پھر آگے سجدہ میں جاکر بھی ادا نہیں ہوگا۔ اس لئے آسان صورت یہی ہے کہ امام رکوع میں نیت نہ کرے تو "سجدۂ صلوۃ" میں سب کا سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا۔

الجواب صحیح : محمد عبد اللہ غفر اللہ لہٗ	فقط واللہ اعلم بندہ اصغر علی غفرلہٗ

آیتِ سجدہ کا ترجمہ سننے سے بھی سجدہ واجب ہو جائے گا

سجدہ کی آیت کا ترجمہ پڑھنے سے یا سننے سے سجدہ واجب

ہوتا ہے یا نہیں ؟ محمد شفیع کالی موری حیدرآباد۔

الجواب سجدۂ تلاوت کی آیت کا ترجمہ کرنے اور سننے سے بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ قاضیخان میں ہے۔ ولو تلا بالفارسية تجب عليه وعلى من سمعها السجدة فهم السامع اولم يفهم اذا اخبر السامع ان قرأ آية السجدة اھ (ج ۱ ص ۸۵)

فقط واللہ اعلم

محمد عبد اللہ غفرلہٗ مفتی خیر المدارس ملتان

سجدۂ تلاوت کے احکام

وہ مکان جس میں امام کی اصل آواز سن کر یا اس کو دیکھ کر ایک طرف نماز پڑھنے والے کی اقتداء دوسری طرف نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہو سکتی ہے ایک مجلس کے حکم میں ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اتنا بڑا کمرہ (ہال) جو مذکورہ بالا معیار سے بڑا ہو۔ اس میں مجلس بدلنے کا کیا طریقہ ہو گا۔ ایک یا تین قدم چلنے سے مجلس بدل جائے گی۔ ایک کونے میں پڑھ کر دوسرے کونے میں جا کر (وہی آیت دہرانے سے) مجلس بدلے گی اور دوسرا سجدہ واجب ہو گا ؟

۲ : کیا کمرہ کی کوئی بڑی وسعت ایسی بھی ہے جس پر اس کمرہ کو میدان کا حکم دیا جائے یہاں تین قدم چلنے سے مجلس بدل جائے ؟

۳ : کتنا بڑا مکان ہو جس کے ایک کمرے سے چل کر دوسرے کمرے میں آجائے۔ یا برآمدہ یا صحن میں آجائے تو مجلس بدل جائے گی ؟

الجواب وفى الشامية ثم الاصل على ما فى الخانية والخلاصة ان كل موضع يصح الاقتداء فيه بمن يصلى فى طرف فيه يجعل كمكان واحد۔ (ج ۱ ص ۵۷۴)۔

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ جس مکان میں ایک طرف پڑھنے والے کی اقتداء دوسری طرف پڑھنے والے کے پیچھے درست ہو وہ مکانِ واحد کے حکم میں ہے۔ اس کے اندر چلنے پھرنے سے تبدلِ مجلس نہیں ہو گا۔ شامی میں ہے۔ ولا يتكرر الوجوب فيه ۔ لہٰذا بڑا کمرہ یعنی ہال بحوالہ بالا مسجد کے حکم میں ہے اس میں ایک طرف پڑھنے والے کی اقتداء دوسری طرف پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ پس اس میں تبدلِ مجلس کا طریقہ یہ ہو گا۔ کہ جب ایک کام کر رہا ہو تو دوسرا کام شروع کرنے سے مجلس بدل جائے گی۔ تین یا زیادہ

قدم چلنے سے ایسے شخص کی مجلس نہیں بدلے گی۔

والحاصل ان ماله حکم المکان الواحد المسجد والبیت لا یضر الانتقال فیه باکثر من ثلاث خطوات مالا یقترن بعمل اجنبی۔(شامی ج ا ص۵۴۵)

(۱) نہیں۔ (۲) نہیں۔ (۳) بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ چالیس ذراع کا مکان کبیر ہے۔ اور اس سے کم صغیر ہے۔ وبعضهم قال ان کانت اربعین ذراعاً فهی کبیرة والا فصغیرة هذا هو المختار۔ (شامی: ج ۱: ص۵۴۴)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: عبدالستار عفا اللہ عنہ | بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

آیتِ سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوجائے گا علم ہو یا نہ ہو!

زید نے سجدۂ تلاوت کی آیت بلند آواز سے پڑھی تو کیا سامعین پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگیا؟ جبکہ ان کو معلوم بھی نہیں اور نہ ہی ان کو بتلایا گیا۔ زید مطلع نہ کرنے پر گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

المستفتی۔ حاجی عبدالسلام ماوسے والے: حیدرآباد۔

الجواب سامعین پر سجدۂ تلاوت تو واجب ہوگیا لیکن اگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ زید نے آیتِ سجدہ تلاوت کی ہے اور زید نے بھی ان کو اطلاع نہیں دی تو وہ سجدہ نہ کرنے میں عنداللہ معذور ہیں۔ واذا قرأ اٰیة السجدة بالفارسیة فعلیه و علی من سمعها السجدة فهم السامع اولا اذا اخبر السامع انه قرأ اٰیة السجدة وعندهما ان کان السامع یعلم انه یقرأ القرآن یلزمه والا فلا کذا فی الخلاصة وقیل تجب بالاجماع هو الصحیح کذا فی محیط السرخسی ولو قرأ بالعربیة یلزمه مطلقا لکن یعذر بالتأخیر مالم یعلم اھ (عالمگیریه: ج ۱: ص۱۳۸)۔

تلاوت کنندہ پر لازم ہے کہ ان لوگوں کو اطلاع کردے کہ میں نے آیتِ سجدہ تلاوت کی ہے سجدہ کرلیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ ۱۳۸۵/۶/۳۱ھ

الجواب صحیح

خیر محمد عفا اللہ عنہ

سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا کرنے کے لئے نیّت ضروری ہے!

فرض یا تراویح میں آیاتِ سجدہ پر رکوع کرنے سے کیا سجدہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب آیتِ سجدہ مکمل کر کے رکوع کریں اور رکوع کرتے وقت سجدۂ تلاوت ادا کرنے کی بھی نیت کرلی تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا۔ وفی الھندیۃ ولو لم یسجد ورکع ونوی السجدۃ یجزیہ قیاسا وبہ نأخذ (ج ۱ : ۶۹)۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

ٹیپ ریکارڈ سے آیتِ سجدہ سننے کا حکم

ٹیپ ریکارڈ، لاؤڈ سپیکر یا ٹی وی پر سجدۂ تلاوت پڑھنے سے سننے والے پر سجدہ واجب ہو ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب ٹیپ ریکارڈ سے آیتِ سجدہ سننے پر سجدہ واجب نہیں۔ ٹی وی سے ٹیپ شدہ پروگرام نشر ہو رہا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر براہِ راست پروگرام نشر ہو رہا ہو تو سجدہ کیا جاوے اور سپیکر سے آیتِ سجدہ سننے پر بھی سجدہ واجب ہے۔ احتیاط اسی میں ہے کہ ٹیپ اور ٹی وی سے آیتِ سجدہ سننے پر بھی سجدۂ تلاوت کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔ محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔ مفتی خیر المدارس ملتان: ۱۵/۳/۱۴۰۷ھ

دورانِ نماز غیر نمازی سے آیتِ سجدہ سنے تو سجدہ کب کرے

ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دوسرا آدمی اس کے قریب آیتِ سجدہ پڑھتا ہے آیا وہ اس حالت میں سجدہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب نماز کے بعد سجدہ کرے نماز کے اندر نہیں۔ ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد فیھا لانھا غیر صلاتیۃ بل یسجد بعدھا۔ اھ (درمختار علی الشامیۃ: ج ۱ ص ۵۴۲)۔

فقط واللہ اعلم، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۳/۶/۱۴۰۱ھ

اساتذۂ حفظ کیلئے سجدۂ تلاوت کا ایک حکم

درجۂ حفظ کے اساتذہ کو دن میں بہت سی آیاتِ سجدہ سننے کا اتفاق ہوتا ہے۔ تو کیا ہر آیت پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا؟ نیز گزشتہ سجدوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب مختلف بچوں سے ایک ہی آیت ایک ہی مجلس میں سنے تو سننے والے پر ایک سجدہ واجب ہوگا۔ اور اگر ایک ہی مجلس میں مختلف آیات سنیں تو جتنی آیات ہوں اتنے سجدے واجب ہوں گے۔ اور اگر مجلس بدل جائے تو جتنی مجلسیں ہوں اتنے سجدے واجب ہوں گے۔

وشرط التداخل اتحاد الأية واتحاد المجلس حتى لو اختلف المجلس واتحدت الأية او اتحد المجلس واختلفت الأية لا تتداخل كذا في المحيط۔ اھ (عالمگیری، ج۱، ص۱۳۹)۔

گزشتہ سجدوں کو بھی ادا کیا جائے۔ صحیح تعداد یاد نہ ہو تو ظنِ غالب کا اعتبار کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳/۵/۰۰ھ

سجدۂ تلاوت کیلئے قبلہ رُو ہونا ضروری ہے

الاستفتاء: سجدۂ تلاوت کیلئے قبلہ رُخ ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر غیرِ قبلہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کیا تو سجدہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب سجدۂ تلاوت کے لئے قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔ (وشرط لصحتها) ان تكون (شرائط الصلوة) موجودة في الساجد الطهارة من الحدث والخبث وستر العورة واستقبال القبلة الخ (مراقی الفلاح ص ۲۷)۔

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۸/۱۱/۰۷ھ

سجدۂ تلاوت رکوع یا سجدہ میں ادا کرنے کا معمول نہ بنایا جائے

سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا ہوتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب رکوع میں سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ فوراً یا آیت سجدہ کے ایک دو آیت بعد رکوع میں چلا جائے اور سجدۂ تلاوت کی نیت بھی کرے۔ ایسے ہی سجدۂ نماز میں بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے بشرطیکہ سجدہ فوراً ہو۔ لیکن تراویح میں حافظ صاحب کو چاہیئے کہ وہ سجدۂ تلاوت مستقل ادا کریں۔ کیونکہ صرف امام کی نیت کافی نہیں۔ اگر وہ رکوع میں نیت کرے گا تو صرف اسی کا ادا ہوگا مقتدیوں کا رہ جائے گا۔ واجب ان کے ذمہ بھی ہے۔ لہذا مستقل ادا کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

تراویح میں آیت سجدہ تلاوت کر کے سجدہ نہ کیا تو

اگر تراویح میں امام نے آیت سجدہ تلاوت کر کے سجدہ نہ کیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب اگر امام صاحب نے آیت سجدہ تلاوت کرتے ہی رکوع کر لیا اور رکوع میں نیت نہیں کی تو نماز کے سجدہ کے ضمن میں سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو گیا۔ لہذا کسی پر گناہ نہیں۔ اور اگر یہ صورت نہیں پائی گئی تو سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوا۔ اب قضا بھی نہیں ہو سکتی توبہ لازم ہے۔

ولم تقض الصلاتية خارجها (كنز) - اى خارج الصلوة لان السجدة المتلوة فى الصلوة افضل من غيرها لان قراءة القرآن فى الصلوة افضل منها فى غيرها فلم يجز اداءها خارج الصلوة لان الكامل لا يتأدى بالناقص ...... الى قوله ثم مقتضى قواعدهم انه اذا لم يسجد فى الصلوة حتى فرغ فانه يأثم لانه لم يؤد الواجب ولم يمكن قضاءها لما ذكرنا وهذا من الواجبات الذى اذا فات وقته تقرر الاثم على المكلف والمخرج له عنه التوبة كسائر الذنوب اھ (بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۲)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۹ / ۷ / ۱۳۹۸ھ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مکروہ وقت میں آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ کب کرے؟

سجدۂ تلاوت زوال، طلوع اور غروب کے وقت بھی ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ویصح اداء ما وجب فیہا مع الکراہۃ کجنازۃ حضرت وسجدۃ آیۃ تلیت فیہا۔ (نور الایضاح)۔

عبارتِ ہذا سے معلوم ہوا کہ اگر ان اوقات میں آیتِ سجدہ پڑھی ہے اور اسی وقت سجدہ بھی کر لیا تو سجدہ ہو گیا۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ دوسرے وقت میں کرے۔ اور اگر کسی دوسرے وقت میں آیتِ سجدہ پڑھی تو طلوع، غروب اور زوال کے وقت میں سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہیں ہو گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۵ / ۱۰ / ۱۳۹۵ھ

سجدۂ تلاوت کی ادائیگی میں تاخیر کرنا

سجدۂ تلاوت واجب ہونے کے فوری بعد ادا کرنا ضروری ہے یا کچھ تاخیر بھی کر سکتے ہیں تاخیر کرنے سے قضاء تو نہ ہو گا؟
محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب اگر آیتِ سجدہ نماز میں تلاوت کی ہے تو فوری ادا کرنا ضروری ہے۔ تاخیر سے گناہ ہو گا۔ وصفتہا الوجوب علی الفور فی الصلوٰۃ وعلی التراخی ان کانت غیر صلاتیۃ۔ اھ (مراقی)۔

(قولہ علی الفور) ای فور التلاوۃ وظاہرہ انہ لو اخرہا الی رکعۃ ثانیۃ اثم قال فی الشرح واذا اخرہا حتی طالت التلاوۃ تصیر

قضاء ویأثم ثم قال وکذا کرہ تحریما تأخیر الصلاتیة عن وقت القراءة .اھ (طحطاوی ص۲۶۰)۔

اور اگر خارج نماز آیتِ سجدہ تلاوت کی ہے تو اگر وقت مکروہ نہ ہو تو تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے

وغیرھا تجب موسعا ولکن کرہ تأخیرہ السجود عن وقت التلاوة فی الاصح اذا لم یکن مکروھا لانہ بطول الزمان قد ینساھا فیکرہ تأخیرھا تنزیھا .اھ (مراقی الفلاح)۔

(قولہ اذا لم یکن مکروھا) ای اذا لم یکن وقت التلاوة وقتا مکروھا بان کان احد الاوقات الثلاثة فلا یکرہ تأخیرھا عنہ لیؤدیھا فی کامل .اھ (طحطاوی ص ۲۶۱)۔

لیکن صورتِ ثانیہ میں جب بھی ادا کریں گے ادا ہوگا قضا نہیں ہوگا۔

ولا تجب علی الفور حتی لو سجد لھا بعد سنة او اکثر تقع اداء لا قضاءً لعدم التقید بالوقت اھ (کبیری ص ۴۶۵)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سجدۂ تلاوت کے لئے بھی وضوء ضروری ہے

زید کا استنجاء ہے وضوء نہیں اور تلاوت قرآن کی کر رہا ہے اگر آیت سجدہ آجائے تو کیا سجدہ اسی وقت ادا کرے یا کہ وضوء کرنا ضروری ہے ؟

الجواب وضوء ضروری ہے بدوں اس کے سجدۂ تلاوت ادا نہ ہوگا۔ وشرائط ھذہ السجدة شرائط الصلوٰة الا التحریمة .اھ (عالمگیری سجود التلاوة ج۱ ص۱۳۵)۔

فقط واللہ اعلم ؛ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ، مفتی جامعہ ہذا ۲۹ر۳ر۱۴۰۲ھ

الجواب صحیح :- بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا۔

محفل قرأت میں آیتِ سجدہ پڑھنا

اگر کہیں محفلِ قرائت منعقد ہو تو اس میں ایسی سورۃ بھی پڑھ سکتے ہیں جس میں سجدہ ہو۔ یا نہ پڑھنا بہتر ہے؟

الجواب
اگر تو محفل خواص کی ہو اور معلوم ہو کہ یہ حضرات باوضوء ہیں اور اہتمام سے سجدۂ تلاوت ادا کرلیں گے پھر تو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایسی سورت نہ پڑھی جائے۔

ولو قرأ آیة السجدة و عنده ناس فان کانوا متوضئین متأھبین للسجدة قرأھا جھرًا و ان کانوا غیر متأھبین ینبغی ان یخفض قراءتھا لانه لوجھر بھا لصار موجبا علیھم شیئا ربما یتکاسلون عن ادائه فیقعون فی المعصیة۔اھ (بحرالرائق : ج ۲ : ص ۱۳۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱۱/۴/۱۴۰۲ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سجدۂ تلاوت کا طریقہ

سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا بہتر طریقہ کیا ہے۔ بینوا توجروا؟
سائل: رشید احمد دوکاندار لاہور

الجواب
اگر خارج صلوۃ سجدۂ تلاوت ادا کرنا ہو تو اس کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائیں اور پھر سجدہ میں تسبیحات اور دعائیں جو چاہیں پڑھیں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائیں۔ دائیں بائیں سلام پھیرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر بیٹھے بیٹھے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلے جائیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔

ومما یستحب لادائھا أن یقوم فیسجد لان الخرور سقوط من القیام والقرآن ورد به وھو مروی عن عائشة رضی اللہ عنھا وان لم یفعل لم یضرہ۔اھ (بحرالرائق : ج ۲ ، ص ۱۲۷) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ؛ الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

سجدۂ تلاوت فوراً ممکن نہ ہو تو یہ کلمات پڑھ لیں

اگر کسی وجہ سے سجدۂ تلاوت فوراً ادا کرنا متعذر ہو تو کیا کیا جائے۔ بینوا توجروا؟

الجواب یہ کلمات پڑھ لیں "سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير" پھر جب اتفاق ہو سجدہ کرلیں۔

وفی التتارخانیۃ عن الحجۃ ويستحب للتالی او السامع اذا لم يمكنه السجود ان يقول سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير انتهى يعنى ثم يقضيها ۔ اھ (مراقی علی الطحطاوی ص ۲۷۱)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱ ۲۷ / ۲ / ۱۴۱۰ھ

سوئے ہوئے سے آیت سجدہ سنی تو سجدہ کرنا لازم ہے

ہمارے مدرسہ رائے ونڈ میں ایک طالب ہے جو نیند میں مسلسل کئی پارے متواتر پڑھ جاتا ہے تو ایسی حالت میں اگر وہ سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھے تو سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب اس حالت میں اگر وہ آیت سجدہ تلاوت کرے تو سامعین پر سجدہ واجب ہے تلا اية سجدة وهو نائم فسمعه رجل تلزمه السجدة اھ (بحر الرائق: ج ۲ : ص ۱۶۱)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سجدہ سے بچنے کے لئے آیت سجدہ کو چھوڑنا

میرا معمول ہے کہ دوران سیر تلاوت کرتا رہتا ہوں۔ چونکہ زبانی پڑھنا ہوتا ہے تو بسا اوقات

وضو نہیں ہوتا۔ تو ایسی صورت میں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آیتِ سجدہ کو چھوڑ دیا کروں تاکہ سجدہ واجب نہ ہو۔؟ بینوا توجروا۔

الجواب ایسا کرنا مکروہ ہے۔ سجدہ فوراً تو واجب ہی نہیں۔ بعد میں جب باوضو ہوں تو ادا کر لیا کریں۔

ویکرہ ان یقرأ سورۃ فی صلوۃ اوغیرھا ویترک آیۃ السجدۃ لانہ یشبہ الفرار عن السجدۃ والاستنکاف عنہا وذالیس من اخلاق المؤمنین۔اھ (کبیری:ص ۴۷۰)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۴/۳/۱۴۰۸ھ

آیتِ سجدہ کی کتابت سے سجدہ کا حکم

بندہ کا ذریعۂ معاش کتابت ہے۔ تو اگر قرآنِ حکیم کی کتابت کے دوران آیتِ سجدہ آجائے تو اس کی کتابت سے سجدہ واجب ہوگا یا نہیں ؟

العبد سیف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب کتابت کے دوران زبان سے نہ پڑھیں تو محض کتابت سے سجدہ واجب نہیں ہوگا۔

وکذا لا تجب بالکتابۃ او النظر من غیر تلفظ لانہ لم یقرأ ولم یسمع اھ (کبیری ۱ ص ۴۶۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۰۹ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۲/۱۲/۱۴۰۹ھ

۲۲/۱۲

مایتعلق

بصلوٰۃ المسافر

مسافتِ قصر کتنی ہے

کتب فقہ میں باب المسافر میں دیکھنے سے واضح و لائح ہوتا ہے کہ صحیح مذہب میں تعداد امیال مسافت میں کوئی جزئی نہیں۔ چنانچہ درمختار باب المسافر میں ہے۔ ولا اعتبار بالفراسخ علی المذھب۔ تو اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ جن جن چھوٹی موٹی کتب میں تعداد امیال لکھی ہیں۔ ہر صاحب نے تخمیناً لکھی ہے۔ اور صحیح تو شتربانوں سے دریافت کرکے عمل کرنا چاہیئے کہ (مسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیھا) من اقصر ایام السنۃ ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال الخ او بالسیر الوسط مع الاستراحۃ المعتادۃ (ص ۵۲۹ ج ۱) سے خوب بین ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے دنوں میں صبح صادق ہونے کے وقت اونٹ چلے سیر متوسط اور استراحت معتادہ (یعنی راستہ میں پیشاب وغیر کرتا چلے) اور دوپہر تک جس قدر سفر کرسکے۔ اسی طرح تین روز کی مسافت ہو۔ تو جس قدر ان تین دنوں میں مسافت ہوگی وہ سفر شرعی ہے۔ مختلف شتربانوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بعض اندازہ فی یوم چھ کوس، بعض سات کوس، آخری آٹھ کوس بتاتے ہیں۔ احتیاطاً ہر روز نو کوس کا حساب کرکے مسمی زید لوگوں کو حکم سفر شرعی بتاتا ہے۔ اس حساب سے کل ستائیس کوس بنتے ہیں۔ انگریزی میل کے حساب سے فی کوس ڈیڑھ میل یا اس سے زائد ہے۔ زید خود بھی اس پر عمل کرتا ہے اور مستفتی شخص کو بھی کم از کم ستائیس کوس کا حکم دیتا ہے۔

الجواب یہ صحیح ہے کہ ظاہر الروایۃ میں فراسخ یا میلوں کے ساتھ تقدیر نہیں کی گئی ہے بلکہ تین دن کا سفر معتاد مذکور ہے اس لئے یا تو آپ تقدیر نہ کریں اور اگر آپ میلوں یا فراسخ کے ساتھ تقدیر کرتے ہیں تو پھر آپ اور ہماری تقدیر اور تحقیق کے بجائے متاخرین کی تحقیق اور تقدیر زیادہ صحیح ہے۔ جوکہ ۲۱، ۱۸، ۱۵ فرسخ کے تین قول شامی میں مذکور ہیں۔ بعد میں ترجیح اٹھارہ ۱۸ کو دی ہے اس لئے آپ کا فتویٰ صحیح نہیں ہے آئندہ احتیاط فرمائیں بہشتی زیور میں جو اڑتالیس میل کو مسافت قصر قرار دیا ہے یہ صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ خادم الافتاء

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان
۲۳/۳/۳۳ھ

مسافتِ قصر کے بارے میں تحقیقِ انیق

گرامی قدر حضرت مفتی صاحب دامت برکاتکم العالیہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کتب احناف میں مسافتِ قصر کے بارے میں تین قول منقول ہیں۔ پندرہ فرسخ، اٹھارہ فرسخ، اکیس فرسخ۔ ان میں سے مفتیٰ بہ قول کون سا ہے؟ نیز حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے رسالہ "ارجح الاقاویل" میں ہے کہ "الغرض مذہب مختار کے مطابق مسافتِ قصر تین منزل یا اڑتالیس میل انگریزی ہیں" (جواہر الفقہ: ج ۱، ص ۴۳۸)۔

کیا اڑتالیس میل انگریزی کو مسافتِ قصر قرار دینا صحیح ہے؟ اڑتالیس میل انگریزی ان تینوں اقوال میں سے کس کے مطابق ہے؟۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ۔

الجواب مسافتِ قصر ظاہر مذہب کے مطابق مقدر بالایام ہے کہ تین دن کی مسافت پر قصر وغیرہ احکام سفر ثابت ہوجائیں گے۔ ہدایہ میں ہے۔ السفر الذی یتغیر بہ الاحکام ان یقصد مسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیہا اھ

اور امام ابوحنیفہ رحؒ کی ایک روایت تقدیر بالمراحل کی بھی ہے۔ وعن ابی حنیفۃ رحؒ التقدیر بالمراحل وھو قریب من الاول (ھدایہ: ج ۱، ص ۱۲۴)۔

تقدیر ایام ومراحل کے باوجود عامہ مشائخ حنفیہ نے تقدیر فراسخ کو اختیار کیا ہے اور اس زمانہ کے لحاظ سے سہولت بظاہر اسی میں ہے۔ اس لئے علماء ہند و پاکستان اکابر و اصاغر سب میلوں سے ہی اس کی تعیین فرماتے ہیں۔ مشائخ حنفیہ کا پھر فراسخ کی تعداد میں اختلاف ہے۔ قول اوّل اکیس فرسخ۔ قول ثانی اٹھارہ فرسخ۔ اور قول ثالث پندرہ فرسخ کا ہے۔ اور ان میں سے ائمہ خوارزم کا فتوےٰ قول ثالث پر ہے۔ اور صاحب کفایہ وغیرہ نے محیط سے قول ثانی پر فتوےٰ نقل کیا ہے۔ اور اوّل کا مفتیٰ بہ ہونا نظر سے نہیں گزرا۔

ثم اختلفوا فقیل احد وعشرون (فرسخًا) وقیل ثمانیة عشر وقیل خمسة عشر والفتوی علی الثانی لانه الاوسط وفی المجتبیٰ فتوی ائمة خوارزم علی الثالث اھ (شامیة ج ۱، ص ۷۳۵)۔

اس سے دونوں مفتی بہ قول منقح ہوئے۔ پندرہ فرسخ اور اٹھارہ فرسخ۔ اور فرسخ بالاتفاق تین میل شرعی کا ہوتا ہے۔ قال فی الشامیة والمراد (من المیل) ھنا ثلث الفرسخ (ج ۱ ص ۲۱۸) پس مسافت قصر سینتالیس میل شرعی یا چون میل شرعی ہوئی۔ یہ مسافت انگریزی میلوں کے حساب سے علی الترتیب اکیاون میل ایک فرلانگ بیس گز۔ یا اکسٹھ میل تقریبًا تین فرلانگ بنتی ہے۔ اس حساب میں انگریزی میل ۷۶۰ ا گز۔ اور ہر گز انگریزی ۳۶، انچ کا لیا گیا ہے۔ جب کہ شرعی میل چار ہزار ذراع کا۔ اور ہر ذراع چوبیس انگل مساوی اٹھارہ انچ کا ہوتا ہے۔

ففی الهندیة اقرب الاقوال ان المیل وهو ثلث الفرسخ اربعة آلاف ذراع طول کل ذراع اربع وعشرون اصبعا اھ (باب التیمم۔ عالمگیری ج ۱ ص ۱۱) وفی منحة الخالق قال صاحبنا ابو العباس احمد شهاب الدین ابن الهائم والیه یرجع فی هذا الباب البرید أربعة فراسخ والفرسخ ثلاثة أمیال والمیل الف باع والباع أربعة اذرع والذراع أربعة وعشرون اصبعا والاصبع ست شعیرات مرصوصة بالعرض والشعیر ست شعرات بشعر البرذون انتهی کلامه وهو موافق لما فی الزیلعی (الی ان قال) اقول فتحصل من هذا کله أن ما نقله الزیلعی هو المعول اھ ملخصا۔ (حاشیه بحر ج ۱، ص ۱۴۷)۔

وفی ارجح الاقاویل: الغرض ثابت ہوا کہ قول راجح اور مختار ومعتمد یہی ہے کہ میل چار ہزار گز

کا ہے جس میں گز متاخرین کا اعتبار کرکے چوبیس انگشت کا قرار دیا گیا ہے جو انگریزی گز سے نصف یعنی اٹھارہ انچ ہے" انتہیٰ۔(ج ۲۔ص ۴۲۳)۔

حساب بالا کے مطابق میل شرعی مروجہ میل سے دو سو چالیس انگریزی گز بڑا ہوا۔ کیونکہ ذراع شرعی معروف گز کا نصف ہے۔ تو میل شرعی دو ہزار انگریزی گز کا ہوا۔ پس میل شرعی کا میل انگریزی سے دو صد چالیس گز بڑا ہونا ثابت ہو گیا۔ جس کی بنا پر مسافت قصر اکیاون میل تقریباً ایک فرلانگ، یا اکسٹھ میل تقریباً تین فرلانگ (انگریزی) بنتی ہے۔ پس مسافت قصر اڑتالیس میل انگریزی قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

"ارجح الاقاویل" میں غالباً میل شرعی کو صرف دو سو چالیس گز شرعی بڑا خیال کر لیا گیا ہے جس کی بنا پر پنتالیس میل شرعی کو اڑتالیس میل انگریزی کے مساوی قرار دے دیا گیا۔ حالانکہ میل شرعی ۲۴۰ انگریزی گز بڑا ہوتا ہے۔ پس ۴۵ میل شرعی ۲۰۰ گز، ایک فرلانگ اکیاون میل انگریزی ہوگا۔ نہ کہ اڑتالیس میل انگریزی کے مساوی۔

اب قابل تحقیق یہ امر ہے کہ ان میں سے کس قول پر فتویٰ دیا جائے۔ اکیاون میل پہ یا اکسٹھ میل والے پر۔ بندہ کی رائے یہ ہے کہ ان دونوں کی بجائے ایک تیسرے قول پر عمل ہونا چاہئے۔ یعنی اڑتالیس میل شرعی مساوی تقریباً چوّن (۵۴) میل انگریزی کو مسافت قصر قرار دیا جائے۔ وجوہ ترجیح یہ ہیں۔

۱:- یہ قول ظاہر حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق ہے باقی اقوال تخریجات مشائخ ہیں حدیث نبوی ؐ قول صحابی رضؓ یا قول امام اعظم رحؒ نہیں ہے۔ اور ثلث ایام ولیالیہا کے الفاظ فی الجملہ سب اقوال پر منطبق ہو سکتے ہیں۔ محولہ بالا حدیث عبداللہ بن عباس رضؓ یہ ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اھل مکۃ لا تقصروا الصلوٰۃ فی ادنی من اربعۃ برد من مکۃ الی عسفان۔(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۳۱)۔

گو اس حدیث میں ایک راوی ضعیف ہے۔ اور احناف نے خلاف مذہب سمجھتے ہوئے اس حدیث کے جوابات بھی دیئے ہیں۔ مگر یہ مخالفت اسی وقت تک ہے۔ جب تک ہم ظاہر مذہب احناف پر عمل کرنا چاہیں۔ لیکن جب ظاہر مذہب کے بجائے مشائخ احناف کے اقوال کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور ان میں سے کوئی قول لیا جائے گا تو یہ مخالفت مضر نہیں۔ کیونکہ ایسی مخالفت تو اقوال مشائخ کے ساتھ بھی موجود ہے۔

۲ :- موافقت ائمہ :- قال ابن رشد فی البدایة والعلماء اختلفوا فی ذلک اختلافا کثیرا فذهب مالک رح والشافعی رح واحمد رح وجماعة کثیرة الی ان الصلوة تقصر فی اربعة برد (کذا فی الاوجز) وفی العمدة وعن مالک رح لا یقصر فی اقل من ثمانیة واربعین میلا بالهاشمی و ذلک ستة عشر فرسخا وهو قول احمد رح - (کذا فی الاوجز، ج ۲، ص ۷۰)-

کفایہ میں ہے -

والشافعی رح بیوم ولیلة وفی قول یومان ولیلتان وفی قول اثنا عشر بریدا کل برید اربعة امیال وکل ثلاثة امیال فرسخ فیکون ثمانیة واربعین میلا ویکون بالفراسخ ستة عشر میلا -

(فتح القدیر: ج ۲، ص ۴)-

۳ : موافقت علماء ثقات ہندوستان کے بعض قدیم اکابر علماء کا فتویٰ بھی اڑتالیس میل شرعی یا اڑتالیس مکس ہے - خصوصاً حضرت گنگوہی قدس سرہٗ جیساکہ ذیل کے فتوے سے ظاہر ہے۔

سوال :- کتنی مسافت سفر میں نماز قصر کرنا چاہیئے - حسب احادیث صحیحہ -

الجواب :- چار برید جس کی سولہ سولہ میل کی تین منزلیں ہوتی ہیں - حدیث مؤطا مالک سے ثابت ہوتی ہے مگر مقدار میل کی مختلف ہے - لہذا تین منزلیں جامع سب اقوال کو ہو جاتی ہیں - فقط واللہ اعلم -

رشید احمد عفا اللہ عنہ (جواہر الفقہ، ج ۱، ص ۳۴۲)-

مخفی نہیں کہ چار برید اڑتالیس ۴۸ میل شرعی ہیں نہ کہ انگریزی - جیساکہ منحة الخالق کی عبارت گزشتہ سے ظاہر ہے مگر " مقدار میل مختلف ہے " کے الفاظ سے بھی یہی ظاہر ہے - کیونکہ میل شرعی کی مقدار میں اختلاف ہے - میل انگریزی تو متعین ہے - ۱۷۶۰ گز مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہ کے بعض فتاویٰ سے ۴۵ میل شرعی - بعض سے ۴۵ میل شرعی - اور بعض سے ۴۸ میل شرعی مسافت قصر معلوم ہوتی ہے - چنانچہ دیکھئے (ج ۴، ص ۴۴۵ - ج ۴، ص ۴۶۵ - فتاوی دارالعلوم جدید)-

" مالا بد منہ " میں ہے -

مسئلہ شخصے کہ از خانہ خود برآید بہ نیت سفر سہ مرحلہ ہر مرحلہ شانزدہ کروہ ..... آں شخص

فرض چہار گانہ را دوگانہ گزارد اھ (ص ۶۴)۔

ظاہر ہے کہ یہ اڑتالیس میل انگریزی نہیں ہیں بلکہ اڑتالیس کروہ ہیں۔ اور کروہ کوس کو کہتے ہیں جو انگریزی میل سے کافی بڑا ہوتا ہے۔

فتاوی دار العلوم جدید میں ہے۔

" درحاشیہ مالا بدمنہ لیکن آنست کہ در مذہب حنفیہ اعتبار امیال و فراسخ نیست و در عالمگیری از ہدایہ مے آرد و لامعتبر بالفراسخ اما چہل و ہشت چنانکہ مصنف اختیار کردہ مذہب شافعی را است۔ جب کہ حنفیہ کے نزدیک میل و فرسخ کا اعتبار نہیں تو جہاز کے سفر میں کس طور نماز قصر پڑھیں گے؟

الجواب :۔ اصل مذہب بے شک یہ ہے کہ منازل کا اعتبار ہے یعنی تین دن کی مسافت معتبر ہے۔ لیکن اڑتالیس میل بھی تین منزل ہوتے ہیں۔ اس لئے معمول بہ یہی ہے اور مالا بدمنہ میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔ اھ (ج ۴ ، ص ۴۶۶)

سوال و جواب سے ظاہر ہے کہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہ بھی اڑتالیس میل انگریزی نہیں لے رہے ہیں بلکہ اڑتالیس میل شرعی کو معمول بہ قرار دے رہے ہیں۔ کیونکہ جیسے مالا بدمنہ میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ اسی کو معمول بہ قرار دے رہے ہیں۔ اور وہ اڑتالیس کروہ ہے جو اڑتالیس میل شرعی کے قریب بنتا ہے۔

الحاصل اڑتالیس میل انگریزی کو مسافتِ قصر قرار دینا سمجھ میں نہیں آیا یہ مسافت ۵۴ ، ۴۸ یا ۴۵ میل شرعی ہونی چاہئے درمیانی قول کو راجح اور معمول بہ بنایا جائے بوجوہ بالا تو اولی ہوگا۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۱۴/۳/۱۴۰۰ھ

عورت شادی کے بعد میکے میں قصر کرے یا اتمام

شادی کے بعد عورت جب اپنے والدین سے ملنے کے لئے آئے اور وہاں پندرہ دن

سے کم رہنے کا ارادہ ہو تو وہاں قصر کرے یا پوری نماز پڑھے ؟

الجواب رخصتی کے بعد اقامت وسفر میں عورت خاوند کے تابع ہے۔ والدین کا گھر اس کا وطن نہیں رہا۔ لہٰذا اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنا ہو تو قصر کرے۔

ثم المعتبر فی السفر والاقامة نية الاصل دون التبع كالخليفة والامير مع الجند و الزوج مع زوجته ۔اھ (کبیری ص ۴۹۸) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

مسافر آخری قعدہ میں شرکت کرے تو بھی اتمام کرے

اگر مسبوق مسافر، مقیم امام کے پیچھے صرف تشہد میں شرکت کرے اور کوئی رکعت اس کو نہ ملے تو کیا وہ ظہر، عصر اور عشاء میں پوری رکعتیں پڑھے ؟

الجواب وان اقتدى مسافر بمقيم يصلى رباعية ولو فى التشهد الاخير ۔اھ (نور الایضاح مع مراقی الفلاح ص۲۳۲)

جزئیہ بالا سے معلوم ہوا کہ مسبوق مسافر اگرچہ قعدۂ اخیرہ میں شریکِ جماعت ہو تب بھی اتمام واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۳ شوال ۱۳۸۱ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سفر کے ارادے سے اسٹیشن پر پہنچ جائیں تو اسٹیشن پر اتمام کریں یا قصر

سفر کے ارادہ سے جب آدمی اپنے شہر کے اسٹیشن پر پہنچ جائے اور نماز کا وقت ہو جائے تو نماز قصر کرے گا یا پوری ؟

الجواب اگر اسٹیشن شہر کی آبادی ہی کا حصہ ہو تو وہاں نماز پوری پڑھیں۔

من فارق بیوت موضع هو فیه من مصر او قریة ناویًا الذهاب الی موضع بینه وبین ذلك الموضع المسافة المذکورة صار مسافرًا فلا یصیر مسافرا قبل ان یفارق عمران ماخرج منه من الجانب الذی خرج منه حتی لوکان ثمه محلة منفصلة عن المصر وقد کانت متصلة به لا یصیر مسافرا مالم یجاوزها ولوجاوز العمران من جهة خروجه یصیر مسافرا اذ المعتبر جانب خروجه وان کانت هناك قریة متصلة بربض المصر فلابد من مجاوزتها علی الصحیح وان کانت متصلة بفنائه دون ربضه لا تعتبر مجاوزتها علی الصحیح (کبیری، ص ۵۹۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴/۱۲/۱۴۱۰ھ

سفر میں سنن مؤکدہ ادا کرنے نہ کرنے کے بارے میں تفصیل

زید کہتا ہے کہ حالت سفر میں سنن و نوافل معاف ہیں کیا اس میں کوئی اختلاف ہے یا نہیں۔ اگر اختلاف ہے تو دلائل براہنیہ سے واضح کیجئے۔ زید کہتا ہے ابوداؤد میں روایت آتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں سنتیں نہیں پڑھتے تھے۔ کیا کوئی روایت ابوداؤد میں ہے۔ اگر ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب وفی البحر وقید بالفرض لانه لا قصر فی الوتر و السنن واختلفوا فی ترك السنن فی السفر فقیل الافضل هو الترك ترخیصا وقیل الفعل تقربا وقال الهندوانی الفعل حال النزول والترك حال السیر وقیل یصلی سنة الفجر خاصة

وقیل سنۃ المغرب ایضا فی التجنیس و المختار انہ ان کان حال امن وقرار یأتی بہا لانہا شرعت مکملات والمسافر الیہ محتاج وان کان حال خوف لا یأتی بہا لانہ ترک بعذر بحر وعلی ھامشہ (قولہ وقال الھندوانی الخ) قال الرملی قال فی شرح المنیۃ المصلی والاعدل ما قالہ الھندوانی اھ (حاشیہ بحر ج ۲ ص ۱۲۱)

عبارتِ بالاسے معلوم ہوا کہ سفر کی حالت میں سنن مؤکدہ کے بارے میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں لیکن افضلیت اس میں ہے کہ سفر کے دوران چلتے ہوئے ترک سنن افضل ہے اور ٹھہرے ہوئے ہونے کی حالت میں ادائے سنن افضل ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ	الجواب صحیح
۱۳ / ۱۱ / ۸۲ ۱۳ ھ	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

جو نماز سفر میں ادا نہیں کرسکے حالتِ اقامت میں اسکی قضا کیسے کریں

اگر کسی آدمی کی حالتِ سفر میں نماز قضا ہو جائے تو کیا وہ اپنے مقام پر پہنچ کر نماز قصر ادا کرے یا پوری ادا کرے ؟

الجواب اگر سفر ہی میں اس نماز کا وقت ختم ہو گیا اور ادا نہیں کی تو گھر پہنچ کر قصر قضا کرے

والقضاء یحکی ای یشابہ الاداء سفرًا وحضرًا لانہ بعد ماتقرر لا یتغیر اھ (درمختار) (قولہ سفرًا وحضرًا) ای فلو فاتتہ صلوۃ السفر وقضاھا فی الحضر یقضیہا مقصورۃ کما لو اداھا وکذا فائتۃ الحضر تقضی فی السفر تامۃ اھ (شامی ج ۱ ص ۵۸۸)۔

۲ ۔ والمعتبر فی تغییر الفرض اٰخر الوقت وھو قدر ما یسع التحریمۃ فان کان المکلف فی اٰخرہ مسافرًا وجب رکعتان والا فاربع لانہ المعتبر فی السببیۃ عند عدم الاداء قبلہ اھ۔ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۵۸۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان - ۲ ر ۱۰ ر ۱۴۰۹ھ

مسافر امام کا مقیم مدرک مقتدی بقیہ رکعتوں میں قرأت نہ کرے

جب امام مسافر ہو تو وہ دو رکعت پر سلام پھیر دے گا۔ جب مقیم مقتدی کھڑے ہو کر باقی دو رکعت پڑھیں گے تو وہ اس میں قرأت کریں یا نہ کریں؟

حافظ حبیب اللہ

جامع مسجد۔ اڈہ چیچہ وطنی۔ ضلع ساہیوال

الجواب مقیم مقتدی بقیہ رکعتوں میں قرأت نہ کریں بلکہ فاتحہ کی مقدار خاموش کھڑے رہ کر رکوع میں چلے جائیں۔ فاذا صلی المسافر رکعتین یسلم ویقوم المقیم فیتم صلوته بغیر قرأة فی الاصح وقیل یتم بقراءة لانه منفرد ولذا یجب علیه سجود السهو لوسها وجه الاصح انه بالنظر الی کونه مقتدیا تحریمة حیث ادرك اول صلوة الامام تکره له القراءة تحریما و بالنظر الی کونه غیر مقتد فعلا وقد سقط عنه فرض القرأة تستحب له القرأة واذا دار فعل بین کونه مستحبا وحراما رجحت الحرمة۔اھ (غنیة المستملی: ص ۵۰۰)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان - ۱۳ ر ۹ ر ۱۴۰۴ھ

فوجی کا قیام ایک جگہ پر نہ ہو تو اتمام کرے یا قصر؟

فوجی اپنے گھر سے نکلا اور فوج میں جہاں قیام ہوا وہاں فوجی کو علم نہیں ہوتا کہ میں یہاں کتنے دن

قیام کروں گا افسر کی نیت پر اطلاع بعض دفعہ مشکل ہوتی ہے۔ بعض دفعہ اچانک دس دن کے اندر دوسری جگہ منتقل ہونے کا حکم ہو جاتا ہے اور ہمیشہ ایک جگہ قیام نہیں ہوتا۔ تو ایسی صورت میں نماز قصر ہو گی یا پوری ؟

الجواب صورتِ مسئولہ میں سپاہی اور فوجی قصر کریں گے تا وقتیکہ افسر کی نیتِ اقامت کا علم نہ ہو جائے۔

ولا بد من علم التابع بنية المتبوع فلو نوى المتبوع الاقامة ولم يعلم التابع فهو مسافر حتى يعلم على الاصح وفي الفيض وبه يفتى كما في المحيط وغيره ۔ (درمختار ، ج ۱ ، ص ۷۴۵ ۔ شامی) ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ ہذا

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲۵ / ۱۰ / ۱۳۹۱ھ

مسافر کو خلیفہ بنانے کا حکم

اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے تو مسافر مقتدی کو خلیفہ بنا سکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی : مولانا ، غلام مرتضےٰ ، جامعہ اشرفیہ ، شاہ کوٹ شیخوپورہ

الجواب امام مسافر مقتدی کو بھی خلیفہ بنا سکتا ہے۔

وكل من يصلح اماما للامام الذي سبقه الحدث في الابتداء يصلح خليفة له ومن لا يصلح اماما له في الابتداء لا يصلح خليفة له كذا في المحيط ۔ (عالمگیری : ج ۱ ، ص ۵۰) ۔

اور رباعی میں اقتدا کی وجہ سے مسافر مقتدی کے فرض بھی چار ہی ہوں گے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ ہذا ۔ ۱۷ / ۲ / ۱۳۹۶ھ

سفر میں تکلیف نہ ہو تو بھی قصر کرے

اگر دوران سفر کسی قسم کی تکلیف نہ ہو تو بھی محض سفر کو سبب بنا کر قصر کرے یا نہ کرے۔ آج کل سفر میں بہت سہولتیں ہیں؟

الجواب سفر میں بہر حال قصر کرے پوری نماز پڑھنے سے گناہگار ہوگا۔
فیکرہ الاتمام عندنا حتی روی عن ابی حنیفۃ رح انہ قال من اتم الصلوۃ فقد اساء وخالف السنۃ ۔ اھ۔ (شامی ج۱- ص۷۳۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	۲۹ / ۱۲ / ۱۳۹۹ھ

مسافتِ قصر اڑتالیس میل شرعی ہے نہ کہ انگریزی

مسافر کی نماز قصر کے سلسلہ میں نماز حنفی میں "اڑتالیس کوہ" کا لفظ ہے بعض لوگ موجودہ میل کے بارے میں بھی اڑتالیس میل کا فتویٰ دیتے ہیں حالانکہ کوہ میل سے بڑا ہوتا ہے۔ لہذا اس کی وضاحت فرمائیں کہ کوہ سے مراد کون سا میل ہے۔ اور میل کے اعتبار سے کتنے میل مسافت ضروری ہے اور کلومیٹر کے اعتبار سے کتنی مسافت بنتی ہے؟

الجواب مسافتِ قصر میں ۴۸ میل سے مراد میل شرعی ہے جس کے انگریزی میل تقریباً ۵۴۔ اور کلومیٹر کے حساب سے ستاسی کلومیٹر بنتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان - ۹ / ۲ / ۱۴۰۶ھ

سفرِ شرعی تک جانے کا ظن غالب ہو تو قصر واجب ہے

لوگ وعظ کرتے کرتے دور دراز تک چلے جاتے ہیں مثلاً تبلیغی جماعت والے تو قصر کریں یا نہ؟

الجواب جس شہر کا قصد ہے اگر وہ مسافت شرعی پر واقع ہے تو مقیم امام کا مقتدی نہ ہونے کی صورت میں قصر کرے گا۔ ورنہ اتمام کرے گا۔ اگر شہر کی تعیین نہیں تو غلبۂ ظن پر مدار ہے۔ اگر اس کا غلبۂ ظن مسافت شرعیہ کو سفر کے پہنچنے کا ہے۔ تو قصر کرے۔ یقین ضروری نہیں۔

کما فی الھندیۃ ویکفی فی ذلک القصد غلبۃ الظن یعنی اذا غلب علی ظنہ انہ یسافر قصر ولا یشترط فیہ الیقین اھ (ج۱،ص۷۲)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۔ ۱۰ / ۸ / ۱۴۰۰ھ

ملازمت والا وطن اقامت وطن اصلی کے حکم میں ہے

زید پشاور کا رہنے والا ہے اور لاہور بسلسلہ ملازمت رہائش اختیار کی ہوئی ہے۔ اب وہ کسی کام کے لیے ملتان جاتا ہے اور ارادہ یہ ہے کہ واپسی پر چھ دن لاہور رہ کر بڑے دن کی چھٹیوں پر جو کہ یقینی ہیں پشاور چلا جاؤں گا تو اب وہ ان چھ دن میں لاہور قصر کرے یا پوری نماز پڑھے؟

الجواب صورت مسئولہ میں لاہور اور پشاور دونوں اس کے وطن اصلی ہیں پشاور بوجہ جائے پیدائش ہونے کے اور لاہور اس لئے کہ وہاں ملازمت کی وجہ سے قرار کیا ہوا ہے گو بال بچے یہاں نہیں ہیں۔ اور بیوی بچے بھی لاہور ہوں تو بطریق اولیٰ وطن اصلی ہوگا۔ وطن اصلی کی تعریف یہ ہے۔

ھو موطن ولادتہ او تأھلہ او توطنہ اھ (درمختار)۔ قال فی الشرح او توطنہ ای عزم علی القرار فیہ وعدم الارتحال وان لم یتأھل۔ اھ (شامی ،ج۱،ص۷۴۲)۔

لہٰذا لاہور سے باہر قصر کرے گا اور لاہور میں خواہ چھ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو نماز پوری پڑھی جائے گی۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ رئیس الافتاء جامعہ ہذا۔ ۷ / ۴ / ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

فوجی جنگل میں ٹھہرے ہوئے ہوں تو نیت اقامت کے باوجود قصر کریں

اسلامی لشکر جنگی مشقوں کے لیے جاتا ہے۔ اتنا سفر اپنی چھاؤنی سے طے کر جاتا ہے جس میں قصر کی اجازت ہوتی ہے جہاں پڑاؤ ڈالتا ہے۔ کبھی کرنل صاحب مدت قیام متعین کر دیتے ہیں کبھی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ فوجی حکموں کے اعتبار سے مستقل اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں ہوتے بلکہ ہر کمانڈر بالا کمانڈر کے اختیار میں ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں کس کمانڈر کی نیت قیام پر عمل کرے۔ قصر کرے یا پوری پڑھے۔ اگر پوری پڑھے تو قابل اجر ہے یا گناہ ہوگا ؟

غلام زین العابدین
اوکاڑہ کینٹ ، ساہیوال

الجواب موجودہ کرنل کی نیت کا اعتبار ہوگا اگر وہ بتلا دے کہ پندرہ دن قیام کرنا ہے تو پوری نماز پڑھی جائے جب کہ پڑاؤ کسی شہر، قصبہ یا بستی کے متصل ہو۔ اور اگر پڑاؤ جنگل میں ہے تو پندرہ روز قیام کی نیت ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں قصر واجب ہے۔

قال شمس الائمۃ الحلوانی ؒ عسکر المسلمین اذا قصدوا موضعًا ومعھم اخبیتھم وخیامھم وفساطیطھم فنزلوا مفازۃ فی الطریق ونصبوا الاخبیۃ والفساطیط وعزموا فیھا علی اقامۃ خمسۃ عشر یومًا لم یصیروا مقیمین لانھا حمولۃ ولیست بمساکن کذا فی المحیط۔ (ھندیہ ج۱ ص ۱۴۲)۔
اتمام کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۲۸/۱۱/۱۳۹۹ھ

جنگی قیدی دار الحرب میں قصر کریں یا اتمام

ہم پاکستانی جنگی قیدی اس وقت انڈیا میں مقیم ہیں کیا ہم قصر کریں یا پوری نماز ادا کریں ؟

المستفتی حافظ عطاء اللہ خان و مولوی محمد صادق

جنگی قیدی پاکستانی ۔ انڈیا

الجواب آپ سب پوری نماز ادا کریں قصر نہ پڑھیں ۔ کیونکہ آپ لوگ اس وقت بھارتی افسروں کی تبعیت میں مقیم ہیں مسافر نہیں ہیں نیز اگر آپ کے کیمپ کسی شہر یا قصبہ کے فناء میں واقع ہیں تو جمعہ و عیدین بھی ادا کریں ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۔ ۲۱ / ۱۱ / ۹۲ ۱۳ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

کم از کم مسافت جس پر احکام سفر شروع ہو جاتے ہیں

کتنی مسافت طے کرنے سے آدمی مسافر ہوتا ہے کہ اس پر مسافر والے احکام مثلاً قصر صلوٰۃ وغیرہ لاگو ہو جائیں ۔ حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی مرحوم کی کتاب " علم الفقہ " میں مسیرۃ ثلاثۃ ایام کی مسافت چھتیس ۳۶ میل تحریر کی ہے کہ یومیہ بارہ میل بنتی ہے اور یومیہ مسافت صبح سے دوپہر تک تحریر کی ہے ۔ نہ کہ صبح سے شام تک چلنا ۔ کیا یہ درست ہے یا نہیں ؟ اگر کوئی اس پر عمل کرے تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب مسافت قصر کے بارے میں مشائخ حنفیہ کے تین قول ہیں ۔ کم از کم پندرہ فرسخ لکھا ہے جس کے پنتالیس ۴۵ میل شرعی اور ۵۱ میل انگریزی ایک فرلانگ اور بیس گز ہوتے ہیں ۔ پس ۳۶ میل پر قصر کرنا درست نہیں ۔ نہ معلوم " علم الفقہ " میں یہ مقدار کیسے لکھی گئی ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۔ ۷ / ۱۰ / ۹۶ ۱۳ھ

مسافر چار رکعت کی نیت کر کے نماز شروع کر دے تو کیا کرے

میں مسافر تھا جب میں مصلی پر امامت کے لئے کھڑا ہوا تو چار رکعت نماز ظہر کی نیت باندھ لی۔ دفعتاً خیال آیا کہ میں مسافر ہوں مجھے تو دو رکعت نماز پڑھنی ہے۔ اس شش و پنج میں تھوڑی دیر کھڑا رہا اور پھر میں نے نماز توڑ دی۔ میں نے یہ سمجھا کہ نیت فرض ہے۔ اگر نیت درست نہیں تو نماز نہیں ہوگی۔

۱ : کیا نماز کی نیت کے فوراً بعد میرا یہ عمل درست تھا ؟

۲ : شش و پنج میں مبتلا رہنے کے بعد میرا یہ عمل درست تھا ؟

۳ : کیا اس کا کوئی متبادل نماز کی حالت میں ممکن ہے ؟

۴ : نماز میں سے ایسے وقت میں نکلنے کا کوئی خاص طریقہ اپنانا چاہیئے تھا۔ مثلاً دونوں طرف کھڑے ہو کر سلام پھیرنا وغیرہ ہے یا نہیں ؟

۵ : دوستوں نے کہا کہ مجھے اس وقت قیام کی نیت کر لینی چاہیئے تھی یا مکمل پڑھ لینی چاہیئے تھی۔

الجواب تعداد رکعات کا تذکرہ نیت کے وقت شرعاً ضروری نہیں بلکہ خلاف واقعہ ذکر ہو جانے سے بھی نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہندیہ میں ہے۔

ولا يشترط نية عدد الركعات هكذا فى شرح الوقاية حتى لو نواها خمس ركعات وقعد على رأس الرابعة اجزاه وتلغو نية الخمس (ج ۱ ص ۶۶)۔

اس لئے آپ کو نماز توڑنی نہیں چاہیئے تھی مسافر والی نماز پڑھا کر سلام پھیر دیتے اور یہ اعلان کر دیتے کہ میں مسافر ہوں تم اپنی نماز پوری کرو۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی ۲۳ / ۹ / ۱۴۰۸ھ

اسلامی فوج نے دارالحرب کے کسی علاقہ پر قبضہ کیا ہوا ہو تو وہاں قصر کریں یا اتمام؟

ہم راجستان میں دارالحرب کی مقبوضہ زمین میں رہتے ہیں چونکہ رمضان شریف کا مہینہ آرہا ہے ہمارے لئے روزوں کا کیا حکم ہے۔ کیونکہ سحری کھانا مشکل ہے رات کو آگ جلانا یا حرکت کرنا دشوار ہے اب تک ہم یہاں قصر پڑھتے ہیں لیکن اب بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اب ہم کو زیادہ عرصہ ہوگیا ہے اس لئے ہم کو پوری نماز پڑھنی چاہیئے۔ اور نمازِ جمعہ و عید کا کیا حکم ہے۔

الجواب: وفی البحر عن التجنیس اذا غلبوا علی مدینۃ الحرب ان اتخذوھا دارا أتموا و الا بل ارادوا الاقامۃ بھا شہرًا او اکثر قصروا بقائہا دار حرب وھم محاربون فیہا بخلاف الاول۔اھ۔ (شامیۃ : ج۱ص۷۳۸)۔

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ حکومت پاکستان جب تک مقبوضہ علاقوں کو اپنا علاقہ تصور نہ کرے اس وقت تک یہ علاقے دارِ حرب رہیں گے جیسا کہ حکومت کے اعلانات سے ظاہر ہے۔ لہٰذا آپ حضرات ان علاقوں میں اب تک مسافروں کے حکم میں ہیں۔

روزہ کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر رکھ سکتے ہوں تو بہتر ہے۔ ورنہ چھوڑنے کی اجازت ہے اور قضاء لازم ہے۔ تراویح اگر پڑھ سکتے ہوں تو بہتر ہے چھوڑنے کی بھی اجازت ہے۔ فرائض میں قصر لازم ہے جمعہ اور عید کی نماز آپ لوگوں کے ذمہ فرض نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا۔	۸ / ۸ / ۱۳۸۵ھ

وطنِ اقامت مشابہ بہ وطنِ اصلی میں ایک دفعہ

بہ نیت اقامت پندرہ دن ٹھہرنا ضروری ہے

زید اپنے وطن اصلی سے تقریباً ساٹھ میل دور کسی جگہ بسلسلہ ملازمت قیام پذیر ہے اور وہ ہر ہفتہ گھر چلا جاتا ہے ایک یوم کے لئے تو گویا کہ وطنِ اقامت میں چھ دن رہتا ہے ۔ کیا ایسی صورت میں وطنِ اقامت میں قصر کرے گا ؟ پہلے ہمارا اسی پر عمل تھا۔ لیکن اب کچھ عرصہ سے سنا ہے کہ مفتیانِ خیرالمدارس نے اپنا فتوے تبدیل کر دیا ہے ۔ کہ وطنِ اقامت اس وقت تک باطل نہ ہوگا جب تک کہ وہاں سے ترکِ سکونت نہ کرے کیا یہ صحیح ہے ؟

مستفتی سلمان احمد۔ ٹوبہ

الجواب وطن اقامت بننے کے لئے اس جگہ میں ایک دفعہ پندرہ دن اقامت کی نیت سے قیام کرنا ضروری ہے ۔ لعد ازاں وطنِ اقامت میں اتمام کیا جائے ۔ خواہ مدتِ اقامت سے کم قیام کیا جائے ۔ اور اگر کسی دفعہ بھی پندرہ دن کی نیت سے قیام نہیں کیا تو اس وطنِ اقامت میں قصر کی جائے ۔ یہ درست ہے کہ جب تک ترکِ سکونت نہ کی جائے ، ایسا وطنِ اقامت سفر سے یا وطنِ اصلی کی طرف جانے سے باطل نہیں ہوتا ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ
۸ رجب المرجب / ۱۴۰۹ھ	رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

مسافر امام نے اتمام کیا تو مقتدیوں پر بہر حال اعادہ واجب ہے

زید سفر پر گیا وہاں امامت کرائی اور نماز پوری پڑھائی ۔ لعد میں خیال آیا ۔ بعض علماء سے پوچھا گیا تو انہوں نے گنجائش نکالی کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قصر نہیں ہے ۔ لہٰذا انتشار کے خطرہ

کی وجہ سے نماز درست ہوگئی۔ نیز فتاویٰ دارالعلوم دیوبند وغیرہ میں ہے۔

وذلك بما ورد فی رد المحتار ان الاعتبار لاعتقاد المفسد ولا اعتبار لاعتقاد الامام الخ۔ وضاحت فرمادیں۔

المستفتی حافظ یعقوب احسن
بگویہ جامع مسجد معیرہ ضلع سرگودھا

الجواب صورت مسئولہ میں مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہوئی۔ انہیں اطلاع دینا ضروری ہے تاکہ وہ فرض سے سبکدوش ہوسکیں۔ اقتدار کوئی عذر نہیں جو مانع ہو۔ سوال میں مذکور عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی کے لیے جب امام کی آخری دو رکعت نفل ہیں تو اس کی نماز اقتدار کی وجہ سے فاسد ہوجائے گی۔ امام خواہ نہیں نفل کی حیثیت سے پڑھ رہا ہو یا شافعی ہونے کی بنا پر فرض کی حیثیت سے پڑھ رہا ہو مگر چونکہ مقتدی حنفی ہے اور اس کے لحاظ سے آخری دو رکعتیں نفل ہیں۔ لہٰذا اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ وہاں جانا بھی ضروری نہیں اطلاع ضروری ہے۔ جہاں تک ممکن ہو کوشش کرکے اطلاع دی جائے

فلو اتم المقیمون صلوتہم معہ فسدت اھ۔ (شامی، ج ۱، ص ۷۲۱)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔	مفتی خیر المدارس ملتان ۱۶؍۱؍۱۳۹۹ھ

مسافر اتمام کرے تو اس کی نماز کا حکم

ایک آدمی سفر میں جاتا ہے بمقدار سفر اتنی ہے کہ اس میں قصر نماز پڑھی جاتی ہے لیکن بوجہ غلبۂ نسیان کے وہ بھول گیا اور بالکل یاد نہیں رہا اور بجائے قصر کے پوری نماز پڑھتا رہا۔ اسی حالت میں امامت بھی کی اور اکیلے نماز بھی ادا کی گھر آنے پر یاد آیا۔ اب اس شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب ۱۔ فان صلی اربعا وقعد فی الثانیۃ قدر التشہد اجزأتہ والاخریان نافلۃ ویصیر مسیئا لتاخیر السلام اھ۔

(عالمگیری: ج ۱، ص ۱۳۹)۔

۲ ؛ لو اقتدی مقیمون بمسافر واتم بهم بلا نیة اقامة وتابعوه فسدت صلوتهم الخ (شامی ج ۱ ص ۵۴۴)۔

عبارت اوّل سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں مسافر کی نماز صحیح ہے خواہ امام ہو یا منفرد۔ بشرطیکہ قعدہ اولیٰ کیا ہو۔ اور کراہت بھی نہیں۔ کیونکہ نسیاناً ہوا ہے۔ (کذا فی الدر ، ج ۱ ، ص ۷۳۶)۔

عبارتِ ثانی کی بناء پر ان مقتدیوں کی نماز البتہ فاسد ہے۔ جو مسافر امام کے پیچھے پوری نماز پڑھتے رہے ہیں۔ اس لئے امام مذکور پر لازم ہے کہ وہ حتی الامکان ان مقتدیوں کو اطلاع کرے کہ وہ اپنی نمازوں کا اعادہ کرلیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
معین مفتی خیر المدارس ملتان
۲۳/۳/۱۳۷۹ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفر لہ مفتی مدرسہ ہذا

صرف زمین یا مکان کا باقی رہنا وطن اصلی کے ختم ہونے کے لئے مانع نہیں ہے

میری زرعی اور سکنائی جائیداد ضلع لائلپور میں ہے۔ لیکن تقریباً عرصہ تیس سال سے وہاں کی سکونت بالکل ترک کردی ہے اور ضلع بہاول پور میں زرعی اور سکنائی جائیداد بنا رکھی ہے اور رہائش بھی اسی جگہ اختیار کرلی ہے۔ اور ضلع لائلپور میں جہاں جائیداد ہے وہاں دوبارہ سکونت پذیر ہونے کا کوئی خیال نہیں ہے لیکن اقرباء کی ملاقات کے لئے یا اپنی جائیداد کی آمدنی وصول کرنے کے لئے سال بھر میں ایک دو دفعہ جانا ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر میں وہاں جاؤں اور تین روز اقامت کا ارادہ بھی ہو تو نماز قصرادا کروں یا نہ۔ اگر ایک شخص کی جائیداد دو، تین یا اس سے زائد جگہ میں ہے اور سکونت اس کی ایک جگہ ہے مستقل۔ تو جب وہ اپنی جائیداد کی دیکھ بھال کرنے جائے اور تین روز رہائش کا ارادہ ہو تو کیا وہ قصر کر سکتا ہے یا صرف جائیداد کا ملکیت میں ہونا وطن اصلی کے لئے کافی ہے؟

الجواب (الوطن الاصلی یبطل بمثلہ) اذا لم یبق لہ بالاول اھل ای وان بقی لہ فیہ عقار۔ قال فی النہر ولو نقل اھلہ ومتاعہ ولہ دور فی البلد لا تبقی وطنا لہ وقیل تبقی کذا فی المحیط وغیرہ (درمختار مع الشامی ، ج ۱ ، ص ۵۸۶)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ وطن اصلی کے بطلان کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ وہاں سے بالکلیہ ترک سکونت کر کے مستقل طور پر رہائش دوسری جگہ پر کرلی جائے۔ پہلے وطن میں اپنے مکان یا جائیداد کا باقی رہنا وطن اصلی کے بطلان کے لئے مانع نہیں۔ پس صورت مسئولہ میں جب لائلپور جائیں اور وہاں پندرہ روز قیام کا ارادہ نہ ہو تو قصر کرنا پڑے گی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
معین مفتی خیر المدارس ملتان
بندہ محمد عبداللہ عفر لہٗ مفتی مدرسہ ہذا
۹/۴/۱۴۰۱ھ

ملازمت کی جگہ کبھی ہفتے سے زائد نہ ٹھہرے ہوں تو قصر کریں یا اتمام

ا : ہم اپنے گاؤں سے ایک سو میل دور پشاور میں ملازم ہیں۔ ہم ہر ہفتے باقاعدگی سے اپنے گاؤں جاتے ہیں اور ہر ہفتے کے دن واپس پشاور آجاتے ہیں۔ یہ معمول گذشتہ پانچ سال سے جاری ہے اور آئندہ انشاء اللہ جاری رہے گا۔ تو نماز قصر ہے یا پوری ؟

۲ : اگر قصر ہے تو گذشتہ پانچ سال جو ہم نے پوری نماز پڑھی ہے کافی ہے یا قصر کی قضا کریں۔

الجواب ا : اگر جائے ملازمت میں کسی ایک مرتبہ پندرہ روز بہ نیت اقامت مقیم نہیں رہے تو آپ اس جگہ مسافر ہی متصور ہوں گے۔ نماز قصر کریں۔ بصورت دیگر آپ مقیم ہوں گے۔ آئندہ کے لئے خواہ تھوڑے دن ہی قیام رہے تب بھی پوری نماز پڑھی جائے۔ بہتر یہ ہے کہ نماز جماعت سے ادا کریں۔ درمختار میں ہے۔

فیقصر ان نوی الاقامة فی اقل منه ای فی نصف شهر الخ (شامی ج ۱ ص ۵۵۲)۔

۲ : اگر مسافر قصداً پوری نماز پڑھ لے تو اس کی نماز مع الکراہت درست ہے۔ بشرطیکہ درمیانی قعدہ کرلیا ہو۔ فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدة الاولیٰ تم فرضه و لکنه اساء لو عامداً۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار: ج ۱، ص ۵۵۳)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔
۴/۵/۱۴۰۸ھ

زرعی زمین کی دیکھ بھال کے لئے جائیں تو وہاں قصر کریں یا اتمام

زید کا آبائی وطن ملتان ہے یعنی اس کا مولد، اس کا خاندان ، اس کا مکان ، بیوی بچے اور آبائی قبرستان یہیں ہے لیکن اس شہر میں اس کا ذریعہ معاش کوئی نہیں ۔ اس کا ذریعہ معاش زمین کا ایک قطعہ ہے جو کہ مضافات شہر بہاول نگر میں ملتان سے تقریباً ڈیڑھ صد میل پر واقع ہے ۔ زید کا یہاں زمیندارہ ہے۔ وہیں اس کا اپنا ملکیہ مکان بھی ہے ۔ بلکہ پوری ایک بستی ہے جو زید کے نام سے موسوم ہے ۔اس کے دیگر خاندان کی زمینیں اور مکانات بھی عرصہ قدیم سے وہاں ہیں ۔ زید کا وہاں جانا تقریباً مہینہ میں دو مرتبہ ہو جاتا ہے ۔ لیکن قیام شاذ ہی چودہ دن تک ممتد ہوتا ہے ۔ سال میں ایک دو مرتبہ زید اپنے بیوی بچے بھی وہاں لے جاتا ہے ۔ زید کے آرام کا سامان بستر، ملازمین وغیرہ بھی مکان میں ہر وقت موجود رہتا ہے ۔ نیز زید کے والد کی بھی جائیداد ملحقہ موضع میں تقریبا دو میل کے فاصلہ پر ہے اور وہاں والد صاحب کی دوسری اہلیہ اور بچے بھی ہیں اور وہاں زید کے والد کا قیام بھی مستقل ہے ۔ اندریں صورت مسئلہ درپیش یہ ہے کہ کیا جب زید اپنی بستی میں جائے اور اس کی نیت وہاں پندرہ دن سے کم قیام کی ہو تو کیا وہ شرعاً اپنے آپ کو مسافر سمجھ کر قصر کرے یا مقیم دو وطن سمجھ کر نماز پوری پڑھے ۔ نیز یہ بھی بیان فرمائیں کہ اگر زید اپنے والد کے گھر میں جائے تو کیا وہ قصر کرے یا پوری نماز پڑھے ؟

الجواب اگر زید قبل ازیں مسئولہ وطن میں پندرہ دن کے قیام کی نیت کے ساتھ ٹھہر چکا ہے تو یہ وطن اقامت مشابہ بوطن اصلی ہے لہٰذا یہاں اتمام کیا جائے ۔ البتہ اگر سیدھا والد کے گھر جائے تو وہاں قصر کرے ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء
۷/۲/۱۴۰۰ھ

ایک ہی شہر میں رہ کر مختلف مساجد میں تبلیغی کام کرنا ہو تو بصورت نیت اقامت اتمام کریں

ہماری تبلیغی جماعت کی تشکیل ہوتی ہے ۔

(۱) بسا اوقات ایک بڑے شہر میں ہم جاتے ہیں وہاں چھوٹی چھوٹی مسجدیں ہوتی ہیں اور پندرہ دن سے زیادہ اس شہر کے اندر رہنے کے ارادہ سے جاتے ہیں تو اس شہر میں ایک مسجد سے دوسری مسجد میں جب جائیں گے تو قصر کریں یا نہیں ؟

قریب قریب کے مختلف دیہاتوں میں پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنا ہو تو "قصر" کریں

(۲) بسا اوقات ایک ایسے علاقے کی طرف تشکیل ہوتی ہے کہ اس میں چھوٹے چھوٹے دیہات ہوتے ہیں۔ اس پورے علاقے میں تو پندرہ دن سے زیادہ قیام کرتے ہیں لیکن کسی ایک دیہات میں پندرہ دن سے کم ٹھہرتے ہیں اور یہ دیہات کبھی تو ایک دوسرے سے آدھے میل کے فاصلے پر ہوتے ہیں اور کبھی ایک میل اور کبھی اس سے بھی زیادہ۔ تو اس علاقے میں ہم قصر کریں گے یا پوری نماز پڑھیں گے۔ بینوا توجروا

المستفتی محمد صدیق۔ نائب امیر مرکز میران شاہ

الجواب

(۱) اس صورت میں پندرہ دن قیام کی نیت کرنے پر اتمام کریں گے۔

(۲) قصر کریں گے۔ ولو نوی الاقامۃ خمسۃ عشر یوما فی موضعین فان کان کل منہما اصلا بنفسہ نحو مکۃ ومنی والکوفۃ والحیرۃ لا یصیر مقیما وان کان احدہما تبعا للآخر حتی تجب الجمعۃ علی سکانہ یصیر مقیما اھ (عالمگیری : ج ۱، ص ۱۴۰)

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۲۳ / ۵ / ۱۴۰۱ھ

فقط واللہ اعلم — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

بحری جہاز میں نیتِ اقامت درست نہیں

ہمارے ایک بزرگ حاجی صاحب نے حج کے لئے بحری سفر ایسا اختیار کیا کہ جس میں پندرہ دن سے زائد جہاز میں رہنا تھا تو انہوں نے اس دوران خود بھی نماز پوری پڑھی اور دوسرل

کو بھی یہی کہتے رہے۔ اور دلیل یہ دی کہ چونکہ جہاز میں ایک طرح کی بستی آباد ہے اور تمام ضروریات زندگی یہاں مل جاتی ہیں اور ہم نے پندرہ دن سے زائد یہاں رہنا ہے۔ لہذا ہم مقیم ہیں اور ہمیں نماز پوری پڑھنی چاہیئے۔ کیا ان کا یہ عمل اور قول درست ہے یا نہیں ؟

الجواب حاجی صاحب موصوف نے پوری نماز پڑھ کر غلطی کی ہے قصر ضروری تھی نیز ان کی دلیل بھی درست نہیں۔ کیوں کہ نیتِ اقامت اس جگہ صحیح ہوتی ہے جو جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو۔ کشتی یا بحری جہاز میں مستقل رہائش کوئی نہیں رکھتا۔ لہذا کشتی یا جہاز کے سفر میں قصر ہی ضروری ہے خواہ کتنے دن اس میں سفر کرنا ہو۔

ولا تصح نية الاقامة فى مفازة لغير اهل الاخبية لعدم صلاحية المكان فى حقه ۔اھ (مراقى الفلاح) (قوله ولا تصح نية الاقامة فى مفازة) مثلها الجزيرة والبحر والسفينة والملاح مسافر وسفينته ليست بوطن ۔ اھ (طحطاوى ، ص ۲۳۲)۔ فقط والله اعلم۔

احقر محمد انور عفا الله عنه مفتى جامعه ہذا

مقیم بننے کے لئے پندرہ دن مسلسل قیام کی نیت ضروری ہے

محترم جناب مہتمم صاحب جامعہ خیر المدارس ملتان۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چند مسائل پیشِ خدمتِ اقدس ہیں اگر ان کے شرعی حل سے مشرف فرمائیں تو مشکور ہوں گا۔

مسائل درج ذیل ہیں۔

۱ : حج کے دنوں میں چند حاجی صاحبان مکہ مکرمہ ایسے وقت پہنچتے ہیں کہ اگر پہنچنے والے دن سے شمار کیا جائے تو سات ذی الحجہ تک پندرہ دن پورے نہیں ہوتے۔

۲ : اگر آٹھ ذی الحجہ تک دن گنے جائیں تو بھی پندرہ دن پورے نہیں ہوتے۔

۳ : چند حاجی صاحبان سات یا آٹھ ذی الحجہ کے دن سے پچیس دن قبل مکہ مکرمہ پہنچے مگر صرف

پانچ دن رہ کر مدینہ منورہ چلے گئے وہاں آٹھ دن گزار کر پھر مکہ مکرمہ آگئے یہ مگر اب سات یا آٹھ ذی الحجہ تک صرف بارہ دن رہتے ہیں۔
اوپر بیان شدہ صورتوں میں سے کن کن صورتوں میں حاجی صاحبان مسافر رہیں گے۔ اور کن کن صورتوں میں مقیم رہیں گے ؟

الجواب تینوں صورتوں میں مذکورہ حجاج مسافر ہیں۔ پندرہ روز قیام کی نیت سے مقیم بننے کے لئے ضروری ہے کہ اس دوران کوئی سفر درپیش نہ ہو۔ درمختار میں ہے۔

فلو دخل الحاج مكة ايام العشر لم تصح نيته لانه يخرج الى منى وعرفة تصار كنيته الاقامة فى غير موضعها و بعد عودها من منى تصح ۔ (شامية ۱ج ۱ :ص ۵۲۸)-

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۱۴۰۹/۹/۴ ھ

مستقل وطن اقامت سفر سے باطل نہیں ہوتا

اس بارے میں منڈی بہاؤ الدین سے ایک استفتاء آیا تھا جس کا جواب حضرت الشیخ العلامۃ مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے یہ دیا کہ ایسا وطن اقامت سفر سے باطل نہیں ہوتا۔ یہ جواب حضرت العلامہ مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں بغرض تصدیق بھیجا گیا تو انہوں نے بھی اس کی تصویب فرمائی :

یہ پوری خط وکتابت دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس کے رجسٹروں میں موجود ہے اور مرتب طور پر " احسن الفتاوی " جلد چہارم میں بنام " وطن الارتحال يبقى ببقاء الاثقال " شائع ہو چکی ہے۔ چونکہ " احسن الفتاوی " میں جامعہ خیرالمدارس کے جواب سے متعلق ایک زائد سوال و جواب بھی ہے اس لئے یہ خط وکتابت بتمامہا یہیں سے نقل کی جاتی ہے۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

وطنُ الارتحالُ

يبقى

ببقاء الأثقال

سفر مع ترک اثقال سے وطن اقامت باطل نہیں ہوتا

مخدوم مکرم جناب حضرت مفتی صاحب مدظلہم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی
ایک مسئلہ برائے تحقیق و تصدیق ارسال خدمت ہے۔ امید ہے کہ مدلل جواب سے نوازیں گے۔ مدرسہ
میں بحمد اللہ خیریت ہے۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہم العالی بھی بخیریت ہیں۔ فقط والسلام
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱/۹/۸۶ء

سوال: میں منڈی بہاء الدین میں خطیب ہوں اور مستقل طور پر ملازمت کر رہا ہوں۔ مجھے محکمۂ اوقاف کی طرف سے ایک رہائشی مکان بھی ملا ہوا ہے۔ میرے بال بچے مع گھریلو سامان کے بھی میرے ہمراہ ہی مکان میں رہائش رکھتے ہیں۔ البتہ میرا وطن اصلی سلانوالی ضلع سرگودھا ہے، وہیں کا رہنے والا ہوں اور وطن اقامت یہ منڈی بہاء الدین ہے۔ ایک عالم فاضل فرماتے ہیں کہ سفر شرعی کے لئے منڈی بہاء الدین سے باہر جب بھی میں جاؤں اور پھر واپس منڈی میں آؤں تو نماز قصر کروں تا وقتیکہ واپسی کے بعد منڈی میں پندرہ یوم ٹھیرنے کا ارادہ نہ ہو۔ مثلاً اگر کسی سفر شرعی سے واپسی کے بعد ہفتہ عشرہ تک کہیں دوبارہ سفر پر جانا ہو تو قصر لازم ہوگی اور پوری نماز مقتدیوں کو نہیں پڑھا سکتے۔ قابل دریافت امر یہ ہے کہ منڈی بہاء الدین میں باقاعدہ رہائش رکھنے اور بال بچے موجود ہونیکے باوجود پھر بھی کیا سفر شرعی سے واپسی کے بعد اقامت شرعی کے لئے پندرہ روز کی نیت کرنا شرط ہے یا نہیں۔ اور منڈی سے باہر اکثر جانا ہی پڑتا ہے۔ اور گاہ گاہ یہ اسفار مختصر وقفات کے بعد مسلسل ہوتے ہیں تو میں امامت کیسے کرا سکتا ہوں؟ مدلل ارقام فرمایا جائے۔

الجواب: فاضل موصوف کا مذکورہ بالا فتوی غالباً متون کے اطلاق سفر پر مبنی ہے۔ متون کی عبارت یہ ہے (ویبطل الوطن الاصلی بمثلہ والسفر، ووطن الاقامۃ بمثلہ والسفر والاصلی (کنز وغیرہ)) اس عبارت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وطن اقامت سے محض خروج بنیت سفر اسکے لئے مبطل ہے۔ لیکن اس کے ظاہر کو کافی سمجھنے کی بجائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی صحیح مراد تک پہنچنے کے لئے دیگر عبارات فقہیہ پر بھی نظر کر لی جائے۔ عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وطن اقامت سے محض سفر کرنا ہی مبطل نہیں بلکہ دراصل سفر بصورت ارتحال مبطل ہے۔ یعنی یہ بطلان اسوقت ہوگا جبکہ وطن اقامت سے

بنیت سفر جاتے وقت اپنا سامان وغیرہ بھی ہمراہ لیجائے جس سے یہ سمجھا جائے کہ شخص مذکور کا ارادہ فی الحال یہاں واپس آنیکا نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ وطن اصلی سفر سے باطل نہیں ہوتا کیونکہ وطن اصلی سے سفر کرنا ترک توطن بالوطن الاصلی یا اعراض عن التوطن پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اہل وعیال وغیرہ کی موجودگی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جانیوالا اس مقام پر واپس لوٹ آنے کے قصد وارادہ سے جارہا ہے حتیٰ کہ اگر وطن اصلی سے جانے والا اہل وعیال سمیت چلا جائے اور دوسری جگہ وطن اصلی بنالے تو پہلے وطن اصلی کی وطنیت بھی ختم ہوجاتی ہے جیسا کہ تمام کتب فقہ میں مصرح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دراصل بطلان وطن کا مدار سفر وغیرہ مع ترک توطن یا اعراض عن التوطن پر ہے محض خروج بنیت سفر پر نہیں۔ پس جس وطن سے بھی ترک توطن کا عزم کرلیا اور وہاں سے نکل پڑا یا دوسری جگہ وطن بنالیا وہ وطن باطل ہوجائے گا خواہ یہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت، البتہ ان دونوں وطنوں سے سفر کرنیمیں عام طور پر ایک فرق ہوا کرتا ہے جس کی وجہ سے ان دونوں اوطان کے متعلق سفر کا حکم مختلف بتلایا گیا کہ سفر وطن اصلی کے لئے مبطل نہیں اور وطن اقامت کے لئے مبطل ہے وہ فرق یہ ہے کہ وطن اصلی سے سفر عام حالات میں بدون ارادۂ ترک توطن ہوتا ہے۔ کسی حاجت کے لئے سفر ہوا واپس پھر وہیں آنا ہوتا ہے اور یہ سفر بصورت ارتحال نہیں ہوتا اور وطن اقامت سے سفر عموماً بارادۂ ترک توطن ہوتا ہے۔ کیونکہ اصلی رہائش تو کسی دوسری جگہ ہے یہاں قیام برائے حاجت تھا ضرورت پوری ہونے پر یہاں سے جانا ہی ہوگا جیسے اسفار تجارت وملاقات وحج وغیرہ۔ پس یہ سفر عموماً بصورت ارتحال ہی ہوتا ہے۔ اس فرق کے پیش نظر یہ کہا گیا ہے کہ سفر وطن اقامت کے لئے مبطل ہے کیونکہ وطن اقامت کے بارے میں سفر کا عام معروف ومعتاد فرد ایسا سفر ہی ہوتا ہے والمطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل، پس متون کی تعبیر سفر کہ اسی فرد مطلق کے بارمیں ہوگی تمام سفروں کے بارمیں نہیں، چنانچہ بدائع کی تعلیل سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جو سفر وطن اقامت کے لئے مبطل ہے وہ کونسا سفر ہے؟ اور متون میں اس مقام پر جو لفظ سفر مذکور ہے اس سے کیا مراد ہے؟ ملک العلماء امام ابوبکر الکاسانی تحریر فرماتے ہیں۔ وینتقض بالسفر ایضاً لان توطنہ فی ھذا المقام لیس للقرار ولکن لحاجۃ فاذا سافر منہ یستدل بہ علی انقضاء حاجتہ فصار معرضا عن التوطن بہ فصار ناقضاً لہ دلالۃ (بدائع ج ۱)

تعلیل سے ظاہر ہے کہ یہ وہ سفر ہے جو اس امر کی دلیل بن سکے کہ اب یہاں رہائش کی حاجت نہیں رہی اور جانے والا اس مقام کی وطنیت کو ختم کر چکا ہے اور یہ اس سفر میں ہوتا ہے جو کہ بصورت ارتحال ہوتا ہے اور جس شہر میں زید کے بیوی بچے ہیں اور کامل رہائش ہے۔ ایک دو دن کے لئے اگر زید کہیں جائے تو زید کا یہ سفر قضاءِ حاجت، اعراض عن التوطن اور نقض للتوطن کسی امر پر بھی ہرگز ہرگز دلالت نہیں کرتا بلکہ بقاءِ ثقل بقاءِ توطن کی قطعی دلیل ہے اور اگر لفظ سفر سے مراد سفر شرعی کا ہر فرد ہو خواہ وہ بصورت ارتحال ہو یا بصورت ارتحال نہ ہو تو دلیل اور دعوی میں انطباق کیسے ہوگا؟ جبکہ دعوی عام اور دلیل خاص ہے۔

اس کے علاوہ صاحب بحر وغیرہ نے اس امر کی تصریح نقل کی ہے کہ بقاءِ ثقل سے وطن اقامت باقی رہتا ہے گو دوسری جگہ بھی مقیم ہو جائے اس تصریح سے تعلیل بدائع کا مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ وھذا انصدد فی المحیط ولو کان له اھلٌ بالکوفۃ واھل بالبصرۃ فمات اھله بالبصرۃ وبقی له دور وعقار بالبصرۃ لا تبقی وطناً له وقیل تبقی وطناً لانھا کانت وطناً له بالاھل والدار جمیعا فبزوال احدھما لا یرتفع الوطن کوطن الاقامۃ یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع اٰخر اہ (ص۱۲۸ ج ۲) اور بحوالہ محیط بعینہ یہی جزئیہ مجمع الانہر (ص۱۶۴ ج۱) میں بھی موجود ہے صاحب بحر اور صاحب نہر نیز منحۃ الخالق میں علامہ شامیؒ نے اس پر کوئی کلام نہیں فرمایا۔

فائدہ:

تفصیل بالا اور دیگر عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت درحقیقت اسوقت باطل ہوتے ہیں جبکہ ان کے شمار کردہ مبطلوں میں دلالۃ علی نقض الوطن السابق پائی جائے۔ دیکھئے وطن اصلی کے لئے دوسرے وطن اصلی کو مبطل قرار دیا گیا ہے اور متون میں یہ بطلان مطلق ہے کسی قید کے ساتھ مقید نہیں حالانکہ دوسرا وطن اصلی علی الاطلاق پہلے کے لئے مبطل نہیں بلکہ اس صورت میں مبطل ہے جبکہ پہلے سے نقض وطنیت کرتے ہوئے دوسرے کو بھی وطن اصلی بنا لے ورنہ اگر پہلے وطن کو حالت سابقہ پر رکھتے ہوئے دوسرے مقام پر بیوی کر لیتا ہے اور اسے بھی مستقل رہائش کے لئے تجویز کر لیتا ہے تو پہلا وطن اصلی اس سے باطل نہیں ہوگا۔ کما فی البحر وغیرہ قید نا بکونه انتقل عن الاول باھله لانه لو لم ینتقل بھم ولکنه استحدث اھلاً فی بلدۃ اخری فان الاول لم یبطل ویتم فیھما (ص۱۳۶)

بلکہ علامہ طحطاویؒ نے لکھا ہے کہ دو سے زائد بھی وطن اصلی ہو سکتے ہیں اور متون میں دوسرے نمبر پر مبطل وطن اقامت کو شمار کیا گیا ہے کہ دوسرا وطن اقامت پہلے کے لئے مبطل ہے، اور الفاظ میں یہاں بھی اطلاق ہے اور بظاہر کوئی قید موجود نہیں حالانکہ جیسے صورتِ اولیٰ میں بطلان مقید ہے ایسے ہی یہاں بھی مقید ہے۔ یعنی دوسرا وطن اقامت پہلے کے لئے تب ہی مبطل ہوگا جبکہ پہلے کی وطنیت کو ختم کرکے وطن اقامت بنایا گیا ہو۔ اور اگر پہلے کی وطنیت کو ختم نہیں کیا گیا بلکہ اسکی رہائش بدستور باقی ہے۔ بیوی بچے اور سامان وہیں ہے اور دوسرے مقام میں شرعی اقامت کے ساتھ مقیم ہوگیا تو اس سے پہلا وطن اقامت باطل نہیں ہوگا جیساکہ جزئیہ محیط میں مصرح ہے کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخراه پس جیسے ان دونوں مبطلوں میں الفاظ مطلق ہیں لیکن مراد خاص ہے اسی طرح مبطل ثالث (سفر) کے بارے میں کہا جائیگا کہ گو لفظوں میں عموم ہے مگر مراد خاص سفر ہے جو بصورت ارتحال ہوتا ہے جیساکہ تعلیل بدائع سے مفہوم ہوتا ہے۔

بقاءِ اہل وثقل سے بقاءِ اقامت وتوطن رہتا ہے عرف سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے چنانچہ جو شخص بال بچوں سمیت ایک شہر میں ہو گو یہ اسکا وطن اصلی نہ ہو محض اسکے ایک دو دن کے لئے سفر پر چلے جانے سے یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ یہاں سے ترک سکونت کر گیا ہے نہ اس سفر کو کوئی ترکِ سکونت کہتا ہے اور نہ ہی سفر سے واپسی کو کوئی تجدید توطن یا استیناف سکونت قرار دیتا ہے۔ البتہ اگر بیوی بچے وغیرہ بھی ہمراہ لیجائے اور ارادہ یہاں واپسی کا نہ ہو تو اب یقیناً کہا جاتا ہے کہ وہ یہاں سے رہائش ترک کر گیا ہے۔

تفصیل بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی شہر میں باقاعدہ بیوی بچوں سمیت رہائش رکھتا ہے اور اسکا ذریعہ معاش بھی اسی شہر سے متعلق ہو تو اسکا یہ توطن تب باطل ہوگا جبکہ اس شہر سے رہائش ختم کرکے چلا جائے، محض عارضی اور وقتی اسفار سے اسکا یہ وطنِ اقامت باطل نہیں ہوگا اور متون کے جزئیہ کا یہی مطلب ہے کہ وطن اقامت سے جب سفر بصورت ارتحال ہوگا تو یہ اسکے لئے مبطل ہوگا۔ پس صورتِ مسئولہ میں سائل سفر کے بعد جب بھی منڈی بہاء الدین پہنچے گا مقیم تصور کیا جائیگا اور نماز پوری پڑھیگا۔ بلکہ بعض عبارات سے تو ایسے مقام کے وطن اصلی ہونیکا شبہ ہوتا ہے۔ کتاب الفقہ للعلامہ عبدالرحمن الجزری مطبوعہ مصر میں وطن اصلی کی تعریف یہ کی گئی ہے۔ وھو الذی ولد فیہا او لہ فیہ زوج فی عصمتہ او قصد ان یرتزق فیہ وان لم یولد بہ ولم یکن لہ بہ زوج اھ (باب الصلوٰۃ) فقط واللہ اعلم۔ عبدالستار نائب مفتی خیرالمدارس ملتان ۹/۱/۹۶ھ

وطن الارتحال ——————— ۵

الجواب باسم ملهم الصّواب

مسئلہ صحیح ہے کہ بقاء ثقل سے وطن اقامت باطل نہیں ہوتا، البتہ تحریر میں اُموز ذیل قابلِ اصلاح ہیں۔

(۱) کتاب الفقہ کی عبارت "او قصد ان یرتزق فیہ" سے اس پر استدلال یا اسکی تائید صحیح نہیں۔ کیونکہ قصد ارتزاق سے مقصد یہ ہے کہ قصد ارتزاق علیٰ سبیل الدوام ہو، جیسا کہ مطلقاً تولد یا تزوج سے وطن اصلی نہیں بن جاتا جب تک کہ اس میں اقامت علیٰ سبیل الدوام کا قصد نہ ہو۔ قال فی الخانیۃ المسافر اذا جاوز عمران مصرہ (الی قولہ) ان کان ذلک وطنًا اصلیًا بان کان مولدہ وسکن فیہ اولم یکن مولدہ ولکنہ تأھل بہ وجعلہ دارًا الخ

(خانیۃ علی ھامش العالمگیریہ ص۱۶۵ ج۱)

اس سے ثابت ہوا کہ موضع تولد و تأھل وطن اصلی جب ہوگا جبکہ اسمیں سکونت وجعل دار کا قصد بھی ہو، اثبات مسئلہ کے لئے جو دوسرے دلائل تحریر کئے گئے ہیں وہ کافی ووافی ہیں۔

(۲) اس امر کی توضیح ضروری ہے کہ بقاء وطن اقامت کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ وہاں اہل وعیال چھوڑ کر گیا ہو یا سامان اپنے مقبوض مکان میں رکھ کر گیا ہو۔ اگر سامان کسی کے پاس ودیعت رکھ کر گیا تو وطن اقامت باطل ہو جائے گا اس لئے کہ اسے عرف میں سکونت نہیں کہا جاتا۔ وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ (قولہ حلف لا یساکن فلانًا) فان کان ساکنًا معہ فان اخذ فی النقلۃ وھی ممکنۃ والا حنث قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فان کان وھب لہ المتاع وقبضہ منہ وخرج من ساعتہ ولیس من رأیہ العود فلیس بمساکن وکذلک ان اودعہ المتاع او اعارہ ثم خرج لا یرید العود، بحر (رد المحتار ص۱۰۳ ج۳)

(۳) تحریر میں عبارت "دراصل بطلان وطن کا مدار (الی) خواہ یہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت" کی ترمیم ضروری ہے۔ کیونکہ وطن اصلی صرف اعراض عن التوطن سے باطل نہیں ہوتا بلکہ اعراض کے ساتھ توطن بوطن آخر بھی شرط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

رشید احمد عفا اللہ عنہ
۱۴ رمضان المبارک سنہ ۸۶ ہجری

مسئلہ مذکورہ بالا سے متعلق متضاد جوابات میں فیصلہ

: مخدوم العلماء جناب حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی، گرامی نامہ بوساطت حضرت مولانا خیر محمد صاحب دامت برکاتہم موصول ہوا۔ مسئلہ وطن اقامت کے بارے میں بعینہ فتوی قاسم العلوم مع تحریر خیر المدارس ارسال خدمت ہے۔ اُمید ہے کہ رائے عالی سے جلد مطلع فرمایا جائیگا،

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

از دارالافتاء خیر المدارس، ملتان

فتوی قاسم العلوم

ھو المصوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبارات فقہیہ متون وشروح وحواشی پر غور کرنے سے بظاہر جو معلوم ہوتا ہے وہ فی الواقع تدبر وتامل کے بعد بھی اس کی صحیح مراد ہے وہ یہ کہ وطن اقامت مطلق خروج بنیت سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔ خواہ خروج مذکور کے وقت یہاں واپس آنیکا کوئی ارادہ نہو یا خروج کے وقت چند روز کے بعد کسی وقت اس وطن اقامت میں واپس آنے کے ارادے سے سفر پر گیا ہو۔ نیز ساز وسامان، متاع وثقل ساتھ لیجا چکا ہو یا اسی وطن میں سامان وثقل چھوڑ چکا ہو بہر صورت سفر شرعی سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے۔ متون وشروح کی عبارتوں پر بار بار غور فرمائیں یہی مطلب صاف طور پر سمجھ میں آئے گا۔ اور یہی چیز ہی وطن اصلی اور وطن اقامت کے درمیان ما بہ الامتیاز ہے۔ وطن اقامت کے لئے سفر شرعی کا ہر فرد مبطل ہے اور وطن اصلی کے لئے سفر شرعی کا کوئی فرد مبطل نہیں۔ چنانچہ وطن اصلی سے نکلنے والا بقصد اعراض عن توطنہ اگرچہ سارا ساز وسامان اہل وعیال وغیرہ یہاں سے اُٹھالے، کوئی گھر مکان وغیرہ بھی اس کا یہاں نہ رہ جائے۔ دُور دَراز سفر کرتا پھرے کئی مقامات کو یکے بعد دیگرے محض وطن سکنی یا وطن اقامت بنالے تب بھی اسکا وہ وطن اصلی باطل نہیں ہوتا ہے اور یہ اسفار کے افراد کاملہ نیز یہ اوطان اقامت وطن اصلی کے لئے ہرگز مبطل نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ کسی مقام کو وطن اصلی (دائمی رہائش گاہ) نہ بنالے۔ کما قال

وطن الارتحال ـــــــــــــــ ـ ـ

الشامیؒ تحت قول التنویر الوطن الاصلی یبطل بمثلہ (صفحہ ۵۵ ج ۱) (قولہ یبطل بمثلہ) سواء کان بینهما مسیرۃ سفر اولا۔ ولا خلاف فی ذلک کما فی المحیط قہستانی وقید بقولہ بمثلہ لانہ لو انتقل منہ قاصداً غیرہ ثم بدالہ ان یتوطن فی مکان اٰخر فمرّ بالاول اتم لانہ لم یتوطن غیرہ - نھر۔ وفی الدر المختار ایضاً (صفحہ ۵۶ ج ۱) ویبطل (وطن الاقامۃ بمثلہ و) بالوطن (الاصلی) و بانشاء (السفر) وقال الشامیؒ تحتہ مطلقاً (قولہ وبانشاء السفر) ای منہ و کذا من غیرہ اذا لم یمرّ فیہ علیہ قبل سیر مدۃ السفر الخ

باقی بحر کی عبارت بحوالہ محیط "کوطن الاقامۃ یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع اٰخر" سے بمثلہ کی تقیید معلوم ہوتی ہے نہ کہ والسفر کی تقیید۔ اور اس عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ بدون انشاء سفر اگر ایک شخص وطن اقامت سے نکل کر کسی دوسری قریب جگہ کو وطن اقامت بنائے تو بنا بر اطلاق اس عبارت متون کے کہ "ووطن الاقامۃ بمثلہ" بہرصورت وہ پہلا وطن اقامت باطل ہوجائے گا لیکن محیط نے یہ قید لگا دی ہے کہ یہ بطلان تب ہوگا کہ ساز وسامان ثقل وغیرہ منتقل کرکے قریب کی دوسری جگہ میں نیت اقامت کرچکا ہو۔ اور اگر ثقل منتقل نہ کیا ہو تو پہلا وطن اقامت بھی بدستور باقی ہے اور وہ دوسرا بھی وطن اقامت اس کا بن گیا ہے۔ ھٰذا ھو الظاھر۔ ھٰکذا انفھمہٗ باقی بدائع کی عبارتِ مذکورہ میں دعویٰ عام ہے اور تعلیل خاص ہے اور ایسا استدلال فقہاء کے کلام میں متعدد مقامات میں موجود ہے۔ نیز رسم المفتی کا اصول ہے کہ تعلیلات فقہاءؒ سے احکام فقہیہ ثابت نہیں ہوا کرتے۔ اس کے لئے نقل یا اصل درکار ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم — کتبہٗ عبداللطیف معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ رمضان سنہ ۸۶ھ

جواب از خیر المدارس

مدرسہ قاسم العلوم کے نائب مفتی صاحب اپنا جواب تحریر کرکے مدرسہ خیر المدارس میں خود تشریف لائے تھے۔ زبانی بات چیت ہوتی رہی۔ جواباً ہم نے ان کی خدمت میں یہ

عرض کردیا تھا کہ :

(۱) آپ کا دعوی یہ ہے کہ" ہر سفر شرعی وطنِ اقامت کے لئے مبطل ہے"۔ اور اس کی دلیل میں جو عبارات آپ نے پیش کی ہیں یہ وہی عام عبارات ہیں جن میں سے ایک عبارت ہم اپنی تحریر کے شروع میں لکھ چکے ہیں اور یہ عبارات اثباتِ استغراق کے لئے ناکافی ہیں۔ کیونکہ کوئی لفظ دال علی الاستغراق موجود نہیں۔ ورنہ ہر وطن اصلی پہلے وطن اصلی کے لئے مبطل ہو جائے گا اور ہر وطن اقامت پہلے وطن اقامت کے لئے مبطل بن جائیگا (حالانکہ آپ ان میں جوازِ تعدّد کے قائل ہیں) کیونکہ متون میں تینوں مبطلوں کی تعبیر تقریباً یکساں ہے۔

(۲) عبارت محیط کو صاحب بحر نے کسی مبطل کی تقیید کے لئے نقل نہیں کیا بلکہ دوسرے وطنِ اصلی کی بحث میں اس کا تذکرہ آگیا ہے اور نیز یہ کہ اس عبارت میں جو" ان اقام بموضع اٰخر" موجود ہے اس" موضع آخر" کو مادون السفر کی قید کے ساتھ مقید کرنا بلا دلیل ہے اور جیساکہ اس کے مشبہ وطن اصلی میں ایسی کوئی قید موجود نہیں بظاہر اس مشبہ بہ میں بھی ایسی کوئی قید موجود نہیں۔

(۳) تعلیل بدائع کے متعلق یہ عرض کیا گیا تھا کہ تعلیل ہذا سے یہ امر بالکل واضح ہے کہ کم از کم صاحب بدائع یقیناً اس لفظ سفر کو ہر سفر کے لئے عام نہیں لے رہے ہیں بلکہ سفر کا وہ مخصوص فرد سمجھ رہے ہیں جس میں دلالت علی نقض الوطن پائی جائے۔ پس اس لفظِ سفر سے یہی مراد لینا چاہیئے اور اگر کسی فقیہ کے کلام سے اس لفظ کا عموم اور تمام افرادِ سفر کو شامل ہونا تحقیق ہو جائے گا تو تسلیم کرلیا جائے گا۔

باقی یہ کہنا کہ" فقہاء کے کلام میں ایسا استدلال متعدد مقامات پر موجود ہے" اسکے معنیٰ تو یہ ہوئے کہ فقہاءؒ ایسے دعوی اور دلیل کے عدم انطباق کو نہیں سمجھتے اور صاحب بدائع بھی اس موٹی سی بات سے بے خبر ہیں۔ یہ بات کم از کم ہم تو تسلیم کرنے سے قاصر ہیں۔

تعلیل مسئلہ سے صورتِ مسئلہ کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ یہ حقیقت کسی اہلِ علم سے مخفی نہیں۔ تتبع کرنے سے اس کی بے شمار نظائر مل سکتی ہیں۔ فقط

خادم بندہ :
عبدالستار عفا اللہ عنہ
۲۸ / ۱۰ / ۱۳۸۹ھ

الجواب باسم ملهم الصواب

قاسم العلوم کے فتوی میں جزئیہ محیط کا جو مطلب بیان کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں۔ اسمیں "بدون انشاءِ سفر کسی دوسری قریب جگہ کو وطنِ اقامت بنالے" کی قید بلا دلیل ہے اگر صورت زیرِ بحث میں دوسری جگہ وطنِ اقامت بنالینا سابق وطن اقامت کے لئے مبطل نہیں تو انشاءِ سفر کیوں مبطل ہے؟ دونوں میں مابہ الفرق کیا ہے؟

جب وطنِ اقامت مبطل نہیں تو سفر بطریقِ اولی مبطل نہو گا کیونکہ سفر کی بنسبت وطن قوی ہے یہ امر معقول ہونے کے علاوہ عبارات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ جملہ کتب میں یہ مصرح ہے کہ وطنِ اصلی کے لئے سفر مبطل نہیں اور دوسرا وطنِ اصلی مع الاعراض عن الاول مبطل ہے اس سے معلوم ہوا کہ سفر کی بنسبت وطن میں قوۃِ ابطال زیادہ ہے۔ وھو ظاھر جداً وطنِ اقامت کا مبطل نہونا اور سفر کا مبطل ہونا بالکل غیر معقول ہے۔ تعلیل بدائع سے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بھی قرینِ قیاس نہیں۔ اگرچہ حکمِ عقلیہ پر احکام شرعیہ کے وجود و عدم کا مدار نہیں ہوتا مگر علّت پر معلول کا مدار لازم ہے۔ وہ علّت کیا ہوئی جس پر معلول کا مدار نہو؟

ہاں ایسے مواقع کہ جہاں وجود علت ایسا مخفی ہو کہ اسکا علم حاصل کرنا متعسّر ہو وہاں شریعت مقدسہ نے سبب کو علت کے قائم مقام قرار دیکر حکم نافذ کر دیا ہے جیسے کہ نوم کو خروجِ ریح اور سفر کو مشقت کا قائم مقام قرار دیکر نقضِ وضوء اور قصر و افطار کے احکام جاری کئے گئے ہیں۔ مسئلہ زیرِ بحث اس نوعیت کا نہیں کہ اسمیں سبب یعنی سفر کو علت یعنی اعراض عن التوطن کے قائم مقام کر کے نفس سفر پر ہی ابطال وطن کا حکم لگایا جاسکے بلکہ ایجادِ علّت خود مسافر کے اختیار میں ہے اور اس کی نیت پر موقوف ہے۔

خلاصہ یہ کہ بندہ کی نظر میں خیر المدارس کا جواب صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد عفا اللہ عنہ

۳۰ ۱۱ ر ذی قعدہ سنہ ۸۶ ہجری

سوال مثل بالا

بخدمت اقدس حضرت مفتی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

جناب سے درج ذیل مسئلہ کی تحقیق مطلوب ہے۔ ملتان کے ایک عالم اور مفتی صاحب کی تحقیق بھی پیشِ خدمت ہے۔ بغور مطالعہ فرمانے کے بعد اس کی تائید یا تردید بالدلائل تحریر فرمائیں،

تاکہ تشفی ہو، امید ہے کہ جناب والا اپنی تحقیق سے ضرور مطلع فرمائیں گے۔

سوال۞ : زید ملتان میں ملازمت کرتا ہے، یہیں اس کی رہائش ہے یعنی ملتان اسکا وطن اقامت ہے۔ اس کا گھریلو سامان، بیوی بچے اسکے ساتھ ملتان میں رہائش پذیر ہیں، جبکہ اس کا وطن اصلی لائل پور ہے۔ اب وہ سفر شرعی کے لئے ملتان سے باہر جاتا ہے اور واپسی پر ملتان میں پندرہ روز ٹھیرنے کا ارادہ نہیں کرتا، کیونکہ ہفتہ عشرہ تک اس کو دوبارہ کہیں سفر پر جانا ہے تو اس حالت میں وہ قصر کریگا یا اتمام؟ سفر شرعی سے وطن اقامت میں واپسی کے بعد اتمام صلوٰۃ کے لئے پندرہ روز اقامت کی نیت شرط ہے یا نہیں؟

جواب :

یہ جواب بھی مفتی عبدالستّار صاحب ہی کا نوشتہ ہے۔ ہمیں بھی مضمون اور دلائل کا اکثر حصہ وہی ہے جو اوپر گزرا۔ اس لئے اس جواب میں سے صرف وہ امور نقل کئے جاتے ہیں جو سابق جواب سے زائد ہیں۔ مرتب

جو شخص کسی شہر میں باقاعدہ بیوی بچوں سمیت رہائش رکھتا ہو تو اسکا یہ توطّن تب باطل ہوگا جبکہ وہ اس شہر سے رہائش ختم کرکے چلا جائے، محض عارضی اور وقتی اسفار سے اسکا یہ وطنِ اقامت باطل نہیں ہوگا اور متون کے جزئیہ کا یہی مطلب ہے کہ وطن اقامت سے جب ارتحال ہوگا تو یہ اس کے لئے مبطل ہوگا محض سفر مبطل نہیں ہوگا۔

جس وطن سے ترک وطن کرلیا وہ وطن باطل ہوگیا خواہ یہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت
البتہ وطن اقامت سے سفر عام طور پر چونکہ ایسا ہی ہوتا تھا یعنی ارتحال ہوتا تھا کیونکہ یہاں پر قیام برائے حاجت تھا ضرورت پوری ہونے پر ارتحال ہی ہوگا خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ آمد و رفت کے موجودہ ذرائع مفقود تھے لہٰذا نفس سفر کو اس سفر کے لئے مبطل قرار دیا ہے اور کسی قید کی حاجت نہیں سمجھی گئی جیسا کہ دوسرے وطن اصلی کو پہلے کے لئے بلا کسی قید کے مبطل ٹھیرایا ہے حالانکہ یہ بطلان پہلے کے ترک کے ساتھ مقید ہے (اسکی قدرے تفصیل آگے آرہی ہے) مگر چونکہ عام طور پر جب دوسرے مقام کو مستقل وطن بنایا جاتا ہے تو پہلے کو چھوڑ کر ہی بنایا جاتا ہے لہٰذا اس قید کی تصریح کی "متون" میں ضرورت نہیں سمجھی گئی تو گویا کہ متون کی تعبیر وطن اقامت سے ایک خاص سفر کے بارے میں ہے تمام سفروں کے بارے میں نہیں۔

وطن اقامت سفر سے باطل ہوجاتا ہے۔ کتاب الفقہ لعبدالرحمٰن الجزیری میں اس کی

تعبیر ان الفاظ سے کی گئی ہے۔ ثانیہا یبطل بمثلہا وبالسفر فمسافة قصر الی مکان من دار الحرب للاقامة واقام به خمسة عشر یوماً او ثالثاً او ارتحل عنه الی مکان آخر واقام به کذلک الخ

یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ شرعی سفر نہ ہو بلکہ وطن اقامت میں اپنا سامان وغیرہ چھوڑ کر کسی قریبی مقام میں چلا جائے کیونکہ یہ تقیید بلا دلیل ہے اور موضع آخر مطلق ہے جو کہ دونوں مسافتوں سفر اور ما دون السفر کو شامل ہے اور اگر متون کے اطلاق سفر کو دلیل تقیید قرار دیا جائے اور یوں کہا جائے کہ چونکہ متون میں شرعی سفر کو وطن اقامت کے لئے مطلقاً مبطل قرار دیا گیا ہے خواہ یہ ارتحال ہو یا محض سفر شرعی، لہٰذا پیش نظر جزئیہ ہذا کو ما دون السفر کے ساتھ مقید کیا جائیگا، تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکے برعکس کیوں نہیں کر لیا جاتا (یعنی جزئیہ محیط کو مطلق رکھا جائے اور متون کے اطلاق کو مقید کیا جائے) وجہ ترجیح کیا ہے؟ خصوصاً جبکہ متون کے اطلاق کی دلیل تقیید صاحب بدائع کی تعلیل سے واضح ہو جاتی ہے۔ پس جب دونوں امر محتمل ہوئے تو تقیید کا ثبوت نہ ہو سکے گا اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ محیط کا جزئیہ ما دون السفر پر محمول ہے تو بھی نفس مسئلہ کے ثبوت پہ کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ جزئیہ ہذا میں یہ بھی مصرح ہے کہ دوسرے موضع میں مقیم ہو جانے سے پہلا وطن اقامت باطل نہ ہوگا بلکہ موجودگی سامان کی وجہ سے باقی رہے گا (جیسا کہ دوسرا وطن اصلی بنا لینے سے پہلا وطن اصلی باطل نہیں ہوگا تاوقتیکہ پہلے کو قصداً باطل نہ کرے اور وہاں سے رہائش وغیرہ ختم نہ کر دے) حالانکہ متون میں دوسرے وطن اقامت کو پہلے کیلئے مبطل لکھا ہے پس جزئیہ ہذا سے "بقاء ثقل" کا وطن اقامت کے لئے مانع بطلان ہونا ثابت ہو گیا اور یہی مطلوب تھا۔ پس جیسے دوسرے وطن اقامت سے اندریں صورت پہلا وطن اقامت باطل نہیں ہوتا ایسے ہی سفر سے بھی باطل نہیں ہوگا کیونکہ وجود مقتضی اور وجود مانع میں دونوں برابر ہیں (متون کے اطلاق کے اعتبار سے علا میں) دوسرا وطن اقامت بنا لینا مقتضی بطلان ہے (اور جزئیہ محیط کے اعتبار سے) بقاء ثقل مانع بطلان ہوا، اسی طرح ۲ میں سفر شرعی کرنا مقتضی اور بقاء ثقل مانع بطلان۔

یمین کے بارے میں بھی فقہاء نے اسی امر کو مبنیٰ قرار دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شہر میں نہ رہنے کی قسم کھالے تو شہر سے محض چلے جانا برّ یمین کے لئے کافی نہیں ہوگا بلکہ اس کے

ساتھ عدم عود کا عزم ہونا بھی ضروری ہے اور اگر واپس آنیکے ارادہ سے گیا ہے تو اس سفر کے باوجود شہر مذکور کے اعتبار سے اسکی سکونت کو باقی تصوّر کیا جائیگا گو وہ وہاں موجود نہو بلکہ صاحب نہر نے اس پہ یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ بال بچوں سمیت چلا جائے تو حنث سے بچیگا ورنہ نہیں۔ گو رملیؒ وغیرہ نے اسکی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ ضروری نہیں البتہ عزم عدم عود لازمی ہے۔

ففی الکنز والبحر: لا یسکن ھذہ الدار او البیت او المحلۃ فخرج وبقی متاعہ واھلہ حنث لانہ یعد ساکنا ببقاء اھلہ ومتاعہ فیھا عرفا (الی ان قال) قید بالثلاثۃ والسکۃ کالمحلۃ لانہ لو کان الیمین علی المصر او البلدۃ لا یتوقف البر علی نقل المتاع والاھل کما روی عن ابی یوسفؒ لانہ لا یعد ساکنا فی الذی انتقل عنہ عرفا بخلاف الاول وقال ابن عابدینؒ فی منحۃ الخالق وفی النھر وفی مصرنا یعد ساکنا بترک اھلہ ومتاعہ فیھا ولو خرج وحدہ فینبغی ان یحنث قال الرملی کونہ یعد ساکنا مطلقا غیر مسلم بل انما یعد ساکنا اذا کان قصد العود اما اذا خرج منھا لا بقصد العود لا یعد ساکنا ولعلہ مقید بذلک کما یفھم مما یاتی من قولہ و کذا لو ابت المرأۃ الخ (بحر ص۳۰۳ ج۴) وکذا فی الشامیۃ (ص۸۰ ج۳) ومسئلہ لو ابت المرأۃ ان تنتقل وغلبتہ وخرج ھو ولم یرد العود الیہ (الی قولہ) لم یحنث (بحر ص۳۰۶ ج۴) وکذا فی الشامیۃ ص۷۹ ج۳)

"ولم یرد العود الیہ" کی قید سے معلوم ہوا کہ بیوی اسی شہر میں چھوڑ کر بنیت واپسی اگر شہر سے چلا گیا تو حانث ہو جائیگا۔ اور لا یسکن فی ھذا المصر میں اسے صادق نہیں تصوّر کیا جائیگا بلکہ اسکی سابقہ سکونت واقامت کو باقی سمجھا جائیگا۔ سکونت اور اقامت شرعی دونوں کا مصداق تقریباً ایک ہی ہے جیسا کہ جزئیہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ وفی الواقعات لا یساکن فلانا فنزل منزلہ فمکث فیہ یوما او یومین لا یحنث لانہ لا یکون ساکنا معہ حتی یقیم معہ فی منزلہ خمسۃ عشر یوما وھذا بمنزلۃ ما لو حلف لا یسکن الکوفۃ فمر بھا مسافرا فنوی اربعۃ عشر یوما لا یحنث فان نوی خمسۃ عشر یوما یحنث (بحر ص۳۲۴ ج۴)

اور صاحب نہر اور رملی کے کلام سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ایک باشندہ جب کسی شہر سے سفر پہ جائے اور اسکے بیوی بچے وہیں ہوں اور واپسی کا ارادہ بھی ہو تو شہر میں اسکی سکونت باقی تصوّر کیجاتی ہے، تو جیسے اس صورت میں سکونت کو باقی قرار دیا جاتا ہے اسی طرح ایسی صورتمیں اقامت کو بھی باقی سمجھا جائیگا تاکہ اقامت وسکونت میں جیسے حدوثاً مساوات ہے ایسے ہی زوالاً بھی مساوات باقی رہ سکے۔

واضح رہے کہ بقاءِ ثقل سے یہ مراد ہے کہ سامان پر اس کا قبضہ بھی باقی ہو اور اگر کسی کے پاس سامان ودیعت رکھ دیا یا کسی کو عاریت پر دیدیا تو اس سامان کا بقاء موجب بقاءِ اقامت و سکنیٰ نہیں ہوگا۔ کما یدل علیہ قول محمدؒ الاتی حلف لا یساکن فلانًا فان کان ساکنًا معہ فان اخذ فی النقلۃ وھی ممکنۃ والاحنث قال محمدؒ فان کان وھب لہ متاعہ وقبضہ منہ وخرج من ساعتہ ولیس من رأیہ العود فلیس بمساکن وکذٰلک ان اودعہ المتاع او اعارہ ثم خرج لایرید العود الخ (شامی ج ۲ -ص ۸۰)۔

پس صورتِ مسئولہ میں زید سفر کے بعد جب بھی وطن ملتان پہنچے گا خود بخود مقیم تصور ہوگا اور نماز پوری پڑھے گا۔ نیز ایک وجہ یہ بھی ہے کہ موضع اشتباہ میں اتمام لازم ہے۔ مزید یہ کہ وطن اقامت کا جہاں بیوی بچے موجود ہوں محض عارضی سفر سے باطل نہ ہونا اس امر سے بھی ظاہر ہے کہ عارضی سفر سے واپسی پر بلا تجدید نیتِ اقامت اسکا مسافر رہنا بعید ہے اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ اس کی سابقہ اقامت کو باقی سمجھا جائے۔ اگر سفر سے وطنِ اقامت باطل ہوگیا ہوتا تو یہ شخص ہمیشہ مسافر رہتا تاوقتیکہ پندرہ روز ٹھہرنے کی جدید نیت نہ کرلیتا، تو معلوم ہوا کہ محض سفر سے وطنِ اقامت باطل نہیں ہوتا، فقط واللہ اعلم

عبدالستار نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱ / ۹ / ۸۶

الجواب باسم ملهم الصواب

بندہ کے نزدیک یہ جواب صحیح ہے۔ کچھ عرصہ قبل اسی مسئلہ سے متعلق خیر المدارس اور قاسم العلوم ملتان کے متضاد جوابات خیر المدارس کی طرف سے بندہ کے پاس بھیجے گئے تھے اسوقت بھی جانبین کے دلائل پر غور کرنے کے بعد بندہ نے خیر المدارس کے جواب کو صحیح قرار دیا تھا اور اسکے مطابق فیصلہ لکھا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

رشید احمد عفا اللہ عنہ

۱۵ / جمادی الاولیٰ سنہ ۹۶ھ

ما یتعلق

باحکام المساجد

مساجد میں جہرِ معتدل کیساتھ اجتماعًا یا انفرادًا ذکر کرنا

حضرات مشائخ کا ذکر کے بارے میں مختلف معمول ہے۔ کچھ حضرات صرف ذکرِ قلبی کرتے ہیں کچھ معمولی جہر کے ساتھ اور بعض حضرات جہر سے اختلاف بھی کرتے ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ ذکر کی جملہ اقسام مشروعہ تفصیل سے تحریر فرمادیں نیز مانعینِ جہر جن دلائل سے استنباط کرتے ہیں ان کا جواب بھی تحریر فرمادیں اور یہ بھی وضاحت فرما دیں کہ جہر کے ساتھ اجتماعًا یا انفرادًا مسجد میں بھی جائز ہے یا صرف خارجِ مسجد جائز ہے پوری تفصیل سے بیان فرمادیں

المستفتی : احقر محمد صفدر الحق

خطیب مرکزی جامع مسجد ، محلہ اندرکوٹ دہوار ، تحصیل تونسہ شریف

الجواب قرآنِ حکیم اور احادیثِ مرفوعہ صحیحہ سے مجالسِ ذکر کا جواز بلکہ استحباب ثابت ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

" انا سخرنا الجبال معه يسبحن بالعشي والاشراق و الطير محشورة كل له اواب الآية (پ ۲۳ ، سورة ص)۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے تحت مسائل السلوک میں لکھتے ہیں۔

" یؤخذ منه امر ان الاجتماع علی الذکر تنشیطاً للنفس وتقویة للهمة و تعاکس برکات الجماعة من بعض علی بعض "

(بیان القرآن)

اور احادیث شریفہ سے محض استنباطی طور پر نہیں بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات سے مجلس ذکر کا ثبوت ملتا ہے۔ اور حضرات محدثین نے بھی ان احادیث پر مجالس الذکر یا حلق الذکر کے ابواب منعقد کئے ہیں۔ دیکھئے مسلم شریف ، ریاض الصالحین اور حیاۃ الصحابہ رض وغیرہ۔

۱ :- آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان للّٰہ (تبارک وتعالی) ملٰئکة سیارة فضلا یبتغون مجالس الذکر فاذا وجدوا مجلسا فیه ذکر تعدوا لهم الخ

ترجمہ :- اللہ تعالے کے کچھ ملائکہ صرف اسی کام کے لئے مخصوص ہیں کہ وہ زمین میں چلتے پھرتے ہیں اور ذکر کی مجلسیں تلاشں کرتے ہیں۔ جہاں کوئی ذکر کی مجلس ملتی ہے اس میں بیٹھ جاتے ہیں "

اس حدیث پاک سے " مجالس ذکر " میں حاضری کی ترغیب معلوم ہوتی ہے کہ ملائکہ کی طرح اہل اسلام کو بھی ایسی مجالس کی تلاشں وجستجو کرنی چاہئے۔ تاکہ انہیں بھی اس رحمت سے حصہ ملے جو ان مجالس پر نازل ہوتی ہے۔ شبہ نہ کیا جائے کہ ان مجالس سے مراد وعظ و تقریر کی مجالس ہیں کیونکہ یہ تخصیص خلاف دلیل ہے۔ اسی حدیث پاک میں آگے صراحۃً مذکور ہے۔

" یسبحونك ویکبرونك ویهللونك ویحمدونك ویسئلونك "

اس سے اجتماعی ذکر تسبیح ، تکبیر اور تہلیل وغیرہ کا ثبوت ظاہر ہے۔ ہاں ثانوی درجہ میں مجلس وعظ بھی مجالس ذکر کے حکم میں ہوں تو اس کا مضائقہ نہیں۔ نیز یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ یہ حدیث ایسی مجالس ذکر کے بارے میں ہے جن میں اجتماع کا قصد نہ ہو۔ بس ایسے ہی بیٹھے بیٹھے ذکر کرنے لگ گئے ہوں۔ کیونکہ یہ دعوئے تخصیص بھی بلا دلیل ہے۔

بظاہر حدیث پاک اپنے اطلاق وعموم کی وجہ سے دونوں قسم کی مجالس ذکر کو شامل ہے۔ بلکہ آخر حدیث سے یہ عموم صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ اصل تو اس مجلس ذکر میں وہی لوگ تھے جو قصداً

اس مجلس میں شریک ہوئے ہیں اور بعض لوگ ایسے بھی تھے جو بلا قصد اس مجلس میں شامل ہو گئے تھے۔ جب فرشتوں نے بارگاہِ خداوندی میں ایسے لوگوں کا غیر قصدی طور پر شامل ہونا عرض کیا تو ارشادِ خداوندی ہوا کہ رحمت سب کو پہنچے گی ایسے لوگ بھی محروم نہیں رہیں گے۔

"ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم" (مسلم شریف، ص۳۴۴ ج۲)۔

علامہ نووی رح اس حدیث کے فوائد میں لکھتے ہیں۔

وفی ھذا الحدیث فضیلۃ الذکر وفضیلۃ مجالسہ والجلوس مع اھلہ وان لم یشارکھم۔ (نووی، مسلم شریف، ص ۳۴۴)۔

۲ :- ارشادِ نبوی ہے

"لا یقعد قوم یذکرون اللہ عزوجل الا حفتھم الملٰئکۃ و غشیتھم الرحمۃ ونزلت علیھم السکینۃ و ذکرھم اللہ فیمن عندہ" (مسلم شریف ج۲ ص۳۴۵)۔

۳ :- حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جو لوگ بھی اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں اور ان کا مقصود صرف اللہ کی رضا ہو، تو ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے۔ اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔ (احمد بزار، ابو یعلی وغیرہ)۔

۴ :- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ لوگ نور کے ممبروں پر ہوں گے۔ لوگ ان پر رشک کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو مختلف جگہوں اور مختلف قبیلوں سے آکر ذکر کے لئے جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کا ذکر کر رہے ہوں۔ (طبرانی باسناد حسن)

۵ :- ایک صحابی رض نے عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجالس ذکر کا مالِ غنیمت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" مجالس ذکر کی غنیمت جنت ہے جنت ہے"

(اخرجہ الطبرانی واحمد)

۶ :- حضرت سلمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک ایسی جماعت میں تھے جو ذکر اللہ میں مشغول تھی۔ اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو یہ حضرات چپ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ذکر کئے جاؤ میں نے رحمت کو دیکھا ہے کہ تم پر اتر رہی ہے تو میں نے اچھا سمجھا کہ تمہاری اس رحمت میں شرکت کروں۔ (ابو نعیم فی الحلیہ)۔

۷ :- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضہ کے پاس سے گزرے۔ یہ اپنے اصحاب کو ذکر کرا رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ بے شک تم ایسی جماعت ہو کہ اللہ پاک نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے آپ کو تمہارے ساتھ رکھوں۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔ واصبر نفسك الآية (اخرجہ الطبرانی)

۸ :- عن ابی سعید ن الخدری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اکثروا ذکر اللّٰہ حتی یقولوا مجنون۔ (رواہ احمد وابویعلی وابن حبان والحاکم فی صحیحہ وقال صحیح الاسناد)۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔

۹ :- عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما مرفوعا اذکروا اللّٰہ ذکرا یقول المنافقون انکم مراؤن۔ (اخرجہ الطبرانی)۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر خوب کرو حتی کہ منافق کہیں کہ یہ ریاکار ہیں مجنون و ریاکار جب ہی کہا جائے گا جب کہ زور سے ذکر کیا جائے آہستہ ذکر کرنے میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔

۱۰ :- حضرت عبد اللہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک صحابی ہیں جو بچپن میں یتیم ہو گئے تھے چچا کے پاس رہتے تھے اور وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے چچا کو خبر ہو گئی تو اس نے غصہ میں کپڑے چھین کر گھر سے نکال دیا۔ ماں بھی بیزار تھی۔ لیکن پھر ماں تھی۔ ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دے دی جس کو انہوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا اور دوسرا اوپر ڈال لیا۔

مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پڑے رہتے تھے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریاکار ہے[۲] کہ اس طرح سے ذکر کرتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ اوّاہین

---

[۱] یہ احادیث حیاۃ الصحابہ رضہ سے ماخوذ ہیں۔ [۲] حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

میں صحیح ہے۔ غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا۔
صحابہ رضنے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے۔ قریب جاکر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اترے ہوئے ہیں حضرت ابوبکر رضا و حضرت عمر رضہ کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑا دو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا"۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش میری ہوتی۔ (فضائل ذکر ؛ ص ۳۹)

۱۱ :- يقول الله عز وجل ليعلم اهل الجمع اليوم من اهل الكرم قيل من اهل الكرم يا رسول الله قال اهل مجالس الذكر من المساجد ۔ (ابن حبان طبرانی کبیر ابویعلی بحواله حصن حصین)
اللہ تعالےٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ اہل محشر کو آج معلوم ہو جائے گا کہ اہل کرم کون ہیں صحابۂ کرام رضنے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اہل کرم کون ہیں ؟ فرمایا "مساجد میں ذکر اللہ کی مجلسوں والے ۔

۱۲ :- حدیث قدسی میں ہے۔ جس نے میرا اکیلے ذکر کیا میں اسے اکیلا یاد کرتا ہوں۔ اور جس نے کسی مجلس میں میرا ذکر کیا میں اس کی مجلس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ (مشکوۃ)

۱۳ : ابن ابزیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب وتر کا سلام پھیرتے تو تین مرتبہ سبحان الملك القدوس پڑھتے اور تیسری مرتبہ بلند آواز سے کہتے۔

قال المظهر هذا يدل على جواز الذكر برفع الصوت بل على

ؔ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان کو ریا کار کہنے سے یہ مستفاد ہوا کہ حضرت عمر رضہ کو نفس ذکر جہر پر اعتراض نہ تھا بلکہ اندیشۂ ریا کی وجہ سے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اندیشۂ ریاکاری کی تردید فرماتے ہوئے انہیں " اوّابین " میں سے قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر اوّابین کی علامت ہے جب کہ ریاکاری سے خالی ہو۔

الاستحباب ۔ اھ وقال الشیخ المحدث الدھلوی فی الحدیث دلیل علی مشروعیۃ الجھر وھو ثابت فی الشرع بلا شبہۃ لکن الخفی منہ افضل فی غیر الماثور انتھی (حاشیۃ المشکوٰۃ)

۱۴ :۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گزرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا جنت کے باغ کیا ہیں ؟ آپ نے فرمایا " ذکر کے حلقے " (اخرجہ احمد والترمذی وحسنہ)۔

۱۵ :۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں صبح سے طلوعِ شمس تک ذکر اللہ کرنے والی جماعت کے ساتھ بیٹھوں، یہ مجھے اولادِ اسماعیلؑ میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ اور عصر سے غروبِ شمس تک اللہ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھوں یہ مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (اخرجہ ابوداؤد قال العراقی اسنادہ حسن)۔

چار عمل ہیں جن پر یہ فضیلت دارد ہے۔ ذکر اللہ ؛ اس کے لئے بیٹھنا ؛ ذکر اللہ کے لئے جمع ہونا ؛ اور صبح سے طلوع تک اسے لمبا کرنا ۔ قالہ البیضاوی (کذا فی تحفۃ الذاکرین للشوکانی ؒ)۔

بعض دلائل ممانعت کے جوابات

باقی رہا اثر ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ ما اراکم الا مبتدعین جس سے بظاہر اجتماعی ذکر کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ تو حضرات علماء و مشائخ نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں ۔

۱ :۔ بعض نے اس کے ثبوت میں کلام کیا ہے جیسا کہ " راہِ سنت " میں بحوالۂ علامہ سیوطی ؒ اور تفسیر روح البیان ، ذکر بالجہر کی بحث میں نقل کیا گیا ، لیکن حضراتِ فقہاء نے اس اثر کو صحیح کہا ہے۔ اور اس کی سند مسند دارمی ۔ص ۸۳ ۔ پر موجود ہے ۔

۲ :۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا انکار کرنا کسی ہیئتِ خاصہ کی بناء پر تھا نفسِ اجتماعی ذکر پر نہ تھا۔ اجتماعی ذکر کی ایک شکل یہ ہے کہ سب ذاکرین قصداً آواز ملا کر ذکر کرنے کا التزام کریں۔ یا ایک کہلائے اور باقی مجمع اس کے پیچھے اسی کلمہ کو دھرائے جیسے بچوں کو گنتی یا پہاڑے یاد کرائے جاتے ہیں ۔ اجتماعی ذکر کی یہ دونوں صورتیں محلِ کلام ہیں ۔ اور تیسری شکل یہ ہے کہ ذاکرین ایک جگہ مجتمع ہوں اور سب اپنا اپنا ذکر کریں ، کسی دوسرے کے ذکر کی طرف

قطعاً متوجہ نہ ہوں۔ وقت ومحل کی وحدت کے اعتبار سے یہ اجتماعی ذکر ہے لیکن نفس ذکر کے لحاظ سے انفرادی ہے یہ درست ہے پس ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار پہلی دوسری قسم کے بارے میں ہو جس کا آپ نے وہاں مشاہدہ کیا۔

۳:۔ حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ اپنے مکتوبات میں اجتماعی ذکر کی احادیث مرفوعہ صحیحہ نقل کرکے اس اثر کی مندرجہ بالا توجیہ کرنے کے بعد مزید لکھتے ہیں کہ۔

" ان مرفوعات صحیحہ کے مقابلہ میں دارمی کی یہ روایت کیا حیثیت رکھتی ہے جب کہ یہ موقوف ہے ..... اور اگر معارضہ کیا جائے گا تو احادیث مرفوعہ ہی کو ترجیح ہوگی خصوصاً جب کہ آیات ذکر ان کی مؤید ہیں فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبکم وغیرہ جن سے اجتماع اور انفراد سب کا ثبوت ہوتا ہے۔" (مکتوبات شیخ الاسلامؒ، ج ۲، ص ۶۴)

علامہ سیوطی رحمہ نے بھی یہی جواب دیا ہے۔

" قلت هذا الاثر عن ابن مسعود رض ...... علی تقدیر ثبوته معارض بالاحادیث الکثیرة الثابتة وهی مقدمة علیه عند التعارض۔" (الحاوی: ج ۲ : ص ۱۳۴)۔

خصوصاً جب کہ اجتماعی ذکر کی کسی خاص صورت کو ضروری اور واجب بھی نہ قرار دیا جائے اور تارک پر نکیر بھی نہ کی جاوے۔

واضح رہے کہ جن بعض روایات سے ذکر جہر کی ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ روایات جہر مفرط، یا جہر موذی پر محمول ہیں۔ بلکہ قساوت قلبی کے علاج کی غرض سے اگر شیخ جہر مفرط تجویز کردے تو علاجاً اس کی بھی اجازت ہے۔ لیکن ایسی جگہ کیا جائے جہاں پر کسی کی نماز، تلاوت یا نیند وغیرہ میں خلل نہ آئے

آیت شریفہ واذکر ربك فی نفسك تضرعا وخیفة ودون الجهر من القول الآیة کے فائدہ میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

" حاصل ادب کا یہ ہے کہ دل میں ہیبت میں تذلل اور خوف ہو اور آواز کے اعتبار سے جہر مفرط نہ ہو یا تو بالکل آہستہ ذکر ہو یعنی مع حرکت لسانی کے۔ یا جہر معتدل ہو۔ اور جہر فی نفسہ ممنوع نہیں جن حدیثوں میں اس کی ممانعت آئی ہے مراد اس سے جہر مفرط ہے۔ البتہ اگر کسی عارض کی وجہ سے مثل دفع خطرات یا دفع قساوت وتحصیل رقت وغیرہ کسی شیخ محقق نے تجویز کیا ہو، کسی کو ایذاء نہ ہو اس جہر

کو قربت نہ جانتا ہو بلکہ علاج سمجھتا ہو تو اجازت ہے۔ کیونکہ جو مفاسد علل نہی کے تھے وہ اس میں نہیں ہیں "۔ (بیان القرآن)

ویسے عقلی طور پر بھی یہ امر بالکل ناقابل فہم ہے کہ ہر بات چیت کرنے، شعر پڑھنے، سبق یاد کرنے وغیرہ کے لئے جہر معتدل کی اجازت ہو اور حق جل شانہ کا نام لینے پر یہ پابندی ہو کہ کوئی نہ سنے اہل بدعت کی مساجد اور جلسے جلوسوں میں اجتماعی طور پر سپیکر پر بیک زبان درود شریف پڑھنے کا طریقہ رائج ہے اور اس میں شمولیت نہ کرنے والے کو بے دین سمجھا جاتا ہے۔ اور صیغۂ درود وسلام بھی ایسا ہے جس سے عوام کے عقیدۂ فاسد کی تائید ہوتی ہے۔ سپیکر پر ہونے کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ طریقہ بدعت و ناجائز ہے۔ ویسے تو ہر عبادت سے تزکیۂ قلب میں مدد ملتی ہے لیکن کلمۂ طیبہ اور اسم ذات وغیرہ اس مقصد کے لئے بالاجماع خاص تاثیر رکھتے ہیں۔ اسی لئے تمام سلاسل حقہ میں نفی و اثبات واسم ذات کا ذکر بڑی بڑی تعداد میں تجویز کیا جاتا ہے۔

۲:۔ آیت شریفہ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین ؕ

سے بھی علی الاطلاق ذکر بالجہر کی ممانعت کے لئے استدلال کرنا محل نظر ہے۔ کیونکہ دعا میں اعتداء (حد سے گزرنا) چلا چلا کر دعا کرنا ہے یا مثلاً یوں کہنا ہے " یا اللہ مجھے جنت الفردوس کے دائیں جانب سفید محل عنایت فرما "۔ جیسا کہ بعض احادیث میں وارد ہے۔

(معارف القرآن کاندھلوی ؒ)

اور عرف عام بھی یہی ہے کہ معمولی آواز سے پڑھنے یا بات چیت کرنے والے کو معتدی نہیں سمجھتے۔ ہاں بلا ضرورت شور مچا دے یا چیخے چلائے تو اسے حد سے تجاوز تصور کیا جاتا ہے۔

ابن جریج ؒ سے اعتداء کی تفسیر " رفع صوت اور چلانے کے ساتھ منقول ہے "۔

(حاشیہ جلالین شریف)

اور اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی اکثر دعائیں قرآن پاک میں لفظ نداء کے ساتھ مذکور ہیں۔ لغوی لحاظ سے نداء کا ادنیٰ مصداق جہر معتدل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے دعاء فرمائی، حضرت ہارون علیہ السلام نے سن کر اس پر آمین کہا۔ قال قد اجیبت دعوتکما فاستقیما الآیۃ (یونس)۔

سننے کے لئے ظاہر ہے کہ کم از کم جہرِ معتدل ضروری ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغرضِ تعلیم اور ویسے بھی معمولی جہر سے دعائیں کرنا بے شمار مواقع پر ثابت ہے جنہیں حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر نقل فرمایا۔

الحاصل ذکر کی چار اقسام ہیں۔ قلبی ، ذکرِ لسانی خفی (مسموع النفس) ، جہرِ معتدل ، اور جہرِ مفرط ۔ ان میں سے صرف "جہرِ مفرط" "لا یحب المعتدین" کے تحت داخل ہو کر ممنوع ہے ۔ جہرِ معتدل اعتداء میں داخل نہیں ورنہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرضئ خداوندی کے خلاف کرنا کیسے متصور ہو سکتا ہے اور آیتِ کریمہ ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا سے بھی معمولی جہر ثابت ہوتا ہے ۔

۳ :- حدیثِ پاک میں ہے ۔

ایها الناس اربعوا على انفسكم انكم لا تدعون اصمّ ولا غائبا انكم تدعون سميعا قريبا وهو يعلم الخ

وفى رواية انكم لا تنادون اصمّ ولا غائبا - (مسلم ج ۲ ص۳۴۶)

اس سے بھی "جہرِ مفرط" کی مخالفت معلوم ہوتی ہے ، معمولی جہر کی نہیں ۔کیونکہ بہرے شخص کو دور سے بلانے کے لئے جہرِ مفرط اور چیخ چیخ کر بلانے کی حاجت ہوتی ہے ۔اس کی ممانعت فرماتے ہوئے معمولی جہر سے ذکر کی اجازت دی گئی ہے ۔ جیسے پاس بیٹھے سننے والے سے باتیں کی جاتی ہیں ۔ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے کان میں بات تو نہیں کی جاتی بلکہ عام عادت کے مطابق معمولی جہر کے ساتھ اس سے گفتگو کی جاتی ہے جیسے وہ سن سکے ۔ حدیث شریف میں ذکر کردہ تعلیل کا یہی حاصل اور مفاد ہے کہ جہرِ مفرط نہ چاہئے ۔ یہ الگ بات ہے کہ حق جل شانہ کے جاننے کے لئے بالکل آہستہ آواز سے ہونا بھی کافی ہے ۔بلکہ ان کے لئے تو سرے سے آواز کی حاجت ہی نہیں ۔کیونکہ ان کی ذاتِ عالی تو خطراتِ قلبیہ پر بھی مطلع ہے ۔ لیکن اس وجہ سے کسی نے ذکرِ خفی کی ممانعت کے مسئلہ کا استنباط نہیں کیا ۔

اس حدیثِ پاک کے خط کشیدہ الفاظ سے بھی اس توجیہ کی تائید ہوتی ہے ۔کیونکہ ظاہر ہے کہ مشقت جہرِ مفرط میں ہوتی ہے معمولی جہر میں نہیں ۔ اور نداء کا لفظ بھی اس طرف مشعر ہے ۔ یہ سب

اسی صورت میں ہے کہ بلا ضرورت مشقت میں پڑے بوقتِ ضرورت اس کی گنجائش ہے۔ اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

وفیہ خفض الصوت بالذکر اذا لم تدع حاجۃ الی رفعہ فان دعت حاجۃ الی الرفع رفعہ۔ (ج۲ - ص۳۴۶)۔

اس حدیث کے جواب میں " لمعات " کے اندر لکھا ہے۔

لہ المنع من الجھر للتیسیر والارفاق لا أن یکون الجھر غیر مشروع اھ

سوال :- رفع صوت کے ساتھ ذکر کرنے کو بعض فقہاء نے منع لکھا ہے؟

جواب :- یہ ہے کہ معتدل جہر اور " رفع صوت " میں فرق ہے۔ " رفع صوت " جہر مفرط کے قبیل سے ہے جو ممنوع ہے اور " جہر معتدل " منع نہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے۔

قال ابوبکر رضہ أمّر الاقرع وقال عمر رضہ امّر القعقاع فقال ابوبکر رضہ ما اردت الاخلافی فقال عمر رضہ کذلک فتماریا ورفعت اصواتھما۔

روایت بالا سے ظاہر ہے کہ جو گفتگو عام لہجے میں ہوئی تو اسے دونوں جگہ " قال " سے تعبیر کیا گیا۔ اور جب یہی گفتگو نزاع کی صورت اختیار کر گئی اور بلند آوازی پیدا ہوگئی تو اسے " رفع صوت " سے تعبیر کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ عام گفتگو اور " رفع صوت " میں فرق ہے۔
نیز آگے علامہ شامی رح کے حوالہ سے اس کی تصریح بھی آرہی ہے کہ " مطلق جہر " اور " جہر مضر " دونوں الگ الگ ہیں۔

سوال :- مذاہب اربعہ کے علماء نے نماز کے بعد ذکر بالجہر کو منع کیا ہے؟

(شرح مسلم شریف : ج ۱ ص ۲۱۷)

جواب :- یہ ہے کہ علماء کا یہ فیصلہ نماز کے متصل بعد ذکر بالجہر کے مسنون نہ ہونے کے بارے میں ہے۔ علی الاطلاق ذکر بالجہر کی ممانعت کے متعلق نہیں۔ چنانچہ علامہ نووی شافعی رح، علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رح، امام شعرانی شافعی رح، علامہ شامی حنفی رح وغیرہ حضرات نے احادیث ذکر میں تطبیق دیتے ہوئے ذکر بالجہر کو جائز لکھا ہے۔

علامہ سیوطی رح متعدد احادیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

اذا تأملت ما اوردنا من الاحاديث عرفت من مجموعها انه لا كراهة البتة فى الجهر بالذكر بل فيه ما يدل على استحبابه اما صريحا او التزاما كما اشرنا اليه و اما معارضة بحديث خير الذكر الخفى فهو نظير معارضة احاديث الجهر بالقرآن بحديث السر بالقرآن كالسر بالصدقة وقد جمع النووى بينهما بان الاخفاء افضل حيث خاف الرياء او تأذى به مصلون او نيام والجهر افضل فى غير ذلك لان العمل فيه اكثر ولان فائدته تتعدى الى السامعين ولانه يوقظ قلب القارى ويجمع همه الى الفكر و يصرف سمعه اليه و يطرد النوم و يزيد فى النشاط . اھ — (الحاوى للفتاوى: ج ۲: ص ۱۳۳)

علامہ شامی رح لکھتے ہیں۔

و اما رفع الصوت بالذكر فجائز كما فى الاذان و الخطبة و الجمعة و الحج اھ وقد حرر المسئلة فى الخيرية وحمل ما فى فتاوى القاضى على الجهر المضر وقال ان هناك احاديث اقتضت طلب الجهر واحاديث طلب الاسرار و الجمع بينها بان ذلك يختلف باختلاف الاشخاص و الاحوال فالاسرار افضل حيث خيف الرياء او تأذى المصلين او النيام و الجهر افضل حيث خلا مما ذكر لانه اكثر عملا و لتعدى فائدته الى السامعين و يوقظ قلب الذاكر فيجمع همه الى الفكر و يصرف سمعه اليه و يطرد النوم و يزيد النشاط . اھ

(شامی: ج ۵، ص ۲۶۳)

امام شعرانی رح سے منقول ہے۔

وفی حاشیۃ الحموی عن الامام الشعرانی رح اجمع العلماء سلفا و خلفا علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم او مصل او قارئ الخ ۔ (شامی ج ۱ ، ص ۴۸۸ مطبوعہ کوئٹہ)۔

امام شافعی رح فرماتے ہیں ۔

واحب اظهار التکبیر جماعۃ وفرادی فی لیلۃ الفطر و لیلۃ النحر مقیمین و سفرا فی منازلهم ومساجدهم و اسواقهم الی قولہ و احتج بقول اللہ تعالی فی شهر رمضان" ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ماهداکم" وعن ابن المسیب وعروہ و ابی سلمۃ و ابی بکر یکبرون لیلۃ الفطر یجهرون بالتکبیر ۔

(مختصر المزنی باب صلوۃ العیدین ص۳۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی معمولی جہر کے ساتھ دعاء کرنا منقول ہے ۔ آپ کی مسجد کے مؤذن کا بیان ہے کہ

" جب سب لوگ عشاء کی نماز پڑھ کر نکل گئے تو امام صاحب رح نے نماز شروع کی ۔ پھر واپس آیا تو فجر طلوع ہونے کے قریب تھی ۔ میں آیا تو آپ کھڑے ہوئے اپنی داڑھی کو پکڑ کر کہہ رہے تھے ۔

یا من یجزی بمثقال ذرۃ خیر خیرا و یا من یجزی بمثقال ذرۃ شر شرا اجر النعمان عبدک من النار ومایقرب منها و ادخلہ سعۃ رحمتک ۔اھ

(عقود الجمان ، ص ۲۲۵)۔

قاضی صمیری رح نے بکر سے نقل کیا ہے کہ میں نے ایک رات ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ نماز پڑھتے ہوئے رو رو کر دعاء کر رہے تھے

رب ارحمنی یوم تبعث عبادک وقنی عذابک واغفر لی ذنوبی یوم یقوم الاشهاد ۔اھ (عقود الجمان ، ص ۲۲۰)۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فریقین کے دلائل پر مفصل بحث کرنے کے بعد آخر میں تحریر فرماتے فرماتے ہیں کہ۔

"بعد از ثبوت مشروعیت جہر کسی طور و ہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاق ادلہ مطلق ہے خواہ منفرد ہو یا مجتمع حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر یا کسی اور صورت سے .... ہر طور سے جائز ہے۔" (امداد الفتاویٰ: ج ۵: ص ۱۵۴)

ہاں حالات و اشخاص کے اعتبار سے اس کی افضلیت میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ البتہ ذکر بالجہر میں یہ شرط ہے کہ بطور ریا نہ ہو۔ کسی نائم یا مصلی کو اذیت نہ ہو۔ بلا تجویز شیخ جہر مفرط نہ ہو۔ پھر اس جہر مفرط اور اس کی ہیئات خاصہ کو قربت مقصودہ نہ سمجھے، تارک پر نکیر نہ ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ھذا

الجواب صحیح

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

للہ در المجیب

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مسجد کا پیسہ ذاتی ضروریات میں استعمال کرنے کا حکم

ہمارے محلہ میں ہمارے مسلک کی کوئی مسجد نہ تھی۔ ہم نے چندہ کر کے مسجد کے لئے پلاٹ خریدا۔ اہل محلہ نے مجھے ہی متولی بنا دیا مجھے جو چندہ ملتا میں اسے لکھ لیتا اور یہ سمجھتا کہ مسجد کے اتنے پیسے میرے ذمہ ہو گئے اور پیسے اپنی ضرورت میں خرچ کر لیتا۔ اب مسئلہ معلوم ہوا ہے کہ ایسا کرنا درست نہ تھا۔ اب اہل محلہ کو یہ بتا بھی نہیں سکتا۔ دل پریشان رہتا ہے کہ کسی طرح اس غلطی کا تدارک ہو جائے؟

الجواب مسجد کا پیسہ اپنی ضروریات میں استعمال کرنا جائز نہ تھا یہ سخت غلطی کی ہے۔ اب اصل حکم تو یہ ہے کہ جن جن افراد نے چندہ دیا تھا ان کو ان کا پیسہ واپس کریں یا ان سے دوبارہ اجازت حاصل کرکے اپنے پاس سے مسجد میں جمع کرادیں۔ ان میں سے کوئی صورت ممکن نہ ہو تو پھر اتنے پیسے بہرحال مسجد کو واپس کردیں نیز توبہ و استغفار کرتے رہیں امید ہے اللہ تعالیٰ آخرت میں مواخذہ نہ فرمائیں گے واللہ یعلم المفسد من المصلح۔

رجل جمع مالا من الناس لينفقه فی بناء المسجد وانفق من تلك الدراهم فی حاجة نفسه ثم ردّ بدلها الی نفقة المسجد لا يسعه ان يفعل ذلك واذا فعل ذلك ان كان يعرف صاحب المال رد الضمان عليه او يسأله ليأذن له بانفاق الضمان فی المسجد وان لم يعرف صاحب المال يرفع الامر الی القاضی حتی يأمره بانفاق ذلك فی المسجد فان لم يقدر علی ان يرفع الامر الی القاضی قالوا نرجوا له فی الاستحسان ان ينفق مثل ذلك فی المسجد فيجوز و يخرج عن الوبال فيما بينه وبين الله تعالیٰ (قاضیخان : ج ۴ ، ص ۱۷۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مسجد اگر معروف مربع شکل پر نہ ہو تو اُسے گرانے کا حکم

شہداء کے ایصال ثواب کیلئے عوامی چندہ کیا گیا پھر اس چندہ سے ایک مسجد تعمیر کی گئی جو مربع شکل پر ہونے کے بجائے سات ضلعی شکل پر بنائی گئی ہے۔ اور اس کے ساتھ راکٹ جیسا مینار بنایا گیا ہے۔

۱ : مسجد نبوی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مربع تعمیر کیا۔ شیخ محمد بن مسعود مدنی متوفی ۷۸۴ھ نے اپنی کتاب " الدرة المشیدہ فی تاریخ مدینہ " میں تصریح کی ہے۔

بنٰی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجدہ مربعا وجعل قبلته الی بیت المقدس۔

۲ ۔ تمام دنیا میں مساجد مربع شکل میں تعمیر ہوتی ہیں ۔ مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر فتویٰ سے عنایت فرمائیں کہ ایسی مسجد کا شرعاً کیا حکم ہے ۔ کیا اس کو شہید کر کے مربع شکل پر تعمیر کر دیا جائے یا رہنے دیا جائے ؟

الجواب مسجد نبوی اور عالم اسلام کی اکثر مساجد فی الجملہ مربع شکل میں ہیں سو اس لئے تعمیر مسجد میں ابتداءً اس کا لحاظ رکھنا مطلوب ہے اور سوال میں ذکر کردہ عبارات سے بھی تربیع کی مطلوبیت معلوم ہوتی ہے ۔ لیکن اس سے آگے کسی دوسری شکل کا ممنوع ہونا ، یا مسجد بن جانے کے بعد بغرض تربیع کسی مسجد کا واجب الہدم ہونا یہ امر عبارات مذکورہ سے معلوم نہیں ہوتا ۔ اور نہ کسی دوسری کتاب میں اس کی تصریح ملی ہے ۔ اور بدون سخت شرعی مجبوری کے مسجد کا گرانا درست نہیں ۔ کیونکہ اس میں اضاعت مال اور تبذیر ہے ۔ نیز یہ امر احترام مساجد کے بھی خلاف ہے ۔

علاوہ ازیں اہل اسلام میں تشویش اور نزاع و جدال کا بھی موجب ہے ۔ کعبہ مکرمہ کی عمارت عہد رسالت میں اگرچہ بنائے ابراہیمی سے بہت مختلف تھی ۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تشویش سے بچانے کے لئے اسے باقی رکھا ۔ اور امام مالک رح نے بھی خلیفہ وقت کو بڑی سختی سے ایسے ارادے سے منع کیا جبکہ خلیفہ وقت اس کا عزم کر چکا تھا ۔

الغرض تربیع کی مطلوبیت تو فی الجملہ ثابت ہے ۔ لیکن غیر تربیع کا ممنوع یا حرام ہونا کہ جس کی وجہ سے ایسی مساجد کو شہید کرنا واجب قرار دے دیا جائے ، ثابت نہیں ۔ پس مسجد شہداء مذکور کو بغرض تربیع شہید کرنا درست نہ ہوگا ۔

ایک حدیث پاک کی تشریح سے تربیع کے علاوہ مسجد کے لئے دوسری شکلوں کا جواز معلوم ہوتا ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد بنی حنیفہ کو ان کے گرجا گھر کے متعلق ارشاد فرمایا تھا ۔

فاكسروا بيعتكم وانضحوا مكانها بهذا الماء واتخذوها مسجداً ۔ (مشکوۃ ، ج ۱ ص ۶۹ بحوالہ نسائی شریف) ۔

اس کی تشریح میں ملا علی قاری رح فرماتے ہیں ۔

" فاكسروا اى غيّروا محرابها وحوّلوه الى الكعبة وقيل خرّبوه اهـ (مرقاۃ) ۔

احتمالِ اول کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گرجا گھر کو تحویل کے بعد مسجد قرار دیا معلوم ہوا کہ مسجد کی کوئی خاص شکل واجب نہیں۔ جس کی مخالفت ہو جانے پر مسجد کو واجب الہدم کہا جاسکے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ گرجا گھر کی شکل مساجدِ معروفہ سے قطعاً مختلف ہوتی ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۹/۷ ۱۳۹۸ھ

کنوؤں پر بنی ہوئی پرانی مساجد کا حکم

یہ جو دیہات میں رواج ہے کہ ہر کنوئیں پر ایک تھلہ نما مسجد ہوتی ہے جس کو نماز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور چار کونوں پر چھوٹے مینار کی شکل میں علامتیں بھی بنادی جاتی ہیں اور احترام وغیرہ میں وہ مسجد کے برابر تصور ہوتی ہے۔ جانوروں کے دخول سے حفاظت اور بوسیدگی کی وجہ سے لیپنا وازیں قسم کے لوازمات کا التزام کیا جاتا ہے جو کہ مساجد سے مخصوص ہیں اور ہر آدمی کو وہاں نماز پڑھنے کی اجازت ہوتی ہے۔

۲ : اس قسم کی مساجد غیر مسلم لوگوں کے کنوؤں پر بنادی جاتی تھیں جن کے مزارع مسلمان ہوتے تھے اور اس میں بھی ہر مسلم نماز پڑھنے کے لئے آجاتا تھا۔ اس طرح کی مساجد کا شرعاً کیا حکم ہے کیا یہ حقیقتہً مساجد ہیں جو کہ ہر طرح سے حفاظت اور احترام کے لائق ہیں۔ یا کہ وقتی طور پر جائے نماز کا حکم رکھتی ہیں جن کو توڑا جاسکتا ہے۔ یہ بات بھی غور کے لائق ہے کہ اکثر مقامات پر ایسی مساجد کے بنانیوالے راہئ ملکِ عدم ہو چکے ہیں۔ ان کی نیت پر اطلاع پانا بھی مشکل ہے۔ جواب با صواب سے نوازیں؟

الجواب مسجد شرعی بننے کے لئے اصل اعتبار تو مالکِ زمین کی نیت کا ہے۔ اگر مالکِ اول نے مسجدِ شرعی کی نیت نہیں کی مگر مالکِ ثانی نے نیت کرلی تھی تو بھی وہ مسجدِ شرعی بن جائے گی۔ وہلم جرّا۔

غیر مسلم مالکِ اراضی نے اگر وہ زمین کسی مسلمان کو تملیکاً دے دی، کہ اس میں مسجد بنالو۔ تو بھی ان کے بنانے اور نیت کرنے سے وہ مسجد بن جائے گی۔ جن مساجد کی تعیین متعذر ہو جائے ان میں احتیاط پر عمل کرتے ہوئے انہیں مسجد ہی سمجھا جائے۔ ظاہر یہی ہے کہ پہلے سادہ لوگ مسجد میں

لغوی و شرعی کا فرق کم کرتے تھے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۱ ر ۳ ر ۱۴۰۳ھ

مسجد میں رومال وغیرہ رکھ دینے سے جگہ مخصوص ہوتی ہے یا نہیں

زید کہتا ہے کہ اگر ایک آدمی مسجد میں جگہ مقرر کرکے نماز پڑھتا ہے، تو یہ جائز نہیں۔ یا وضو کرنے کی غرض سے اپنی جگہ پر کپڑا رکھ دیتا ہے اور ابھی جماعت کھڑی ہونے میں دیر ہے تو اس کا کپڑا اٹھا کر پیچھے رکھ دیا جائے تو ایسا کرنا منع نہیں۔

عمر کہتا ہے کہ جگہ مقرر کرکے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور درست ہے۔ اور اگر ابھی جماعت کھڑی ہونے میں دیر ہے تو اس کپڑے کو اٹھا کر پیچھے رکھنا بھی منع ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مقررہ مقصورہ میں نماز پڑھتے تھے۔ مقصورہ وہ جگہ جہاں میجر یا سلطانِ وقت کھڑے ہو کر نماز ادا کریں۔ اگر جگہ مقرر کرکے نماز پڑھنا ناجائز ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل کا کیا حکم ہے؟

الجواب اگر کوئی شخص کسی جگہ پر پہلے سے بیٹھا ہو، پھر بہ ضرورتِ وضو۔ وغیرہ رومال وغیرہ رکھ کر چلا گیا تو اس جگہ کا وہی زیادہ مستحق ہے۔ اگر کوئی اور بیٹھ گیا تو یہ اس کو اٹھا بھی سکتا ہے۔ بدون اس حالتِ مذکورہ کے درست نہیں ہے۔

(عزیز الفتاویٰ: ج ۱: ص ۳۳۷)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل حفاظتی انتظام کے طور پر تھا۔ عام حالات کے لئے اسے دلیل نہیں بنا سکتے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۸ / ۵ / ۱۴۰۷ھ

سینما کے مالک کو مسجد کمیٹی کا صدر بنانا

ایسا شخص جو سینما کا مالک ہے اور خود بھی سینما چلا رہا ہے۔ اس کا ذریعۂ معاش بھی سینما کی

کمائی ہے ۔ کیا وہ کسی مسجد اور اس کیساتھ ملحقہ دینی درس کا صدر بنایا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب یہ ذریعہ معاش شرعاً جائز نہیں ۔ اور ایسا شخص دینی صدارت کا اہل نہیں ۔

فقط واللہ اعلم : احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۶/۲/۶ ۱۴۰ھ

زیرِ تعمیر مسجد میں سگریٹ پینا

زیرِ تعمیر مسجد میں جب کہ وہاں جماعت سے نماز ادا نہ ہو رہی ہو ، سگریٹ پینا کیسا ہے ؟

۲ : کوئی آدمی نماز کے اوقات کے علاوہ مسجد میں آکر پنکھا چلا کر سو جاتے تو کیسا ہے ؟ اور مسافر کے لئے کیسا ہے ؟

الجواب مسجد جب ایک دفعہ مسجد بن جائے ۔ تو وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہوتی ہے ۔ لہذا وہ زیرِ تعمیر بھی ہو تو بھی اس میں سگریٹ پینا منع ہے اور جائز نہیں ہے ۔

۲ : جو شخص اس مقصد کے لئے یعنی صرف آرام کے لئے مسجد میں آتے ، اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے ۔ اور جو عبادت کے لئے مسجد میں آتے ۔ اور اسی مقصد کے لئے درمیانی وقفہ میں ٹھہرا رہے تو اس کے لئے بعد از اجازت گو عرفاً ہو ۔ پنکھے وغیرہ کا استعمال جائز ہے ۔ اور مسافر کے لئے مسجد میں سونا بھی جائز ہے ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس
۸/۸/۱۴۰۱ھ

محراب والی دیوار کو شیشے کے ٹکڑوں سے آراستہ کرنا

مسجد کے محراب میں چندہ کے پیسوں سے شیشے کی ٹکڑیاں اور پھول وغیرہ بنوانے جائز ہیں یا نہ ؟

الجواب جو چندہ تعمیر مسجد کے لئے دیا گیا ہو اس سے اس قسم کے تکلفات کرنے درست نہیں ۔ کوئی شخص اپنے ذاتی حلال پیسے سے اس قسم کے نقش و نگار کرانا چاہتا

ہے تو گنجائش ہے۔ مگر قبلہ والی دیوار اور محراب میں پھر بھی کراہت ہے۔ کیوں کہ اس سے بار بار نمازیوں کی توجہ ہٹتی رہے گی۔ اور مسجد کی اصل غرض "خشوع وخضوع کے ساتھ ذکر الٰہی" ختم ہوجائے گی۔ واضح رہے کہ یہ حکم زائد از ضرورت تکلفات کا ہے۔ مناسب صفائی اور خوب صورتی مطلوب شریعت ہے۔

ولا بأس بنقشه خلا محرابه فانه یکره لانه یلهی المصلی ویکره التکلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصا فی جدار القبلة ۔ اھ۔ (درمختار علی الشامیة ج ۱ ص۶۱۶ مطبعة الکبری الامیریه) ۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۱۹ / ۱۱ / ۱۳۹۷ھ

مسجد کی الماری مستقل طور پر ذاتی استعمال میں رکھنا

امام مسجد صاحب مسجد کی ایک الماری کو اپنے قبضہ میں رکھتے ہیں۔ اور اس میں اپنی کتب وغیرہ رکھتے ہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب مستقل طور پر مسجد کی الماری کو ذاتی کتب کے لئے استعمال کرنا درست نہیں۔ للعلة التی کرہ بها احضار مبیع فیه وفی الشامیة لان المسجد محرز عن حقوق العباد وفیه شغله بها ۔ اھ (شامی ج ۲ ص۴۴۲)

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۶/۲۵/ ۱۴۰۰ھ	فقط واللہ اعلم احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی

مسجد میں پڑھانے کا حکم

مسجد میں دینی مدرسہ کھولا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب مساجد کے ساتھ مکاتب کا قدیم سے دستور چلا آرہا ہے۔ اور اگر ضرورت شدید ہو تو مسجد میں بیٹھ کر پڑھانا بھی جائز ہے۔

ولو جلس المعلم في المسجد والوراق يكتب فان كان المعلم يعلم للحسبة والوراق يكتب لنفسه فلا بأس به لانه قربة وان كان بالاجرة يكره الا ان يقع لهما الضرورة اھ (عالمگیری، ج ۴، ص۹۳) - فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۲۲ / ۳ / ۱۳۹۸ھ

مسجد کی دیوار کو مسجد کی دوکان کے لئے استعمال کرنا

۱۔ مسجد کی بنیاد اٹھارہ انچ چوڑی رکھی گئی۔ پھر اس پر مسجد کی دیوار ساڑھے تیرہ انچ تیار کی گئی اب مغرب کی طرف مسجد کے مفاد کے لئے دوکانیں بنانی ہیں۔ کیا مسجد کی بنیاد جو ساڑھے چار انچ مغرب کی طرف ہے اس پر مسجد کی دوکانوں کی دیوار بنائی جاسکتی ہے؟

۲: نیز محراب جو کہ مسجد کی دو کانوں میں آتا ہے اسے الگ خالی چھوڑا جائے یا اس پر دوکان کی چھت بنائی جاسکتی ہے؟

الجواب ۱-۲۔ مسجد کی دیوار اور محراب کو کسی صورت دوکانوں کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں۔

ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافه۔اھ (شامی، ج ۳، ص۳۸۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۲۷ / ۲ / ۱۳۹۷ھ

فضاء مسجد میں گھر اور بیت الخلاء بنانے کا حکم

محلہ کمنگران میں احاطہ مسجد میں ایک مکان برائے امام صاحب تعمیر کیا جارہا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ چھت پر لینٹر ڈال کر کچھ حصہ لینٹر کا فضاء میں بڑھایا جارہا ہے جو کہ دیوار

سے زائد ہے ۔ اور لینٹر کا یہ حصہ فضاء مسجد کے اس حصہ میں آتا ہے جہاں کہ نماز پڑھی جاتی ہے تو کیا مکان کا حصہ جو فضاء مسجد میں آتا ہے ، درست ہے یا نہیں ؟ اور اس حصہ میں بیت الخلاء بنانے کا بھی ارادہ ہے ۔

الجواب مسجد تا عنانِ سماء مسجد ہوتی ہے ۔ لہذا مذکورہ تعمیر کا جو حصہ فضاء مسجد میں آتا ہے وہ درست نہیں ۔ وہاں رہائش یا بیت الخلاء بنانا جائز نہیں ۔

درمختار میں ہے ۔

وكره تحريما الوطء فوقه والبول والتغوط لانه مسجد الى عنان السماء وفيه واكل و نوم الا لمعتكف اوغريب اھ (شامی : ج ۱ ص ۶۱۴) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	جامعہ خیر المدارس ملتان
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	۱۲ / ۸ / ۱۳۹۶ ھ

گوبر ملی ہوئی مٹی سے مسجد کی لپائی کرنا

مسجد کی لپائی گوبر والی مٹی سے کی گئی ہے اور اوپر سے قلعی کر دی گئی ہے کیا یہ درست ہے یا نہیں ؟ یا اس کو اتار دیا جائے ؟

الجواب مٹی میں گوبر ملا کر مسجد کی دیواروں وغیرہ کو لیپنا جائز ہے ۔

کما فی الشامی : ج ۱ ص ۶۱۴ : ولا تطيينه بنجس فی الفتاوی الهندية يكره ان يطين المسجد بطين قد بل بماء نجس بخلاف السرقين اذا جعل فيه الطين لان فی ذالك ضرورة وهو تحصيل غرض لا يحصل الا به كذا فی السراجية ۔

بندہ اصغر علی غفرلہٗ نائب مفتی

گو گوبر ملی مٹی سے لیپنا جائز ہے جیسا کہ شامی کی عبارت میں مذکور ہے ۔ مگر یہ مشروط معلوم ہوتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ دیوار کی مضبوطی اور صفائی کی غرض اس کے سوا دوسری چیز سے

پوری نہ ہوسکتی ہو۔ چونکہ بھوسہ وغیرہ ملانے سے یہ غرض پوری ہوسکتی ہے۔ لہذا میرے خیال میں مساجد کے لیپنے میں گوبر ملانے سے احتراز اولیٰ و احوط ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدور وان ینظف ویطیب رواہ ابوداؤد۔

(مشکوٰۃ : ج ۱ ص ۶۹۔) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیرالمدارس ملتان ۲۹/۳/۱۳۷۵ھ

مساجد میں ملکی حالات پر تبصرہ کرنے کا حکم

مساجد میں عوام کو ملکی حالات سے باخبر رکھنے کے لئے ملک کے واقعات اور خبریں پیش کرنا اور ان پر اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق تبصرہ کرنا کیسا ہے ؟

الجواب اگر وعظ و نصیحت کے ضمن میں کچھ ملکی حالات عبرت و موعظت کی غرض سے بیان کئے جائیں تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس میں کسی کی غیبت نہ ہو، کسی کی توہین نہ ہو، اور کسی پر استہزاء نہ ہو۔ اور مستقل طور پر ملکی حالات سنانے کے لئے مسجد میں مجلس منعقد کرنا ٹھیک نہیں۔ کیوں کہ مساجد کی تعمیر ذکر الٰہی اور قرآن مجید پڑھنے اور عبادت کے لئے ہے نہ کہ کسی اور مقصد کے لئے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۔ ۳ صفر ۱۳۷۵ھ

ہندوؤں کی متروکہ زمین کو بلا اجازت مسجد بنانا درست نہیں

۱ : ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے مکان کو معمولی تبدیلی کے بعد بلا اجازت حکومت مسجد قرار دیا جائے جب کہ اس میں چوری کی کڑیاں اور اینٹیں بھی استعمال کی گئی ہوں۔ تو کیا یہ حقیقۃً مسجد بن گئی اور اس میں نماز صحیح ہے ؟

۲ : مسجد تو پہلے سے ہو لیکن اس میں توسیع کرنے کے لئے ہندوؤں کے متروکہ مکان کو بلا اجازت حکومت ملا لیا گیا ہو۔ نیز چوری کا سیمنٹ ٹھیکہ داروں سے خرید کر اور بعض مہاجرین

سے ہندوؤں کے مکانات کی اینٹیں وغیرہ سستے داموں خفیہ خرید کر مسجد میں لگائی گئی ہوں تو کیا یہ ٹھیک ہے اور نماز درست ہے ؟

۳ : اب حکومت قابضین سے ہندوؤں کی متروکہ جائیداد کی قیمتیں وصول کر رہی ہے۔ اگر حکومت ان مکانوں، جنہیں بلا اجازت مسجد بنا لیا گیا ہے، کی قیمت طلب کرے تو کیا قیمت ادا کرنے سے انکار کرنا شرعًا جائز ہے ؟ اور کیا ایسی مساجد شرعًا مساجد کا حکم رکھیں گی ؟ اور ان میں نماز بلا کراہت درست ہے ؟

الجواب ۱ : نماز تو ایسی مساجد میں ہو ہی جاتی ہے لیکن ان کو مسجد کی حیثیت اس وقت حاصل ہوگی جب حکومت سے باقاعدہ منظوری حاصل کر لی جائے گی۔ اور جب تک حکومت سے اجازت حاصل کر کے اس کو مسجد نہ بنا لیا جائے اس وقت تک اس میں نماز مکروہ ہوگی۔

۲ : جتنی مسجد پہلے تھی اس کے تو مسجد ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور نماز بھی اس میں بلا کراہت جائز ہے۔ اور جو حصہ حکومت کی اجازت کے بغیر اضافہ کیا گیا ہے اس کا وہی حکم ہے جو کہ اوپر ہم جواب نمبر ا میں لکھ چکے ہیں۔ اور جو چوری کا سیمنٹ اس میں لگایا گیا ہے۔ تو فرش پر جس جگہ وہ لگایا گیا ہے اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ خواہ پہلی مسجد کے حصہ میں یا اضافہ میں۔ اس کا حل یہ ہے کہ سیمنٹ وغیرہ کو اکھاڑ کر دوسرے پاک مال سے دوبارہ فرش بنا لیا جائے۔ یا ان ٹھیکہ داروں سے کہا جائے کہ اس سیمنٹ کی قیمت حکومت کے خزانے میں داخل کر دو۔ پھر بھی پاک ہو جائے گا اور جو ایسا سامان مسجد کی چھت یا دیواروں میں لگا ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے نماز تو مکروہ نہیں ہوتی لیکن سخت گناہ ہے۔ جس کا ازالہ بھی وہی ہے جو اوپر تحریر کر دیا گیا ہے۔ کذا فی امداد الفتاویٰ ، ص ۶۰۵ و ۶۰۶ - ج ۲ -

۳ : ایسے مکانات جو کہ بلا اجازت حکومت کے مسجد بنا دیئے گئے ہیں اگر اہلِ حکومت ان مکانات کی قیمت طلب کرے تو بلا تأمل قیمت ادا کر دی جائے تاکہ وہ مکانات صحیح معنی میں مسجد بن جائیں ورنہ ان کے اندر نماز مکروہ ہوتی رہے گی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح　　　　　　بندہ اصغر علی غفرلہٗ

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ، مفتی خیر المدارس ملتان - پاکستان

مسجد تنگ ہو تو جبراً کسی کی زمین مسجد میں شامل کرنے کا حکم

قصبہ مخدوم عالی میں لوگ ایک مسجد کی توسیع کر رہے ہیں۔ رمضان شریف میں جمعہ کے دن لوگ نہیں سما سکتے۔ قریب ہی لوگوں کے مکان ہیں وہ نہیں دیتے باوجودیکہ ان کو معاوضہ بھی دیا جا رہا ہے۔ کیا از روئے شریعت ان لوگوں سے جبراً زمین لے سکتے ہیں ؟

الجواب اگر صرف رمضان المبارک کے جمعہ میں لوگوں کو تنگی ہوتی ہو تو اس کے رفع کرنے کا کوئی دوسرا انتظام کرنا چاہئے پڑوسیوں کے مکانات جبراً لے کر مسجد میں شامل کرنا درست نہیں ہوگا۔ البتہ انہیں رضامند کر لیا جائے تو جواز ظاہر ہے۔ مسجد کے لئے جبراً اراضی حاصل کرنے کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ شہر میں دوسری مسجد نہ ہو۔

قال فی نور العین ولعل الاخذ کرھا لیس فی کل مسجد ضاق بل الظاهر ان یختص بما لم یکن فی البلد مسجد اخر اذ لو کان فیه مسجد اخر یمکن دفع الضرورة بالذهاب الیه نعم فیه حرج لکن الاخذ کرھا اشد حرجا منه (شامی، مطبعة الکبری الامیریة : ج ۳، ص۳۹۶)۔

"نعم فیه حرج" سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے کہ یہ جزئیہ اس مسجد کے بارے میں ہے جس کے اندر پنج وقتہ نماز کے لئے تنگی ہوتی ہو۔ کیونکہ جمعہ یا عیدین کے لئے جامع مسجد یا عیدگاہ میں جانا باعث حرج نہیں مطلوب و مامور شرعی ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔	بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۲/۷/۷۷ھ

مسجد کے اندر بیٹھ کر وضوء کرنے کا حکم

ایک صاحب مسجد کے اندر وضوء کرتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کا کہتے ہیں جبکہ مسجد کے متصل وضوء کے لئے الگ جگہ بنی ہوئی ہے۔ ان کا یہ فعل کیسا ہے ؟

الجواب مسجد میں اس طرح وضوء کرنا کہ وضوء کا پانی مسجد میں گرے جائز نہیں۔ ان صاحب کو اس عمل سے بہرصورت منع کر دیا جائے۔ وتکرہ المضمضة و الوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمة موضع اعد لذالک ولا یصلی فیہ ولہ لن یتوضا فی اناء کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص۱۱۰)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد میں بیٹھ کر انگریزی کتب پڑھنا پڑھانا جائز نہیں

ایک شخص مسجد میں انگریزی پڑھ رہا تھا، دوسرے نے اعتراض کیا کہ انگریزی پڑھنا گناہ ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تورات پڑھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کا اظہار فرمایا۔ پہلے نے جواب دیا کہ آج کل قرآن مجید کا بھی انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے۔

۲: بعض دینی مدارس میں دینی تعلیم کے ساتھ انگریزی، ریاضی، اور سائنس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کیا مسجد میں دوسرے علوم کی تعلیم جائز ہے؟۔

الجواب انگریزی زبان سیکھنے میں اگر کسی معصیت کا ارتکاب نہ ہو، اور دین میں اس سے نقصان نہ آئے تو سیکھنا درست ہے۔ (کذا فی فتاوی رشیدیہ: ج ۱ ص ۹۱)

اور اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اچھی نیت سے پڑھنا موجب ثواب ہے۔ اور غلط نیت سے پڑھنے میں گناہ ہے۔ لیکن مسجد میں اس کا پڑھنا پڑھانا بہرحال درست نہیں۔ کیونکہ بعض عام مباح امور جو فی ذاتہ جائز ہیں۔ مسجد میں ان کو بھی کرنا جائز نہیں۔ نیز انگریزی کتب میں عام طور پر تصاویر ہوتی ہیں اور تصاویر مسجد میں لانا جائز نہیں۔

۲: تنخواہ دار ملازم کا بلاضرورت مسجد میں بیٹھ کر قرآن وحدیث پڑھانا بھی درست نہیں۔ چہ جائیکہ یہ علوم پڑھائے جائیں۔ واضح رہے کہ درس وتقریر اور چیز ہے اور تعلیم اور چیز ہے۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد بن جانے کے بعد اس پر رہائشی مکان بنانے کا حکم

مسجد کی چھت پر جس کے اندر نماز ادا کی جاتی ہے۔ رہائشی مکان بنایا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب مسجد کا جو حصہ نماز ادا کرنے کے لئے ہوتا ہے اس کی چھت پر مکان تعمیر کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ مسجد تحت الثریٰ سے آسمان تک مسجد ہوتی ہے۔

" لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع الی قولہ فیجب ھدمہ۔ اھ (شامی : ج ۳، ص ۳۸۲ مطبعۃ الکبری الامیریہ)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی

۱۷ / ۱ / ۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان

تعمیر مسجد میں اہل تشیع سے چندہ لینے کا حکم

بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو کہ اہل تشیع سے محبت رکھتے ہیں۔ اور تھوڑا سا اندرونی عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ مکمل رافضی نہ ہیں اور نہ ہی تابوت اپنا نکالتے ہیں۔ اور نمازیں سب ہمارے پیچھے پڑھتے ہیں۔ جمعہ اور عیدین بھی ہمارے پیچھے پڑھتے ہیں۔ یعنی ہاتھ باندھ کر، ہم جیسی پڑھتے ہیں۔ اور بعض اہل تشیع جو ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں وہ بھی کسی کے کہنے اور ترغیب دینے پر۔

دونوں قسم کے مسجد کی تعمیر میں امداد دینا چاہتے ہیں۔ کیا ان سے امدادی رقم لے کر مسجد کی تعمیر میں لگائی جاسکتی ہے یا نہ۔ انکار کی صورت میں بوجہ قریبی ہمسائیگی دل شکنی ہوتی ہے نیز کہتے ہیں کہ مشرکین مکہ کی امداد کعبہ کی تعمیر میں لگائی گئی تھی؟

الجواب غیر مسلک کے لوگ بعض اوقات چندہ دینے کے بعد اپنے حقوق جتلانے لگتے ہیں۔ اور مستقل درد سر بنے رہتے ہیں۔ اگر یہ احتمال نہ ہو، نیز یہ خدشہ بھی نہ ہو کہ کل کو وہ سنیوں پر احسان جتائیں گے تو شرعاً ان کا چندہ لے سکتے ہیں۔

(امداد الفتاوی ، ج ۲ ، ص ۶۰۴) ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۹ / ۲ / ۱۴۰۷ھ

مسجد کا پیسہ بنک میں رکھنے کا حکم

مسجد کی رقم بنک میں جمع ہے اس پر سود لگتا ہے کسی آدمی نے مشورہ دیا ہے کہ یہ رقم بنک کی بجائے کسی کاروبار میں لگائیں ۔ نفع اور نقصان میں برابر کے شریک ہوں گے ۔ آیا مسجد کے فنڈ سے کاروبار کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ یا ویسے ہی بنک میں پڑی رہے ، وہ درست ہے ؟

الجواب مسجد کا پیسہ کاروبار میں نہ لگایا جائے ۔ بنک کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھ دیں یا کسی ایسے امین کے پاس رکھ دیں جو حفاظت پر قادر ہو ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۱۱ / ۴ / ۱۴۰۷ھ

محراب مسجد کے لئے راستے کا کچھ حصہ لینے کا حکم

حیدر آباد کی اکثر مساجد کی محرابیں باہر روڈ پر نکلی ہوئی ہوتی ہیں ۔ اور اس روڈ پر نکلی ہوئی محراب پر نہ تو حکومت کو اور نہ ہی اہل محلہ کو کسی قسم کا کوئی اعتراض ہوتا ہے ۔ بصورت دیگر اگر محراب روڈ پر نہ نکالی جاتے تو ایک صف کی جگہ کا نقصان تصور کیا جاتا ہے ۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مسجد کی محراب کا حصہ باہر روڈ پر نکالنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب بر تقدیر صحت سوال صورت مسئولہ کی مذکورہ جزئیہ سے گنجائش معلوم ہوتی ہے ۔ قوم بنوا مسجدا واحتاجوا الی مکان لیتسع المسجد واخذوا من الطریق وادخلوه فی المسجد ان کان یضر باصحاب الطریق لا یجوز وان کان لا یضر

یجوز ان لا یکون به بأس کذا فی المضمرات وهو المختار کذا فی خزانة المفتیین - اھ (عالمگیری ج ۲ ص ۴۴۸)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۷ / ۱ / ۱۴۰۸ھ

ملحق برآمدے کو مسجد میں شامل کرنے کا حکم

بانی اوّل نے مسجد کے ایک طرف برآمدہ بنایا۔ لیکن نیت یہ کی کہ جب کبھی دنیاوی باتوں کی ضرورت ہوگی تو اس جگہ بیٹھ کر کریں گے۔ یعنی مسجد سے خارج رکھا۔ اب متولی مسجد بوجہ ضرورتِ توسیعِ مسجد اس کو مسجد میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ کیا داخل کر سکتا ہے؟

الجواب متولی مسجد جعل منزلا موقوفا علی المسجد مسجدا وصلی الناس فیه سنین ثم ترك الناس الصلوة فیه فاعید منزلا مستغلا جاز لانه لم یصح جعل المتولی ایاه مسجدا - اھ (ج ۲ ص ۴۴۷، عالمگیری)۔

جزئیہ بالا سے معلوم ہوا کہ اس ملحقہ جگہ کو مسجد میں شامل کرنے کے بعد بھی یہ تمام احکام میں پہلی کے مماثل نہیں بنے گی۔ البتہ ضرورت کے تحت ملانے میں کوئی حرج نہیں۔

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	فقط واللہ اعلم احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۳/۷/۱۴۰۱ھ

مسجد کے لئے وقف قرآن مجید کو مدرسہ میں لے جانے کا حکم

مسجد کا قرآن شریف مدرسہ میں لے جا کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور ایسے ہی صف بھی؟

الجواب اگر قرآن مجید اور صفیں مسجد کے لئے وقف ہیں۔ تو جب تک وہ قابلِ انتفاع ہیں۔ انہیں کسی اور جگہ لے جا کر استعمال کرنا جائز نہیں۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۲/۱۱/۱۴۰۱ھ

مسجد کی جگہ کو راستہ کیلئے لینا جائز نہیں

ایک مسجد کے شرقی کونہ کی طرف سڑک ہے اس میں ٹرک وغیرہ گزارنے میں تکلیف ہوتی ہے کیا مسجد کی زمین سے ایک فٹ جگہ رفاہ عامہ کیلئے لی جاسکتی ہے؟

الجواب مسجد کی جگہ اس مقصد کے لئے لینی درست نہیں۔

" ان اراد وا ان یجعلوا شیأ من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لهم ذالك وانه صحیح كذا فی المحیط۔ اھ (عالمگیری: ج ۲ ص۲۵۶)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۳ / ۴ / ۱۳۹۹ھ

مسجد کے قریب خالی جگہ میں ہسپتال بنانے کو ترجیح دیجائے یا مدرسہ کو

تعمیر شدہ مسجد کو آباد کرنا مقدم ہے یا اس کے بالمقابل رفاہِ عامہ کے لئے ہسپتال بنانا۔ جب کہ ہسپتال بنانے کا مقصد مسجد کی تخریب ہو۔ اور تبلیغی اور تدریسی مشن کو روکنا پیش نظر ہو حالانکہ متبادل رقبہ بھی موجود ہے۔ نیز مسجد کی تخریب کرنے والے کے بارے میں کیا وعیدیں آئی ہیں؟

الجواب اگر ہسپتال کے لئے کوئی متبادل جگہ موجود ہو تو بہتر یہی ہے کہ مسجد کے ساتھ ملحقہ زمین میں مدرسہ یا کوئی دینی مرکز تعمیر کر لیا جائے۔ کیوں کہ ہسپتال وغیرہ کے لئے تو اور جگہیں بھی مل سکتی ہیں۔ اور مدرسہ کے لئے ملنا بہت مشکل ہے۔ مساجد کو بے آباد، اور ویران کرنے والے کو قرآن حکیم میں بڑا ظالم کہا گیا ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۷ / ۵ / ۱۳۹۸ھ

مسجد کا سپیکر شادی بیاہ کے لئے دینے کا حکم

مسجد کا سپیکر مسجد سے باہر کسی شادی بیاہ کے لیئے جہاں گانے بجانے اور ہر قسم کے خرافات ہوتے ہیں، دینا جائز ہے یا نہ؟ اگر نہ دیا جائے تو وہ ناراض ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح مسجد کی دوسری اشیاء مثلاً ٹماٹ وغیرہ کو مسجد سے باہر لے جانا۔ اور ذاتی استعمال میں لانا کیسا ہے۔ نیز مسجد کے پانی سے ایسے لوگ اگر غسل کرتے ہیں جو نماز ہرگز نہیں پڑھتے۔ ان کے لئے یہ جائز ہے یا نہ؟ ان کو روکنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب مسجد کا سپیکر شادی بیاہ میں گانے بجانے کے لئے ہرگز نہ دیا جائے۔ دینے والے سخت گناہ گار ہوں گے۔ اس سلسلہ میں لینے والوں کو مسئلہ بتا دیا جائے۔ اس کے بعد بھی وہ ناراض ہوں تو ان کی ناراضگی کی مطلقاً پرواہ نہ کی جائے۔ مسجد میں استعمال کرنے کے لیئے مسجد کی وقف اشیاء کو مسجد سے باہر لے جاکر ذاتی ضرورت میں استعمال کرنا گناہ ہے۔ اس لئے خود بھی بچا جائے اور دوسروں کو بھی بچایا جائے۔ اور غیر نمازی کا مسجد میں اگر نمازیوں کی ضرورت کے پانی کو استعمال کرنا درست نہیں۔ جو آدمی ناجائز امور سے روکتا ہے وہ درست کرتا ہے اس کی تائید کرنی چاہئے۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مسجد کبھی بھی فروخت نہیں ہوسکتی

اہل بستی نے ایک قطعہ اراضی واقع موضع بالیال اوتاڑ، بنام مسجد خریدا۔ رجسٹری مسجد کے نام کی گئی۔ پھر مسجد تعمیر کردی گئی۔ ایک عرصہ تک وہاں نماز پڑھی جاتی رہی۔ وہاں سرکاری سڑک تعمیر ہورہی تھی۔ چند افراد نے مسجد محکمہ کے ہاتھ بیچ دی۔ وہاں دفتر بنایا گیا۔ مسجد کے اندر کرسیاں ڈال کر رہائش رکھی گئی۔ ریڈیو بجتا رہا۔ بعد ازاں اسے مسمار کرکے سڑک میں شامل کرلیا گیا۔ اب اس کا شرعاً کیا حکم ہے۔ اور ایسا کرنے والے آدمیوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب مذکورہ قطعہ جب اہل بستی نے خرید کر اس میں مسجد تعمیر کردی تو یہ وقف ہوگیا۔ اب تا قیامت یہ جگہ مسجد رہے گی۔ اس کی خرید و فروخت باطل اور کالعدم

ہے۔ دیدہ و دانستہ بیچنے اور خریدنے والوں کو انتہائی ندامت کے ساتھ توبہ و استغفار کرنا چاہئے۔
اور اس جگہ کی بازیابی اور دوبارہ تعمیر مسجد کے لئے تعاون کرنا ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔

فقط واللہ اعلم ، احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح ، محمد صدیق غفرلہٗ ، مدرس خیر المدارس ملتان ۲۳/۴/۱۳۹۸ھ

روافض کو اہلسنت کی مساجد میں ہرگز نہ داخل ہونے دیا جائے

ہمارے چک نمبر ۱۰۴/ ای - بی - میں اکثریت سنیوں کی ہے۔ اور تھوڑے سے گھر شیعوں کے ہیں۔ شروع سے اس میں اہل سنت والجماعت اذان و اقامت کے ساتھ نمازیں ادا کرتے آئے ہیں۔ اور پیش امام بھی ہمیشہ سے جب سے مسجد بنی ہے آج تک اہل سنت کا ہوتا ہے چند دن قبل شیعوں نے اسی مسجد میں اپنی اذان واقامت شروع کردی ، اور اپنی جماعت بھی کرانی شروع کردی۔ یعنی دو اذانیں اور دو جماعتیں ہونے لگیں۔ اہل سنت کی بھی اور اہل تشیع کی بھی۔ کچھ فساد ہوا تو عدالت نے مسجد سیل کردی۔

بعدہٗ عدالت بورے والا سے " اے سی " صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ مسجد اہل سنت کی ہے اس میں نماز با جماعت ادا کرسکتے ہیں۔

مگر شیعوں نے پھر اپیل کر رکھی ہے کہ ہمیں بھی جماعت کرانے کی اجازت دی جائے۔ اب آپ فرمائیے کہ اہل سنت کی مسجد میں شیعہ اپنی اذان و اقامت کے ساتھ دوسری جماعت کرا سکتے ہیں یا نہیں ؟ حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ ہم نے مسجد میں چندہ دیا ہے اس لئے ہمارا حق ہے - بینوا توجروا۔

الجواب امداد المفتین ، ج ا ص ۷۴۰ ۔ میں ہے کہ روافض کو مساجد اہل سنت میں آنے سے روکنا جائز ہے۔ نیز ان کو اجازت دینے میں فسادات کا دروازہ کھولنا ہے۔ کیوں کہ اہل سنت کے پیشواؤں کو برا کہنا ان کے مذہب کا جزو ہے۔ بنا بریں علیہ شریعت و انتظام کا تقاضا یہی ہے۔ کہ ان کو سنیوں کی مسجد میں آنے سے روکا جائے۔ چندہ دینے سے استحقاق ثابت نہیں ہوتا۔

قال فی الاشباہ ویکرہ دخولہ یعنی المسجد عن اکل ذاریح کریھۃ ویمنع منہ وکذا کل موذ ولو بلسانہ اھ ۔
(الاشباہ والنظائر احکام المسجد) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

کسی مسجد میں دوسرے فرقے کو دوسری اذان وجماعت کی اجازت دینا فساد وخونریزی کو دعوت دینا ہے ۔ چہ جائیکہ شیعوں کو اہلسنت والجماعت کی مساجد میں اس کی اجازت دیجائے یہ ہرگز جائز نہیں ۔ والجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۵ / ۷ / ۱۳۹۸ھ

طائفہ نے جو مسجد اپنے مہر کی رقم سے تعمیر کرائی ہو اس میں نماز کا حکم

مسماۃ ہندہ طائفہ نے ایک مسجد تعمیر کرائی ہے ۔ مسماۃ مذکورہ حلفیہ بیان دیتی ہے کہ اس مسجد کی تعمیر میں اس نے اپنے نکاح شرعی کی مہر والی رقم صرف کی ہے ۔ نیز اس بیان پر متشرع پابند صوم وصلوٰۃ شخص ، جو کہ اس کا قریبی رشتہ دار بھی ہے ، کی تصدیق موجود ہے ۔

تو سوال طلب امر یہ ہے کہ کیا مسماۃ مذکورہ کا حلفیہ بیان اور اس شخص کی تصدیق شرعاً معتبر ہے یا نہیں ؟ اور اس کی تعمیر کردہ مسجد کا کیا حکم ہے ؟ اس میں نماز پڑھنا جماعت کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ ۔

المستفتی قاری عبد الرحمٰن مدرسہ عربیہ حفظ القرآن کہروڑ پکا ۔

الجواب مذکورہ مسجد میں نماز باجماعت پڑھنا درست ہے ۔ کذا فی امداد المفتین ، ج ۲ ، ص ۷۶۶ ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۵ / ۱۲ / ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مسجد کے کلاک کو سپیکر سے اس طرح جوڑنا کہ گھنٹے کی آواز سپیکر سے نشر ہو

آج کل ایسا گھڑیال ایجاد ہوا ہے جو مساجد میں لگایا جاتا ہے اور اس کو مسجد کے سپیکر کے ساتھ منسلک کر دیا جاتا ہے۔ جس سے ہر گھنٹہ کی آواز ٹن ٹن اور زور سے لاؤڈ سپیکر سے نکلتی ہے۔ بظاہر اس کا فائدہ مسجد کو کوئی نہیں ہے۔ اور رات کو اس کی آواز زیادہ آتی ہے جس سے سونے والوں اور خاص کر مریضوں اور بچوں کے آرام اور سکون میں خلل آتا ہے۔ کیا اس کی مشابہت عیسائیوں کے گرجا گھر کی گھنٹی، اور ہندوؤں کے مندر کی گھنٹی سے نہیں ملتی۔؟ کیا اس گھنٹی کی آواز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے لئے اس وقت رد نہیں فرما دیا تھا جب اذان کا معاملہ زیر غور آیا تھا؟ ایسا گھڑیال مسجد میں لگانا شرعاً جائز ہے یا نہ؟

الجواب علاوہ مذکورہ مفاسد کے اتنی بلند آواز آداب مسجد کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا ایسی گھڑی مسجد میں نصب کرنا درست نہیں۔ آداب مسجد میں لکھا ہے۔

والسادس ان لا یرفع فیہ الصوت من غیر ذکر اللہ تعالیٰ

(عالمگیری: ج ۴ ص ۳۲۱)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء خیر المدارس	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۴ / ۱ / ۱۴۰۹ھ

میوزیکل کلاک مسجد میں لگانے کا حکم

ہمارے محلہ کی مسجد میں نماز پنجگانہ جماعت سے ادا کرنے کی سہولت کے لئے ایک الارم نما کلاک آویزاں ہے۔ ہر پندرہ منٹ بعد ساز نما آواز دیتا ہے جس کی نوعیت پندرہ منٹ، آدھ گھنٹہ، پون گھنٹہ، اور گھنٹہ پر مختلف ہوتی ہے۔ نوعیت یوں ہے پندرہ منٹ پر ٹوں۔ ٹاں۔ ٹاں۔ ٹوں۔ ٹوں

آدھ گھنٹہ پر۔ ٹوں۔ ٹاں۔ ٹاں۔ ٹاں۔ ٹوں۔

پون گھنٹہ پر۔ ٹوں۔ ٹوں۔ ٹاں۔ ٹوں۔ ٹوں۔

مندرجہ بالا صورت میں یہ کلاک مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب ایسا کلاک مسجد میں آویزاں نہ کریں ۔ ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ۔

فقط واللہ اعلم : احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۷/۶/۱۴۰۸ھ

شیعہ کی دی ہوئی گھڑی مسجد میں نصب کرنا

ایک شیعہ نے مسجد کو گھڑی خرید کر دی ہے ۔ آیا اس کو لگانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب اگر اس گھڑی دینے میں کوئی غرض فاسد نہ ہو ، نیز آئندہ چل کر احسان جتلانے یا کسی اور ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو لے لینے کی گنجائش ہے فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۶ / ۵ / ۱۴۰۸ھ

پانچسال کے بچوں کو مسجد میں لانے کا حکم

ایک مسجد کے خطیب صاحب ہیں وہ مسجد کے اندر نماز کے بارے میں بہت متشدد ہیں خاص کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بارے میں ۔ وہ فرماتے ہیں کہ مسجد میں پانچ سال سے کم عمر کے بچے نہ آئیں ۔ اگر آ بھی جائیں تو سختی کے ساتھ منع فرما دیتے ہیں ۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے کتنی عمر تک کا بچہ داخل ہو سکتا ہے اس سلسلہ میں قرآن و حدیث یا دیگر ماخذ شریعت میں کیا ہدایت ہے ۔ اور بچے کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

الجواب پانچ سال یا اس سے کم عمر کا بچہ عموماً بے سمجھ ہی ہوتا ہے ۔ حدیث پاک میں ایسے بچوں کو مسجد میں لانے سے منع کیا گیا ہے ۔

لما اخرجه المنذری مرفوعا جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم ۔ (شامی ج ۱ : ص ۶۸۶) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۳ / ۱ / ۱۴۰۸ھ

محض کپڑے کے ذریعہ جگہ پر قبضہ کرنیوالوں کو اس سے منع کرنا چاہیئے

اکثر لوگ جب مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو اپنی جگہ

کو محفوظ رکھنے کے لئے کپڑا رکھ دیتے ہیں۔ اور اگر اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دیں تو الٹا ناراض ہو جاتے ہیں۔ شرعی طور پر فیصلہ صادر فرمائیں؟

الجواب جو شخص پہلے آکر مسجد میں نہ بیٹھا ہو۔ تو وہ اپنا کپڑا کسی جگہ مسجد میں قبضہ کرنے کی غرض سے رکھ دے، یہ شرعاً جائز نہیں۔ اور اس سے اس کا حق بھی قائم نہیں ہوتا۔ خواہ وضو کے لئے جائے یا کسی اور غرض سے۔ پس جو محض جگہ قبضانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ان کو اس سے منع کرنا چاہیئے۔ کذا فی امداد المفتیین: ج ۲، ص ۵۶۲۔ نقلاً عن الشامیہ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ: ۲۸/۱۱/۱۴۰۳ھ

مسجد کی کوئی چیز ضائع کردی تو اس کی تلافی کی صورت

۱: مسجد کی تعمیر کے لئے بانس اور پھٹے بنوائے گئے۔ فارغ ہونے پر وہ بیچ کر رقم مسجد پر لگ سکتی ہے؟

۲: پھٹے مسجد سے مانگ کر لے گیا۔ پھر واپس نہیں کئے۔ مسجد والوں کو بھی بھول گئے اب خاموشی سے اس کی قیمت دے سکتا ہوں یا بتا کر ادا کروں؟

۳: قیمت موجودہ وقت کے حساب سے دوں یا اس وقت کے حساب سے جب مسجد سے لئے تھے؟

۴: ایسے ہی کسی کی چیز اٹھالی یا اس سے لے کر ضبط کرلی۔ اب اس کی واپسی کا خیال آتا ہے چیز موجود نہیں۔ اس کی قیمت بتا کر واپس کرے۔ یا اگر واپس کرنے میں عار ہو تو اس کی قیمت صدقہ کرکے ثواب اس کو پہنچا دے۔ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ۱: اب اگر مسجد کو ضرورت نہ ہو، تو بیچ کر قیمت مسجد میں جمع کرادی جائے۔

۲: موجودہ وقت کے حساب سے قیمت دے دے۔ بتانے میں شرم محسوس ہو تو وضاحت کئے بغیر مسجد کے فنڈ میں وہ پیسے دے دے۔ فان لم یقدر علی مثلہ فعلیہ قیمتہ یوم یختصمون اھ۔ (ھدایہ، ج ۳ ص ۳۷۲)۔

۴ : جب تک مالک یا اس کا وارث شرعی موجود ہو۔ اس کو قیمت دے دے وضاحت نہ کر سکتا ہو تو اتنا کہہ دے کہ میں کسی وجہ سے یہ آپکو دینا چاہتا ہوں۔ جب اصل مالک یا اس کے وارث کا ملنا ممکن نہ ہو تو اس کیطرف سے بہ نیت ثواب صدقہ کر دے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۸ / ۶ / ۱۴۰۲ھ

مسجد میں ذی روح کی تصویر آویزاں کرنا ناجائز ہے

ایک مسجد میں خانہ کعبہ کی تصویر جس میں لوگ بھی نظر آتے ہیں۔ اور ساتھ دو عدد تصویر مرغ کی بھی بنی ہوئی ہے، سامنے دیوار پر لگی ہوئی ہے۔ اور مسجد میں جماعت بھی ہوتی ہے کیا نماز میں تو کوئی نقصان واقع نہیں ہوگا۔؟

الجواب اگر مسجد میں کسی جاندار کی تصویر معلق ہو اور وہ بلا تکلف نظر آتی ہو۔ اس کا سر اور منہ کا حصہ مٹایا بھی نہ گیا ہو تو ایسے مکان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

قال فی الھندیۃ ویکرہ ان یصلی وبین یدیہ او فوق رأسہ اوعلی یمینہ اوعلی یسارہ او فی ثوبہ تصاویر۔ ج ۱ ص۱۰۷)۔

لہذا مرغ اور انسان کی تصاویر جو بلا تکلف نظر آتی ہیں تو نماز مکروہ ہے۔ فقہاء رح نے یہ حکم عام مکانات کا بیان فرمایا ہے، مسجد میں تصویر ذی روح کی رکھنا قطعاً حرام ہے۔

فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد میں سے یہ تصویر الگ کر دی جائے۔

والجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳ / ۷ / ۱۴۰۳ھ

مسجد میں چٹائی کی ٹوپیاں رکھنے کا حکم

اکثر لوگ ثواب کی نیت سے مساجد میں چٹائی کی ٹوپیاں نمازیوں کے استعمال کے لئے رکھ دیتے ہیں جس سے برہنہ سر لوگ اپنے سر کو نماز کے وقت ڈھانپ لیتے ہیں۔ کیا یہ فعل شرعاً

جائز ہے ؟ ۔ اگر ناجائز ہے تو عدم جواز کی دلیل دیں ۔

عند البعض ایسی ٹوپیوں کو مسجد میں رکھنا ناجائز اور ان سے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی کہتے ہیں ۔ اور وجوہ ذیل بتلاتے ہیں ۔

۱ : یہ ٹوپیاں رکھنا احترام مسجد کے خلاف ہے ۔ بالخصوص جب ان کے تنکے نکل کر مسجد میں بکھرتے ہیں ۔ اور ان پر میل کی تہہ نظر آتی ہے ، پسینہ کی بو آتی ہے ۔ ان ٹوپیوں کو پہن کر آدمی دوسروں کے سامنے نہیں نکلتا بلکہ شرماتا ہے ۔

الجواب مذکورہ ٹوپیوں کی جو کیفیت سوال میں تحریر ہے ۔ اس لحاظ سے تو کراہت میں شبہ نہیں ۔ لیکن ہر ٹوپی اس طرح نہیں ہوتی ، ہر جگہ ذہن بھی یہ نہیں ہوتا ۔ پہننے والے بہر حال بہ نیتِ ادب پہنتے ہیں ۔ لہذا علی الاطلاق کراہت تحریمی کا حکم لگانا صحیح نہیں ۔ جہاں اہتمام کے ساتھ صاف ستھری ٹوپیاں رکھی ہوں ، پہننے والے بہ نیتِ ادب پہنتے ہوں ، اور وہاں کے عرف میں انہیں پہننا معیوب نہ سمجھا جاتا ہو ، تو وہاں منع صحیح نہیں ۔ معہذا اگر انہیں ترک ہی کر دیا جائے اور گھر سے اہتمام کے ساتھ سر ڈھانپنے کے لئے کپڑا لے کر چلیں تو احسن ہے ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

یکم ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

مسجد میں سائیکل کھڑی کرنا

امام مسجد صاحب یا کسی دوسرے شخص کے لئے مسجد میں سائیکل رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب مسجد میں سائیکل رکھنا بے ادبی ہے ۔ اس سے بچا جائے ۔ اور اگر ٹائروں پر نجاست لگی ہوئی ہو تو ناجائز ہے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس ملتان
مفتی خیر المدارس ، ملتان	۱۰ / ۹ / ۱۳۹۹ھ

مساجد کے لئے چندے کا معروف طریقہ جائز نہیں

عرضِ خدمت ہے کہ ہماری مسجد میں جمعہ کے دن صبح فجر کی نماز کے بعد بچے لاؤڈ سپیکر پر قرآن مجید پڑھتے ہیں اور مسجد کے لئے چندہ اکٹھا کرتے ہیں۔ کسی کا نام وغیرہ نہیں لیتے۔ یعنی فلاں شخص نے استنے دیئے ہیں۔ صرف قرآنِ پاک کی آواز سن کر لوگ اپنے گھروں سے مسجد میں پیسے بھیج دیتے ہیں۔ تو کیا اس طرح سپیکر پر قرآنِ مجید پڑھ کر چندہ اکٹھا کرنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب چندہ جمع کرنے کا مذکورہ طریقہ درست نہیں۔ گویا قرآنِ پاک کو حصولِ چندہ کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ یہ قرآن مجید کی شان اور عظمت کے خلاف ہے۔ ہندیہ میں ہے۔

من جاء الی تاجر یشتری منه ثوبا فلما فتح التاجر الثوب سبح الله تعالی اوصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم اراد به اعلام المشتری جودة ثوبه فذالك مكروه - (ج ۴ ص ۹۰)

مسجد کی ضروریات کے لئے ایک آدھ مرتبہ اپیل کرنے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی	الجواب صحیح
۲۷ / ۵ / ۱۴۰۶ھ	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مسجد کے پرانے ملبے کا حکم

ایک مسجد نئی تعمیر کر رہے ہیں تو اس کے پرانے ملبے کا کیا حکم ہے۔ کیا کوئی شخص ذاتی استعمال کے لئے اپنے گھر اٹھا کر لے جا سکتا ہے یا اسے فروخت کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز اگر امام مسجد از خود بغیر اجازت مقتدیوں کے اٹھا کر لے جائے اور اپنے تصرف میں لائے تو کیا اس کی امامت اور نمازوں میں اقتداء صحیح ہو گی یا نہیں؟

الجواب اگر وہ ملبہ آئندہ مسجد کے کسی کام نہ آ سکتا ہو تو منتظمین مسجد اسے فروخت کر سکتے ہیں اور اگر کچھ قیمت نہ رکھتا ہو تو ویسے بھی پھینکنا درست ہے۔ بہر دو صورت لینے والا اسے استعمال کر سکتا ہے۔ امام صاحب اس ملبہ کی قیمت مسجد کو دے دیں۔

حشیش المسجد اذا اخرج من المسجد ایام الربیع ان لم یکن له قیمة لا بأس بطرحه خارج المسجد ولا بأس بد فعه

والانتفاع به ۔ اھ (خلاصۃ الفتاوی : ج ۴ ، ص۴۲۵)۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۱ محرم ۱۴۰۲ھ

جا نماز زائد از ضرورت ہوں تو فروخت کرنے کا حکم

ایک مسجد میں مصلے بہت زیادہ جمع ہو گئے ہیں کیا ان کو فروخت کر کے مسجد کے لئے صف خریدنا درست ہے ؟ المستفتی : محمد شفیع کالی موری ، حیدر آباد سندھ۔

الجواب اگر اتنے زیادہ ہوں کہ آئندہ ضرورت پڑنے کا امکان نہ ہو تو فروخت کرنا درست ہے یا صفوں کی بجائے مصلے ہی استعمال میں لائے جائیں ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	۲۳ / ۱۲ / ۱۳۹۸ھ

مسجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی کرنا

کسی صاحب نے مسجد کی محراب کے لئے رنگین بلب و مرچیں وغیرہ دی ہیں ۔ کیا کبھی کبھی روشن کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ استفتی : عبدالحمید رشید آباد کالونی ملتان

الجواب اسراف ہے بچا جائے ۔

فقط واللہ اعلم : احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۶ / ۳ / ۱۳۹۶ھ

جواریوں سے چھینی ہوئی رقم مسجد میں لگانے کا حکم

جوا کھیلنے کے پیسے پولیس سے لے کر مسجد کو دے دیتے کیا وہ مسجد کی کسی جگہ پر لگائے جا

سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب مذکورہ رقم مسجد پر خرچ نہ کی جائے مالکوں کو واپس کرنی چاہیئے۔ گو کچھ مدت کے بعد واپس کردی جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۱۶ / ۶ / ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

بیت اللہ کی تصویر والا قالین مسجد میں آویزاں کرنے کا حکم

ایک قالین جس میں خانہ کعبہ کا فوٹو ہے اور اس میں ذی روح کی تصویریں ہیں لیکن نظر نہیں آتیں۔ اور اسی طرح دو مرغ کی تصویریں بھی ہیں۔ لیکن ان کو ٹیپ وغیرہ کے ذریعہ سے پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔ وہ قالین مسجد کے سامنے والی دیوار پر بہت اونچا کر کے لٹکایا گیا ہے۔ خارجِ صلوٰۃ کی نظر پڑتی ہے۔ اور نمازی کی نظر نہیں پڑتی کیا ایسے قالین کو لٹکانے سے نمازیوں کی نماز میں تو کچھ حرج نہیں پڑے گا ؟

۲ : ایک آدمی دوسرے لوگوں کو وسوسے میں مبتلا کر کے اس مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے سے نفرت دلا کر خود بھی باجماعت نماز ادا نہیں کرتا۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی روکتا ہے کیا اس کا یہ کام درست ہے ؟

الجواب اس قالین کو دیکھا۔ اس میں کسی انسان کا فوٹو بلکہ کوئی عضو نظر نہیں آتا۔ البتہ مرغ نظر آتے ہیں ان کو مٹا کر یا رنگ لگا کر مسجد میں اس قالین کو لگا کر اس مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے۔ جب کہ نمازی کی نظر دورانِ نماز اس قالین پر نہ ٹھہرتی ہو۔ اس قالین کو لٹکانے کے متعلق جو فتویٰ پہلے خیر المدارس سے لیا گیا، اس کے سوال میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔

۲ : درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ : ۲۱ / ۷ / ۱۴۰۳ھ

مالِ حرام سے بنی ہوئی مسجد کو منہدم کرانے کا حکم

(۱) اگر مالِ حرام مثلاً سود ، مغصوب ، رشوت ، شراب کی آمدن وغیرہ سے کوئی مسجد تعمیر کردی گئی ہو تو اس تعمیر کو برقرار رکھا جاسکتا ہے یا گرادی جائے ۔ اگر رائے کے ساتھ دلیل بھی بیان فرمادیں تو کرم ہوگا ۔

(مولانا مفتی) عبدالرحیم (صاحب) دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

الجواب

گرانے کے لئے تو دلیل کی حاجت ہوگی ۔ برقرار رکھنے کے لئے تو دلیل کی ضرورت نہیں۔ خصوصاً جب کہ حسب سوال جمیع علماء ومشائخ کا عمل بھی اسی پر ہے ۔ نیز فتاویٰ میں عموماً یہ لکھا ہے کہ ایسی مسجد شرعی مسجد نہیں اور اس کی بیع بھی جائز ہے تو گرانے کے بجائے کوئی ایسا شرعی حل تجویز ہونا چاہئے جس کے ذریعہ ایسی مسجد شرعی مسجد بن جائے ۔

" مجموعۃ الفتاویٰ " میں ہے کہ اگر کوئی شخص حلال مال سے عقد صحیح کرکے خرید کرکے وقف کردے تو مسجد مقبول بن جائے گی ۔ (بالمعنیٰ) ج ۱ ص ۱۸۴ ۔ اس پر غور کیا جائے ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ : ۸ / ۴ / ۱۴۰۸ھ

" یا محمد " لکھی ہوئی اینٹیں مسجد میں نصب کرنا

ایک مسجد کو شہید کرکے پکی خشت کی نئی مسجد تیار کرائی ہے جس کے لئے مینار وخشت خریدے ہیں ۔ کچھ اینٹوں پر " یا اللہ " " یا محمد " لکھا ہوا ہے ۔ جو رقم مسجد مذکور کے لئے وقف کی تھی اس رقم سے یہ اینٹیں خریدی ہیں ۔ اب سوال یہ ہے مسجد مذکور پر ایسی اینٹیں لگانا جس پر " یا اللہ یا محمد " لکھا ہوا ہے ۔ جائز ہے یا نہ ؟ ۔

الجواب

" یا محمد " کے لفظ سے اہل بدعت کے غلط عقیدہ کی طرف ایہام ہوتا ہے ۔ لہذا مذکورہ اینٹیں نہ لگائیں ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۶ / ۸ / ۱۴۰۶ھ

مسجد میں مٹی کے تیل کا چراغ جلانا جائز نہیں

مٹی کے تیل والا لیمپ مسجد میں جلا سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب مسجد میں کوئی بھی بدبودار چیز لانی جائز نہیں۔ اس لئے مٹی کے تیل کا چراغ بھی درست نہیں۔ اگر کوئی اور صورت نہ ہو سکتی ہو تو مٹی کے تیل کا لیمپ مسجد سے باہر رکھا جائے، اتنی دور کہ روشنی مسجد میں پڑتی رہے۔

للحدیث الصحیح فی النھی عن قربان آکل الثوم و البصل المسجد قال الامام العینی فی شرحہ علی صحیح البخاری قلت علۃ النھی اذی الملئکۃ واذی المسلمین ولایختص بمسجدہ علیہ السلام بل الکل سواء ویلحق بما نص علیہ فی الحدیث کل مالہ رائحۃ کریھۃ مأکولًا اوغیرہ (شامی ج ۱ ص ۶۱۹) - فقط واللہ اعلم -

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	۲۹ / ۱۲ / ۱۳۹۷ھ

راستہ کی صرف اتنی مقدار مسجد میں شامل کر سکتے ہیں جس سے لوگوں کو ضرر نہ ہو

گورنمنٹ کے منظور شدہ احاطہ سے دس فٹ زائد جگہ سرکاری گلی کی، مسجد میں لے لی گئی اور اب اس مسجد کی نئی تعمیر کرانے لگے تو چار فٹ مزید جگہ لے لی گئی۔ گاؤں کا ۳/۴ حصہ اس مزید جگہ لینے پر رضامند ہے۔ مگر ۱/۴ حصہ جن کا راستہ متاثر ہوتا ہے، وہ رضامند نہیں ہیں آپ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

تنقیح : جو لوگ رضامند نہیں اس تجاوز سے، ان کو کیا نقصان ہو رہا ہے ؟

جواب تنقیح : اب اس گلی سے ٹرالی اور لدا ہوا گڈا نہیں گزر سکتے۔ اور وہ لوگ زراعت پیشہ ہیں۔ ان کو ہر وقت ان چیزوں سے کام رہتا ہے۔

الجواب جواب تنقیح میں مذکور ہے کہ اب اس رستہ سے ٹرالی اور گڈا نہیں گزر سکتے اور زمینداروں کے لئے یہ چیزیں ضروریات سے ہیں۔ لہٰذا مسجد کا اس حد تک بڑھانا ان کے لئے ضرر ہے۔ سڑک سے جس قدر وہ سب بخوشی دیں، لے لیا جائے۔ اس سے آگے تجاوز نہ کیا جائے۔

فی الدر المختار جعل شیٔ من الطریق مسجد الضیقہ ولم یضر بالمارین جاز وفی رد المحتار افاد ان الجواز مقید بھذین الشرطین۔ اھ (امداد الفتاوی ج ۲ ص۶۰۲)۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
مفتی خیر المدارس ملتان	۱۶ / ۵ / ۱۴۰۱ھ

اعلانِ گمشدگی کے ممنوع ہونے میں بچہ اور سامان برابر ہے

آجکل پورے ملک میں یہ رواج پھیلا ہوا ہے کہ تمام مساجد میں ہر وقت گم شدہ اشیاء اور بچوں کا اعلان ہوتا رہتا ہے۔ حالانکہ قرآن وحدیث اور فقہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ گم شدہ کا اعلان مساجد میں نہیں ہونا چاہئے۔ جیساکہ آیت قرآنی وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احداً اور احادیث مبارکہ جو صحاح ستہ میں موجود ہیں مثلاً مسلم شریف میں یہ الفاظ ہیں۔

انہ سمع اباھریرۃ رض یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سمع رجلا ینشد ضالتہ فی المسجد فلیقل لاردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبن لھذا۔ (مسلم شریف، ج ۱ ص۲۱۰)۔

ایسی عبارات ابوداؤد شریف، ج ۱، ص ۶۸۔ ابن ماجہ شریف، ص ۵۶۔ میں بھی موجود ہیں۔ اور شامی، ج ۱، ص ۲۸۸ میں بھی اس طرح موجود ہے۔ حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱۔ ص ۱۹۳ سے بھی یہی مفہوم معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت گنگوہی رح اور حضرت شاہ صاحب رح نے انہی علتوں کو ذکر کیا ہے مگر ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ بچوں کی گم شدگی کا اعلان اس میں داخل

نہیں۔ اور اس پر وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ ضالہ ممنوعہ سے مراد متاع ہے اور بچے متاع نہیں ہیں ہے اس لئے بچوں کی گم شدگی کا اعلان جائز ہے۔ لہذا آپ براہِ کرم قرآن و حدیث و فقہ کی رو سے جواب صادر فرمائیں۔

الجواب صحیح یہی ہے کہ مساجد میں گم شدگی کا اعلان منع ہے۔ گم شدہ خواہ کسی جنس سے ہو۔ جائز کہنے والے صاحب کا قول قرینِ صواب نہیں۔ ضالہ کو متاع کے ساتھ خاص کرنا اور بچوں کو اس سے مستثنیٰ کرنا بلا دلیل ہے۔ نیز یہ تخصیص علتِ منع کے بھی منافی ہے مجمع بحار الانوار کی عبارت سے بھی عموم معلوم ہوتا ہے۔

ویدخل فیه کل مالم یبن له المسجد۔اھ (ج ۴ ۔ص۱۰۷)۔

وفیه ضالة المؤمن حرق النار وھی الضائعة من کل ما یقتنیٰ من الحیوان وغیرہ ۔ (ج ۳ ۔ص۴۱۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	۲۳ / ۶ / ۱۴۰۶ھ

متولی مسجد کسی کو مسجد میں آنے سے روک سکتا ہے یا نہیں

کسی مسجد کے متولی نے اہل محلہ کے کسی فرد کو یا کسی نماز پڑھنے والے کو روک دیا ہے کہ میری مسجد میں نماز نہ پڑھا کریں۔ کیا ایسی مسجد میں ممنوع آدمی وغیرہ اگر نماز جمعہ یا کوئی اور نماز ادا کرے تو نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بنا بر جوازِ ممنوعیت ممنوع کو نماز ادا کرنا کسی دوسری مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب اگر روکنا کسی شرعی وجہ سے نہیں تو درست نہیں۔ ممنوع کی نماز بہر صورت مسجد میں ادا ہو جائے گی۔ متولی کے روکنے سے اس کی نماز پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۲/۲/۱۳۹۷ھ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی

مسجد میں داخل ہوکر لوگوں کو سلام کرنے کا حکم

جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو اس وقت ان میں سے بعض لوگ نماز وتلاوت قرآن پاک میں مشغول ہوں تو اس صورت میں اگر آنے والا شخص سلام نہ کرے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟ کیا وہ شخص گنہگار ہوگا ؟ یعنی کیا اس پر لازم ہے کہ سلام کرے یا خاموشی سے آکر بیٹھ جائے۔ بحوالہ وضاحت فرمائیں۔

الجواب اگر کچھ لوگ فارغ بیٹھے ہوں تو اس طرح سلام کرے کہ جو عبادت میں مشغول ہوں ان کی عبادت میں خلل نہ آئے " السلام تحیۃ الزائرین والذین جلسوا فی المسجد للقراءۃ او التسبیح او لانتظار الصلوۃ ماجلسوا فیہ لدخول الزائرین فلیس عذا اوان السلام فلا یسلم علیہم ولہذا قالوا لو سلم علیہم وسعہم ان لایجیبوہ اھ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۲۵)

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان	مفتی خیر المدارس ملتان ۱۶/۵/۱۴۰۷ھ

غیر مسلم مسجد میں داخل ہوسکتا ہے یا نہیں

غیر مسلم چمار عیسائی وغیرہ کے بچے مسجد میں امام صاحب کے پاس قرآن پاک پڑھ سکتے ہیں اور ہاتھ لگا سکتے ہیں، جب کہ دیگر مسلم بچوں کے ساتھ مل کر کلمات و نماز وغیرہ سننے سنانے میں بھی شرکت کرتے ہیں۔

الجواب غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ باقی قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا، نماز کا سیکھنا وغیرہ اسلام لانے کے بعد ہونا چاہئے۔ صبی ممیز کا اسلام معتبر ہے اس لئے اس کو اسلام کی دعوت دی جائے۔

لابأس بدخول اهل الذمة المسجد الحرام وسائر المساجد و هو الصحيح - (هنديه ج ۱ ص ۱۰۷). فقط والله اعلم.

الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی

نمائندہ کارکنان جس حصے کو نماز پڑھنے کے لئے متعین کردیں وہ ہمیشہ اسی کے لئے وقف رہے گا

بستی ارائیں واہن کی مسجد کو گرا کر اس کی جگہ نئی مسجد تعمیر کی گئی ہے اس کا صحن پہلے کی نسبت وسیع کیا گیا ہے۔ احاطۂ مسجد کی چار دیواری بھی تیار ہو چکی ہے۔ مسجد کے دو دروازے ہیں ایک دروازہ مشرق میں وسط سے قدرے جنوب کی طرف اور دوسرا دروازہ شمالی طرف ہے۔ وضوء کی جگہ بھی تیار ہو چکی ہے۔ مسجد کے صحن میں پختہ فرش سابق مسجد کی حدود سے کچھ زائد جگہ تک لگایا گیا ہے۔ باقی صحن میں پختہ فرش نہیں ہے البتہ ۱۹۷۳ء میں تعمیرِ مسجد کا اہتمام کرنیوالے چھ اشخاص نے بذریعہ بند صحن مسجد کا تعین اور حد بندی کر دی۔

حال ہی میں بستی کے چند نوجوانوں نے مل کر دروازہ کلاں کی جنوبی جانب کنارہ میں طہارت خانے تعمیر کر دیئے۔ اس پر بعض صاحبان نے اعتراض کیا کہ یہ طہارت خانے اس حد کے اندر تعمیر ہوئے ہیں جو بذریعہ بند صحن مسجد میں شامل ہو چکی تھی۔ یہ اعتراض چار پانچ آدمیوں کی طرف سے اٹھایا گیا ہے۔ اس کے برخلاف طہارت خانے تعمیر کرنے والے نوجوانوں کا مؤقف یہ تھا کہ یہ جگہ صحن مسجد میں شامل ہی نہیں۔ کیوں کہ یہاں کوئی بند وغیرہ نہیں تھا۔ نیز اگر بند ہو بھی تو بذریعہ بند ان پانچ چھ اشخاص کو اس ٹکڑا کو مسجد کے صحن میں شامل کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا۔ پھر اب تک اس ٹکڑا اور اس پورے کچے صحن کو بطورِ مسجد استعمال نہیں کیا جاتا رہا۔ اس حد میں جوتوں کے ساتھ آمد و رفت اور اس جگہ وضوء اور غسل کرنے کا عمل مسلسل چلا آرہا ہے۔ بند لگانے والے اشخاص بھی یہی عمل کرتے چلے آئے ہیں۔ اس لئے اس ٹکڑے کو خارج از مسجد شمار کرتے ہوئے ہم نے مسجد کی سخت ضرورت کے لئے طہارت خانے تعمیر کر دیئے۔

جب بند لگانے والے اصحاب سے دریافت کیا گیا کہ آپ صاحبان نے اس کچے صحن میں جس کو آپ بذریعہ بند مسجد کا صحن تصور کرتے ہیں، کیوں اب تک احترام مسجد کو ملحوظ نہیں رکھا؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ ہماری غلطی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ جدید طہارت خانے اور ان کے محاذی ٹکڑا اراضی جو اصل میں آبادی دِہ ہے، جس کے مالکان بروئے کاغذات سرکاری آبادئ دِہ کے لوگ ہیں۔ صحن مسجد میں اس کو شامل کرنے والے کل چھ اشخاص ہیں۔ باقی لوگوں سے اس معاملہ میں مشورہ نہیں کیا گیا۔ ان حالات میں شرعًا ان چھ اشخاص کا اس کو بذریعہ بند صحن مسجد میں شامل کرنا درست ہوگا یا کہ مسجد میں شامل کرنے کے لئے اہلِ دیہہ کی رضا حاصل کرنا ضروری ہوگی۔ ان طہارت خانوں کے گرانے کا اہلِ دیہہ میں سے چھ اشخاص تقاضا کرتے ہیں باقی سب لوگ ان کے باقی رکھنے کے حق میں ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب نقشۂ مسجد دیکھنے سے یہ امر محقق ہے کہ جدید طہارت خانے (صحن) فرشِ مسجد کی اس حد بندی کے اندر ہیں جو صحنِ مسجد کی تعیین و حد بندی ۱۹۷۳ء میں "تعمیر مسجد کا اہتمام و انتظام کرنے والے اصحاب نے پختہ بند لگا کر کر دی تھی اور تین سال کا عرصہ اس پر گزر چکا ہے۔ اب قابلِ تحقیق امر یہ ہے کہ ان کی یہ حد بندی شرعًا معتبر ہے یا نہیں؟ ظاہر یہی ہے کہ شرعًا یہ معتبر ہے اور یہ پورا صحن مسجد بن چکا ہے بوجوہ ذیل۔

۱: منتظمینِ مسجد کا یہ فعل انفرادی وشخصی نہیں بلکہ بحیثیتِ نمائندہ و کارکنانِ اہالیان دِہ ہے۔ عادۃً معروفہ یہی ہے کہ اہلِ دیہہ یا اہلِ محلہ چند افراد کو منتخب کر کے ایسے کام ان کے سپرد کر دیتے ہیں اور کام ہوتا رہتا ہے۔ پایۂ تکمیل تک پہنچنے پر یہ کام سب کا سمجھا جاتا ہے نہ کہ خاص ان افراد کا۔

دورانِ کار مشورے بھی ہوتے رہتے ہیں اور افہام وتفہیم بھی ہوتی رہتی ہے لیکن بستی یا اہلِ محلہ کے ہر فرد صغیر وکبیر، مرد و زن سے صراحۃً مشورہ یا رضامندی حاصل کرنا جیسے متعذر ہے ایسے ہی خلافِ عرف وعادت بھی ہے۔ الغرض ان کا یہ فعل سب کی جانب سے ہے۔ اور عرصہ تین سال میں کسی نے واقعی خصومت کر کے اس کے نقض کا مرافعہ نہیں کیا۔

۲: اہلِ دیہہ کی یہ حقیقی ملک ہو یا حکمی کہ انہیں خصوصیت کے ساتھ ایسے قطعات سے انتفاع کا حق حاصل ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کا حکم زیادہ سے زیادہ طریقِ عامہ کا ہوگا۔ اور طریقِ عامہ میں اگر ایک شخص بھی مسجد بنا دے اور اس میں اضرار نہ ہو تو مسجد بن جاتی ہے اور اس کے نقض کی اجازت نہیں۔

ذکر فی المنتقی عن محمد رح فی الطریق الواسع بنی فیہ اھل المحلۃ مسجدا و ذالک لا یضر بالطریق فمنعھم رجل فلا بأس ان یبنوا کذا فی الحاوی - (ھندیۃ ، ج ۲ - ص ۴۷۳)
و فی موضع آخر رجل اخرج الی الطریق کنیفا او میزابا فلکل واحد من عرض الناس ان یقلع ذالک ویھدمہ اذا فعل ذالک بغیر اذن الامام (الی ان قال) ھذا اذا بنی علی طریقۃ العامۃ بناءً لنفسہ وان بنی شیئا للعامۃ کالمسجد وغیرہ لا ینقض ولا یضر کذا روی عن محمد کذا فی النہایۃ - (ھندیہ ج ۶ ص ۱۹۵) -
وفی الدر المختار وھذا کلہ اذا بنی لنفسہ بغیر اذن الامام وان بنی للمسلمین کمسجد ونحوہ او بنی باذن الامام لا ینقض - اھ - (شامیہ ، ج ۵ ، ص ۳۹۲) -
جب طریق عامہ کا یہ حکم ہے تو احاطۂ برائے مسجد میں حدود مسجد بطریق اولیٰ ناقابل نقض ہوں گی -
۳ ، اگر مسجد ہونے کے لئے ہر فرد کی رضاء کو ضروری قرار دیا جائے تو مسقف حصہ بھی مسجد نہ بنے گا ـــــ کیونکہ صراحتہً رضاء ہر فرد کی تو حاصل نہیں اور یہ اسی مسجد تک محدود نہیں رہے گا - بلکہ ایسی آبادیوں میں تعمیر شدہ تمام مساجد مسجد شرعی بننے سے خارج ہو جائیں گی -
بہرحال امور بالا سے یہی واضح ہے کہ بند کے اندر کا حصہ مسجد بن چکا ہے پس اس کے اندر طہارت خانے بنانے درست نہیں - انہیں فوراً بند کر دیا جائے - باقی اس حصہ کے ساتھ معاملہ مسجد جیسا نہ کرنا یہ ایک غلطی اور گناہ ہے - عوام کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ پختہ فرش لگنے ہی سے احکام مسجد ثابت ہوں گے اور چھت مکمل ہو جانے کے بعد ہی ادب و احترام لازم ہوتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے - اس سے لئے خام صحن مسجد کے ساتھ لوگ مسجد جیسا برتاؤ نہیں کرتے رہے - ھذا ما عندنا واللہ اعلم بالصواب

فقط : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۵/۱۰/۱۳۹۶ھ

غصب شدہ زمین پر بنائی ہوئی مسجد میں نماز مکروہ ہے

ہماری مملوکہ زمین قدیم سے مسجد کے ساتھ متصل چلی آرہی ہے ۔ اب مسجد کی تعمیر جدید کے وقت کچھ لوگوں نے جبراً ہماری زمین مسجد میں شامل کرلی ہے ۔ کیا ایسا کرنا درست ہے اور اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے ۔

الجواب اگر واقعۃً یہ مسجد کسی کی مملوکہ زمین میں اس کی رضا مندی کے بغیر تعمیر ہورہی ہے تو اس حصہ میں نماز مکروہ ہے اور تعمیر درست نہیں ۔

وکذا تکرہ فی اماکن کفوق کعبۃ وفی طریق ...... الی قولہ وارض مغصوبۃ او للغیر ۔ اھ (درمختار علی الشامیہ ج ۱ ص ۳۵۲)۔

فقط واللہ اعلم	الجواب صحیح
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
خیر المدارس ملتان ۱۵/۸/۱۳۹۹ھ	مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد کی بجلی ذاتی استعمال میں لانے کا حکم

مسجد کی بجلی اگر کوئی استعمال کرے اور سارا خرچہ خود دے ، تو کیا یہ جائز ہے ؟

۲ : نیز اگر مسجد کا لاؤڈ سپیکر کرایہ پہ دیا جائے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب دونوں صورتوں میں مسجد کا نفع ہے لہٰذا جائز ہے لیکن لاؤڈ سپیکر کے بارے میں مسجد کے اوقات ضروریہ کا ضرور خیال رکھیں ۔ نیز مسجد سے کنکشن دینے میں اگر کسی قانونی نقصان کا اندیشہ ہو تو ایسا نہ کریں ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۹/۶/۱۳۹۸ھ	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

سرکاری زمین میں بلا اجازت بنائی گئی مسجد کا حکم

سرکاری اراضی میں بلا اجازت حکومت مسجد تعمیر کی جائے تو وہ مسجد شرعی مسجد کہلائے گی یا غیر شرعی کہلائے گی۔ حکومت پاکستان نے اسے غیر شرعی مسجد قرار دے دیا ہے۔ اور اس میں نماز پڑھنے والے کو مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب بھی نہیں ملے گا۔ اس کے بارے میں آپ ہماری تشفی فرمائیں۔

الجواب حکومت سے اجازت حاصل کئے بغیر بنائی گئی ہر مسجد کو غیر شرعی مسجد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہ اسے توڑا جا سکتا ہے۔

ففی الخانیة طریق العامة وھی واسع فبنی فیه اھل محلة مسجدا للعامة ولا یضر ذالك بالطریق قالوا لا بأس به وھکذا روی عن ابی حنیفة و محمد لان الطریق للمسلمین والمسجد لھم ایضا بحر الرائق: ج ۵ : ص۲۷۶ ؛ فتاوی عالمگیری ، ج ۲ ، ص۳۷۷ ۔ میں بھی ایسے ہی ہے۔

وان بنی المسلمین کمسجد ونحوہ ...... لا ینقض

درمختار ، ج ۵ : ص۳۸۰)۔

یہ عام جگہ راستے وغیرہ میں بنائی گئی مسجد کے متعلق کہا ہے۔ اہل اسلام کو ہر محلہ میں مسجد بنانے کا حکم حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت امر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ببناء المسجد فی الدور ای فی المحلات والقبائل ۔ ابوداؤد شریف ۔ بذل المجھود ۔ فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۲ / ۵ / ۱۴۰۳ھ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد کی بوسیدہ صفوں کا حکم

مسجد کی بوسیدہ صفیں ہیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے آیا ان کو جلا دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جلا دیا جائے

تو کیا اس کی راکھ کو کسی محفوظ جگہ پہ ڈالا جائے یا عام گندگی کی جگہ پہ ڈال دیا جاتے ۔

الجواب اگر وہ صفیں ناکارہ ہیں اور مسجد والوں نے بے کار کہہ کے فارغ کر دی ہیں تو انہیں جلا سکتے ہیں ۔ کوئی لے جانا چاہے تو لے جا بھی سکتا ہے ۔

حشیش المسجد اذا اخرج من المسجد امام الربیع ان لم یکن له قیمة لا بأس بطرحه خارج المسجد ولا بأس بونعه والانتفاع به ۔ (خلاصة الفتاوی ج ۴ ص ۴۲۵) ۔

راکھ کو محفوظ جگہ ڈالا جائے ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	۷ / ۱۱ / ۱۴۰۸ھ

مساجد میں پرائمری سکول کھولنا ناجائز ہے

مساجد میں اردو تعلیم دینا صحیح ہے یا نہیں ؟ گورنمنٹ نے پرائمری سکول مساجد میں کھولے ہیں ۔ آیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب چند وجوہ سے مساجد میں اردو تعلیم دینا درست نہیں ۔

۱ ۔ بالکل چھوٹے بچوں کا مسجد میں جانا مکروہ ہے ۔ درمختار میں ہے ۔

" ویحرم ادخال الصبیان والمجانین حیث غلب تنجیسهم والا فیکرہ ۔" (شامی ج ۱ ص ۶۵۶) ۔

بچے پاکی اور پلیدی کا خیال نہیں کر سکتے ۔

" اخرج المنذری مرفوعا ۔ جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وبیعکم وشراءکم ورفع اصواتکم وسل سیوفکم واقامة حدودکم وجمروها فی الجمع واجعلوا علی ابوابها المطاهر ۔ (شامی ج ۱ ص ۶۵۶) ۔

۲ ۔ مسجد نماز، تلاوت اور ذکر اللہ کے لئے ہے دنیوی تعلیم کے لئے نہیں ۔

" ان المسجد ما بنی لامور الدنیا " (هندیه ج ۴ قدیم ۔ ص ۹۴) ۔

۳ : دنیاوی باتیں کرنا مسجد میں منع ہے۔

كما قال عليه الصلوة والسلام يأتي على الناس زمان يكون حديثهم في مساجدهم في امر دنياهم فلا تجالسوهم فليس لله فيهم حاجة رواه البيهقي في شعب الايمان (مشكوة شريف ج ۱ : ص۷۱)۔

ترجمہ :۔ لوگوں پر عنقریب ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ اپنی دنیا کی باتیں اپنی مسجد میں کیا کریں گے۔ لہٰذا تم ان کے پاس نہ بیٹھنا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

۴ : پہاڑے کہلوانے میں شور ہوتا ہے۔ اور مسجد میں ذکر اللہ کے علاوہ آواز بلند کرنا منع ہے۔

ان لا يرفع فيه الصوت من غير ذكر الله تعالى ۔ (عالمگیری ج ۴ : ص ۹۴)

۵ : ایسے مدرس کا مسجد میں پڑھانا جو اجرت لیتا ہو مکروہ ہے۔

كما في الهندية ولو جلس المعلم في المسجد والوراق يكتب فان كان المعلم يعلم للحسبة والوراق يكتب لنفسه فلا بأس به لانه قربة وان كان بالاجرة يكره ۔ (هنديه قديم ج ۴ ص۹۳)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱/۳/۱۴۰۷ھ

مسجد میں سونا

غیر معتکف کے لئے مسجد میں سونا کیسا ہے ؟

المستفتی : قاری محمد رمضان : ساہیوال۔

الجواب مکروہ ہے۔ يكره النوم والاكل في المسجد لغير المعتكف ۔اھ (شامی : ج ۲ ص۱۸۲ مطبعة الكبرى الاميريه)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس

۲۳/۸/۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح

محمد شریف جالندھری مہتمم خیر المدارس ملتان

مسجد کیلئے زمین وقف کر دینے کے بعد واقف اس میں اپنی قبر نہیں بنوا سکتا

ایک مسجد کی حدود اربعہ تینتیس فٹ لمبی اور بارہ فٹ چوڑی ہے۔ صحن تقریباً پینتیس ۳۵ چھتیس فٹ لمبا اور چوبیس، پچیس فٹ چوڑا ہے۔ اب مالکِ زمین کا ارادہ ہے کہ اگر ضرورت ہو تو دونوں طرف سے مزید رقبہ ملا دیا جائے۔ جو کہ اس مالکِ زمین کا پختہ ارادہ ہے اب اگر مالکِ زمین وہاں قبر بنانا چاہے تو کیا بنا سکتا ہے؟

الجواب مذکورہ مسجد کے رقبہ میں مالک اپنی خوشی سے اضافہ کر سکتا ہے۔ نیز مسجد کے لئے وقف کر دینے کے بعد تو قبر نہیں بنائی جا سکتی ہے۔ اور وقف کرنے سے پہلے مالک کی ملکیت ہے جو چاہے بنائے۔ لیکن اس طرح علیحدہ قبر بنانا درست نہیں۔ عام قبرستان میں دفن زیادہ پسندیدہ ہے۔

بل ینقل الی مقابر المسلمین و مقتضاہ انہ لا یدفن فی مدفن خاص کما یفعلہ بعض من یبنی مدرسۃ و نحوھا و یبنی لہ بقربھا مدفنا۔ اھ (شامی: ج ۱، ص۸۳۶)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

جو جگہ ایک دفعہ مسجد بن جائے تو پھر وہاں دکانیں نہیں بن سکتیں

ایک مسجد برلب سڑک واقع ہے اور اس کا محراب بھی سڑک کی طرف ہے۔ مسجد بوجہ بوسیدہ ہونے کے شہید کر دی گئی ہے۔ اس وقت نئی تعمیر شروع ہے اہلِ محلہ کے کچھ لوگ اس حق میں ہیں کہ آگے سڑک کی طرف دو کانیں بنا دی جائیں۔ محراب اور مسجد کو نو یا دس فٹ پیچھے کر دیا جائے دوکانیں بن جانے سے مسجد کو خود کفیل بنا دیا جائے گا۔ کیوں کہ مسجد کے امام صاحب کی تنخواہ اور دوسرا خرچہ یعنی بل بھی یا چھوٹی موٹی مرمت کی صورت میں اہلِ محلہ اور باہر سڑک کے دوکانداروں سے چندہ مانگنا پڑتا ہے کوئی چندہ دیتا ہے اور کوئی نہیں دیتا۔ صرف اس خرچہ کو مدنظر رکھتے ہوئے دوکانیں بنانے کے حق میں ہیں۔ اور کچھ لوگ اس حق میں ہیں کہ مسجد کے محراب کے

دونوں طرف چھوٹی چھوٹی الماریاں بنادی جائیں اور وہ دوکانوں کی صورت میں استعمال ہوں۔ اور اندر سے مسجد کی زمین نہ لی جائے۔ صرف مسجد کی دیوار میں سے تھوڑی سی دیوار مصرف میں لائی جائے۔

نوٹ: دونوں صورتوں میں مسجد ڈبل سٹوری ہوگی۔ لہٰذا التماس ہے کہ علمائے دین شریعت کی رو سے رہبری فرمائیں۔

الجواب دوکانیں تعمیر کرنے کی دونوں صورتیں صحیح نہیں۔ کیوں کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد شرعی بن جاتی ہے پھر وہ تا قیامت مسجد ہی رہتی ہے۔ دوسری صورت میں بھی مسجد کی جگہ اور فضاء کو ذاتی سامان رکھنے کے لئے استعمال کرنا ہے جو کہ جائز نہیں۔

ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافہ۔

(شامی۔ج ۳۔ص۳۸۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲/۲/۷/۱۴۰۲ھ

مسجد میں نمازِ جنازہ کا اعلان کرنے کا حکم

نمازِ جنازہ، بچہ کی گم شدگی یا کسی جانور کی گم شدگی کا اعلان مسجد میں کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا گم شدہ اشیاء کے ملنے پر اعلان کیسا ہے علیحدہ علیحدہ حکم بتائیں۔

الجواب اگر سپیکر مسجد کے اندر ہو تو بجز جنازہ کے باقی اعلانات مسجد میں کرنا درست نہیں اگر مشینری اور ہارن وغیرہ سب باہر ہوں تو مذکورہ اعلانات درست ہیں۔

حرمۃ المسجد خمسۃ عشر الی ان قال والخامس ان لا یطلب الضالۃ فیہ۔اھ عالمگیری ج ۱۔ص۹۴)۔ وفی باب اللقطۃ یأتی علی ابواب المساجد و ینادی۔اھ (شامیہ ج ۳۔ص۳۲۹)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان	خیر المدارس ملتان ۱۰/۱۰/۱۳۹۸ھ

مسجد کو چندہ دینے کے بعد واپس نہیں لے سکتے

صورتِ مسئولہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک مسجد کے فرش کے لئے پانچ ہزار روپیہ متولی مسجد کو دیا لیکن کئی سال گزر گئے فرش وغیرہ نہیں بنایا گیا رقم ویسے ہی پڑی ہے ۔ کیا شخص مذکور متولی مسجد سے رقم واپس لے کر کسی دوسری مسجد میں صرف کرسکتا ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا ؟

الجواب واپس نہیں لے سکتے ۔

رجل اعطی دراھم فی عمارۃ المسجد او مصالح المسجد قیل بانہ یصح ویتم بالقبض اھ (قاضیخان ج ۴ ص ۲۱۲) ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ، ۲ / ۱۲ / ۱۴۰۷ ھ

مسجد میں روزانہ نعرے لگوانے کا حکم

ایک شخص مسجد کے اندر ہر روز نعرۂ تکبیر وغیرہ زور زور سے آوازیں ملا کر لگواتا ہے کیا مسجد میں نعرہ لگانا جائز ہے یا نہیں ؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں ۔

الجواب روزانہ ایسے نعرے لگانا مستقل عادت بنالینا ۔ اور لوگوں کو اس کا عادی بنانا درست نہیں ۔ خیر القرون ثلاثۃ میں ایسا عمل ثابت نہیں ۔

نقط واللہ اعلم : عبدالستار عفا اللہ عنہ

مملوکہ دوکانوں کے اوپر بنائی گئی مسجد کا حکم

زید ایک مارکیٹ بنانا چاہتا ہے جس کے اوپر رہائشی مکان ہوں گے ۔ اور ایک مسجد بھی ہوگی ۔ کیا اس مسجد کی حیثیت شرعی مسجد جیسی ہوگی ؟

الجواب مسجد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا زیریں اور بالائی حصہ مسجد کے لئے وقف ہو لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر دوکانیں زید ہی کی مملوک رہیں تو ان پر تعمیر ہونے والی مسجد ، مسجدِ شرعی نہیں ہوگی ۔ اس کی حیثیت نماز کے لئے متعین کردہ ایک جگہ کی ہوگی ۔ جس میں زید حسبِ منشاء تصرف کرسکتا ہے ۔

قال فی البحر وحاصله ان شرط کونه مسجدا ان یکون سفله وعلوه مسجدا لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالیٰ وان المساجد لله بخلاف ما اذاکان السرداب والعلو موقوفا لمصالح المسجد فهوکسرداب بیت المقدس هذا هوظاهر الروایة الخ ۔ (شامیة ، ج ۳ ص۳۸۲) فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
۴ / ۳ / ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۔ رئیس الافتاء

مسجد کی ناقابلِ استعمال اشیاء منتظمہ کمیٹی کی اجازت سے فروخت کر سکتے ہیں

مسجد کی وہ اشیاء جو ناقابلِ استعمال ہو چکی ہوں مثلاً صفوف وغیرہ ان کے مصرف کے بارے میں شریعتِ مقدسہ کا کیا حکم ہے ۔ کیا ان کو ضائع کرنے کی بجائے کسی جائز مصرف میں لگا دیا جائے ؟

الجواب ناقابلِ استعمال اشیاء مسجد کی انتظامیہ کے فیصلہ پر فروخت کر دی جائیں ۔ کمیٹی کی اجازت قاضی کی اجازت کے قائم مقام ہے ۔

اهل المسجد لو باعوا غلة المسجد اونقض المسجد بغیر اذن القاضی الاصح انه لا یجوز کذا فی السراجیه ۔ ج ۲ ۔ ص۴۹۶ عالمگیری ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۶ / ۴ / ۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مسجد کے ہال کے نیچے مسجد کی ضروریات کیلئے تہہ خانہ بنانا

ایک مسجد جس میں مسجد کے مین ہال کے نیچے ضروریاتِ مسجد کے لئے تہہ خانہ بھی بنایا جانا طے پایا ہے اور یہ کہ نماز باجماعت مین ہال میں ہوگی ۔ تہہ خانہ کی موجودگی میں اوپر مین ہال میں باجماعت

نماز کی شرعی حیثیت کیا ہوگی ؟ یا تہہ خانہ میں با جماعت نماز کا مستقل بندوبست کرنا ہوگا ؟

الجواب اگر ابتداءً مسجد ہی سے پہلے ہو گیا تھا کہ ضروریاتِ مسجد کے لئے نیچے تہہ خانہ بنایا جائے گا تو درست ہے۔ اوپر والی جگہ مسجد شرعی ہی کہلائے گی۔ تہہ خانہ میں جماعت کا اہتمام ضروری نہیں۔

و اذا جعل تحتہ سردابا لمصالحہ ای المسجد جاز کمسجد القدس (درمختار) - وفی الشامیۃ واذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد اوکانا وقفا علیہ صار مسجدا۔(ج۳ ص۳۷)-

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان۔	ملتان۔ ۱۵ / ۱۱ / ۱۴۰۸ھ

جو جگہ نماز کیلئے وقف تھی اس پر متولی رہائشی کمرہ بنادے تو اسے گرانا ضروری ہے

جس مسجد میں ایک مدت سے نماز ادا کی جارہی تھی اس کو شہید کر کے اس جگہ پر رہائشی کمرہ، نمائشی مینار اور وضو کی ٹوٹیاں بنادی گئیں اور کچھ حصہ باہر سڑک پر چھوڑ دیا گیا اور اوپر کی منزل پر بیت الخلاء وغیرہ بنایا گیا اور محراب کو ختم کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا گیا اور مسجد کو ہٹا کر تعمیر کیا گیا ہے ایسی مسجد کے اندر نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟ یہ مسجد حاجی غلام رسول صاحب نے تعمیر کر کے وقف کی تھی اور وہ فوت ہو چکے ہیں۔

الجواب قدیم مسجد کی جگہ اپنے طول و عرض سمیت تا قیامت مسجد رہے گی۔ متولیان کا کچھ جگہ کو مسجد سے خارج کرنا درست نہیں۔ نمازیوں پر اس کا احترام بھی مسجد کی طرح ضروری ہے۔ سابقہ مسجد کی زمین پر جو کمرہ تعمیر کیا گیا ہے اسے گرانا واجب ہے اور اسی طرح اس جگہ پر بنی ہوئی ٹوٹیوں سے وضوء درست نہیں۔

اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذالک لم یصدق تتارخانیۃ فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ

فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد - اھ (شامی ج۳ ص۳۸۲ المطبع الکبری الامیریه)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ، ۳ / ۴ / ۱۳۹۸ھ

قادیانی کی بنائی ہوئی مسجد کے بارے میں

ایک قادیانی نے مسجد بنائی ہے کیا یہ مسجد کے حکم میں ہے ؟ اور اس کا گرانا جائز اور ، ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب غیر مسلموں کی عبادت گاہوں پر مسجد کا اطلاق درست نہیں ہے ۔ ایسے ہی غیر مسلموں کو یہ بھی اجازت نہیں کہ وہ اپنے عبادت خانوں کی تعمیر مساجد کی طرز پر کریں یا ان کا نام مسجد رکھیں ۔ ولوجعل ذمی داره مسجدا للمسلمین وبناه کما بنی المسلمون واذن لهم بالصلوة فیه فصلوا فیه ثم مات یصیر میراثا لورثته وهذا قول الکل اھ (عالمگیری ج۲ ص۳۵۳)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۶ / ۴ / ۱۳۹۶ھ

میونسپل کمیٹی کی اجازت سے کوچے کے کچھ حصے کو مسجد کے بالائی حصے میں شامل کرنا

مسجد دھجی روڈ جھنگ صدر بوقت " چھاپے جانے صحن مسجد ہذا سال ۱۹۶۳ئہ میں اس نیت سے اور اس ضرورت سے تعمیر کی گئی کہ بالائی صحن کے ناکافی ہونے کی بنا پر تین اطراف پر باجازت میونسپل کمیٹی گلی پر تجاوز قائم ہوا ۔ تاکہ نمازیوں کی زیادہ سے زیادہ گنجائش ہو سکے ۔ اب اسی ضرورت کی بنا پر بالائی صحن مسجد (جس کی منڈیر پر تین فٹ تک کوچہ میں آتی ہے) کا بڑھانا مقصود ہے سابق خطیب مسجد نے منسلکہ فتویٰ جاری کر کے گلی پر چھت ڈالنا باجازت کمیٹی یا بغیر منظوری کمیٹی ناجائز قرار دیا ہے ۔ وہ نقل یہ ہے ۔

احکام للمسجد ○ وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فقہائے اسلام رحمہم اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کے مندرجہ بالا آیت کریمہ کی روشنی میں متعدد احکام

بابت مسجد وضع فرماتے ہیں۔ان احکامات کی رو سے مسجد دیگر مکانات کے اشتراک سے ممیز اور جدا ہونی ضروری ہے ۔علمائے امت نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ منڈیر یعنی فصیل مسجد۔ مسجد کے اندر داخل نہیں بلکہ بہ خارج مسجد ہے ۔ کما ہو الظاہر من امداد الفتاویٰ ۔ تاکہ اس کے نچلے حصہ کو مسجد نہ سمجھا جائے ۔ بنا بر علیہ پڑوسی اپنے مکان کا شہتیر یا بالا وغیرہ مسجد پر نہیں رکھ سکتا اور ایسا کرنا اس کو شرعًا ممنوع ہے ۔

بعینہٖ مسجد سے ملحقہ گلی پر ارباب میونسپل کمیٹی کی اجازت سے یا بلا اجازت چھت ڈالنا بھی بدیں شکل شرعًا ممنوع ہے کہ گلی پر چھت ڈالنے کے لئے کوئی شخص مسجد کی دیوار میں چنائی کرے۔اگر کرے تو مسجد کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے ہر مسلمان کو اس کے روکنے کا حق شرعًا حاصل ہے ۔اگرچہ جس حصہ پر چھت ڈالی جا رہی ہے اس کا نام دارالقرآن یا دارالحدیث ہی کیوں نہ رکھ لیا جائے جس طرح کمیٹی کی گلی کا نچلا حصہ دارالقرآن یا دارالحدیث نہیں کہلا سکتا اسی طرح اس کے اوپر والا مسقف حصہ بھی نہیں کہا جا سکتا ۔ نیز جس طرح مسجد کی دیوار کے اشتراک سے چھت ڈالنا شرعًا ممنوع ہے اسی طرح اس چھت کی تعمیر کے لئے مسجد کے نام پر یا دارالقرآن اور دارالحدیث کے نام پر چندہ کرنا بھی شرعًا ناجائز بلکہ فریب اور دھوکہ ہے ۔ البتہ ایسا اہتمام کرنے والے شخص کی اس میں دنیوی منفعت ضرور ہے ۔ جب مسجد کی منڈیر مسجد سے خارج ہے تو یہ گلی کیسے مسجد میں شامل ہوگی ۔ یہ گلی اور اس کی چھت سب خارج از مسجد ہیں ۔اگرچہ میونسپل کمیٹی کی اجازت ہی کیوں نہ حاصل کر لی گئی ہو ۔

شرعی پوزیشن واضح کر دی گئی ہے اس کے باوجود اگر چھت ڈالتے وقت مسجد کی دیوار میں کوئی اینٹ ، آہنی سلاخیں یا شہتیر اور بالے وغیرہ رکھے گئے تو مسجد کے حقوق پر کھلا ڈاکہ ہوگا اور مسجد کی اصل صورت کو بگاڑنا ہوگا ۔ لہذا ہر مسلمان کو نالش کرنے کا حق ہوگا ۔ یہ شرعی فتوےٰ اتمام حجت کے طور پر لکھا جا رہا ہے ۔کہ خود غرض افراد مسجد دھجی روڈ کے حقوق تلفی سے باز رہیں ۔ اور فقہاء کرام رح کی کلام پڑھ کر خدا تعالےٰ سے ڈر جائیں ۔

غلام حسین سابق خطیب دھجی روڈ جھنگ صدر عفی عنہ بقلم خود
و توسیع کنندہ مسجد ہذا ۸۰ / ۱۱ / ۱۷

اب علمائے حضرات سے سوال طلب ذیل امور ہیں۔

۱ : تنگی بالائی صحن مسجد کی وجہ سے بامنظوری میونسپل کمیٹی موجودہ چھت مسجد جس کی جنوبی منڈیر تین فٹ کوچہ کمیٹی پر واقع ہے کی سلاخوں میں سلاخیں ڈال کر مزید کوچہ چھتا جا سکتا ہے یا کہ نہیں۔ جب کہ مسجد کا فوق اور تحت مسجد ہونا چاہیئے۔ اور یہاں ایسا نہیں ہے، نماز جائز ہوگی یا نہ ؟

۲ : اگر ایسی مسجد جس کا فوق کوچہ کمیٹی پر واقع ہے اور نماز جائز ہو، نیز اتصال صفوف نماز ہونے میں تأمل کچھ نہ ہو، ثواب کامل جماعت کا ملتا ہو، کو مسجد سمجھنے میں تأمل ہوگا یا نہ ؟

۳ : تعمیر شدہ مسجد کے متصل، ماسوائے صحن، باقی گلی کو چھت کر کرے ڈالنا اور انہیں بطور حجرۂ مسجد دبرائے تعلیم القرآن وحدیث ان کا استعمال جائز ہوگا یا نہ ؟

۴ : مجوزہ تعمیر کے لئے چندہ کرنا جائز ہوگا یا نہ ؟

الجواب ۱، ۲ :- صورت مسئولہ میں باجازت کمیٹی کوچہ مذکورہ کو چھت کر، بالائی مسجد کے ساتھ ملحق کرنا درست ہے اور نماز اس میں جائز ہے۔ نیز یہ حکم مسجد میں ہوگا۔ فوق وتحت کا حقیقۃً مسجد ہونا ضروری نہیں۔ درمختار میں ہے۔

واذا جعل تحته سردابا لمصالحه اى المسجد جاز كمسجد القدس اھ وفى الشامية واذا كان السرداب او العلو لمصالح المسجد او كانا وقفا عليه صار مسجداً اھ شرنبلاليه۔(ص۳۸۲)

انہی عبارات کی بنا پر حضرات علماء نے ابتداً یہ جائز رکھا ہے کہ نیچے موقوفہ دکانیں بنائی جائیں اور اوپر مسجد ہو۔ علامہ رافعی رحمہ نے تحریر مختار میں مصالح کو عام رکھا ہے۔ لکھتے ہیں۔

(قول المصنف لمصالحه) ليس بقيد بل الحكم كذالك اذا كان ينتفع به عامة المسلمين على ما افاده فى غاية البيان حيث قال اورد الفقيه ابو الليث سؤالا وجوابا فقال فان قيل اليس مسجد بيت المقدس تحته مجتمع الماء والناس ينتفعون به قيل اذا كان تحته شئ ينتفع به عامة المسلمين يجوز لانه اذا انتفع به عامتهم صار ذالك لله تعالى ايضا۔اھ

علاوہ ازیں فقہاءرحمہ نے بوقت ضرورت کچھ راستے کو مسجد میں شامل کرنے کی اجازت دی ہے جب کہ گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو تو راستے کی فضاء بطریق اولیٰ مسجد میں شامل کی جاسکتی ہے کیوں کہ چلنے والوں کو اس میں کوئی تنگی نہیں۔

جعل شئ ای جعل البانی من الطریق مسجدا لضیقه ولم یضر بالمارین جاز لانهما للمسلمین۔ (درمختار) وفی الشامیة ظاهره انه یصیرله حکم المسجد۔ اھ۔ (ج ۳۔ص ۳۹۴ و ۳۹۵)۔

جب یہ زیادتی مسجد ہی ہوگی تو مسجد کی سلاخوں میں سلاخیں ڈال کر اسے تعمیر کرنے میں حرج نہیں۔

۳ : یہ جائز نہیں۔ جب کہ اسے تعمیر کرنے کے لئے مسجد کی دیوار یا سابقہ تعمیر کو استعمال کرنا پڑتا ہو۔

وفی الشامیة ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافه باھ

۴ : نمبر ایک کے لئے بنام مسجد چندہ کرنا جائز ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ : ۲۰ / ۲ / ۱۴۰۱ ھ

مساجد و مدارس میں اپنا کتبہ لگانے کا حکم

مندرجہ ذیل مضمون پتھر پر لکھوا کر مسجد کی دیوار پر چسپاں کرنا جائز ہے یا کہ نہیں ؟

اللہ جل جلالہ ———— محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا

ابوبکر رضؓ ——عمر رضؓ ————عثمان رضؓ —— حیدر رضؓ

۲ : یہ کہ اسی قسم کا مضمون مدرسہ پر لکھنا جائز ہے یا نہیں۔ نیز مدرسہ کا نام و مسلک کا نام و مہتمم کا نام لکھ کر دیوار پر چسپاں کرنا شرعاً کیسا ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب ہر دو سوالوں کا جواب یہ ہے کہ اپنے نام کے کتبے مساجد و اوقاف پر لگانا خلاف سنت ہے۔ کوئی ایسا کتبہ جس میں صرف اظہار مسلک کیا گیا ہو کسی مصلحت کے تحت ہو تو جائز ہے۔ البتہ خلاف مسلک لوگوں کے قبضہ وغیرہ کا اندیشہ ہو تو نام کے کتبہ کی بھی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۰ / ۴ / ۱۴۰۲ ھ

جو مسجد قبلہ سے معمولی منحرف ہو اس کو گرانے کا حکم

ایک مسجد کا رخ قبلہ سے معمولی ٹیڑھا ہو گیا ہے آیا اس مسجد کو منہدم کریں یا نہ ؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسے گرا کر دوبارہ صحیح رُخ پر تعمیر کیا جائے ؟

محمد شفیع کالی موری حیدر آباد

الجواب نماز کے وقت صفوں کو سیدھا کر لیا کریں مسجد کو شہید کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

۱۴ / ۲ / ۱۳۹۲ھ

مسجد کی دیواروں پر ایسا رنگ کرنا کہ جس سے بدبو آئے

مسجد کی دیواروں پر آئل پینٹ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ جب کہ دو چار دن اس کی بدبو بھی آتی رہتی ہے ؟

الجواب اگر اس میں بدبو ہوتی ہو تو جائز نہیں۔ مسجد میں پینٹ کرنے سے احتیاط کیجائے اگر بدون بدبو والا پینٹ کریں تو مضائقہ نہیں۔ جس میں بدبو نہ ہو اس پینٹ کا نام پلاسٹک پینٹ ہے مگر واضح ہو کہ برش جو استعمال ہو اس میں خنزیر کے بال نہ ہوں۔ کیوں کہ جتنے اچھے برش ہوتے ہیں اکثر میں خنزیر کے بال ہوتے ہیں۔ نیز یہ بھی کیا ضروری ہے کہ پینٹ ہی کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا

فرش کی گرمی سے بچنے کے لئے پاک جوتے پہن کر مسجد میں چلنا

جمعہ کے دن گرمیوں میں مسجد کے صحن میں شامیانہ لگاتے وقت چپل پاک کر کے پہننا کہ پاؤں نہ

جلیں۔کیا یہ جائز ہے یانہیں ؟

الجواب جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیرالمدارس ملتان

مسجد کے لئے مال کی وصیت کرنے کے بعد اس میں کمی کرنا

سائل کی دادی ہندہ کے نام ایک دوکان ذاتی ملکیت تھی مسئول لہا کے ایک لڑکے نے اپنی والدہ صاحبہ کو کچھ رقبہ خدا کی راہ میں دینے کی تلقین کی۔عرصہ پانچ چھ سال قبل وصیت نامہ تحریر کر دیا۔ کہ ملکیت کا چوتھا حصہ مسجد کو میری جائیداد میں سے دیا جائے۔ اور تحریری وصیت نامہ موجود ہے اور اس وصیت نامہ میں سے مبلغ دس ہزار روپے مسجد کو دے دیئے اور بقایا بمطابق وصیت نامہ دینے ہیں۔ مگر گزارش یہ ہے کہ وصیت نامہ کرنے والی زندہ ہے اور یہ دریافت کرنا چاہتی ہے کہ میں نے جو وصیت نامہ تحریر کیا تھا اس میں کمی بیشی کر سکتی ہوں یانہیں ؟ کمی کردہ رقم کو اپنے اہل وعیال ، اقرباء وغرباء پر تقسیم کر سکتی ہے یا نہ ؟

الجواب موصی وصیت سے رجوع کر سکتا ہے۔ ہندیہ میں ہے کہ۔

ویصح للموصی الرجوع عن الوصیۃ ثم الرجوع قد یثبت صریحا وقد یثبت دلالۃ ۔ (ج ۴ ص ۲۲۴)۔

جب کل وصیت سے رجوع کر سکتا ہے تو اس میں کمی بیشی بطریق اولیٰ درست ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی

۸ / ۳ / ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

متولی مشورہ سے امام و مؤذن مقرر کرے

مسجد کا متولی (بانی) امام مقرر کرنے میں ، مؤذن مقرر کرنے میں اختیار رکھتا ہے یانہیں یعنی

متولی کے کیا حقوق ہیں اور کیا اختیارات ہیں آگاہ فرمائیں۔

الجواب حدودِ شرعیہ میں رہتے ہوئے مسجد کا بانی امام و مؤذن کے تقرر میں مختار ہے لیکن پھر بھی دیندار ساتھیوں سے مشورہ کر لینا بہتر ہے۔ ہندیہ میں ہے۔

وللمتولی ان یستأجر من یخدم المسجد یکنسه ونحو ذلك باجر مثله او زیادة یتغابن فیها۔ (ج ۲، ص ۳۴۹)۔

متولی کی موجودگی میں مسجد اور اس کے متعلق دیگر اشیاء موقوفہ میں دوسرے لوگ تصرف کرنے کے شرعاً مجاز نہیں۔ ہندیہ میں ہے۔

سئل القاضی الامام شمس الاسلام محمود الاوزجندی عن اهل المسجد تصرفوا فی اوقاف المسجد یعنی اٰجروا المستغل وله متول قال لا یصح تصرفهم الخ (ج ۲، ص ۳۵۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۷ / ۳ / ۱۴۰۸ھ

مسجد کی صفائی سے جمع ہونیوالا کوڑا کرکٹ کہاں پھینکا جائے

مسجد کی صفائی کرنے سے جو کوڑا کرکٹ اور صفوں کے تنکے وغیرہ جمع ہو جائیں تو ان کو کہاں پھینکا جائے ؟ کیا عام کوڑہ کرکٹ پھینکنے کی جگہ جہاں ہر طرح کی اشیاء پھینک دی جاتی ہیں، پھینکنا درست ہے ؟

محمد عرفان عمرانی ، اورنگ زیب روڈ ، ملتان

الجواب مسجد کا کوڑا کرکٹ کسی موزوں جگہ پر پھینکا جائے۔ گندگی اور بے حرمتی کی جگہ نہ پھینکیں۔

یجوز رمی براية القلم الجدید ولا ترمی براية القلم المستعمل لاحترامه کحشیش المسجد وکناسته لا یلقی فی موضع یخل بالتعظیم اھ (درمختار) (قوله لا یلقی) ای ما ذکر من

الحشیش والکناسة اھ۔(شامی، ج۱، ص ۱۳۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۷ر ۹ر ۱۳۹۹ھ

مسجد میں مجلس نکاح منعقد کرنے کا حکم

مساجد میں نکاح پڑھانا صحیح ہے جب کہ نکاح کے بعد چھوارے پھینکتے ہیں تو اس کی وجہ سے مسجد میں شور وغل ہوتا ہے ایک دوسرے کے اوپر گرتے ہیں تو شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں ؟

سائل عبدالکریم ندیم

خطیب جامع مسجد رحمانیہ شاہ ستار آف میلسی

الجواب عقد نکاح مسجد میں کرنا مستحب ہے البتہ حاضرین کو تاکید کی جائے کہ آداب مسجد کے خلاف کوئی حرکت نہ کریں۔ اگر یقین ہو کہ شرکاء آداب مسجد کی رعایت نہیں رکھیں گے تو پھر خارج مسجد بہتر ہے۔

مباشرة عقد النکاح فی المساجد مستحب واختار ظہیر الدین خلاف ھذا اھ (عالمگیری، ج۵، ص ۳۲۱)۔ وکذا فی الشامیة ج۲ ص ۲۶۲ و ج۱ : ص ۴۸۹۔ وامداد الفتاوی، ج ۲ : ص ۲۵۲۔ وخلاصة الفتاوی، ج۲، ص ۵۱)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۵ر ۱۱ر ۱۴۱۰ھ

مسجد سے چڑیوں کے گھونسلے اتارنے کا حکم

مساجد میں چڑیاں روشندانوں میں یا کسی اور جگہ پر اپنے گھونسلے بنالیتی ہیں جس کی وجہ سے مسجد میں تنکے گرتے رہتے ہیں تو شرعاً ان گھونسلوں کو ختم کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

سائل۔ ممتاز احمد قاسمی غفرلہٗ

متعلم جامعہ ہذا ۔۔ آف میلسی

الجواب اگر ان گھونسلوں کی وجہ سے صفائی نہ رہتی ہو تو انہیں ختم کرنا جائز ہے۔

ولا بأس برمی عش خفاش وحمام لتنقیتہ اھ (درمختار)۔

(قولہ لتنقیتہ) جواب سوال حاصلہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقروا الطیر علی مکانتہا فازالۃ العش مخالفۃ للامر فاجاب بانہ للتنقیۃ وھی مطلوبۃ فالحدیث مخصوص بغیر المساجد اھ

(شامی ج ۱ ص ۶۹۰)

ولو کان فی المسجد عش خطاف او خفاش یقذر المسجد لا بأس برمیہ بما فیہ من الفراخ کذا فی الملتقط اھ (عالمگیری ج ۵ ۔ ص ۳۲۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۵ / ۱۱ / ۱۴۱۰ھ

مسجد میں افطار کرنے کا حکم

سنا ہے کہ مسجد میں کھانا نہیں چاہئے لیکن رمضان المبارک میں افطار وغیرہ وہاں کرتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بہتر تو یہی ہے کہ مسجد کے متصل کوئی جگہ بنالیں جس میں افطار وغیرہ کرلیا کریں اور مسجد میں نہ کریں۔ لیکن اگر کوئی ایسی مناسب جگہ نہ ملے تو مسجد میں بھی گنجائش ہے۔ مگر دو باتوں کا ضرور خیال رکھیں۔ ایک یہ کہ مسجد میں کھانے کے ریزے وغیرہ نہ گریں اور مسجد ملوث نہ ہو۔ اور دوسری یہ کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرلیا کریں۔

واعلم انہ کما لا یکرہ الاکل ونحوہ فی الاعتکاف الواجب فکذلک فی التطوع کما فی کراھیۃ جامع الفتاوی ونصہ یکرہ النوم والاکل فی المسجد لغیر المعتکف واذا اراد ذلک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل فیذکر اللہ تعالیٰ

بقدر ما نوی او یصلی ثم یفصل ما شاء۔ (شامی ج ۲، ص ۱۲۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۶/۱۲/۱۴۰۱ھ

مسجد کا ایک مینار بہت بلند و بالا تعمیر کرنا

آج کل عام رواج چلا ہوا ہے کہ بعض مساجد میں ایک مینار بہت اونچا بناتے ہیں جو کہ بہت فاصلے سے نظر آتا ہے اور اس کی تعمیر پر بہت خرچ آتا ہے کیا یہ درست ہے؟

الجواب اگر اتنے بلند مینار کی کوئی ضرورت نہ ہو، محض زیبائش کے لئے بنایا جائے تو جائز نہیں۔ مسجد کے پیسہ کو ضائع کرنا ہے۔

واما بناء منارة المسجد من غلة الوقف ان كان بناؤها مصلحة للمسجد بان يكون اسمع للقوم فلا بأس به وان لم يكن مصلحة لا يجوز اھ (عالمگیری ج ۵، ص ۳۲۲ - باب آداب المسجد)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان
۲۰/۱۰/۱۴۱۰ھ

رمضان المبارک میں ختم قرآن کے قریب مسجد میں رنگ و روغن کرنا

ہمارے ہاں معمول ہے کہ رمضان شریف میں ختم قرآن کی تقریب سے پہلے خوب اہتمام ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں مسجد میں رنگ و روغن بھی کیا جاتا ہے کیا یہ درست ہے؟

عبدالخالق الیسٹ گارڈن کراچی

الجواب ختم قرآن کے موقعہ پر رنگ و روغن کو ضروری سمجھنا محض بے اصل ہے۔ مسجد میں حسب ضرورت ہو رنگ کرالیں رمضان میں ہو یا غیر رمضان میں۔ بلاضرورت اسراف ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۴ / ۶ / ۱۴۰۵ھ

کسی عالم کی تقریر ریکارڈ کرنے کے لئے مسجد کی بجلی صرف کرنا

مسجد کے اندر کسی عالم کی تقریر ٹیپ ریکارڈ کریں اور مسجد کی بجلی صرف کریں تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب مسجد کو اس بجلی کا معاوضہ دے دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۷ / ۱۰ / ۱۴۰۳ھ

سحری کے وقت مسجد کے سپیکر سے وقت کا اعلان کرنا

مسجد کے سپیکر سے روزہ داروں کو سحری کے وقت ٹائم بتلانا یا اعلان کرنا کہ اب ٹائم ہو گیا ہے بیدار ہو جاؤ سحری کھالو۔ یا ٹائم ختم ہو گیا ہے سحری بند کر دو، جائز ہے یا نہیں ؟

محمد شفیع کالی موری حیدر آباد

الجواب نفس وقت کا اعلان تو جائز ہے مگر بعض لوگ اس اعلان کے ساتھ ایسے الفاظ شامل کر لیتے ہیں جو ان کے غلط عقیدہ کے مظہر ہوتے ہیں اور بعض اشعار وغیرہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں جس سے گھروں میں تہجد و عبادت میں مشغول لوگوں کی عبادت میں خلل ہوتا ہے۔ یہ درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲ / ۹ / ۱۴۰۴ھ

بیت الخلاء نماز کی جگہ سے کتنے دُور ہوں

بیت الخلاء مسجد سے کتنے فاصلہ پر ہونے چاہئیں۔ شرعاً کوئی تحدید ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل عبدالحکیم، موضع شاہ ستار، میلسی

الجواب: بیت الخلاء کا نماز کی جگہ سے اتنا دور ہونا ضروری ہے کہ وہاں کی بدبو وغیرہ نماز کی جگہ پر بالکل نہ آئے۔ کبیری میں احکام مسجد میں لکھا ہے۔

یجب ان تصان عن ادخال الرائحة الکریهة لقوله علیه السلام من اکل الثوم والبصل والکراث فلا یقربن مسجدنا فان الملئکة تتاذی مما یتاذی منه بنوآدم متفق علیه اھ (ص ۶۱۲)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیرالمدارس ملتان

۱۷ / ۶ / ۱۴۰۹ھ

مسجد کو کسی نام سے موسوم کرنا

آج کل معروف ہے کہ جو لوگ مساجد بناتے ہیں کوئی نہ کوئی نام مسجد کا تجویز کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے محلہ میں مسجد بنائی ہے اور اس کا نام "مسجد صحابہؓ" تجویز کیا ہے۔ اس پہ ایک صاحب معترض ہیں کہ مساجد سب اللہ کی ہیں مسجد کا کوئی خاص نام نہیں رکھنا چاہیئے۔ اس بارے میں شرعی حکم بتلادیں۔

چوہدری طالب حسین ضیاء

متولی مسجد صحابہؓ، پیپلز کالونی نزد ریلوے پھاٹک

ممتاز آباد، ملتان

الجواب: اگر نام رکھنا تعارف اور امتیاز کی غرض سے ہو تو درست ہے۔ قدیم سے مساجد مختلف ناموں سے موسوم چلی آرہی ہیں مگر سلف سے اس پر کوئی نکیر منقول نہیں۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۰ / ۸ / ۱۴۱۰ھ

منتظمِ مسجد ضرورت کے وقت اُجرتِ معروفہ لے سکتا ہے

ایک شخص عرصہ سے مسجد کا منتظم چلا آرہا ہے۔ پہلے وہ راج گیری کا کام کرتا تھا اب کچھ معمر ہو کر کمزور ہو گیا ہے لیکن مسجد کا انتظام بدستور کرتا ہے۔ کیا اس کو مسجد کے فنڈ سے تنخواہ دے سکتے ہیں؟

مستری محمد حنیف مسجد کھجور والی

محلہ نظام پورہ : بہاول نگر شہر

الجواب منتظمِ مذکور کو اس کے عمل کے مطابق مسجد فنڈ سے تنخواہ دے سکتے ہیں۔

"سئل الفقيه ابو القاسم عن قيم مسجد جعله القاضی قيما علی غلاتها وجعل له شيئا معلوما يأخذ كل سنة حل له الاخذ ان كان مقدار اجر مثله اھ (عالمگیری ج۲ ص۳۴۰)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۴ / ۲ / ۱۴۰۴ھ

دھلے ہوئے کپڑے مسجد میں خشک کرنا

کپڑے دھونے کے بعد انہیں خشک کرنے کے لئے مسجد کے صحن میں یا مسجد کی صفوں پر بچھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب مسجد کے صحن کو کپڑے خشک کرنے کے لئے استعمال کرنا درست نہیں۔

لان فيه شغل موضع أعد للصلوة۔ (شامی ج۱ ص۴۸۹)

فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان

۲۳ / ۱۲ / ۱۴۰۹ھ

مسجد میں انگلیاں چٹخانے کا حکم

مسجد میں جب نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہیں تو بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے بیٹھے اپنی انگلیاں چٹخانے لگ جاتے ہیں تو کیا اس طرح مسجد میں انگلیاں چٹخانا درست ہے ؟

الجواب یہ عمل ویسے ہی مکروہ و ناپسندیدہ ہے ظاہر ہے کہ مسجد میں ایسا عمل کرنے سے اس کی کراہیت اور بڑھ جائے گی۔

ویکرہ ان یشبك اصابعه وان یفرقع والفرقعة ان یغمزها او یمدها حتی تصوت کذا فی النهایة و الفرقعة خارج الصلوة کرهها کثیر من الناس (عالمگیری : ج ۱ : ص ۱۰۶)

عالمگیری میں آداب مسجد میں لکھا ہے۔

وان لا یفرقع اصابعه فیه اھ (ج ۵ : ص ۳۲۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۲۳ / ۴ / ۱۴۰۸ھ

مسجد میں سر اور داڑھی میں کنگھا کرنا

مسجد میں بیٹھ کر سر اور داڑھی میں کنگھا کرنا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب اگر بال اور پانی کے قطرات مسجد میں نہ گریں تو گنجائش ہے۔ معہذا بہتر یہی ہے کہ مسجد میں نہ کریں کہ آداب مسجد کے خلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۸ / ۲ / ۱۴۰۲ھ

مسجد کی رقم متولی سے چوری ہو جائے تو ضمان کا حکم

اگر مسجد کی رقم متولی سے چوری ہو جائے یا گم ہو جائے تو متولی پر تاوان آئے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب اگر متولی نے اس رقم کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کی اور اپنی رقم کی طرح اس کی حفاظت کی ہے تو اتفاقاً چوری یا گم ہوجانے سے اس پر ضمان نہیں آئے گی۔ بصورتِ دیگر اس پر ضمان لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۶/۴/۱۴۰۱ھ

فرضوں کے بعد دعا سے پہلے چندہ کرنے کا حکم

مسجد کا چندہ فرض نمازوں میں سلام کے بعد دعا سے پہلے کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب اس صورت میں لوگوں کی نماز میں اگر خلل پیدا ہوتا ہو تو اس سے اجتناب لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

تحفظ کے لئے مساجد و مدارس کو رجسٹرڈ کروانا

آج کل جو مدارس دینیہ اور مکاتب قرآنیہ و مساجد کو جو کہ وقف للہ ہوتے ہیں رجسٹرڈ کروا لیا جاتا ہے۔ اور اس رجسٹریشن سے کیا وہ ادارہ اپنی وقف للہ کی حیثیت پر باقی رہتا ہے اور اس کی حیثیت پر کوئی اثر تو نہیں ہوتا؟ مزید یہ کہ ہماری معلومات کے مطابق رجسٹریشن کے فوائد بھی ہیں۔

۱ : اوقاف کا تحفظ مزید بہتر ہوجاتا ہے۔

۲ : مسلک کی حفاظت ہوجاتی ہے۔

۳ : اندرونی و بیرونی شر در سے وہ ادارہ اور اس کے متعلقات محفوظ ہوجاتے ہیں۔

۴ : شوریٰ کو اخلاص و یکسوئی سے کام کرنے میں سہولت ہوجاتی ہے۔

کیا اندریں احوال مدارس کی رجسٹریشن جائز ہے یا نہیں؟

(مولانا) محمد عابد (صاحب)

مدرس مدرسہ خیر المدارس ، ملتان

الجواب دینی مدارس اور مذہبی اداروں کی رجسٹریشن جس سے ان کے اغراض و مقاصد مسلک و مشرب اور اوقاف کا تحفظ ہو جائز ہے۔ بلکہ اگر اس کے بغیر حفاظت دشوار ہو تو رجسٹریشن کو ضروری بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۲۳ / ۲ / ۱۴۰۶ ھ

مساجد کیلئے فسّاق و فجّار سے چندہ لینے کا حکم

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَاءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۔ الآیۃ ۔ (پ ۶ ع ۱۱) ۔

اس کے علاوہ " الحزب الاعظم " جیسی مستند کتاب میں پنجشنبہ کی منزل میں مسلمان فساق کے زیر احسان نہ ہونے کی دعا ہے تاکہ دنیا و آخرت میں اس کے احسانات کی مکافات سے امن رہے۔

ان حوالہ جات کے بعد حضرات علماء کرام سے استفسار ہے کہ مساجد مدارس، یتیم خانے، شفا خانے، اور دیگر خیراتی اداروں کی ضروریات کے لئے رقوم فراہم کرلنے میں یہ احتیاط بہت مشکل ہوتی ہے کہ کون فاسق ہے اور کون صالح ؟ کس سے چندہ لیں اور کس سے نہ لیں ؟ اور بہت زیادہ احتیاط کریں تو ادارے کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں حکم شرع سے آگاہی بخشی جائے۔

المستفتی : حاجی وجیہ الدین ، الوجیہ سٹریٹ کراچی

الجواب مساجد، مدارس، یتیم خانے اور دیگر اداروں کے لئے مسلمان کا چندہ قبول کیا جاسکتا ہے۔ صالح ہو یا فاسق۔ جیسا کہ ہر مسلمان کی وفات پر جنازہ پڑھا جاتا ہے نیک ہو یا بد۔ مسلمان کی خیرات قطع نظر اس سے کہ وہ نیک ہے یا بد۔ ہر دینی ادارہ پر خرچ ہوسکتی ہے۔ البتہ ایک احتیاط ضروری ہے کہ مسجد میں حرام مال نہ لگایا جائے۔ اسی طرح مدارس وغیرہ میں بھی ان لوگوں سے عطیات نہ لئے جائیں جن کی غالب آمدنی حرام کی ہو۔ اگر چندہ دینے والے کی غالب آمدنی حلال کی ہو تو وہ قبول ہوسکتی ہے۔ گو چندہ دینے والا گناہگار ہو۔ آیت مندرجہ فی السوال کو فاسق مسلمانوں کی خیرات سے کوئی تعلق نہیں۔ اس میں تو مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی موالات سے منع کیا گیا ہے۔

اور الحزب الاعظم میں جو دعاء وارد ہوئی ہے غالباً اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اللهم لاتجعل لفاجر عندي نعمة اكافيه بها في الدنيا والآخرة۔

اس میں فاسق آدمی کے زیر بارِ احسان ہونے سے پناہ مانگی گئی ہے کہ کسی فاسق کا میری ذات و شخصیت پر کوئی احسان نہ ہو جس کا بدلہ دنیا و آخرت میں دینا پڑے اس سے مساجد و مدارس میں ان کا چندہ قبول کرنے سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ کیوں کہ یہ چندہ کسی خاص فرد یا شخص پر احسان کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰/۴/۱۳۸۲ھ

وضوء کے بعد اعضاءِ مغسولہ سے گرنے والے قطرات سے مسجد ناپاک ہوگی یا نہیں؟

وضوء کے بعد اعضاءِ مغسولہ سے مثلاً داڑھی وغیرہ سے پانی ٹپک کر مسجد میں گر جائے تو کیا جائز ہے یا نہ۔ ایک صاحب نے اسے حرام کہا ہے۔

عتیق الرحمٰن، ۵/۷۷ آر ساہیوال

الجواب ماءِ مستعمل اصح روایت میں پاک ہے۔

کما نص علیہ المحققون وفی الدر المختار مع الشامی۔

(وھو طاھر) رواہ محمد عن الامام وھذہ الروایۃ ھی المشھورۃ

عنہ اختارھا المحققون قالوا علیھا الفتوی (ج۱: ص ۱۸۵، شامی)

وضو کرنے کے بعد جو چھینٹیں داڑھی سے گریں وہ پاک ہیں ان کا مسجد میں گرنا ناجائز اور حرام نہیں۔ البتہ قصداً نہ گرائی جائیں اس سے احتیاط لازم ہے خود بخود گر جائیں تو کوئی حرج نہیں۔

فقط واللہ اعلم

عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲ / ۳ / ۱۳۸۱ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفر اللہ لہٗ
مفتی خیر المدارس ملتان

جو مسجد فخر و ریاکاری کے لئے بنائی جائے وہ مشابہ مسجدِ ضرار ہے

ہمارے گاؤں کی آبادی تین سو گھر پر مشتمل ہے اس گاؤں میں تین مسجدیں تھیں ان میں امام بالکل جاہل تھے۔ سادی عبارت قرآن مجید کی نہایت معمولی طور پر پڑھا سکتے تھے باقی نماز روزہ کے مسائل سے بالکل مطلقاً نا واقف تھے۔ بدعات مثلاً اسقاط ودوران، قوالی، گیارہویں، تیجا، چالیسواں سالانہ، ختنہ اور شادی کے بعض رسومات پورے زور سے جاری تھیں اور امام ان کی پوری حمایت کر رہے تھے اور اس پر عامل تھے۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ ان بدعات کا خاتمہ ہو اور صحیح سنت پر عمل درآمد ہو مگر ان امام صاحبان نے ایک نہ چلنے دی۔ اخیر گالی گلوچ تک گئے۔ ہر طرح صلح کی کوشش کی مگر مجھے وہابی کا خطاب دے کر علیحدہ ہو گئے۔ واللہ مجھے وہابیت سے کوئی واسطہ نہیں پس امام ابو حنیفہ رح کا مقلد ہوں اور ان کی تقلید کو فخر سمجھتا ہوں۔

اس کے علاوہ وہ امام صاحبان غیر اللہ کی نذر و نیاز کے پابند ہیں۔ خود دیتے ہیں لوگوں کو حکم کرتے ہیں اور غیر اللہ کی نذر و نیاز کھلاتے ہیں۔ اندریں حالات تنگ آکر دوسرے محلہ میں، اہل محلہ کے مشورہ سے تین سو گز دور سابقہ مسجدوں سے، ایک نئی مسجد بنالی ہے جو کہ محض توحید و

اشاعت کے لئے تعمیر کی ہے۔ سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے اس مسجد کا افتتاح کیا ہے۔ اب وہ اس مسجد کیخلاف گاؤں میں پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ یہ مسجدِ ضرار ہے یہ ضد سے بنوائی گئی ہے واللہ کوئی ضد نہ تھی مگر دین کی بربادی کو دیکھ کر برداشت نہیں ہوسکا اور یہ اقدام کیا ہے اب خدا کے فضل سے مسجد آباد ہوگئی ہے۔ مگر لوگوں کے شبہات دور کرنے کے لئے جو وہ ایہام ڈال رہے ہیں آپ کی تحریر کی ضرورت ہے۔

۱: جو مسجد ان حالات کے اندر اشاعتِ توحید و سنت کے لئے بنائی گئی ہے وہ مسجد صحیح ہے یا ضرار ہے۔

۲: اور اس مسجد کو ضرار کہنے والے کا کیا حکم ہے؟ اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب جب اس مسجد سے دوسری مسجد کی ویرانی مقصود نہیں ہے تو یہ مسجد ضرار نہیں ہو سکتی۔ مسجدِ ضرار وہ مسجد ہے جو فخر و ریاکاری، نفسانیت کے لئے یا رضاءِ الٰہی کے علاوہ اور کسی غرض کے لئے تیار کی جائے۔

تفسیرِ کشاف اور مدارک میں زیرِ آیت ضرار لکھا ہے۔

"قیل کل مسجد بنی مباھاۃ او ریاء او سمعۃ او لغرض سوی ابتغاء وجہ اللہ او بمال غیر طیب فھو لاحق بمسجد الضرار۔"

منقول از مجموعۃ الفتاوی ، ج ۱ ، ص ۹۷ ، لمولانا عبدالحی رحؒ

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

خادم الافتاء، جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴/ شوال ۱۳۹۷ھ

دنگل سے حاصل شدہ رقم مسجد پر لگانے کا حکم

ہم نے یعنی تمام اہلِ محلہ نے ایک دنگل کروایا تھا جس میں پہلوانوں اور تمام آدمیوں نے اللہ کے واسطے کام کیا کہ ان کی تمام کی تمام آمدنی مسجد پر لگائی جائے گی۔ اس دنگل میں ڈھول بھی بجوایا گیا ہے کیا یہ آمدنی مسجد پر لگ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب یہ ڈنگل جب کہ ایسے امور پر مشتمل ہوتا ہے جو ... وغیرہ بجانا، کشفِ ستر کا ہونا، اس ... ہے اسے مسجد پر خرچ کرنا درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد ...
۱۳ / ۵ / ۱۳۹۵ھ

عیدگاہ کے درختوں کو مسجد کے لئے استعمال کرنے کا حکم

کوٹلہ عیسن میں ایک ہی جامع مسجد ہے بوجہ ضرورت جماعت مسجد کے لئے ایک برآمدہ تیار کیا جا رہا ہے تاکہ موسم گرما میں تکلیف رفع ہو جائے۔ برآمدہ کے لئے شہتیروں اور کڑیوں کی ضرورت ہے، عمدہ شہتیر وغیرہ حسب منشاء دستیاب نہیں ہو رہے۔ عیدگاہ کوٹلہ عیسن میں شیشم کے درخت ہیں۔

۱ : کیا عیدگاہ سے حسب ضرورت درخت کاٹ کر مسجد پر لگایا جا سکتا ہے؟

۲ : یا عیدگاہ کو رقم مسجد کی طرف سے دے کر درخت کاٹا جائے جب کہ عرف میں عیدگاہ جامع مسجد کے برابر نہیں سمجھی جاتی۔

۳ : کیا عیدگاہ پر چرمِ قربانی کی رقم صرف کی جا سکتی ہے جب کہ وہ رفاہِ عام مثل ڈول رسی وغیرہ کے ہو۔ عیدگاہ کی تعمیر کے بعد جو رقم باقی بچ جائے وہ مسجد میں صرف کی جا سکتی ہے براہ راست یا کسی حیلہ سے اور حیلہ کونسا ہو؟

اختلاف بین العلماء سے تعمیر کے کام میں رکاوٹ واقع ہو رہی ہے۔

الجواب اگر عیدگاہ کی مصلحت ان درختوں کے باقی رکھنے میں ہے تو ان کا کاٹنا بالمعاوضہ یا بلا معاوضہ جائز نہیں ہوگا۔ اگر ایسا نہیں تو مجلسِ منتظمہ و متولی کی صوابدید کے مطابق ان کا خریدنا جائز ہے۔ قیمت عیدگاہ پر صرف کی جائے اور لکڑی جامع مسجد میں استعمال کی جائے۔

کما یظہر من العالمگیریہ ج ۲ ص ۳۵۱ ۔ وفی القسم الثانی الحکم فی ذلک الی القاضی ان رأی بیعہا وصرف ثمنہا الی عمارۃ المقبرۃ

فلہ ذلک اھ

۴ : چرمِ قربانی کی قیمت واجب التصدق ہے۔

کمافی الهدایة ولو باع الجلد او اللحم بالدراهم تصدق بثمنه

وصرح فی الکافی بوجوب التصدق کمافی الحواشی۔

پس اس رقم کو عیدگاہ ، مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں ۔ کیونکہ ایک وقف کی آمدنی دوسرے وقف میں صرف کرنا جائز نہیں ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

ائمہ اوقاف کیلئے محکمہ سے تنخواہ لینے کا حکم

مزارات اور مساجد پر حکومت کا قبضہ ہے جو آمدنی ہوتی ہے یکجا جمع کر دی جاتی ہے اور پھر بنک میں دے دی جاتی ہے جس پر سود لیا جاتا ہے تو اس سے تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟

محمد خلیل الرحمٰن پانی پتی سکھر

الجواب محکمہ ، مسجد کی آمدنی وصول کر کے مسجد کا مقروض بن جاتا ہے ۔ بعدہٗ جو رقم مسجد پر یا امام پر صرف کی جاتی ہے یہ محکمہ کی طرف سے ادائیگی قرض یا ضمان ہے اور وصولیٔ قرض کے بارے میں شرعاً یہ تصور کیا جاتا ہے کہ قرض خواہ گویا بعینہٖ اپنی رقم ہی وصول کر رہا ہے ۔ پس ائمہ اوقاف کے لئے تنخواہ وصول کرنے کی گنجائش ہے ۔ حصولِ تنخواہ کے سبب اگر دینی فتنہ اور مداہنت فی الدین کے پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو تو علیحدگی مناسب ہے ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۳ / ۲ / ۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

واجب التصدق مال مسجد میں لگانے کا حکم

ایک شخص نے اپنی جوانی اور نمبرداری کے دور میں لوگوں پر ظلم و ستم کئے اور ان کا مال زبردستی چھینا جب یہ شخص حج پر جانے لگا تو عام اعلان کیا کہ جس کسی نے مجھ سے کوئی مال لینا ہو آ کر لے جائے چنانچہ کچھ لے بھی گئے لیکن اس شخص کو خیال آیا کہ کچھ ایسے بھی لوگوں سے مال لیا ہے جو مسافر تھے اور جن کا پتہ معلوم نہیں کہ کون تھے، کہاں کے تھے۔ ان کا حق کیسے واپس کیا جائے۔ تو کیا ان کے حق کی رقم مسجد کو دے سکتا ہے؟

اللہ وسایا ناظم دار المبلغین، کورٹ اردو مظفر گڑھ

الجواب جن جن افراد کا حق باقی ہے اگر جہدِ بسیار کے باوجود ان کا پتہ نہ چل سکے تو ان کی طرف سے اتنا مال صدقہ کر دیا جائے۔ اور چونکہ یہ صدقہ کرنا واجب ہے اس لئے اس کا مصرف بھی وہی ہے جو دیگر صدقاتِ واجبہ کا ہے۔ براہِ راست مسجد اس صدقہ کا مصرف نہیں بن سکتی۔

علیہ دیون و مظالم وجهل اربابها وأيس من عليه ذلك من معرفتهم فعليه التصدق بقدرها من ماله وان استغرقت جميع ماله اھ (درمختار علی الشامیة، ج ۳، ص ۳۳۳)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد میں دینی کتب کے مطالعہ کا حکم

مسجد شریف میں طلباء تکرار کرتے ہیں، مسجد میں شور ہوتا ہے۔ بالخصوص منطق معقولات، فلسفہ کیا یہ جائز ہے؟ تکرار آہستہ اور مطالعہ میں نیز دینیات و فلسفیات میں کوئی فرق ہے۔ یا دونوں جائز ہیں؟

حافظ عبدالرحمٰن، فیصل آباد

الجواب والسادس ان لا یرفع فیہ الصوت من غیر ذکر اللہ
والسابع ان لا یتکلم فیہ من احادیث الدنیا۔

(عالمگیری، ج ۴، ص ۹۴)۔

اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں کتبِ فلسفہ کا تکرار وشور آدابِ مسجد کے خلاف ہے۔ دنیاوی باتوں سے فلسفیات کو کسی طرح کم نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور احادیثِ دنیا مسجد میں ممنوع ہیں۔ اور دینیات کا تکرار بھی اصل تو یہ ہے کہ خارج مسجد ہو تاکہ شور نہ ہو جیسا کہ عام طور پر، دورانِ تکرار طلبہ میں ہو جاتا ہے۔ البتہ بوقتِ ضرورت احترامِ مسجد کا خیال رکھتے ہوئے آہستہ آواز سے اجازت ہے۔ مطالعہ بھی جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی۔ ۱۱ / ۶ / ۱۳۹۰ھ

امام متعین کرنے کا اختیار بانی مسجد کو ہے یا اہلِ محلہ کو

ایک شخص نے اپنی زمین میں اپنے ذاتی روپیہ سے مسجد تعمیر کرائی ہے اس مسجد پر دوسرے لوگ قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ قبضہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنا امام رکھنا چاہتے ہیں۔

سائل بنیاد علی شاہ، ممتاز آباد ملتان

الجواب البانی للمسجد اولیٰ من القوم بنصب الامام والمؤذن
فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ البانی۔

(درمختار: ج ۳، ص ۴۲۷)۔

بانی مسجد اگر دیندار یا بندِ صوم وصلوٰۃ آدمی ہے اور کسی متقی اور اہل کو امام ومؤذن مقرر کرتا ہے تو شرعاً یہ تقرر درست ہے اور بانیٔ مسجد ہی اس کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ البتہ بانی مسجد اگر کسی نااہل کو امام رکھنا چاہے اور اہلِ محلہ نمازی اہل کو امام بنائیں تو اہلِ محلہ کا یہ فیصلہ قابلِ ترجیح ہوگا۔ بدون اس وجہ شرعی کے دوسرے لوگوں کو بانیٔ مذکور کے ساتھ اس معاملہ میں مزاحمت درست نہیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۲۵ / ۱۱ / ۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان

متولی مسجد کے فنڈ میں کیا کیا تصرف کر سکتا ہے

۱ : زید کے پاس برائے مدرسہ کچھ فنڈ جمع ہے اس میں وہ کسی قسم کا تصرف کر سکتا ہے یا نہیں ؟ کسی کو قرض دینا یا نوٹ کے بدلے میں بھان دینا یا مسجد کی یا اپنی رقم ملا کر رکھ دینا جائز ہے یا نہیں۔ عدم جواز کی صورت میں خائن تو نہیں ہوگا ؟

۲ : مسجد کی چٹائی مدرسہ میں استعمال ہو سکتی ہے یا نہیں بصورت اجازت متولی۔

۳ : مسجد کا لوٹا اور برتن اسی قسم کا سامان امام کے لئے اپنے حجرے میں لاکر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں جب کہ نمازی رضامند ہوں اور حجرہ بھی متصل مسجد ہو۔

۴ : زید کو لوگوں نے مسجد کا خزانچی اس قسم کا بنایا ہے کہ جب مرضی ہو خزانہ سے روپیہ لے کر اپنے کام میں استعمال کرے پھر پورا کر کے واپس جمع کر دے۔ اس طرح روپیہ چلتا رہا۔ جب پاکستان بننے کا وقت آیا تو خزانچی نے یہ کہا کہ یہ جو کچھ رقم باقی ہے اسے بھی تم ہی سنبھالو۔ لیکن کسی نے بھی ہاں نہیں کی۔ تو اس میں پوچھنا یہ ہے کہ ایسے روپیہ کا کیا حکم ہے۔ اس میں سے اکثر تو وہ لوگ وہاں ہی سے کر اپنے ذاتی ضرورت میں خرچ کر چکے تھے اور جو کچھ بچا تھا تو وہ خزانچی وغیرہ نے پاکستان آکر اپنی ضروریات میں خرچ کر لیا۔ کیا خزانچی پر تمام کا تمام واجب الادا ہے یا نہیں یا ان لوگوں پر بھی ماصرفوا کا دینا واجب ہے یا کسی پر بھی نہیں ؟

الجواب نوٹ لے کر بھان ریزگاری تو دے سکتا ہے لیکن قرض نہیں دے سکتا۔ اور اگر مدرسہ کی رقم اپنی رقم میں ملائے گا تو ضائع ہونے کی صورت میں ضمان آئے گی۔ قرض نہ دینے کے لئے ملاحظہ ہو عالمگیری ، ج ۲ ، ص ۴۶۳۔

ولیس للقیم ان یاخذ ما فضل عن وجه عمارۃ المدرسة دینا لیصرفها الی الفقهاء وان احتاجوا الیه کذا فی القنیة۔

۲ ؛ سئل ابو الفضل عن الوقف اذا كان ربع غلته الى العمارة وثلثة اربا عها الى الفقراء فلم تحتج المدرسة فى تلك السنة هل يجوز للقيم ان يصرف من ذلك الى الفقهاء على وجه الدين و يأخذ ذلك من غلتهم من السنة الثانية اذا احتاج اليها فقال لا ۔ سئل ابو حامد فاجاب بمثله كذافى التاتارخانية ۔(عالمگیری ج ۲ ص ۳۳۵)

اگر چٹائی مسجد کے لئے وقف ہے تو مدرسے کے لئے استعمال جائز نہیں ۔

۳ ؛ مسجد کا لوٹا یا برتن مدرسں یا امام یا کوئی اور شخص خارج مسجد لے جاکر اپنی ذاتی ضروریات میں استعمال نہیں کرسکتا ۔ ہاں مسجد کے اندر استعمال کرسکتا ہے ۔ کما فی فتاوی دارالعلوم دیوبند ، ج ۲ ، ص ۱۷۹ ۔

البتہ مسجد کے چراغ سے مسجد کے اندر بیٹھ کر تہائی رات تک مطالعہ کرسکتا ہے ۔

۴ ؛ اوّل تو مسجد کا روپیہ قرض لے کر اپنے ضروریات میں صرف کرنا جائز بھی نہ تھا ۔ جیسا کہ حوالہ ۲ میں بیان کیا گیا ۔ خزانچی نے اور دوسرے لوگوں نے غلطی کی ہے ۔ اب خزانچی اور دوسرے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ مسجد کا روپیہ واپس کریں ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ	الجواب صحیح
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان	خیر محمد عفی عنہ ۱۱ / ۱۰ / ۱۳۷۰ھ

مسجد کی دوکان بینک کو کرایہ پر دینا

کسی مسجد کی وقف زمین یا دوکان کسی بینک کو کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

محمد یونس راولپنڈی

الجواب صاحبینؒ کے نزدیک مسلمان کا کافر کو بیع خمر کے لئے دوکان کرایہ پر دینا جائز نہیں (کمافی الهندیه کتاب الاجارة) حالانکہ بیع خمر کافر کے لئے ایک جائز فعل ہے تو ایک مسلم کا دوسرے مسلمان کو سودی کار وبار کے لئے دوکان کرایہ پر دینا

کیسے جائز ہوگا جب کہ سودی کاروبار دونوں کے لئے ناجائز و حرام ہے بلکہ ذمیوں کو بھی ایسے کاروبار کی شرعاً اجازت نہیں۔

لقوله علیه السلام الا من اربی فلیس بیننا وبینه عهد ۔

(هدایه : ج ۲ : ص ۳۱۸)۔

نیز اس زمانہ میں جب کہ عوام کے ایمان میں ضعف آچکا ہے اور بدعملی ہو رہی ہے ایسے سودی اداروں کا فناءِ مسجد میں آجانا ان کے دل سے اس لعنتی کاروبار کی نفرت ختم کر دینے کا باعث ہوگا۔

بنا بریں مسجد کی دوکان وغیرہ بینک کو کرایہ پر دینی درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۔ ۲۷ / ۱۱ / ۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس

سرکاری زمین میں بلا اجازت بنائی گئی مساجد کو گرانے کا حکم

بعض اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ جو مساجد سرکاری اراضی میں حکومت کی اجازت کے بغیر بنائی گئی ہیں وہ شرعاً مساجد نہیں ہیں اور حکومت نے ان کو مسمار کرنے کا حکم جاری کر دیا ہے۔ اس حکم کی زد میں بہت سی ایسی مساجد بھی آئیں گی جو مسلمانوں نے ضرورت کی بنا پر بنائی تھیں اور ایک طویل عرصہ سے مسلمان ان میں نماز پڑھتے ہیں کیا ایسی مساجد کا شہید کرنا جائز ہے ؟

سائل : نور حسین
مکان نمبر ۱۴۹۴ : گلی نمبر ۴ : لیاقت اشرف کالونی
محمود آباد ... کراچی

الجواب باسمہ تعالٰی !

مساجد شعائر اسلام میں سے ہیں۔ قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے شرف و فضل اور احکام کو مختلف جہات سے بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں پہلے قرآن کریم کی آیات پر نظر ڈالیے۔ ارشاد ربانی ہے۔

" وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى

فِيْ خَرَابِهَا۔

ترجمہ! اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام
لینے سے اور ان کے اجاڑنے کی کوشش کی۔"

آیت کریمہ جہاں مساجد کے شرف وفضل کو بیان کررہی ہے وہاں مساجد کے منہدم کرنے والے اور اس کی تخریب کی کوشش کرنے والے کی شدید مذمت کررہی ہے اور ایسے شخص کو سب سے بڑا ظالم کہا جارہا ہے۔ آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہورہا ہے کہ مسلمانوں کو مساجد کی تعمیر اور ان کی کثرت سے روکا نہیں جائے گا بلکہ اس سلسلہ میں ان کی ہمت افزائی کی جائے گی۔ چنانچہ مفسر ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

ولا يمنع من بناء المساجد الا ان يقصد الشقاق والخلاف
بان يبنوا مسجدا الى جنب مسجد او قربة يريدون بذلك
تفريق اهل المسجد الاول وخرابه۔ (ج۲، ص۷۸)۔

ترجمہ! مساجد کی تعمیر سے کسی کو روکا نہیں جائے گا۔ سوائے اس کے کہ تعمیر کرنے والوں کا ارادہ اختلاف اور پھوٹ ڈالنا ہو۔ اس طرح کہ وہ کسی دوسری مسجد کے پہلو میں یہ مسجد تعمیر کریں اور ان کا مقصد پہلی مسجد کے نمازیوں میں تفریق ڈالنا ہو۔"

امام رازی رح اپنی تفسیر کبیر میں رقم فرماتے ہیں۔

"السعي في تخريب المسجد قد يكون بوجهين احدهما منع
المصلين والمتعبدين من دخوله فيكون ذالك والثاني بالهدم
والتخريب"۔ (ص ۶۸۲، ج۱)۔

ترجمہ! مسجد کی تخریب کی کوشش دو صورتوں سے ہوتی ہے (۱) ایک نماز پڑھنے والوں اور عبادت کرنے والوں کو مسجد میں داخل ہونے سے روکنا۔ (۲) مسجد کو ویران اور منہدم کرنا۔"

اور سورۃ "توبہ" میں ہے۔

انما يعمر مساجد الله من امن بالله واليوم الاخر واقام

الصلوٰة واٰتی الزکوٰة ولم یخش الا اللّٰہ فعسیٰ اولٰٓئك ان یکونوا من المھتدین ۔ (سورہ توبہ : پ۱۰، ع ۳) ۔

ترجمہ : ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں "

آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی مساجد حقیقتاً ایسے ہی اولوالعزم مسلمانوں کے دم سے آباد رہ سکتی ہیں جو دل سے خدائے واحد اور آخری دن پر ایمان لا چکے ہیں ۔ جوارح سے نمازوں کی اقامت میں مشغول رہتے ہیں ۔ اموال میں سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ۔ اسی لئے مساجد کی صیانت وتطہیر کی خاطر جہاد کے لئے تیار رہتے ہیں ۔

آیت کریمہ سے بصراحت یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ مساجد کی تعمیر کرنا کسی کے ایمان کی بڑی شہادت ہے ۔ علامہ قرطبی اس آیت کے ذیل میں رقم طراز ہیں ۔

" دلیل علی ان الشھادة لعمار المساجد بالایمان صحیحة وقد قال بعض السلف اذا رأیتم الرجل یعمر المسجد فحسنوا به الظن " (تفسیر جامع لاحکام القرآن ، ص ۹ - ج ۸) ۔

ترجمہ : آیت کریمہ اس امر پہ دلیل ہے کہ مساجد کی تعمیر کرنے والوں کے ایمان کی شہادت صحیح اور درست ہے ۔ اسی لئے بعض سلف کا قول ہے کہ جب تم دیکھو کوئی شخص مسجد کی آباد کاری میں کوشاں ہو تو اس کے ساتھ حسن ظن رکھو "

سورۂ نور میں ارشاد ہے ۔

" فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمه یسبح له فیھا بالغدو والاٰصال " (سورۂ نور پ۱۸ ، ع ۵) ۔

ترجمہ : ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا ہے ان کو بلند کرنے کا اور وہاں اس کا نام پڑھنے کا ۔ یاد کرتے ہیں اس کی وہاں صبح اور شام "

اس سے پہلے کی آیتوں میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نور سے تمام موجودات کی نمود ہے ۔ پھر مؤمنین مہتدین کو اس نورِ الٰہی سے ہدایت وعرفان کا جو خصوصی حصہ ملتا ہے اس کو ایک بلیغ مثال سے سمجھایا گیا ہے ۔ اس کے بعد فرمایا جا رہا ہے کہ یہ روشنی اللہ کے ان گھروں (مساجد) میں ملتی ہے ۔

جن کو بلند رکھنے اور ان کی تعظیم و تطہیر کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ ان کو ہمیشہ ذکر، تسبیح اور عبادتِ الٰہی سے آباد رکھا جائے۔ آیتِ کریمہ سے بصراحت مساجد کی تعظیم اور ان کو آباد کرنے کرنے کا حکم معلوم ہو رہا ہے۔

آیت کے بعد جب احادیث کی طرف آتے ہیں تو اس بارے میں کثرت سے احادیث ملتی ہیں۔ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے یہاں چند احادیث پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم احب البلاد الی الله مساجدها و أبغض البلاد الی الله أسواقها - (رواه مسلم)

ترجمہ! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب جگہوں میں پسندیدہ جگہ اللہ کے نزدیک مساجد ہیں۔ اور مبغوض ترین جگہیں اللہ کے نزدیک بازار ہیں "

○

عن عثمان رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه من بنی مسجدا يبتغی به وجه الله بنی الله له بيتا مثله فی الجنة - (بخاری)

ترجمہ! حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی رضا جوئی کے لئے مسجد بناتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے جنت میں اس کے مثل گھر بنا دے گا "

○

عن بريدة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم بشر المشائين فی الظلم بالنور التام يوم القيامه۔ (ترمذی)

ترجمہ! حضرت بریدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجد کی طرف جاتے ہیں ان کو قیامت کے دن نورِ تام

کی بشارت دو "
بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے وہ روایت ہے جس میں ان سات قسم کے لوگوں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالےٰ قیامت میں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا ان میں سے ایک قسم یہ بھی ہے۔
"ورجل قلبه معلق بالمسجد" وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہے۔
قرطبی نے اپنی تفسیر میں آیتِ کریمہ " فی بیوت اذن الله ان ترفع " کے ذیل میں یہ حدیث درج کی ہے۔

رواه انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من احب الله عز وجل فليحبنی ومن احبنی فليحب اصحابی ومن احب اصحابی فليحب القرآن ومن احب القرآن فليحب المساجد فانها افنية الله وابنيته اذن الله فی رفعها وبارك فيها ميمونة ميمون اهلها محفوظة محفوظ اهلها هم فی صلوتهم والله عز وجل فی حوائجهم هم فی مساجدهم والله من ورائهم۔

(ص ۲۶۶ - ج ۱۲)

ترجمہ! حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالےٰ سے محبت کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے اصحاب سے محبت کرے اور جو میرے اصحاب سے محبت کرتا ہے وہ قرآن سے محبت کرے اور جو قرآن سے محبت کرے اس کو چاہیئے کہ مساجد سے محبت کرے کیونکہ یہ مساجد اللہ کے گھر ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو بلند کرنے کا حکم دیا ہے اور برکت رکھی ہے ان میں مسجد والے بھی برکت والے ہیں۔ یہ مسجدیں بھی اللہ کے حفظ و امان میں ہیں اور یہاں آنیوالے بھی۔ یہ لوگ اپنی نماز میں لگے ہوتے ہیں اور اللہ تعالےٰ ان کی کارسازی میں "

دین میں مساجد کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف تحیہ نے اسلامی حکومت

کا فریضہ رکھا کہ وہ اسلامی حکومت کے زیر اثر شہروں اور آبادیوں میں مساجد تعمیر کرے اور بیت المال کی خاص مد سے اس کے مصارف برداشت کرے چنانچہ فقہا بیت المال کے مصارف کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

ورابعها فمصرفه جهات من انه يصرف الى المرضى والزمنى واللقيط وعمارة القناطر والرباطات والثغور والمساجد وما اشبه ذالك - (ردالمحتار، باب الزکوۃ، ص۷۹، ج۲)۔

ترجمہ!

"اور چوتھے حصے کے مصارف چند جہات ہیں کہ ان کو بیماروں، اپاہجوں اور لاوارث بچوں پلوں، سراؤں، سرحدوں اور مساجد پر صرف کیا جائے۔"

اور علامہ قرطبی رح اپنی تفسیر میں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

"قال ابوحنيفة ويبدأ من الخمس باصلاح القناطر وبناء المسجد وارزاق القضاة والجند وروى نحو ذالك عن الشافعى ايضاً۔ (ج۷، ص ۱۱)۔

ترجمہ!

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ پانچویں حصے کی تقسیم پلوں کی مرمت مساجد کی تعمیر قاضیوں اور فوج کی تنخواہوں سے شروع کی جائے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالے سے بھی اسی طرح روایت ہے۔"

لہذا اسلامی حکومت کے جہاں بہت سے فرائض ہیں وہاں یہ بھی اہم فریضہ ہے کہ لوگوں کی ضرورت وحاجت کے پیش نظر مساجد تعمیر کریں۔ البتہ اگر بدقسمتی سے کوئی حکومت اس فریضے کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے تو عوام پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی ضرورت وحاجت کے پیش نظر مساجد کی تعمیر کریں، اور امام وخطیب اور مؤذن کی تقرری وتولیت کے انتظامات اپنے ذمہ لیں۔

دیکھئے جمعہ اور عیدین کے انتظامات امام اور حکومت اسلامی کے فرائض میں سے ہے بلکہ امامت کبریٰ کے مقاصد میں اس کو داخل کیا گیا ہے۔ فقہاء اسلام نے جہاں امامت کبریٰ (خلافت) کی ضرورت کو بیان کیا ہے وہاں تصریح کی ہے۔

"والمسلمون لابد لهم من امام يقوم بتنفيذ احكامهم واقامة

حدودهم وسد ثغورهم وتجهيز جيوشهم واخذ صدقتهم وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق واقامة الجمع والاعياد ۔ (ردالمحتار ص ۵۱۲ ، ج ۲)۔ ترجمہ!

مسلمانوں کے لیئے ایک امام ہونا ضروری ہے جو احکام جاری کرے ، سرحدوں کی حفاظت کرے ، فوج کو تیار رکھے زکوٰۃ وصول کرے۔ باغیوں ، چوروں ، ڈاکوؤں کو مقہور کرے جمعہ اور عیدین کی اقامت کرے "

اب اگر کوئی اسلامی حکومت اس فریضے سے غافل رہتی ہے تو یہ اس کی بہت بڑی کوتاہی ہے اور اپنے منصب سے غفلت ہے اور جب حکومت غفلت کرے تو عوام اور پبلک پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کے انتظامات کریں چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے۔

ولهذا لومات الوالی اولم یحضر لفتنة ولم یوجد احد ممن له حق اقامة الجمعة نصب العامة لهم خطيباً ۔ (ردالمحتار ص ۴۴ ، ج)

ترجمہ!

اسی لئے اگر کوئی حاکم مرجائے یا وہ فتنے کی بناء پر موجود نہ ہو جس کو جمعہ کی اقامت کا حق ہے تو عوام اور پبلک اپنے لیے خطیب کے انتظامات کرلیں "

اسی طرح اس قسم کے بہت سے امور میں شریعت نے عوام اور پبلک کو اختیارات دیئے ہیں۔ مندرجہ ذیل جزئیات پر غور کیجئے ۔ ردالمحتار میں ہے۔

ولهم نصب متول وجعل المسجدين واحدا اوعكسه لصلوة.

(ردالمحتار علی الشامیة ، ج ا ، ص ۴۹۰)۔

ترجمہ! اور عوام کو متولی مقرر کرنے اور دو مسجدوں کو ایک کرنے یا ایک مسجد کو دو مسجدیں کرنے کا حق حاصل ہے "

"بحرالرائق" میں ہے۔

" وفی الخانية طريق للعامة وهی واسع فبنی فيه اهل المحلة مسجدا للعامة ولا يضر ذالك بالطريق قالوا لا بأس به و هكذا روى ابو حنيفة ومحمد ان الطريق للمسلمين والمسجد

لہم ایضاً ج۵ ص ۲۷۶)

ترجمہ! خانیہ میں ہے کہ عوام کا ایک راستہ ہے اور وہ وسیع ہے۔ محلہ والے اگر اس میں مسجد تعمیر کرلیں اور اس تعمیر سے راستے کی آمد و رفت میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو فقہا اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح سے بھی یہی مروی ہے کہ راستہ بھی مسلمانوں کا ہے اور مسجد بھی انہی کی ہے "

فتاوٰی عالمگیری میں مرقوم ہے۔

" ذکر فی المنتقی عن محمد رح فی الطریق الواسع بنی فیه اهل المحلة مسجدا و ذلك لا یضر بالطریق فمنعهم رجل فلا بأس ان یبنوا " (ص ۳۴۷ ؛ ج ۲)۔

ترجمہ! منتقی میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک وسیع راستہ ہے محلہ والوں نے اس میں مسجد تعمیر کرلی اور راستہ کی آمد و رفت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو اگر کوئی شخص منع بھی کرے تب بھی مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں "

فتاوٰی حمادیہ میں ہے۔

" من الغیاثیة نهر لاهل قریة فاراد جماعة ان یبنوا علیه مسجدا فلا بأس به " (ص ۳۴۸ ؛ ج ۱)۔

ترجمہ! فتاوٰی غیاثیہ میں ہے کہ کسی گاؤں کی نہر ہے ایک جماعت اس کے اوپر ایک مسجد تعمیر کرے تو کوئی حرج نہیں ہے "

پاکستان بن جانے کے بعد حکومت کے جہاں اور اہم فرائض تھے وہاں یہ بھی فریضہ تھا کہ آبادی کے تناسب سے جگہ جگہ مساجد تعمیر کرتی۔ یہ عجیب سی صورت حال ہے کہ یہاں کالونیاں اور بستیاں تعمیر کی جاتی ہیں جن میں ہسپتالوں، اسکول، کھیل کے گراؤنڈ اور سینماؤں کے لئے پہلے سے جگہیں مقرر کرلی جاتی ہیں۔ لیکن مساجد کے لئے آبادی کے تناسب سے جتنی ضرورت ہے اتنا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باوجود اس امر کے کہ آج کل مسلمانوں میں روز بروز دینی انحطاط ہوتا جارہا ہے اور اس لئے نمازیوں کی تعداد میں برابر کمی ہوتی جارہی ہے۔ تاہم مساجد کی قلت میں فرق نہیں پڑتا۔ اور نمازی اپنی ضرورت کے لحاظ سے اس بات پر مجبور ہوتے ہیں کہ وہ مناسب جگہ

مسجد تعمیر کریں۔ لیکن اس صورت میں ہمت افزائی کرنے کی بجائے طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں۔ یہ عجیب سی صورتِ حال ہے۔ حکومت اس بارے میں جس قدر جلد نظر ثانی کرے بہتر ہے۔

اس تمہید کے بعد ان مساجد کے متعلق حکم شرعی تحریر کیا جاتا ہے جن کے متعلق استفسار کیا جا رہا ہے۔

یہ مساجد شرعاً مساجد ہیں ان کو اب نہ منہدم کیا جا سکتا ہے اور نہ دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے قیامت تک یہ مساجد ہیں۔ اخبارات میں جس جج صاحب سے منسوب کر کے اس قسم کی مساجد کا جو فتویٰ شائع کیا گیا ہے وہ جج عالم نہیں ہیں، مفتی نہیں ہیں۔ بلکہ غالباً انہی جج صاحب نے رجم جیسے متفقہ اور تواتر سے ثابت شدہ مسئلہ کا انکار کیا تھا۔ اس انکار کے بعد یہ صاحب تو اس قابل ہی نہیں تھے کہ ان کو اسلامی عدالت کا چیف جج بنایا جاتا۔ یا یہ کہ ان سے مساجد جیسے نازک مسئلہ کے متعلق استفسار کیا جاتا۔ ان مساجد کے شرعی مسجد ہونے کے متعلق مندرجہ ذیل حقائق قابل لحاظ ہیں۔

الف: عام طور پر جب یہ مساجد بنائی جاتی ہیں تو ان کے بارے میں کاغذات متعلقہ محکمہ جات میں داخل کئے جاتے ہیں اور ان سے اجازت طلب کی جاتی ہے اور حکومت کی طرف سے جواب نہیں آتا۔ حکومت کی طرف سے یہ سکوت اذنِ شرعی کے مترادف ہے۔ یا بعض مساجد وہ ہیں جن کے حکومت کے محکمہ رجسٹری میں منظور شدہ ٹرسٹ موجود ہیں۔ ٹرسٹ اذنِ شرعی ہے۔

اشار باطلاق قوله ويأذن للناس في الصلوة انه لا يشترط ان يقول اذنت فيه بالصلوة جماعة بل الاطلاق كاف۔ (البحر الرائق ص ۲۶۹ ، جلد ۵)۔

ترجمہ: یہ جو کہا کہ لوگوں کو نماز کی اجازت دے اس میں صریح اذن کی ضرورت نہیں بلکہ اطلاق کافی ہے "

" بنى في فنائه في الرستاق دكانا لاجل الصلوة يصلون فيه بجماعة كل وقت فله حكم المسجد۔ (بحر الرائق ج ۵ ، ص ۲۷۰)۔

ترجمہ! گاؤں میں اپنے گھر کے سامنے ایک عمارت بنائی نماز کے لئے جس میں لوگ جماعت سے

نماز پڑھتے ہیں تو اس کا حکم مسجد کا ہے "

" وقد رأینا ببخاری وغیرها دور وسکك فی ازقة غیر نافذة من غیر شك الائمة والعوام فی کونها مساجد فعلی هذا مساجد التی فی المدارس بجرجانه خوارزم مساجد لانهم لا یمنعون الناس من الصلوٰة فیه واذا اغلقت یکون فیه من اهلها " (بحر الرائق ، ج ۵ ، ص ۲۶۹)۔

ترجمہ !

ہم نے بخارا اور دوسرے شہروں کے محلوں اور گلیوں میں جو آگے جاکر بند ہوجاتی ہیں مساجد دیکھیں ان کے مسجد ہونے میں ائمہ اور عوام کو کوئی شک نہیں ہے۔ اسی طرح جرجانہ، خوارزم کی مساجد جو مدارس میں بنی ہوئی ہیں ان کے مسجد ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ اس میں نماز پڑھنے سے کسی کو روکا نہیں جاتا۔ اور جب ان کے دروازے بند کرلئے جاتے ہیں تو وہاں کے لوگ اس کے نمازی ہوتے ہیں "

جعل وسط داره مسجدا واذن للناس فی الدخول والصلوٰة صار مسجدا فی قولهم " (بحر الرائق ، ج ۵ ، ص ۲۷۰)۔

ترجمہ !

اپنے محلہ کے وسط میں مسجد تعمیر کی اور لوگوں کو داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت دے دی تو سب کے نزدیک یہ مسجد ہوگئی "

ب : جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ عوام کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے لئے اگر مناسب سمجھیں تو شارع عام پر مسجد تعمیر کرسکتے ہیں بشرطیکہ آمد و رفت میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ ایسی صورت میں حکومت کو بھی اجازت دینا ضروری ہے ۔

ج : ٹرسٹ کی اجازت دینا اور بعض جگہ نقشہ جات منظور ہونا سب اذن میں داخل ہے۔

د : بعض مساجد ایسی ہیں جو سالہا سال سے قائم ہیں۔ ان میں نمازیں پڑھی جارہی ہیں۔ اور مخالفت نہیں کی جارہی ہے۔

نوٹ : ۱۳؍ رجب ۱۳۸۲ھ کو ایک فتویٰ اسی قسم کا " دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ " سے جاری کیا گیا تھا۔ جس پر اس زمانہ کے اکابر علماء نے دستخط فرمائے تھے۔ مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع رح ، مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رح ، مولانا عبدالحق صاحب اکاخیل رح مولانا محمد صادق صاحب مدنی رح ، ان کے علاوہ ملک کے جید اور نامور علماء کے دستخط ثبت ہیں یہ فتویٰ " مسجد کے متعلق علماء اسلام کا متفقہ فتویٰ " کے نام سے شائع ہوا تھا۔

مہر و دستخط　　مہر مدرسہ

ولی حسن ٹونکی غفر اللہ لہٗ : دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ ، علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی

۱۳؍ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

قد اصاب المجیب　احقر محمد انور عفا اللہ عنہ : دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۵؍ ۴؍ ۱۴۰۳ھ

چرم قربانی کی قیمت مسجد پر لگانا جائز نہیں

صورتِ مسئولہ یہ ہے کہ جلدِ اضحیہ کے متعلق ہدایہ شریف میں یہ عبارت مرقوم ہے۔

" ویتصدق بجلدها لانه جزء منها اویعمل منه آلة تستعمل فی البیت کالنطع والجراب والغربال ونحوها لان الانتفاع به غیر محرم ولا بأس بان یشتری به ماینتفع به فی البیت بعینه مع بقائه استحساناً " (ھدایہ اخیرین کتاب الاضحیہ)۔

اس جزئیہ سے بالکل عیاں ہے کہ جلدِ اضحیہ کا مصرف فقط مسکین ہی نہیں بلکہ لحمِ اضحیہ کی طرح مالک بھی اس کو باقی رکھ کر فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ نیز جلدِ قربانی کے عوض کوئی باقی رہنے والی شئے حاصل کر کے اس سے بھی نفع حاصل کر سکتا ہے۔ اگر زکوٰۃ یا دیگر صدقاتِ واجبہ کی طرح اس کا مصرف فقط مسکین ہی ہوتا اور تملیک ضروری ہوتی تو مالکِ اضحیہ کو استعمال کی اجازت نہ ہوتی۔ یہی صورت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رح اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ۔

"..... چرمِ قربانی کا صدقہ چونکہ نفلی ہے کسی کا حق اس سے متعلق نہیں ..... بظاہر چرمِ قربانی کا صدقہ قبیل تطوعات سے ہے ...... چرمِ قربانی کا صدقہ بھی نفلی ہے۔
(فتاویٰ عبدالحی ۱ ص ۳۸۹ و ۳۹۰)۔

مولانا صاحب کی اس عبارت سے واضح طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ چرمِ قربانی کا تصدق جب از قبیل تطوعات ہے تو اس کا مصرف بھی دیگر صدقاتِ نفلیہ کی طرح امیر و غریب، مساجد و دینی مدارس وغیرہ سب ہو سکتے ہیں یعنی ہر ثواب کی جگہ پر خرچ ہو سکتا ہے جبکہ ابوداؤد شریف کی روایت میں "کلوا وادّخروا واتجروا" کھاؤ، ذخیرہ کرو، اجر حاصل کرو" سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر اجر و ثواب کی جگہ اس کو صرف کیا جا سکتا ہے۔ خواہ مسجد ہو یا دینی مدرسہ کسی ایک جائے اجر کے ساتھ مختص کرنا تخصیص بلا مخصص ہے جو کہ غیر مناسب ہے۔ نیز عینی شرح کنز الدقائق میں ہے۔

" ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لانه قربة كالتصدق باللحم والجلد " (عینی کتاب الاضحیۃ)۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جلدِ اضحیہ کی بیع بالدراہم جب اس نیت سے کی جائے کہ رقم کا تصدق کیا جائے گا تو یہ بیع جائز ہے۔ کیونکہ یہ بیع بقصدِ تمول نہیں بلکہ بقصدِ تصدق ہے۔ اب آپ سے صرف اتنا دریافت کرنا ہے کہ اگر کوئی منتظمہ کمیٹی تعمیرِ مسجد کیلئے چرم ہائے قربانی جمع کرے اور ان کی قیمت تعمیرِ مسجد پر صرف کرے یا خود مالکِ اضحیہ بہ نیتِ تصدق فروخت کر کے اس کی رقم تعمیرِ مسجد پر صرف کرے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب چرمِ قربانی خود واجب التصدق نہیں البتہ اس کی قیمت واجب التصدق ہے۔ ہدایہ میں ہے۔

" ولو باع الجلد او اللحم بالدراهم تصدق بثمنه لان القربة انتقلت اليه اهـ

حواشی ہدایہ میں کافی اور عینی کے حوالہ سے ہے۔

" قوله تصدق بثمنه لان معنى التمول سقط عن الاضحية وانتقلت القربة الى بدله فوجب التصدق فاذا تمولته بالبيع وجب التصدق "

بدائع میں گوشت (وغیرہ) کی فروخت کے متعلق لکھا ہے ۔

" ولو باعہ نفذ سواء کان من النوع الاول او الثانی فعلیہ ان یتصدق بثمنہ (۵ ، ص ۸۰)

ہدایہ اور بدائع کی عبارت میں بیع مطلق ہے جس کا حکم وجوب تصدق بتلایا گیا ہے ۔ دلائلِ وجوب میں سے یہ بھی ہے کہ چرمِ قربانی کے بارے میں فقہاء نے تین اختیار لکھے ہیں لیکن بیع کے بعد صرف تصدق ثمن کو متعین فرمایا ہے ۔ یہی معنی وجوب کا ہے ۔ اگر ثمن کا تصدق واجب نہ ہو تو اسے ذاتی استعمال میں لانا بھی جائز ہونا چاہیئے ۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ۔ من ادعی فعلیہ البیان ۔

جب ثمن چرمِ اضحیہ کا تصدق واجب ہوا، تو اس کے وہی مصارف ہوں گے جو زکوٰۃ وصدقہ فطر وغیرہ کے ہیں ۔ کتاب الزکوٰۃ کے باب المصرف میں علامہ شامی رح نقل کرتے ہیں ۔

وھو مصرف ایضا لصدقۃ الفطر والکفارۃ والنذر وغیر ذلک من الصدقات الواجبۃ کما فی القہستانی ۔ (شامی ج ۲ : ص ۷۹)

اور معلوم ہے کہ زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کو تعمیرِ مساجد، کفن میت وغیرہ کسی ایسی چیز میں صرف کرنا درست نہیں جس میں تملیک متحقق نہ ہو ۔

درمختار میں ہے ۔

لا یصرف الی بناء نحو مسجد کبناء القناطر والسقایات ۔۔۔ وکل مالا تملیک فیہ زیلعی ۔ (شامیہ : ج ۲ : ص ۸۵) ۔

پس چرمِ قربانی کی قیمت کا تعمیرِ مسجد پر صرف کرنا جائز نہیں ۔ خواہ مسجد کی منتظمہ کھال فروخت کرے یا قربانی کنندہ فروخت کرے ۔ اور یہ بیع بقصدِ تمول ہو یا بغرضِ تصدق ۔

واضح رہے کہ تعمیرِ مساجد یا رفاہِ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنا شرعاً " تصدق " نہیں ۔ تصدق میں تملیکِ فقیر وغیرہ ضروری ہے ۔ اکثر لوگ غلط فہمی میں ان کو ایک ہی سمجھتے ہیں ۔ دینی مدارس میں جب تک ان رقوم کی تملیک نہیں ہوگی کسی دوسری جگہ صرف کرنا درست نہ ہوگا ۔ فقط واللہ اعلم

نوٹ ! کلوا وادخروا وائتجروا گوشت وپوست کے بارے میں ہے نہ کہ ان کی قیمت کے بارے میں ۔ فقط

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ، مفتی خیر المدارس ملتان ، ۲۹/۱/۱۴۰۱ھ

غیر مسلم متروکہ اراضی پر مسلمان مسجد بنالیں تو وہ شرعاً مسجد ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ڈیرہ اسماعیل خان کمشنری بازار میں ایک پلاٹ سکھوں کی ملکیت تھا جو انہوں نے گردوارہ اور شادی گھر رفاہ عامہ کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ تقسیم کے بعد بطور مسجد کے مہاجر مسلمانوں نے اس پر نماز پڑھنا شروع کر دی۔ اسی دور میں مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی وہاں تقریر بھی ہوئی۔ پھر ۱۹۵۲ء میں انتظامیہ نے مرزائیوں کو یہ پلاٹ بطور مسجد کے ناجائز قبضہ کے طور پر دے دیا۔ جب کہ محکمہ متروکہ وقف املاک بھی نہیں بنا تھا۔ مگر ۱۹۸۲ء میں انتظامیہ نے مرزائیوں کو نکال دیا۔ جس کے بعد مسلمانوں نے اس میں نمازیں ادا کیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر مولا بخش نے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد جو درخواست دی اس میں تصریح ہے کہ ہم نے ناجائز قبضہ کیا تھا دراصل یہ مسلمانوں کی مسجد تھی۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے ایک حکم کے ذریعہ غیر مسلم متروکہ اوقاف پر تعمیر شدہ مساجد، مدارس، امام باڑے اور دینی ادارے منتظمین کو دینے کا حکم دیا۔ جس پر چیف سیکرٹری متروکہ اوقاف لاہور پاکستان نے عمل درآمد کرایا۔

اب انتظامیہ (غیر مسلم اوقاف) مسلمانوں کو مسجد کا قبضہ نہیں دے رہی اور بجائے مسجد کے (۱۲، ۷، ۴ رسی) میں دفتر بنانا چاہتی ہیں۔ جب کہ موقعہ پر "مسجد ختم نبوت"، محراب ومنبر، مینار اور حجرہ سب چیزیں موجود ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ کہ مذکورہ جگہ اور تعمیر شدہ مسجد شرعاً مسجد ہے یا نہیں؟ نیز محکمہ متروکہ وقف املاک کو کیا مداخلت کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ریاض الحسن گنگوہی
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان

الجواب

واللہ ھو الملھم للحق والصواب۔ امابعد!

مسئولہ مسجد، شرعاً مسجد ہے اس لئے کہ شہر ڈیرہ اسماعیل خان کی ابتدائی بنیاد مسلمانوں کی ہی رکھی ہوئی ہے اور اس کی قدیم سے نسبت اسماعیل خان نامی شخص کی طرف اس کے

بانی اوّل پر دلیل ہے اور اس نوع کے مسائل میں اتنی کچھ ترجیح شرعاً مکمل شہادت ہے۔ کما لا یخفی علی من بہ ممارسۃ فی ضوابط الشرع .....

اور مسلمانوں کے تعمیر کردہ شہروں میں غیر مسلم عبادت گاہوں کی کوئی وجودی حیثیت نہیں نہ ابتداءً نہ بقاءً۔

امصار المسلمین ثلاثۃ احدھا ما مصرہ المسلمون کالکوفۃ والبصرۃ وبغداد والواسطۃ فلا یجوز فیھا احداث بیعۃ ولا کنیسۃ ولا مجتمع صلوتھم ولا صومعۃ باجماع اھل العلم الخ (فتح القدیر، ج ۵، ص ۳۰۰۔ وغیر ذلک من کتب المذھب)۔

تو اس قطعہ کی شرعی حیثیت گوردوارہ کی نہ تھی بلکہ املاک برسلہ میں سے ایک سفید قطعہ غیر مملوکہ کی تھی جو کہ مسلم آبادی دیہہ کے وسط میں واقع تھی اور ایسے قطعات پر سربراہی مسلم حقوقِ شہریت کے اندر رہتے ہوئے مسلم سرکار حاصل ہے۔ کما فی کتب احیاء الموات۔

تو ابتداءً اس قطعہ کو مسلمانوں کے جائے نماز مقرر کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہ تھی۔ پھر مسلم سرکار کی اس قطعہ کی تقرری برائے مسجد صحیح ہے کہ اسے یہ اختیار حاصل ہے اور اس مسجد پر تولیت (سربراہی) جو گورنمنٹ نے غیر مسلموں کو سونپی صحیح نہیں کالعدم ہے کہ یہ معاملہ گورنمنٹ کے اختیار سے باہر ہے۔ پھر ۱۹۸۲ء میں جو غیر مسلموں کی مسجد پر تولیت ختم کر دی گئی، صحیح ہے رجوع الی الاصل ہے کہ غیر مسلم مسجد کی تولیت کا اہل ہی نہیں ہے۔ (الجزء نمبر ۱۰، سورۂ توبہ، آیت نمبر ۱۶، ۱۷ وھکذا فی التفاسیر۔

اور اس مسجد پر جو قادیانیوں نے خرچ کیا ہے اس کی وجہ سے اس خطہ کے مسجد ہونے کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آیا کیوں کہ قادیانی ایک ایسا غیر مسلم فرقہ ہے کہ جس کے بنیادی، مذہبی دستور میں مسجد بنانا کارِ ثواب ہے (قربت ہے) بعینہٖ ایسے جیسا کہ یہودی و عیسائی بیت المقدس پر خرچ کرنا قربت سمجھتے ہیں یا کفارِ مکہ بیت اللہ شریف پر خرچ کرنا قربت سمجھتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ کفار کے حق میں باعثِ اجر نہیں۔ لیکن جو شئے مسلم اور غیر مسلم دونوں کے نزدیک کارِ ثواب ہے اس پر غیر مسلم کے خرچ کر لینے سے اس شئے کی حیثیت میں فرق نہیں آتا۔ یہی وجہ

سے کہ بیت اللہ شریف کی کافروں والی تعمیر کو باقی رکھا گیا۔ اور یہی شرعی قانون ہے۔

بخلاف الذمی لما فی البحر وغیرہ ان شرط وقف الذمی ان یکون قربۃ عندنا و عندھم کالوقف علی الفقراء او علی مسجد القدس الخ۔ (شامی، ج۴، ص۳۴۱۔طبع جدید قاھرہ و فتاوی عالمگیری)۔

اگر قادیانی غیر مسلم فرقہ کے بنیادی عقائد میں اسلامی طرز کی مساجد بنانا قربۃ نہ ہوتی تو پھر اس مسجد کے تعمیری سامان میں قادیانیوں کی خرچ کرنے والوں کی ملکیت ہوتی اور وہ اپنی تعمیر کو اٹھا لیتے۔

کما فی العالمگیریۃ ولو جعل الذمی دارہ مسجداً الخ (ص۳۵۳ ج۲)

تاہم اس خطۂ زمین کا بحقِ مسجد ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیوں کہ جعلتہ مسجداً کہہ دینے سے مسجد ہو جاتی ہے اور یہی معتبر للحکم ہے۔ بشرطیکہ قائل اس کا اہل ہو کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ نیز یہ مسجد ظاہری مبینہ طور پر مذہب اسلام کے خلاف قلعۂ کفر و کمین گاہ کے طور پر کبھی نہ ہو۔ لہذا مسجدِ مسئولہ مسجد ہی ہے کیونکہ اس وقت کی مسلم گورنمنٹ نے مسجد بنوائی تھی نہ کہ کفریہ قلعہ، یہ باعتبار ظاہر کے ہے اور شرعی احکام کا محل ورد دبھی ظاہری حالات ہی ہوتے ہیں۔ واما فی الحقیقۃ فھو اللہ تعالی اعلم۔

عبدالرحمٰن عفی عنہ
صدر تخصص فی الفقہ
جامعہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح
کما فی فتاوی دارالعلوم دیوبند و کفایت المفتی و عزیز الفتاوی و فتاوی محمودیہ وغیرہ فقط
منظور احمد نائب مفتی جامعہ قاسم العلوم ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ
۱۴/۱۲/۱۹۸۹ء

الجواب ـــــــ واقعاتی لحاظ سے جب کہ مسلمانوں کو مسجد کی ضرورت اور انہوں نے اس غیر مملوکہ پلاٹ کو اپنی انتہائی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مخصوص کر لیا اور اس پر باقاعدہ نماز باجماعت ہوتی رہی اور اس سے رفاہِ عامہ کے مفادات پر کوئی زد نہیں پڑتی تو شرعی اصول و قواعد کے مطابق مذکورہ جگہ مسجدِ شرعی بن گئی۔ لہذا اب اسے بدستور مسلمانوں کے لئے مسجد ہی باقی رکھنا ضروری ہے۔

بحرالرائق ، ج ۵ ، ص ۲۷۶۔ میں ہے۔

وفی الخانیۃ طریق للعامۃ وھی واسع فبنی فیہ اھل المحلۃ مسجدا للعامۃ ولا یضر ذلک بالطریق قالوا لا بأس بہا وھکذا روی عن ابی حنیفۃ رح و محمد رح ان الطریق للمسلمین والمسجد لہم ایضًا

ترجمہ :- اور خانیہ میں ہے کہ عوام کا ایک راستہ ہے اور وہ وسیع ہے محلہ والے اگر اس میں مسجد تعمیر کرلیں اور اس تعمیر سے راستہ کی آمد و رفت میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو فقہاء اس کو جائز سمجھتے ہیں امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالےٰ سے بھی یہی مروی ہے کہ راستہ بھی مسلمانوں کا ہے اور مسجد بھی انہیں کی ہے "

فتاویٰ عالمگیری ؛ ج ۲ ؛ ص ۴۸۶ - میں مرقوم ہے۔

ذکر فی المنتقی عن محمد فی الطریق الواسع بنی فیہ اھل المحلۃ مسجدا و ذلک لا یضر بالطریق فمنعہم رجل فلا بأس ان یبنوا۔

ترجمہ :- منتقی میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک وسیع راستہ ہے محلہ والوں نے اس میں مسجد تعمیر کرلی اور راستہ کی آمد و رفت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو اگر کوئی شخص منع بھی کرے تب بھی مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں "

فتاویٰ حمادیہ ؛ ج ۱ ؛ ص ۳۴۸ - میں ہے۔

من الغیاثیۃ نہر لاھل قریۃ فاراد جماعۃ ان یبنوا علیہ مسجدا فلا بأس بہ -

ترجمہ :- فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ کسی گاؤں کی نہر ہے ایک جماعت اس کے اوپر ایک مسجد تعمیر کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے "

جزئیات بالا کے تحت جب یہ جگہ مسلمانوں کی مسجد بن چکی تو اب احمدی فرقہ کا نا جائز طور پر اپنے حق میں الاٹ کرانا یا اپنا معبد بنانا جائز نہ تھا۔ اور پھر خصوصًا جب کہ انتظامیہ نے ۱۹۸۳ء میں انہیں نا جائز قابض سمجھتے ہوئے بے دخل کر دیا اور قبضہ کسی اور کو دلا دیا۔ پھر اس کے بعد ۱۹۸۹ء کے آخر تک اس پر مسجد ختم نبوت کا بورڈ آویزاں رہا ہے تو اب حق یہی ہے کہ مسلمانوں کے حق میں اس کی وہی اوّلین پوزیشن یعنی مسجد والی بحال رہنی چاہیئے۔ تفصیل بالا سے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی

قانونی موشگافی سے اس کی مسجدیت کو ختم نہیں کیا جاسکتا اور اسے دفتری مقاصد کے لئے استعمال کرنا درست نہ ہوگا۔ مروجہ قانون کے مطابق اس کی الاٹمنٹ وغیرہ میں اگر کوئی قانونی کمی ہو تو اس کا ازالہ کر دیا جائے نہ یہ کہ اس کی مسجدیت کو ہی ختم کر دیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان۔

الجواب صحیح : محمد صدیق غفرلہٗ مدرس و ناظم اعلیٰ جامعہ خیر المدارس ملتان۔

الجواب صحیح : بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔

الجواب صحیح : محمد حنیف جالندھری مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان۔

مسجد کے اوپر دوکانیں بنانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک مسجد زیر زمین تعمیر کی جائے اور اس کے اوپر مارکیٹ بازار اور دکانیں وغیرہ بنائی جائیں کیا اس طرح زیر زمین مسجد کی تعمیر جائز ہے؟ دوکانیں کنٹونمنٹ بورڈ کی ملکیت ہوں گی۔

المستفتی : ملک عبدالحمید ٹھیکیدار، ممتاز آباد ملتان

الجواب مسجد تحت الثریٰ سے لے کر عنانِ سماء تک مسجد ہوتی ہے لہٰذا صورتِ مسئولہ کے مطابق تعمیر درست نہیں، مسجد کے اوپر مارکیٹ وغیرہ نہیں بنا سکتے۔

قال فی البحر وحاصله ان شرط کونه مسجدا ان یکون سفله وعلوه مسجداً لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالیٰ وان المساجد لله بخلاف ما اذا کان السرداب العلو موقوفا لمصالح المسجد فهو کسرداب بیت المقدس هذا هو ظاهر الروایة۔

(شامی، ج ۳، ص ۳۸۲)

فقط واللہ اعلم ، احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح ، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۹ / ۳ / ۱۴۱۱ھ

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد پر لگانا

ہماری بستی لبِ دریا آباد تھی ، دریا میں بار بار طغیانی کی وجہ سے تمام بستی نے وہاں سے منتقل ہونے کا فیصلہ کرلیا ۔ اب اس سابقہ جگہ پر ایک گھر بھی باقی نہیں رہا ۔ نئی جگہ مسجد کی بنیاد رکھ دی گئی ہے ۔ بعض ساتھیوں کا مشورہ ہے کہ سابقہ مسجد کا اچھا اچھا سامان اس نئی مسجد پر لگادیا جائے ۔ تو کیا شرعاً یہ درست ہے یا نہیں ؟

الجواب اگر سابقہ جگہ اور مسجد کے دوبارہ آباد ہونے کی کوئی توقع نہیں ہے تو اس مسجد کا سامان نئی مسجد کو منتقل کرسکتے ہیں ۔ سابقہ مسجد کی زمین پر اونچی چار دیواری بنادی جائے تاکہ اس کی بے حرمتی نہ ہو ۔ کیوں کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد شرعی بن جائے وہ تاقیامت مسجد ہی رہتی ہے ۔

سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد اوحوض خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس ھل القاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجد آخر اوحوض اخر قال نعم ۔ اھ
(عالمگیری ، ج ۲ ، ص ۳۵۲) ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

تم بحمد اللہ الجزء الثانی من خیر الفتاوی ویتلوہ الجزء الثالث و اولہ کتاب الجمعة انشاء اللہ تعالیٰ والحمد للہ اولاً و آخراً ۔ وقد فرغت من تبییضہ وترتیبہ یوم الجمعة السابع عشر من جمادی الاخری سنہ ۱۴۱۱ھ
العبد الفقیر ابوتراب محمد انور عفا اللہ تعالیٰ عنہ
مفتی وخادم الحدیث بجامعة خیر المدارس ملتان پاکستان